دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلد پنجم

کتاب النکاح، کتاب الطلاق

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد. یہ کفایت المفتی کی جلد پنجم قارئین کے پیش نظر ہے۔ جلد اول کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اول وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب سے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد پنجم جو آپ کے پیش نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:-

رجسٹروں سے ۳۴۰	الجمعیۃ سے ۱۲۰	متفرق ۱۰۰	کل ۵۴۰

کفایت المفتی جلد اول سے جلد پنجم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد دو ہزار پانچ سو چوالیس (۲۵۴۴) ہوئی۔

اس کے بعد انشاء اللہ جلد ششم آئے گی جو کتاب الطلاق پر مشتمل ہے۔ فالحمد للہ اولاً و آخراً

احقر حفیظ الرحمان واصف

فہرست عنوات

کتاب النکاح
پہلا باب محرمات

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

ستائیسواں باب
تعدد ازواج

عنوان	صفحہ
اٹھارواں باب	
ضبط تولید	
(برتھ کنٹرول)	۲۷۰
کمزور عورت کے لئے ضبط تولید	//
جماع کے وقت فرنچ لیدر کا استعمال	//
برتھ کنٹرول (فیملی پلاننگ) پر مفصل بحث	۲۷۱
ازدواج و نکاح کی ترغیب	۲۷۳
انیسواں باب	
متبنیٰ (منہ بولا بیٹا)	
متبنیٰ بنانا درست ہے یا نہیں؟	۲۷۶
متبنیٰ کو بیٹا کہہ کر پکارنا	//
متبنیٰ سے پردہ کرنا کیسا ہے؟	۲۷۷
متبنیٰ کے لئے وصیت کرنا	۲۷۸
متبنیٰ کے لئے میراث میں کوئی حصہ نہیں	۲۷۹
بیسواں باب	
زانی و مزنیہ کا نکاح	
زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہے	۲۸۰
ایضاً	//
زانی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے	//
زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح	۲۸۱
حاملہ سے جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں	//
حاملہ کے ساتھ جماع کرنا کیسا ہے؟	//
زانی مرد و عورت کا نکاح آپس میں صحیح ہے	۲۸۲
حاملہ من الزنا سے نکاح	//
ایک عبارت کا ترجمہ	۲۸۳
حاملہ کا نکاح پڑھانے والے اور شاہد شخص کا نکاح نہیں ٹوٹتا	//
حاملہ من الزنا سے نکاح کیونکر درست ہے جب کہ قرآن میں ہے	//

عنوان	صفحہ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لابعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد پنجم قارئین کے پیش نظر ہے۔ جلد اول کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاوے جمع کئے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اول وہ فتاوے جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لئے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب وغیرہ کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ "الجمعیۃ" سے لئے گئے ہیں ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو غیر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کئے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لئے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سریل نمبر ہے۔ یہ جلد پنجم جو آپ کے پیش نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے :۔

رجسٹروں سے ۳۲۰ الجمعیۃ سے ۱۲۰ متفرق ۱۰۰ کل ۵۴۰

جلد اول سے جلد پنجم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد دو ہزار پانسو چوالیس ہوئی۔ ۲۵۴۴ اس کے بعد انشاء اللہ جلد ششم آئے گی جو کتاب الطلاق پر مشتمل ہے۔ فالحمد للہ اولاً و اخراً

احقر حفیظ الرحمان واصف

كتاب النكاح

پہلا باب

کس سے نکاح جائز ہے اور کس سے حرام ہے؟

ساس سے نکاح جائز نہیں

(سوال) میری شادی ایک نابالغ لڑکی یعنی آٹھ سالہ لڑکی سے ہوئی تھی اور اس لڑکی سے جب نکاح ہوا تو اپنے عام لوگوں سے در پردہ ہو کر نکاح ہوا اس میرے نکاح میں پانچ آدمی شریک تھے۔ بقضائے الٰہی وہ لڑکی جس سے میرا نکاح ہوا تھا وہ جیتی رہی پھر فوت ہو گئی۔ اب اس لڑکی کی والدہ مجھ سے یعنی اپنے داماد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو یہ داماد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ مستفتی علی شاہ از چھاؤنی انبالہ۔

(جواب ۱) جس لڑکی سے نکاح ہوا ہے اس کی ماں سے اب وہ نکاح نہیں کر سکتا۔(۱) لان نکاح البنات يحرم الامهات مطلقا دخل بها ام لم يدخل بعد ان يكون العقد صحيحا۔(۲) (در مختار بمعناه) والله اعلم بالصواب۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ

دوسرے کی بیوی سے نکاح حرام ہے

(سوال) زید بقید حیات موجود ہے۔ صرف پیروں سے بوجہ بیماری معذور ہے۔ زید کی زوجہ شوہر معذور کی خدمت کرتی تھی۔ اور دونوں زن و شوہر محبت و اتفاق سے رہتے تھے۔ زید کے بھائی بندوں نے زوجہ زید کو اشتعال و ترغیب دے کر ایک دوسرے شخص بکر سے مبلغ پانسو ۵۰۰ روپے لے کر نکاح کر دیا حالانکہ زید نے طلاق نہیں دی تھی۔ جب زید کو معلوم ہوا تو اس نے شور و غل مچایا کہ اس کو اس کے بھائی بندوں نے قیدی کی طرح ایک مکان میں بند کر رکھا ہے۔ زید ہر چند چاہتا ہے کہ سرکار میں نالش فریاد کرے لیکن وہ خود چل نہیں سکتا دوسرا کوئی اس کے پاس آ نہیں سکتا۔ بیچارہ زار زار روتا ہے۔ اس کے بھائی بند کہتے ہیں کہ طلاق نامہ لکھ کر ہمارے حوالے کر دے۔ زید انکاری ہے اور کہتا ہے کہ میں ہرگز طلاق نامہ نہیں لکھتا اور تم نے جو میری موجودگی میں روپے کے لالچ سے میری زوجہ کا نکاح پڑھا دیا خدا کے ہاں اس کا کیا جواب دو گے۔ اس کہنے پر ان لوگوں نے زید کو مارا پیٹا۔ لہٰذا اس کے متعلق شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

(جواب ۲) زید کی زوجہ کا نکاح بکر سے حرام ہے۔ لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذافي السراج الوهاج (عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۸)(۳) اور ایسا کرنے والا فاسق گنہگار ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ایسے برتاؤ کرتے ہیں وہ تحت ظالم و بد ہیں مسلمانوں کو ان سے تعلقات منقطع کر دینا چاہئے۔

دو بہنوں کے ساتھ اکٹھے نکاح کرنا حرام ہے

(سوال) مسمی ظہور الدین بوجہ اپنی زوجہ مسماۃ جنت کے دائم المریض ہونے کے اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو آیا وہ اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں یا کچھ عدت قائم ہوگی؟ اگر کوئی نکاح خوان بلا طلاق اس نکاح کو پڑھا

---

(۱) وامہات نسائکم (النساء ۲۳)
(۲) الدر المختار، کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات، ۳۰/۳ ط سعید
(۳) الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس التي يتعلق بها حق الغير ۱/ ۲۸۰ ط ماجدية

دے تو اس نکاح خواں اور وکیل اور گواہوں کا نکاح جاتا رہے گا کہ اور کوئی شرعی جرم قائم ہوگا۔

(جواب ۴) مسمی ظہور الدین جب تک اپنی زوجہ جنت کو طلاق نہ دے گا اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ وتحریم الجمع بین الاختین ومن فی معناهما (۱) (عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۷) اور جو کوئی ایسے افعال کا مرتکب ہوگا فاسق گنہگار ہوگا۔ اگر کوئی نکاح خواں اس بات کو جان کر نکاح پڑھائے گا گنہگار ہوگا لیکن اس کی زوجہ کا نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

اگر وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دے تو جب تک عدت نہ گزرے دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہاں عدت گزرنے کے بعد نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدتہ (۲) (عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۶)

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی

(سوال) ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی کے ساتھ زنا کیا اور یہ بات تحقیق ہوگئی تو اب اس کی بیوی نکاح میں ہے یا نہیں اگر نہیں رہی تو اب نکاح میں دوبارہ آنے کی کیا صورت ہے؟

(جواب ۴) حقیقی سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ زنا کا گناہ دونوں (زانی و مزنیہ) کے اوپر رہا لیکن میاں بیوی کا نکاح باقی ہے۔ فی الخلاصۃ وطی اخت امراتہ لا تحرم علیہ امراتہ (۳) (در مختار)

دو بہنوں سے بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا

(سوال) زید اپنی زوجہ منکوحہ حی القائم کی ہمشیرہ متوفی کی دختر کو اپنے عقد میں لائے تو یہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷ محمد حسن پٹنہ۔ ۲۵ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۵) منکوحہ کی زندگی اور تعلق زوجیت قائم ہونے کے زمانے میں منکوحہ کی ہمشیرہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ دو بہنوں کو ازدواج میں جمع کرنا حرام ہے۔ قرآن پاک میں صریح طور پر اس کی ممانعت اور حرمت مذکور ہے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ

خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

(سوال) جواب مرقومہ بالا آیات کریمہ وان تجمعوا بین الاختین پر مبنی ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ منکوحہ کی زندگی میں اس کی ہمشیرہ کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷ محمد حسن پٹنہ۔ ۲۵ جمادی الثانی سن ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ٦) بے شک میری نظر نے غلطی کی کہ جمع بین الاختین کے متعلق استفسار سمجھ کر جواب لکھ دیا۔ اب جواب یہ ہے کہ خالہ بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان تنکح المراۃ علی عمتھا او العمۃ علی بنت اخیھا او المراۃ علی خالتھا او الخالۃ علی بنت اختھا الخ (۵) (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

۱۔ النکاح، القسم الرابع بین ذوات الارحام، ۱: ۲۷۷، ماجدیہ
۲۔ حوالہ بالا
۳۔ الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳: ۳۳، سعید
۴۔ وان تجمعوا بین الاختین۔ (النساء: ۲۳)
۵۔ جامع الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لا تنکح المراۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا، ۱: ۲۱۴، سعید

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے

(سوال) زید کا نکاح ایک عورت سے ہوا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر سے کر دیا۔ زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ زید نے غیر کفو میں دیگر عورت سے نکاح کر لیا۔ اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا بعدہ کو زید کا انتقال ہو گیا۔ اب یہ عورت بعد ختم ہونے عدت کے بکر سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور بکر بھی رضامند ہے اور زید کی لڑکی بھی بکر کے نکاح میں موجود ہے۔ المستفتی نمبر ۱۹۶ ۷ رمضان سن ۱۳۵۲ھ م ۲۵ دسمبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۸) بکر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے باوجود زید کی لڑکی اس کے پاس موجود ہونے کے۔(۱)

محمد کفایت اللہ

سوتیلے باپ کی دوسری بیوی سے نکاح کا حکم

(سوال) زید ہندہ کا لڑکا ہے۔ زید کا باپ مر گیا۔ ہندہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا اور اس کے ایک عورت اور بھی ہے۔ یعنی ہندہ کے خاوند ثانی کے پاس ہندہ کے علاوہ ایک عورت اور ہے۔ ہندہ کا خاوند ثانی بھی فوت ہو گیا۔ کیا زید اس کی دوسری بیوی سے یعنی اپنی ماں کی سوکن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۳۲ مولوی محمد عمر خطیب جامع مسجد سرگودھا۔ ۹ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ ۲۰ مارچ سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۹) زید اپنی ماں کی سوکن یعنی سوتیلے باپ کی دوسری بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی محرمات میں داخل نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ

منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کا نکاح نہیں ٹوٹتا

(سوال) اگر بے خبری میں یا خبر سے نکاح پر نکاح پڑھا دیوے۔ یعنی ایک عورت کا نکاح ہے۔ پھر پہلے خاوند سے علیحدہ ہوئے بغیر دوسرے سے نکاح کرا لیوے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ دوسرا نکاح درست نہ ہوگا، لیکن سوال نکاح پڑھانے والے اور گواہوں کے بارے میں ہے۔ مشہور ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

المستفتی نمبر ۲۳۲ مولوی محمد عمر خطیب جامع مسجد سرگودھا ۹ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ

(جواب ۱۰) بے خبری میں ہو جائے تو کوئی جرم بھی نہیں۔ لیکن جان بوجھ کر دوسرا نکاح پڑھانے میں نکاح پڑھانے والا اور گواہ جن کو علم ہو مجرم ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کا نکاح نہیں ٹوٹتا تاوقتیکہ یہ اس دوسرے نکاح کی حلت کے معتقد نہ ہوں۔(۳) محمد کفایت اللہ

عورت سے صحبت کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح کرنا

(سوال) ایک آدمی نے ایک عورت سے صحبت کی۔ اس عورت کی ہمشیرہ کی لڑکی سے یہ آدمی نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۳ غلام محمد صاحب۔ مانگرول بندر۔ کاٹھیاواڑ ۲ محرم سن ۱۳۵۳ھ م ۱۴ اپریل سن ۱۹۳۴ء

---

(۱) ولا باس بان یتزوج الرجل المراۃ وبنت زوج قد کان لھا من قبل ذلک ویجمع بینھما، لانہ، لا قرابۃ بینھما۔ (الخ، باب المحرمات۔ ۳/ ۲۱۱ بیروت)

(۲) واحل لکم ماوراء ذلکم۔ (النساء ۲۴)

(۳) اس لئے کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنے والا مسلمان نہیں رہتا بلکہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کا نکاح برقرار نہیں رہتا۔ کما فی الدر المختار : من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لعینہ لا یکفر وان کان دلیلہ، قطعیا کفر۔ (کتاب الجہاد باب المرتد ۴/ ۲۲۳، سعید)
وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ۔ (الدر المختار باب نکاح الکافر ۳/ ۱۹۳، سعید)

(جواب ۱۱) جس عورت سے صحبت کی ہے اگر وہ اب اس کے نکاح میں نہ ہو تو اس کی بھانجی سے یہ نکاح کر سکتا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں، اسلام لانے کے بعد ایک کو چھوڑنا لازمی ہے

(سوال) ایک ہندو دین اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اور اپنی دونوں عورتوں کو بھی ساتھ لاتا ہے مگر وہ دونوں عورتیں جو اس کی زوجہ ہیں آپس میں سگی بہنیں ہیں۔ اس کو دونوں سے شدید محبت ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر دونوں کو رکھنا ممکن ہو تو اسلام قبول کروں گا۔

المستفتی نمبر ۴۰۱ محمد عبدالحفیظ (نیلگری) ۱۲ جمادی الثانی سن ۱۳۵۳ھ ۲۶ ستمبر سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۲) اسلام لانے کے بعد وہ دونوں بہنوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ کسی ایک کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو اسلام دونوں کو رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے

(سوال) ھل یجوز التزوج بعد موت الزوجۃ بامراۃ التی ھی غیر امھا شرعاً ام لا ؟

(ترجمہ) کیا اپنی زوجہ کی سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۲۸ مولوی خلیل الرحمن امام سورتی سنی جامع مسجد (برما)۔

(جواب ۱۳) یجوز ان یتزوج الرجل بامراۃ ابی زوجتھا فی حیاۃ زوجتھا فبعد موتھا بالاولی اعنی انہ یجوز الجمع بین امراۃ وبنت زوجھا قال فی الھندیۃ(۳) ویجوز بین امراۃ وبنت زوجھا فان المراۃ لو فرضت ذکراً حلت لہ تلک البنت بخلاف العکس انتھی۔

(ترجمہ) مرد کو اپنی زوجہ کے باپ کی دوسری بیوی کے یعنی زوجہ کی سوتیلی ماں کے ساتھ زوجہ کی زندگی میں بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ اور اس کی موت کے بعد بھی۔ یعنی زوجہ اور اس کی سوتیلی ماں ایک مرد کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ماں اور بیٹی سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے

(سوال) زید اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آیا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ امھات نسائکم میں یہ بیوی کی سوتیلی ماں داخل ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۳۷ عبدالجبار صاحب (برما) ۱۸ ربیع الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۹ جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۴) اپنی زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ زوجہ کی موجودگی میں بھی دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ ویجوز (الجمع) بین امراۃ وبنت زوجھا الخ (عالمگیری)(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

۱۔ واحل لکم ماوراء ذلکم النساء : ۲۴

۲۔ عن ابی وھب الجیشانی انہ سمع فیروز الدیلمی یحدث عن ابیہ قال : اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی اسلمت وتحتی اختان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اختر ایتھما شئت۔ (جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ اختان، ۱ / ۲۱۳ سعید)

۳۔ الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث المحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع، ۱ / ۲۷۷ ماجدیۃ)

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

ماں اور بیٹی سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے

(سوال) ایک شخص نے ایک طوائف زانیہ پر عاشق ہو کر اس سے نکاح کر کے اپنی بی بی بنائی اور اس طوائف زانیہ کے ہمراہ ایک لڑکی بھی تھی۔ جب وہ لڑکی بلوغت کو پہنچی تو اس نے اس سے بھی نکاح کر لیا۔ اب ہر دو ماں بیٹی بیبیاں ان کے رہنے لگیں تو سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت اس سے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۰۵۴ عبدالصمد صاحب (سورت) ۲۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۱۴ جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵) ماں اور بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ ماں سے وطی کر لینے کے بعد بیٹی سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اور بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد ماں سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پہلی بیوی کی لڑکی کا نکاح دوسری بیوی کے بھائی سے صحیح ہے

(سوال) پہلی بیوی کے بطن کی لڑکی کا نکاح دوسری بیوی کے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۸ قاری محمد عبداللطیف صاحب۔ ضلع فرید پور (بنگال) ۱۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۲۳ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶) پہلی بیوی کے بطن سے جو لڑکی ہے اس کا نکاح دوسری بیوی کے بھائی سے کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے

(سوال) عبدالغفور نے میرے سامنے یہ صورت بیان کی کہ میری بیوی مسماۃ سعیدا بنت دنگی کی والدہ نورا کا جو کہ میری حقیقی ساس تھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد دنگی سسر نے جیاری سے نکاح کر لیا اور وطی بھی کی۔ تھوڑے عرصے کے بعد دنگی کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں جب کہ مسماۃ سعیدا بنت دنگی میرے نکاح میں موجود ہے جیاری سے میرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ صورت حرم الجمع بین امرأتین ایتھما فرضت ذکرا لم تحل له الاخری میں داخل ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۲ مولوی حشمت علی صاحب مدرس اول مدرسہ قاسمیہ عربیہ کالی مسجد بلند شہر ۲۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۳ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷) یہ نکاح جائز ہے اور اس قاعدہ کے تحت یہ جمع درست ہے۔ کیونکہ اس میں طرفین سے حرمت لازم نہیں آتی۔ اگر سعیدا کو مرد فرض کریں تو اس کے لئے جیاری بوجہ زوجۃ الاب ہونے کے حرام ہے۔ لیکن اگر جیاری کو مرد فرض کریں تو سعیدا اس کے لئے ایک غیر عورت ہے اور حلال ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

۱۔ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع المحرمات بالجمع ۱/ ۲۷۷ ماجدية

۲۔ وحرم الجمع بين المحارم نكاحا اى عقدا صحيحا وعدة ولو من طلاق بائن ... وحرم ... بين امرأتين ايتهما فرضت ذكرا لم تحل للاخرى۔ (تنوير الابصار، باب المحرمات ۳/ ۳۸ سعيد)

۳۔ وحل لكم ما وراء ذلكم۔ (النساء: ۲۴)

۴۔ يجوز الجمع بين امرأة وبنت زوجها فان المرأة لو فرضت ذكرا حلت له تلك البنت بخلاف العكس۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع المحرمات ۱/ ۲۷۷ ماجدية)

بیوی کے فوت ہوتے ہی سالی سے نکاح کر سکتا ہے

(سوال) زید نے ہندہ سے نکاح کیا تھا۔ اب ہندہ کے مر جانے کے بعد دو ماہ کے اندر اندر ہندہ مذکورہ کی بہن زینب سے نکاح کر لیا۔ اب بعض علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں ہوا کیونکہ اس صورت میں زید مذکور کو چار ماہ دس دن عدت گزارنا ہوگا۔ بعد انقضائے عدت ہندہ کی بہن زینب سے نکاح کر سکتا ہے۔ لہذا یہ نکاح درست ہوا اور بعض علماء کہتے ہیں مرد کی عدت ہی نہیں۔ لہذا ہندہ کے مرنے کے بعد دوسرے دن بھی زینب سے نکاح درست ہے۔

المستفتی نمبر ۱۵۷۶ شمشیر سرکار صاحب (ضلع میمن سنگھ) ۲۹ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۹ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸) زید اپنی متوفیہ بیوی ہندہ کی وفات ہوتے ہی اس کی بہن سے نکاح کر سکتا تھا۔ پس یہ نکاح جو بیوی کی وفات کے دو ماہ بعد ہوا درست اور جائز ہے۔ اس کو ناجائز بتانے والے مسئلہ سے ناواقف ہیں۔ اگر شوہر بیوی کو طلاق دے تو اس کی عدت گزرنے سے پہلے بیوی کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہوتا۔(۱) لیکن بیوی کے مر جانے پر اس کی بہن سے فوراً نکاح ہو سکتا ہے۔ ماتت امرأته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما في خلاصة عن الاصل وكذا في المبسوط لصدر الاسلام والمحيط للسرخسي والبحر والتاتار خانية وغيرها وغيرها من الكتب المعتمدة واما ما عزى الى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه۔(۲) (رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۸)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

(سوال) فدوی کی اہلیہ عرصہ تقریباً چار سال سے مرض اختناق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے ہر طریقہ کی تکلیف ہے اور نہ کوئی اولاد ہے۔ میرے خسر صاحب و خوشدامن وغیرہ بہت ہی ضعیف اور مفلس ہیں اور وہ میرے ہی ساتھ رہتے ہیں۔ میرا بھی بجز خدا اور ان لوگوں کے کوئی نہیں ہے اور میرے جملہ احباب کا خیال ہے کہ دوسرا نکاح کیا جائے۔ میری خسر کی ایک دختر اور بھی ہے جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ میرے ساتھ بموجب شرع محمدی عقد کر دیا جاوے۔ کیونکہ دوسری غیر جگہ کرنے میں ہر دو فریق کو ہر طرح کی حد سے زیادہ تکلیف ہوگی۔

المستفتی نمبر ۲۰۴۷ احمد اللہ خاں صاحب نمبر ۷ ۱۰ امال روڈ (لاہور) ۲۱ جمادی الثانی سن ۱۳۵۶ھ
مطابق ۲۹ اگست سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹) دونوں بہنیں ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں اور نہ رہ سکتی ہیں۔(۳) اگر آپ اپنی سالی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اپنی زوجہ کو طلاق دے کر سالی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ مگر طلاق کے بعد جب آپ کی مطلقہ بیوی کی عدت گزر جائے گی تب اس کی بہن سے نکاح جائز ہوگا۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کے ہوتے ہوئے سالی سے نکاح حرام ہے

(سوال) ستارہ اور چاند تارہ دو حقیقی بہنیں ہیں اور ستارہ کی شادی شاہ محمد سے ہوئی اور چاند تارہ کا عقد سوداگر سے ہوا اور

---

(۱) وعدة الاخت تمنع نكاح الاخت (المبسوط، كتاب النكاح، ٤/ ٢٠٤، بيروت)
(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ٣/ ٣٨، سعيد)
(۳) وان تجمعوا بين الاختين (النساء ٢٣)
(۴) واذا طلق الرجل امرأته بائنا او رجعيا لم يجز له ان يتزوج باختها حتى تنقضي عدتها (الهداية، كتاب النكاح، ٢/ ٣١٢، شركة علمية)

دو بچے سوداگر کے ہوئے۔ اس کے بعد سوداگر کمانے کے لئے چلا گیا۔ چھ سال تک پتہ نہیں لگا۔ اس کے بعد شاہ محمد نے چاند ستارہ سے نکاح کر لیا۔ اس خیال سے کہ لڑکوں کی ہمارے یہاں پرورش ہوگی اور ستارہ کی رضامندی سے اور ستارہ کو بھی یہی خیال تھا کہ بہن اور اس کے بچے ضائع نہ ہوں اور یہ لوگ جاہل تھے جنہوں نے نکاح کا مشورہ دیا۔ اب شاہ محمد کے نطفہ سے بھی ایک لڑکی چاند تارہ کے پیدا ہوئی۔ اب اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ جو فرمائیں شاہ محمد اس کے کرنے پر تیار ہے۔ اگر شاہ محمد پر کوئی کفارہ ہو تو تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد صاحب (ضلع اعظم گڑھ) ۲۴ رجب سن ۱۳۵۶ھ م ۳۰ ستمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰) دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ شاہ محمد کا نکاح چاند تارہ کے ساتھ دو وجہ سے ناجائز ہوا۔ اول تو یہ کہ چاند تارہ منکوحہ تھی۔ پہلے خاوند سے اس کا نکاح باقی تھا۔(۱) دوم یہ کہ شاہ محمد کے نکاح میں اس کی بہن موجود تھی لہذا چاند تارہ کو وہ فوراً علیحدہ کر دے(۲) اور اس سے جو لڑکی ہوئی ہے وہ بھی اس کے مال کی وارث نہیں ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سوتیلی ماں کے شوہر کی لڑکی سے نکاح درست ہے

(سوال) زید نے اپنی عورت کو طلاق دی اور اس عورت نے عمر سے نکاح کر لیا اور عمر نے اس سے وطی بھی کی بعد ازاں عمر نے اس کو طلاق دی یعنی خلع کیا۔ اور پھر اس عورت نے زید زوج اول سے شادی کر لی بعد عدت گزرنے کے۔ اب زید کے لڑکے کی شادی جو کہ اس عورت سے ہو عمر کی لڑکی سے جو دوسری عورت سے ہو، ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۷۳ ماسٹر مرزا محمد حسین (گجرات) کاٹھیاواڑ ۲ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱) زید کے لڑکے کی شادی عمر کی لڑکی سے ہو سکتی ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے نکاح حرام ہے

(سوال) ایک شخص نکاح ایک عورت سے کر کے اس عورت کی والدہ سے بھی موجودہ حالت میں نکاح کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۴۵ شیخ قمر الدین صاحب۔ ۱۳ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲) اپنی منکوحہ کی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے نکاح حرام ہے اگرچہ بیوی کی رخصتی نہ ہوئی ہو

(سوال) زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ابھی وداع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہندہ مطلقہ ہو گئی۔ صورت مذکورہ بالا میں کیا زید ہندہ کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے جب کہ یہ ظاہر ہے کہ ابھی رخصت وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔

(المستفتی نمبر ۲۲۴۹ ایم ناظم ہاشمی (ڈھاکہ) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۷ جون ۱۹۳۸ء)

۱۔ ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ (الھندیۃ، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر ۱ / ۲۸۰ ماجدیہ)

۲۔ وان نکح احدھما قبل الاخری فنکاح الاولی جائز ونکاح الثانیۃ فاسد لیفرق بینھما۔ (المبسوط، کتاب النکاح ۴ / ۲۰۱ بیروت)

۳۔ یثبت النسب بلا دعوۃ احتیاطا (فی ثبوت النسب) اما للارث فلا یثبت فیہ وکذا فی النکاح الموقوف۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر ۳ / ۱۳۲، سعید)

۴۔ واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ / ۳۱، سعید)

۵۔ وامھات نسائکم۔ (النساء ۲۳)

(جواب ۲۳) منکوحہ کی ماں سے نکاح ناجائز ہے۔ خواہ منکوحہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

سگی خالہ کی نواسی سے نکاح جائز ہے

(سوال) سگی خالہ، سگے چچا کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے۔ ڈی۔ منصوری صاحب (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲٤) سگی خالہ کی لڑکی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ اسی طرح سگے چچا کی نواسی سے۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بھانجے اور بھتیجے کی اولاد سے نکاح

(سوال) اما بعد هل يجوز النكاح باولاد ابن الاخت والاخ وان سفلوا فحرروا بسند الكتاب مع العبارة سريعا ولا تؤخروا لان فيها يختلف الناس اختلافا كثيرا فنحن منتظرون الى جوابكم فقط والسلام۔

(ترجمہ) کیا نکاح جائز ہے؟ بہن یا بھائی کی اولاد یا اولاد کی اولاد کے ساتھ؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۳۳۳ مولوی عبدالحی صاحب فرید پور ۲۲ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۵) لا يجوز النكاح باولاد ابن الاخت والاخ وان سفلوا لمافي العالمگيرية في ذكر المحرمات وبنات الاخت والاخ وان سفلن والحكم لا يختلف في بنت بنت الاخت وبنت ابن الاخت وفي بنت بنت الاخ وبنت ابن الاخ (۳)
لان المراد حرمة فروع الاخ والاخت بالغامابلغ والله اعلم
واذا اراد زيد ان ينكح بنت ابن اخيه كان ناكحا لفرع اخيه وفروع الاخ حرام وكذا اذا اراد ان ينكح بنت ابن اخته كان ناكحا لفرع اخته و فروع الاخت حرام۔

(ترجمہ) بہن اور بھائی کی اولاد یا اولاد کی اولاد کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ عالمگیری میں محرمات کے ذیل میں بنات الاخت والاخ اور نیچے تک سب اولاد کو ذکر کیا ہے۔ لہذا اس حکم میں بھانجی اور بھانجی کی اولاد، بھتیجا اور بھتیجے کی اولاد، بھتیجی اور اس کی اولاد، بھتیجا اور اس کی اولاد سب شامل ہیں۔ چونکہ فروع کی حرمت غیر محدود و غیر منتہی ہے۔
اور جب کہ کوئی شخص اپنے بھتیجے کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اپنے بھائی کی فرع سے ناکح ہوگا اور فروع الاخ حرام ہیں۔ اور اسی طرح بھانجے کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کرنے والا بہن کی فرع سے ناکح ہوگا اور فروع الاخت حرام ہیں۔

خالہ اور بھانجی سے بیک وقت نکاح حرام ہے

(سوال) زید اپنی حقیقی بڑی سالی کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اور فی الحال زید کے نکاح میں اس کی بڑی حقیقی سالی کی بہن موجود ہے (یعنی لڑکی کی حقیقی خالہ) اب زید اپنی بڑی حقیقی سالی کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لا سکتا ہے یا

---

(۱) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ايما رجل نكح امراة فدخل بها اولم يدخل فلا يحل له نكاح امها۔ (جامع الترمذي ، باب من يتزوج المراة ثم طلقها الخ، ۱/ ۲۱٤، سعيد)
(۲) وخص الله تعالى العمات والخالات بالتحريم دون اولادهن ولا نكاح في بنت العمة والخالة (احكام القرآن ۲/ ۱۳۳ بيروت)
(۳) الهندية، كتاب النكاح ، الباب الثالث في بيان المحرمات ، ۱/ ۲۷۳ ماجدية وايضا صرح في فتح القدير : فتحرم بنات الاخوة والاخوات و بنات اولاد الاخوة والاخوات وان نزلن۔ (فصل في المحرمات ، ۳/ ۲۰۸ الحلبي مصر)

نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۳۲ کاوبھائی صاحب (گجرات) ۳۰ ذی قعدہ سن ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جنوری سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶) جب تک زید کی بیوی زید کے نکاح میں ہے۔ بیوی کی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔ خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(۱)　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے

(سوال) زید اپنی چچازاد بہن کی دختر یعنی اپنی بھانجی چچازاد کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ عقد درست ہوگا اور اگر درست ہے تو اس پر لعن طعن کرنے والوں کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۳۹۲ نصیر الدین صاحب (احمد آبادی) ۲۹ ربیع الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۲۰ مئی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۷) چچازاد بہن سے بھی نکاح حلال ہے(۲) اور چچازاد بہن کی لڑکی یعنی اس رشتہ سے بھانجی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ یہ حکم قرآن پاک کی آیت واحل لکم ماوراء ذلکم(۳) سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ عورتیں محرمات مذکورہ بالا میں داخل نہیں ہیں۔　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

(سوال) سوتیلی خوشدامن سے داماد کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اتواری کی لڑکی شبراتی کو بیاہی۔ بچے بھی ہوئے۔ اتواری کی بیوی فوت ہوگئی جس کی ایک لڑکی تھی اور شبراتی کو بیاہی تھی۔ اتواری نے اپنی بیوی کے فوت ہونے کے بعد دوسری شادی کی جس کا نام بھوری ہے۔ اتواری بھی فوت ہوگیا۔ بھوری بیوہ ہوگئی۔ تین لڑکے موجود ہیں جو اتواری سے ہیں۔ اس درمیان شبراتی جو اتواری کا داماد ہے۔ اس کی بیوی یعنی اتواری کی لڑکی پہلی بیوی سے جو تھی وہ بھی فوت ہوگئی۔ اب شبراتی نے مسماۃ بھوری جو اتواری کی دوسری عورت بیوہ سے ساتھ نکاح کیا ہے یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۵۲۰ عبدالمجید صاحب (نینی تال) ۲۶ جمادی الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۱۴ جولائی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸) درست ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

ایضاً　　　　حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ السلام علیکم

(سوال) گزارش ہے کہ کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار ترجمہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری و مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مطبوعہ نولکشور کے کتاب النکاح کے صفحہ ۱۲ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ وام زوجة وجداتها مطلقا بمجرد العقد الصحيح وان لم توطأ زوجة۔ (ترجمہ۔ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے اگرچہ زوجہ سے جماع نہ کیا ہو) مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ زوجہ کی ماں سوتیلی ہو یا سگی یعنی اپنی خوشدامن حقیقی ہو یا سوتیلی نکاح میں حرام ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا ہے۔ یہ کتاب مذکورہ کے لفظ بہ لفظ فقرے ہیں۔ کیا یہ کتاب معتبر نہیں ہے جو حضور نے فتویٰ نقلی شدہ پر صرف "درست ہے" لکھ کر دستخط فرما دیئے ہیں۔ جس سے میرے دل میں کافی اور مکمل یقین تو ہو گیا مگر اشخاص کا یہ کہنا ہے کہ حضور نے کسی حدیث و فقہ کا حوالہ نہیں دیا۔ براہ مہربانی یہ لکھ کر کہ فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر اس کی بابت درستی کا ذکر آیا ہے۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن تنكح المرأة على عمتها أو العمة على بنت أخيها أو المرأة على خالتها أو الخالة على بنت أختها الحديث. (جامع الترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ۱/ ۲۱۴، سعيد)

(۲) (وعمته وخالته) وأما بنتهما فحلال (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ۱/ ۳۲۳، بيروت)

(۳) وأحل لكم ما وراء ذلكم (النساء: ۲۴)

لوگوں کے دلوں کو مطمئن فرمادیجئے۔

المستفتی نمبر ۲۵۲۰ عبدالحمید صاحب

(جواب ۲۹) غایۃ الاوطار کی یہ عبارت (اہر طرف سے تھی ہو یا سوتیلی) بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بیوی کی سوتیلی ماں "امرأۃ ابیہا" کے تحت میں شامل نہیں ہے۔ اگر انواری مرجاتی تو شیر الٰہی بھوری سے (جو بیوی کی زندگی میں بھی) نکاح کر سکتا تھا۔ یعنی دونوں کو جمع کر سکتا تھا۔ اسی غایۃ الاوطار کے صفحہ ۲ دیکھئے (۱) (فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجها۔ تو یہ جائز ہے جمع کرنا عورت میں اور اس کے شوہر کی بیٹی میں) یعنی بھوری اور اس کے شوہر انواری کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی عورت کے شوہر کی بیٹی عورت کی سوتیلی لڑکی ہوتی اور لڑکی کی یہ عورت سوتیلی ماں ہوتی تو جب ان دونوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز ہے تو یکے بعد دیگرے ان سے نکاح کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بھانجی سے فوراً نکاح درست ہے

(سوال) فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ زید کی عورت کے انتقال کو پندرہ یوم کا عرصہ گزر چکا ہے۔ زید نے اپنی منکوحہ کی بہن کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ نکاح شرعاً نادرست ہے۔ چونکہ وہ زید کی منکوحہ مرحومہ کی قریبی رشتہ دار (بھانجی) ہے۔ اس کو چار ماہ دس دن کی عدت گزرنا ضروری ہے۔

المستفتی نمبر ۲۵۷۵ ایم۔ پی حیدر خان سروری ٹیکسٹائل۔ چامراج نگر۔ میسور ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ م ۲۸ فروری سن ۱۹۴۳ء

(جواب ۳۰) بکر کا قول صحیح نہیں ہے۔ زید کا نکاح جائز ہوا۔ بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بہن یا بھانجی سے فوراً نکاح جائز ہوتا ہے۔ ماتت امرأته له التزوج باختها بعد يوم من موتها۔ (۲) (رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۸ باب المحرمات)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) باپ اپنے بیٹے کی ساس سے نکاح کر سکتا ہے
(۲) بیوی کی لڑکی (جو پہلے شوہر سے ہو) سے شوہر کے بھائی کا نکاح
(۳) دو حقیقی بھائی ایسی دو لڑکیوں سے جو آپس میں حقیقی بہن ہوں نکاح کر سکتے ہیں
(۴) سوتیلی ماں کی والدہ سے نکاح

(سوال) (۱) باپ اپنے لڑکے کی ساس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) عمرو نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ہندہ اپنے ہمراہ ایک لڑکی لائی ہے جو ہندہ کے پہلے خاوند سے ہے۔ اس لڑکی سے عمرو کا حقیقی بھائی نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) دو حقیقی بھائی دو حقیقی بہنوں سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) لڑکا اپنے باپ کی ساس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۴۳ مولوی عبدالحق امام مسجد وصدر ضلع ... ۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۹ھ

---

۱ الدر المختار، باب المحرمات، ۳/ ۳۹، سعید
۲ رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۳۸، سعید

(جواب ۳۱)(۱) باپ اپنے بیٹے کی ساس سے نکاح کر سکتا ہے۔(۱) (۲) اس لڑکی سے عمرو کا حقیقی بھائی نکاح کر سکتا ہے بلکہ عمرو کا پہلی بیوی سے کوئی لڑکا ہو تو اس لڑکے کا نکاح بھی اس لڑکی سے جائز ہے۔(۲) (۳) دو حقیقی بھائی ایسی دو لڑکیوں سے جو آپس میں حقیقی بہنیں ہیں نکاح کر سکتے ہیں۔(۳) (۴) لڑکا اپنی سوتیلی ماں کی والدہ سے نکاح کر سکتا ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر سے طلاق لئے بغیر دوسرا نکاح باطل ہے

(سوال) چند لوگ مل کر ایک منکوحہ بالغہ لڑکی کا عقد بغیر اس کے خاوند سے طلاق لینے کے ایک دوسرے شخص کے ساتھ کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس نے ہماری عورت بہکالی اور کلمات کفر کہلوا کر نکاح تڑوا دیا اس واسطے ہم بھی اپنی لڑکی اس کو نہیں دیتے۔ اس لڑکی کے خاوند نے اس کے والد اور بھائی کے سامنے ہر طرح یقین دلایا کہ میں نے تمہاری عورت نہ بہکائی ہے نہ کلمات کفر کہلوائے ہیں لیکن ان کو بالکل اعتبار نہیں آیا اور دو سال گزر جانے کے بعد اس کے والد نے بغیر طلاق کے اس لڑکی کا عقد دوسرے شخص سے کر دیا۔ لڑکی کے خاوند نے بہت سی دفعہ ان کو خطوط ڈالے کہ تم اپنی لڑکی کو یا خود پہنچا دیا مجھے بلا لو لیکن انہوں نے نہ خود پہنچایا نہ اس کے خاوند کو بلایا۔ اس نے خرچ بھیجا تو خرچ بھی وصول نہ کیا۔ وہ خود اس وجہ سے نہ گیا کہ اس کو اپنی جان کے ضائع ہو جانے کا یقین تھا۔

المستفتی رحیم الدین لاہوری

(جواب ۳۲) اس کا عقد ثانی باطل ہے۔(۵) کسی دوسرے کے فعل کی وجہ سے اس کا پہلا نکاح نہیں ٹوٹتا۔ یہ سب لوگ جو عقد ثانی کرانے والے یا اس میں شریک ہونے والے ہیں گنہگار ہوئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زانی اور مزنیہ کی اولاد کا باہم نکاح

(سوال) زید ایک عورت منکوحہ غیر سے مدت دراز تک زنا کرتا رہا ہے۔ اب مزنیہ کی لڑکی کو زانی اپنے لڑکے کے نکاح میں لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۳۳ ہی ڈی وند عبدل (فیروز پور پنجاب) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳) مزنیہ کی لڑکی سے زانی کا نکاح جائز نہیں اور زانی کے(۶) لڑکے کا نکاح بھی جائز نہیں۔(۷) ہاں اگر لڑکا مزنیہ کے بطن سے نہ ہو اور دوسری بیوی کے بطن سے ہو اور لڑکی مزنیہ کے شوہر سے ہو تو جائز ہے۔

---

(۱) جاز التزوج بام زوجة الابن وبنتها وجاز للابن التزوج بام زوجة الاب وبنتها (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المحرمات ۳/ ۲۱۱، ط مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) ایضاً

(۳) کیونکہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی

(۴) جاز للابن التزوج بام زوجة الاب وبنتها (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المحرمات ۳/ ۲۱۱، ط مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۱/ ۲۸۰، ماجدية)

(۶) یعنی زانی مزنیہ کے بطن سے ہو

(۷) فمن زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا تحرم المزني بها على آباء الزاني واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني ۱/ ۲۷۴، ماجدية)

سوتیلی ساس سے نکاح صحیح ہے، سوتیلی ماں سے نہیں۔

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید کی لڑکی عمر کے نکاح میں ہے۔ زید کے انتقال کے بعد عمر نے زید کی دوسری بیوی یعنی اپنی سوتیلی ساس سے عقد کر لیا۔ کیا یہ جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو سوتیلی ماں سے بھی عقد جائز ہوگا۔

(جواب ۳۴) یہ نکاح جائز ہے۔ کیونکہ دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا اس صورت میں حرام ہوتا ہے کہ ان میں طرفین سے یہ قاعدہ جاری ہو سکے کہ جس عورت کو مذکر فرض کریں تو دوسری عورت اس کے لئے حلال نہ ہو اور یہاں (یعنی کسی عورت کو اور اس کے باپ کی دوسری بیوی کو نکاح میں جمع کرنے میں) دونوں طرف سے یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا اس لئے یہ حرام نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔ فجاز الجمع بین امراۃ وبنت زوجھا۔(۱) اور سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے۔ سوتیلی ماں اس کے باپ کی منکوحہ ہے اور منکوحۃ الاب کی حرمت قرآن پاک میں منصوص ہے۔ قال تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آباء کم۔(۲) سوتیلی ماں کو سوتیلی ساس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط

پھوپھی کی بیٹی اور پوتی سے نکاح جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) حقیقی پھوپھی کی پوتی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کسی شخص کی ہمشیرہ نے کسی شخص کے ساتھ عقد کر لیا ہو اور اس کے خاوند کی پہلی زوجہ سے ایک لڑکی ہو تو اس لڑکی کا اس کی سوتیلی ماں کے بھائیوں کے ساتھ عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۵) (۱) حقیقی پھوپھی کی بیٹی اور پوتی سے نکاح جائز ہے۔(۳) (۲) کسی شخص کا نکاح اس کی بہن کے خاوند کی بیوی کی اس لڑکی سے جائز ہے جو کسی دوسری عورت کے بطن سے ہو۔(۴)

محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

باپ کی ممانی سے نکاح جائز ہے

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) زید کے ماموں کی بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ نوجوان ہے۔ زید کا لڑکا عمر جو بالغ ہے اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۶) زید کا لڑکا زید کے ماموں کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہ محرمات میں داخل نہیں ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

۱۔ الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳ / ۳۹، ط سعید
۲۔ النساء: ۲۲
۳۔ (وعمتہ وخالتہ) واما بناتھما فحلال۔ (الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار، ۲ / ۲۸ المحرمات، ۱ / ۲۲۳ بیروت)
۴۔ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ (النساء: ۲۴)
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً

چچی سے نکاح جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲ نومبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) زید نے اپنی سالی سے نکاح کیا۔ زید کی بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی اور جس سے نکاح کیا وہ سالی بھی ہے اور رشتہ میں چچی بھی ہے۔ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ برادری نے نکاح خواں اور گواہان پر چھ یعنی تاوان لگایا۔ یہ تاوان جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۸) بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا درست ہے۔ (۱) رشتہ کی چچی ہونا بھی نکاح کے جواز کا مانع نہیں۔ برادری کا تاوان لگانا اس صورت میں ناجائز ہے۔ تاوان واپس کرنا چاہئے۔ (۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

سوتیلی بہنوں کو نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۹ نومبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) ہندہ کا نکاح عمرو سے ہوا ہے۔ ہندہ کی ایک سوتیلی بہن (دوسری ماں سے) ہے۔ کیا عمرو ہندہ کی زندگی میں اس کی سوتیلی بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟

(جواب ۳۹) ہندہ کی موجودگی میں بمقتضائے آیات "ان تجمعوا بين الا ختين" (۳) ہندہ کی سوتیلی بہن سے جو ہندہ کے والد کے نطفے سے ہے عمرو کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(۱) زنا سے پیدا شدہ لڑکی زانی کی وارث نہیں
(۲) مزنیہ کی اولاد زانی پر حرام ہے زنا سے پہلے کی ہو یا بعد کی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) (۱) ایک کافرہ مشرکہ کے بطن سے کسی مسلمان کی ایک لڑکی ہے آیا وہ لڑکی اس مسلمان کی وارث و محرم ہو سکتی ہے؟ اور وہ مشرف باسلام ہونے کے بعد کیا اس مسلمان کے نکاح میں آسکتی ہے؟ (۲) جس عورت سے کسی مسلمان نے زنا کیا ہے اس کی لڑکی جو ارتکاب زنا سے پہلے کسی دوسرے مرد کے نطفے سے ہو آیا اس کے ساتھ زانی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۰) (۱) جو لڑکی زنا سے پیدا ہوئی ہے وہ اپنے باپ کی وارث نہیں ہو سکتی مگر محرم ضرور ہے۔ (۴) اور اس کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ (۲) جس عورت سے زنا کیا ہے اس کی لڑکی سے خواہ ارتکاب زنا سے پہلے کی ہو یا بعد کی، نکاح نہیں ہو سکتا۔ (۵) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

بیوی کے مرنے کے بعد سالی کی بہن سے نکاح

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری سن ۱۹۲۷ء)

۱۔ ماتت امرأته له التزوج باختها كذا في الخلاصة ۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳ / ۳۸، سعيد)
۲۔ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال۔ (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، ۴ / ۶۱، سعيد) ۳۔ النساء: ۲۳
۴۔ (قوله ويثبت النسب) اما الارث فلا يثبت فيه۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳ / ۱۳۲، سعيد)
۵۔ (قوله وحرم ايضا بالصهرية اصل مزنيته) قال في البحر: اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا كما في الوطء الحلال۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳ / ۳۲، سعيد)

(سوال) اپنی خوشدامن کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں جب کہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہو۔
(جواب ۴۱) اپنی خوشدامن کی بہن سے اپنی بیوی کے انتقال کے بعد نکاح کر لینا جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

بھتیجے کا نکاح چچی سے

(الجمعیۃ مورخہ ۴ مارچ سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) بھتیجے سے چچی کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ سوتیلی ماں سے بعد مر جانے باپ کے بیٹا عقد کر سکتا ہے یا نہیں ؟
(جواب ۴۲) چچی کا نکاح چچا کے انتقال کے بعد مرحوم کے بھتیجے سے ہو سکتا ہے۔(۲) کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ باپ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سوتیلی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ وہ اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ حرام ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۲ مئی سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص کے دو لڑکیاں ہوں اور ماں سے علیحدہ ہوں کیا ایک شخص سے ان دونوں کا نکاح ایک وقت میں جائز ہے ؟
(جواب ۴۳) دو بہنوں کو خواہ وہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اور اس کے لئے صریح طور پر آیت کریمہ وان تجمعوا بین الاختین (۴) کا حکم موجود ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

سوتیلی ماں کے بھائی سے نکاح جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اگست سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کی بیوی دو لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ کچھ عرصے کے بعد زید نے حامد کی لڑکی سے شادی کی۔ اس لڑکی کے دو بھائی ہیں۔ کیا ان دونوں لڑکوں کی شادی زید کی دونوں لڑکیوں سے ہو سکتی ہے ؟
(جواب ۴۴) زید کی لڑکیوں کی شادی اپنی سوتیلی ماں کے بھائیوں کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اس رشتہ میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

بھائی کی بیوہ سے نکاح درست ہے

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست سن ۱۹۲۸ء)

(سوال) چھوٹے بھائی کی زوجہ بیوہ ہو گئی۔ اور اس عورت کے پاس دو تین لڑکے پہلے شوہر سے ہیں تو اس عورت کو شوہر کا بڑا بھائی اپنے نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں ؟

۱۔ واحل لکم ماوراء ذلکم (النساء ۲۴)
۲۔ واحل لکم ماوراء ذلکم (النساء ۲۴)
۳۔ وکذا منکوحۃ الاب حرام علی الابن دخل بہا الاب اولم یدخل۔ (المبسوط ۴/ ۲۰۱ بیروت) ۴۔ (النساء ۲۳)
۵۔ واحل لکم ماوراء ذلکم۔ (النساء ۲۴) (حوالہ سابقہ)

(جواب ۴۵) چھوٹے بھائی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی سے مرحوم کا بڑا بھائی نکاح کر سکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

کافر میاں بیوی اگر آپس میں محرم ہوں تو مسلمان ہونے کے بعد ان کو علیحدہ کیا جائے گا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ ستمبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) ایک مشرک مع اپنی زوجہ کے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کی زوجہ رشتے میں اس کی بھانجی ہے۔ اس سے دو چار اولاد بھی ہیں۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کیا اس کی زوجہ اس پر حلال ہو سکتی ہے؟ اور جو اولاد اس کے بطن سے موجود ہے کیا وہ اپنے باپ کے ورثہ کی حق دار ہو سکتی ہے؟

(جواب ۴۶) بھانجی سے نکاح شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں۔(۲) جب زوجین مسلمان ہو جائیں تو ان کا تعلق زوجیت باقی نہیں رہے گا۔ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔(۳) اس سے پہلے اولاد ثابت النسب ہوگی اور ماں باپ کے ترکہ سے اس کو حصہ میراث ملے گا۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

خالہ اور بھانجی کو نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ مارچ سن ۳۲ء)

(سوال) اہلیہ کی بڑی ہمشیرہ کی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ اہلیہ زندہ ہے۔

(جواب ۴۷) اہلیہ کی زندگی میں اس کی بھانجی سے نکاح کر کے خالہ بھانجی کو زوجیت میں جمع کرنا حرام ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

چچا کی نواسی سے نکاح درست ہے

(الجمعیۃ مورخہ یکم اگست سن ۷ ۳ء)

(سوال) علم شیر خاں اور علی شیر خاں دو حقیقی بھائی ہیں۔ علم شیر خاں کے لڑکے کا نکاح علی شیر خاں کی لڑکی کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۸) علم شیر خاں کے لڑکے کا نکاح علی شیر خاں کی نواسی کے ساتھ جائز ہے۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

۱۔ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ (النساء: ۲۴)

۲۔ وبنات الاخت فهن محرمات نكاحا ووطأ ودواعيه على التابيد۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني ۱ / ۲۷۳ ماجدیہ)

۳۔ ولو كانا المتزوجان الذان اسلما محرمين او اسلم احد المحرمين او ترافعا الينا وهما على الكفر فرق القاضي او الذي حكماه بينهما۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر ۳ / ۱۸۶ سعید)

۴۔

۵۔ عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان تنكح المرأة على عمتها او العمة على بنت اخيها والمرأة على خالتها والخالة على بنت اختها۔ (ترمذی، کتاب النکاح ۱ / ۲۱۳ سعید)

۶۔ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ (النساء: ۲۴)

دوسرا باب

منگنی (خطبہ)

مروجہ منگنی وعدہ ہے، اس سے نکاح نہیں ہوتا

(سوال) مضافات پشاور اور ماورائے سرحد میں یہ عام بات ہے کہ ایک شخص نے کسی کے ہاں اپنے لڑکے کے واسطے نکاح کے لئے بات چیت کی اور لڑکے والے کچھ زیور، کپڑے، مٹھائی لڑکی والوں کے پاس لے جاتے ہیں۔ اگر لڑکی والے اشیائے مذکورہ لے لیں تو پٹھانوں کے رواج میں یہ بات پکی ہو گئی جس کو ان کی اصطلاح میں کوجدن (منگنی) کہتے ہیں۔ لڑکی کا ولی تین چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے کہتا ہے کہ میں نے لڑکی اس لڑکے کو دے دی۔ لڑکا لڑکی کے گھر میں آتا رہتا ہے۔ اس کے بعد اگر لڑکی کا ولی منگنی سے انکار کر کے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ واضح رہے کہ اس منگنی میں خطبہ مسنونہ اور مہر وغیرہ کچھ نہ تھا۔ صرف بات ٹھہرائی گئی تھی۔ یہاں کا طبقہ صوفیان اس کو نکاح ٹھہراتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۵۲ مولوی عبدالوہاب۔ خرکی۔ ۵ ذی الحجہ سن ۱۳۵۲ھ م ۲۱ مارچ سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۹) یہ نکاح نہیں ہے۔ وعدہ نکاح ہے۔ (۱) اگر اس کے بعد بلاوجہ معقول لڑکی والا لڑکی کو دوسری جگہ بیاہ دے تو وعدہ خلافی کا مجرم ہوگا۔ (۲) مگر دوسری جگہ نکاح درست ہو جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شرعی عذر کی وجہ سے منگنی توڑنا

(سوال) زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی منگنی اپنے برادر زادے بکر کے ساتھ کر دی۔ بعد میں بکر نے ایک عورت مسلمہ منکوحہ کو محض فسخ نکاح کی غرض سے مرتد کرایا پھر اس مرتدہ منکوحہ غیر کو مسلمان کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا باوجود اس نکاح کے بکر اپنے چچا سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دے۔ زید انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایک مسلمہ کو مرتد کرانے کی وجہ سے تو خود بھی مرتد ہے۔

المستفتی نمبر ۹۵۹ محمد شاہ (ضلع منٹگمری) ۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۲۶ مئی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۰) اگر یہ واقعات صحیح ہیں کہ بکر نے منکوحہ مسلمہ کو مرتد کرایا یا ترغیب دی اور پھر اسی مرتدہ سے بعد اس کے اسلام لانے کے خود نکاح کر لیا تو زید اپنی لڑکی کی منگنی چھڑا لینے میں حق بجانب ہے اور بکر اس سے ایفائے وعدہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (منگنی کی حیثیت ایک وعدہ کی ہوتی ہے) نیز بکر پر توبہ و تجدید اسلام بھی لازم ہے۔ (۳) کیونکہ کسی مسلمان کو مرتد ہونے کی ترغیب دینے سے خود بھی انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ (۴)

فقط محمد کفایت اللہ،

۱۔ وان للوعد فوعد وفي رد المحتار : لو قال هل اعطيتها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد، وان كان للعقد فنكاح (كتاب النكاح، ۳/ ۱۲، سعيد)

۲۔ عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان۔ (صحيح البخاري، كتاب الايمان باب علامات النفاق، ۱/ ۱۰، قديمي)

۳۔ وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔ (الدر المختار، باب المرتد ۴/ ۲۳۰، سعيد)

۴۔ وفي المضمرات : لو افتى لامرأة بالكفر حتى تبين من زوجها فقد كفر قائلها۔ (شرح الفقه الاكبر لعلي القاري، ۱/ ۲۰۷، بيروت)

منگنی سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں ؟

(سوال) امیر حسن اپنے نابالغ لڑکے محمد عارف کی چوڑی یعنی پوٹلی زیورات وغیرہ ہمراہ قریباً بیس کس مسلم معتبران عبدالحق کے گھر لایا۔ صحن اس گاؤں کے عام مسلمان اس تقریب میں شامل ہونے کی غرض سے عبدالحق کے گھر جمع ہوئے جن کی موجودگی میں امیر حسن نے پچاس روپیہ نقد اور مٹھائی اور مسماۃ عزیز فاطمہ نابالغہ دختر عبدالحق کے لئے زیور اور کپڑے اسی مجلس میں عزیز فاطمہ کے لئے عبدالحق کو دیئے اور عبدالحق سے اس کی مذکورہ لڑکی کا ناطہ طلب کیا جس پر عبدالحق نے عام حاضرین میں اس طرح امیر حسن کے ساتھ ایجاب و قبول کیا۔ یعنی عبدالحق نے امیر حسن کو کہا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ عزیز فاطمہ کا ناطہ تمہارے لڑکے محمد عارف کو دے دیا ہے۔ امیر حسن نے کہا میں نے قبول کیا ہے۔ اس پر دعائے خیر ہوئی۔ عبدالحق نے زیورات، کپڑے اور نقدی قبول کر کے لے لی اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ آیا اس صورت میں نکاح عزیز فاطمہ ہمراہ محمد عارف ہو گیا یا نہ۔

المستفتی نمبر ۱۳۸۵ حکیم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب ۳۰ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۰ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱) منگنی کی جو مجلس منعقد کی جاتی ہیں وہ صرف رشتہ اور ناطہ مقرر کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔ اس میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں وہ وعدہ کی حد تک رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منگنی کی مجلس کے بعد فریقین بھی اس کو نکاح قرار نہیں دیتے بلکہ اس کے بعد نکاح کی مجلس منعقد کی جاتی ہے اور نکاح پڑھایا جاتا ہے اس لئے ان مجالس کے الفاظ میں عرف یہی ہے کہ وہ بقصد وعدہ کہے جاتے ہیں نہ بقصد نکاح۔ ورنہ نکاح کے بعد پھر مجلس نکاح منعقد کرنے کے لئے کوئی معنی نہیں۔ نیز منگنی کی مجلس کے بعد منکوحہ سے اگر زوج تعلقات زن شوئی کا مطالبہ کرے تو کوئی بھی اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتا بلکہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہوا ہی نہیں۔ عورت کو مرد کے پاس کیسے بھیج دیا جائے۔ بہر حال منگنی کی مجلس وعدے کی مجلس ہے اس کے الفاظ سب وعدہ پر محمول ہوں گے۔ کیونکہ عرف یہی ہے۔ لہذا اس کو نکاح قرار دینا درست نہیں۔(۱)

البتہ اگر منگنی کی مجلس میں صریح لفظ نکاح استعمال کیا جائے۔ مثلاً زوج یا اس کا ولی یوں کہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو اور ولی زوجہ کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو جائے گا۔(۲) لان الصریح یفوق الدلالۃ۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

منگنی کے وقت شوہر کی طرف سے دی ہوئی رقم کا حکم

(سوال) تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے اس وقت لڑکی کے لئے زیور اور کپڑے بنانے کے لئے ایک رقم طے ہوتی ہے۔ وہ رقم لڑکا یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو وتہ کوپلہ کہتے ہیں۔ وہ رقم حسب حیثیت جانبین دو سو چار سو ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے اور اس کے طے ہوئے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس رقم کے طے کرنے میں اگر جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کر دیا جاتا ہے۔ اگر لڑکے یا اس کے ولی کے پاس پیسے نہ ہوں تو اس کے لئے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے اور مہر اس

۱۔ لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح (رد المحتار، كتاب النكاح، ۳ / ۱۱، سعید)
۲۔ انه لو صرح بالاستفهام فقال هل اعطیتنیها فقال اعطیتكها و كان المجلس لنكاح ینعقد ۔(رد المحتار، کتاب النکاح، ۳ / ۲۵، سعید)
۳۔ رد المحتار، کتاب النکاح باب المہر ، ۳ / ۱۳۲، سعید

کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپیہ ہے۔ بعض جگہ اس سے بھی زائد ہے۔ مذکورہ بالا رسم مدت سے چلی آرہی ہے لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی کہ مہر معجل ہے یا ہبہ ہے یا عاریت ، اور نہ تعامل سے صحیح پتہ چلتا ہے اور بعض جگہ تصریح بھی ہوتی ہے کہ ہبہ ہے یا عاریت ہے یا مہر معجل اور بعض جگہ پیسہ کے بجائے زیور اور کپڑا بھی دیا جاتا ہے لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی۔ اب اس رقم کے لینے کے بعد لڑکی کا باپ بالکل آزاد ہوتا ہے چاہے سب خود کھائے یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے یا کچھ زیور اور کپڑے بنائے اگر کھا جائے یا کھانے وغیرہ میں صرف کر دے تو لڑکا یا اس کا ولی کوئی اعتراض نہیں کرتا اور نہ مطالبہ کرتا ہے نہ قانونی کارروائی کرتا ہے لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور وہ پیسہ صرف کپڑے اور زیور میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

اب جو پیسے لڑکی کے باپ نے کھائے وہ تو گئے یا جس کا کھانا کھلایا وہ بھی گئے اس کا مطالبہ نہیں ہوتا لیکن جو زیور بنایا جاتا ہے اس کو لڑکی اپنے ساتھ لے کر خاوند کے گھر آتی ہے اور اپنے استعمال میں لاتی ہے لیکن خاوند مالک سمجھا جاتا ہے۔ وقت ضرورت اس کو فروخت بھی کر سکتا ہے۔ اور رہن بھی رکھ سکتا ہے۔ عورت کی وفات کے بعد خاوند مالک ہوتا ہے اور بعد طلاق بھی اور بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی یا اس کا باپ قبضہ کر لیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیا جاتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کے نکاح کے وقت لڑکے کے پاس سے زیور اور کپڑے لینا یا اس کے بدلے پیسے لینا اس کی کوئی اصل قرون اولیٰ میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا ہے اور اس طریقے سے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں اور خصوصاً سودی قرضہ۔ اور اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجل ہے یا ہبہ ہے یا عاریت ؟

المستفتی نمبر ۲۳۳۰ مولوی احمد ثابت صاحب (ضلع سورت) ۵ ذی قعدہ سن ۱۳۵۷ھ م ۲۸ دسمبر سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۲) سوال اس پر مبنی ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی والے شوہر اور اس کے اولیاء سے ایک معین رقم مثلاً دو سو چار سو یا ہزار دو ہزار روپیہ نقد مانگتے ہیں یا زیور اور کپڑے کی صورت میں طلب کرتے ہیں اور جب تک شوہر دینا منظور نہ کرے منگنی نہیں ہوتی اور اس رسم کے التزام کی وجہ سے بسا اوقات بات ختم اور منگنی چھوٹ جاتی ہے یا شوہر کو سودی قرض لے کر مطالبہ منظور اور پورا کرنا پڑتا ہے تو سائل اس رسم کے التزام اور اس کے لئے سودی قرض لے کر رسم پوری کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے کہ یہ بات کیسی ہے تو اس کا جواب ایک ہی ہے کہ یہ التزام اور رسم کے طور پر اس کی پابندی اور اس کے لئے سود جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب یقیناً مذموم اور سخت بری بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس رقم کی حیثیت کیا ہے ، مہر میں شامل ہے یا ہدیہ اور ہبہ ہے یا عاریت تو بظاہر مہر میں شامل نہیں ہوتی کیونکہ مہر کی مقدار اکثری طور پر ایک سو ساڑھے ستائیس روپے معین ہوتی ہے اور یہ رقم مختلف مقدار کی ہوتی ہے اور مہر کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا جاتا نیز جیسا کہ سوال میں مذکور ہے شوہر اس رقم کے زیور وغیرہ کو عورت سے واپس بھی لے لیتا ہے اور عورت کو واپس دینے میں عذر نہیں ہوتا اس طرح اس کو ہدیہ یا ہبہ بھی قرار نہیں دے سکتے کیونکہ اس صورت میں بھی عورت سے بحالت قیام زوجیت یا بعد طلاق یا بعد موت اس رقم کو واپس لینے کا زوج کو حق نہیں حالانکہ ان سب صورتوں میں اس کو واپس لینے کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ پس شوہر کے حق واپسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی حیثیت متعین ہے کہ عاریت ہوتی ہے اور اس حیثیت کے لحاظ سے اولیاء زوجہ کو

زوج سے منگنی کے وقت اس کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا اور رقم کی کمی زیادتی پر جھگڑا کرنا اور منگنی توڑ دینا یہ سب باتیں محض لغو اور شرعی اصول سے غلط اور ناجائز ہیں کیونکہ عاریت کا مطالبہ کرنا تو درکنار ہدیہ یا ہبہ کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں لا جبر فی التبرع(۱) مشہور فقہی قاعدہ ہے۔ پس مطالبہ اور جبر سے جو رقم لی جائے وہ یا تو مہر میں شامل کی جائے کہ پھر زوج کو واپس لینے کا حق نہ ہو۔(۲) اور یہ صورت جائز ہے یا وہ عورت کی قیمت اور عوض ہو اور یہ رشوت اور حرام ہے۔(۳) یا اولیاء زوجہ کو زوج سے مطالبہ کا کوئی حق نہیں وہ اپنی خوشی سے بطور دست پیمان جو چاہے دے اور اسے ہدیہ یا ہبہ قرار دے جس میں حق رجوع نہ ہو(۴) یا عاریت رکھے جسے واپس لے سکے۔ بہر حال یہ رسم قابل اصلاح اور اس کی موجودہ صورت واجب الترک ہے۔(۵)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

منگنی میں مقصود وعدہ نکاح ہوتا ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر سن ۱۹۲۹ء)

(سوال) منگنی کے وقت لڑکی کے باپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے کو دی اور لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ ہاں میں نے اپنے فلاں لڑکے کے لئے قبول کی۔ اس کے بعد وہ لڑکی لڑکے کو ملنے نہیں دیتے اور اس کو نصف نکاح خیال کیا جاتا ہے۔ کیا اس لڑکی کا نکاح بغیر اجازت لڑکے یا اس کے ولی کے دوسری جگہ ہو سکتا ہے ؟

(جواب ۵۳) منگنی کے وقت جو الفاظ کہے جاتے ہیں وہ وعدہ نکاح کے ہوتے ہیں۔ نکاح منعقد کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اسی لئے نکاح دوبارہ مجلس منعقد کر کے کیا جاتا ہے۔ پس منگنی کے اوپر نکاح کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔(۶)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

۱۔ فعلی اعتبار الابتداء لا یلزم التاجیل اذ لا جبر فی التبرع۔ (رد المحتار، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، ۵/ ۱۵۸، سعید)

۲۔ واذا بعث الزوج الی اهل زوجته اشیاء عند زفافها، منها دیباج، فلما زفت الیه اراد ان یسترد من المراة الدیباج لیس له ذلک اذا بعث الیها علی جهة التملیک (الهندیة، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت ۱/ ۳۲۷، ماجدیة)

۳۔ ولو اخذ اهل المراة شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده، لانه رشوة۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، ۱/ ۳۲۷، ماجدیة)

۴۔ ولا رجوع فیما یهبه لزوجته، فالعبرة لوقت الهبة لا لوقت الرجوع فالزوجیة من الموانع من الرجوع کالموت۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/ ۱۵۹، سعید)

۵۔ ولو اخذ اهل المراة شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده، لانه رشوة۔ (هندیة، کتاب النکاح، باب المهر، ۱/ ۳۲۷، ماجدیة)

وفی قواعد الفقه۔ ما حرم اخذه حرم اعطاءه۔ (قواعد الفقه، ۱۱۵، الصدف پبلشرز)

۶۔ قال فی الرد: لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/ ۱۱، سعید)

تیسرا باب

اذن لینا (استیذان)

لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کرنا

(سوال) ہمارے یہاں کسی لڑکی سے اس کے نکاح کے وقت اجازت نہیں لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں اس طرح بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب ٥٤) کسی عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح باپ نے کسی جگہ کر دیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر وہ نکاح کو جائز رکھے گی تو جائز ہو گا ورنہ باطل ہو جائے گا۔ لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنكاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز و ان ردته بطل کذا فی السراج الوهاج (هندیہ(۱) ج ا ص ۳۰۹) ہاں اگر ولی اقرب اس کا وکیل یا قاصد با کرہ سے استیذان کرے اور وہ چپ ہو جائے تو اس کا یہ چپ ہو جانا بھی اجازت ہے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے رضا ثابت ہو تو وہ بھی اجازت سمجھی جائے گی۔ وان استأذن الولی البکر البالغة فسکتت فذلك اذن منها و کذا اذا امکنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولی فهو رضا و کذا لو طالبت بصداقها بعد العلم فهو رضا هکذا فی السراج الوهاج (هندیہ(۲) ج ا ص ۳۰۶) لیکن اگر کسی اجنبی یا ولی بعید نے استیذان کیا تو صراحۃً اجازت ضروری ہے۔ سکوت اجازت نہیں۔ وان کان لها ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منها رضا ولها الخیار ان شاء ردت (هندیہ(۳) ج ا ص ۳۰۶)

بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں

(سوال) مسماۃ محمدی بالغہ بنت مسماۃ نیاضی کا عقد نکاح مسمی شکور ولد قطبو قوم شیخ سے بلا اجازت مسماۃ مختار مذکورہ کیا گیا مگر اس کی والدہ سے جب کہ وہ بیمار اور بد حواسی کی حالت میں تھی اجازت لے لی گئی تھی۔ کیا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۳ مسماۃ نیاضی سبزی منڈی بندوراڑہ دہلی۔ یکم رمضان سن ۱۳۵۶ھ

(جواب ٥٥) بالغہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اپنی اجازت کے درست نہیں ہوتا۔(۴) ماں نے اگر بیماری و بد حواسی کی حالت میں اجازت دے دی تو یہ اجازت معتبر نہیں کیونکہ بد حواسی کی اجازت کالعدم ہے۔(۵) اگر حواس درست ہونے کی حالت میں اجازت دی ہو جب بھی نکاح لڑکی کی رضا مندی پر موقوف تھا۔ اگر اس نے منظور نہ کیا ہو اور نکاح کی خبر پاتے ہی نا رضامندی کا اظہار کر دیا ہو تو نکاح باطل ہو گیا۔(۶)

(۱) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ۱/ ۲۸۷، ماجدیة
(۲) ایضاً
(۳) ایضاً
(۴) لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا (الهندیة ۱/ ۲۸۷، ماجدیة)
(۵) و کذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض او لمصیبة فاجئته، فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر اقواله وان کان یعلمها ویریدها، لان هذه المعرفة والارادة غیر معتبرة لعدم حصولها عن ادراك صحیح کما لا تعتبر من الصبی العاقل۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، ۳/ ۲۴۴، سعید)
(۶) لایجوز نکاح احد علی بالغة ... فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء ۱/ ۲۸۷، ماجدیة)

عورت کا کسی کو اپنا اختیار دینا

(سوال) زن بالغہ باکرہ بر ضاو رغبت خویش تحریر اختیار نفس خود داوہ باشد مگر دریں تحریر گواہ کسی نباشد و بر سیدن رقعہ ایجاب آن شخص مذکور روبروے دو گواہان عاقل بالغ حر قبول کند، گواہان رابر آں تحریر اعتماد مست کہ ایں تحریر از دست فلاں مذکورہ مسماۃ آمدہ است دریں صورت نکاح شرعی منعقد شود یا نہ۔

(ترجمہ) ایک بالغہ باکرہ عورت نے رضاء و رغبت خود اپنے نفس کا اختیار تحریراً دوسرے کو دیا۔ مگر اس تحریر پر کسی کی گواہی نہیں ہے۔ اس رقعہ ایجاب کے پہنچنے پر اس شخص مذکور نے دو عاقل بالغ آزاد گواہوں کے سامنے قبول کیا۔ ان دو گواہوں کو اس تحریر پر اعتماد اور وثوق ہے کہ یہ تحریر فلاں عورت کی ہے۔ اس صورت میں شرعاً نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۴ حکیم عبدالعزیز صاحب (رائل پور) ۱۱ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۱۰ جولائی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۶) ایں مسئلہ صور مختلفہ دارد۔ عبارت تحریر زن چہ بود وآں تحریر بطور توکیل بود یا بطور ایجاب؟ و در مجلس عقد روبروے گواہاں خواندہ شد یا نہ؟ و حکم ہر صورت جدا است پس مناسب ایں است کہ از علمائے کہ دراں جا موجود باشد حکم دریافت کنند۔

(ترجمہ) اس واقعہ کے متعلق مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ عورت کی تحریر کی عبارت کیا تھی؟ اور وہ تحریر بطور توکیل کے تھی یا بطور ایجاب کے؟ اور مجلس عقد میں گواہوں کے سامنے پڑھی گئی یا نہیں؟ اور حکم ہر صورت کا جدا ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ آپ کسی مقامی عالم سے واقعہ بیان کر کے حکم دریافت کر لیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں

(سوال) ایک عورت بیوہ بالغہ کا نکاح بلا مرضی ہوا۔ بالکل رضامند نہ تھی۔ جبراً اس کا نکاح کر دیا گیا۔ بیوہ نے اپنے نفس کا اختیار نہیں دیا۔ یہاں تک کہ جب عورت کو نکاح کی خبر پہنچی تو فوراً کہنے لگی کہ جس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے وہ تو میرا بیٹا ہے میں ہرگز رضامند نہیں ہوں۔ اب تک انکار کر رہی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۰۸۹ عبدالغفور دہلی۔ ۲ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۶ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۷) اگر واقعات مندرجہ بالا صحیح ہیں تو نکاح نہیں ہوا۔ اور عورت مذکورہ اپنی مرضی کے مطابق دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۵۸) (از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء) اگر بیوہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی حاصل کئے بغیر کر دیا جائے مگر نکاح کی خبر پانے پر وہ رضامندی دے دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکراً کانت او ثیباً فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل ، کذا فی السراج الوہاج ۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱ / ۲۸۷، ماجدیہ)

(۲) ایضاً

فضولی کے نکاح کرنے کے بعد عورت نے اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیا، کیا حکم ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۸ نومبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) زید نے ہندہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے خلاف ایک مجلس میں کر دیا۔ بعد خبر ہونے کے ہندہ نے اسی وقت اپنا نکاح دوسری مجلس میں کر لیا۔

(جواب ۵۹) بالغہ کا نکاح بغیر اس کی رضامندی اور اجازت کے نہیں ہو سکتا۔(۱) ہندہ نے اگر پہلے نکاح کی خبر سن کر فوراً اپنی ناراضگی کا اظہار کر دیا ہو اور بعد میں دوسرا کر لیا تو دوسرا نکاح صحیح ہو گیا۔(۲)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

لڑکی والدین کی عزت کی خاطر نکاح پر خاموش رہنے کے بعد سسرال جانے سے انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) عرصہ تقریباً ایک سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے والد کی رضامندی سے ہو گیا تھا۔ حالانکہ شرعاً بالغ کو اپنی رائے کا اظہار کرنے میں کوئی مانع نہیں۔ مگر چونکہ ہندوستان میں یہ دستور عام ہو گیا ہے کہ لڑکی کو اس وقت اپنے والدین کی عزت کا خیال کرتے ہوئے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ لڑکی کی عمر اس وقت تیس سال کی ہے اور جن صاحب سے نکاح ہوا ان کی عمر پچاس سال ہے۔ لڑکی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ ابھی صرف نکاح ہی کی رسم ادا ہوئی ہے رخصتی نہیں ہوئی۔ لڑکی سسرال جانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتی اور شوہر طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ حالانکہ لڑکی کے رشتہ دار لڑکی کے شوہر سے کوئی مہر وغیرہ طلب نہیں کرتے۔

(جواب ۶۰) اگر نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور اس نے نکاح سے ناراضمندی کا اظہار کر دیا تھا اور خاوند کے یہاں گئی بھی نہ ہو اور زفاف نہ ہوا ہو تو یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۲) لیکن اگر لڑکی نے اذن دے دیا تھا اور زفاف ہو چکا تو اب لڑکی کا انکار مفید نہیں۔(۳) اب علیحدگی کی صورت طلاق یا خلع ہے۔ اگر خاوند طلاق نہیں دیتا تو خلع کی صورت کرنی چاہئے۔ یعنی مہر معاف کر دے یا اور بھی کچھ رقم دے کر طلاق لی جائے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، باب الرابع فی الاولیاء ۱ / ۲۸۷ ماجدیۃ)

(۲) فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا، فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل۔ (ایضاً)

(۳) بالغۃ زوجہا ابوہا فبلغہا الخبر فقالت لا ارید او قالت لا ترید فلانا فالمختار انہ یکون ردا فی الوجہین۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱ / ۲۸۸ ماجدیۃ)

(۴) ولو کانت البکر قد دخل بہا زوجہا ثم قالت لم ارض لم تصدق علی ذلک وکان تمکینہا ایاہ من الدخول بہا رضا الا اذا دخل بہا وہی مکرہۃ۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء ۱ / ۲۸۹ ماجدیۃ)

چوتھا باب

ولایت اور خیار بلوغ

پرورش سے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا

(سوال) ہندہ کو ایک عورت اور اس کے شوہر نے حالت یتیمی میں چھ سات برس کی عمر سے بوجہ نہ ہونے ماں باپ کے پرورش کیا۔ جب ہندہ کی عمر بارہ برس کی یا کچھ زیادہ کی ہوگئی تو ایک شخص نے اپنی وکالت سے نکاح کر دیا اور رخصت نہیں کیا۔ اقرار بالغ ہو جانے کا کیا۔ حد میں اس شخص کے فعل لڑکی کے مصنوعی ماں باپ کو بھی معلوم ہوئے کہ لڑکا پدرست۔ علاوہ ازیں جو کچھ اس کے متعلق نقل ہیں سب کرتا ہے۔ اب ہندہ بالغ ہوئی ہے اور اس کو وہ نکاح جو کہ مصنوعی ماں باپ نے کیا ہے منظور نہیں ہے۔ تو وہ نکاح عنداللہ و عندالرسول فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب) (از مولوی محمد ابراہیم دہلوی) صورت مذکورہ میں ہندہ کو اختیار فسخ نکاح حاصل ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ وہ معاً بلوغ یعنی ایام شروع ہوتے ہی دو گواہوں کے سامنے کہے۔ میں نے اپنے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔ پس یہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔(۱) اور بہتر یہ ہے کہ اس فتوے کو حاکم وقت کے پاس جاکر کے تصدیق کرالے تاکہ شوہر کو کوئی فساد کا موقع نہ رہے۔ محمد ابراہیم

(جواب ۶۱) (از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ) تواموفق۔ سوال سے ظاہر ہے کہ ہندہ کو ایسے شخصوں نے پالا جو اس کے ساتھ کوئی تعلق نسبی نہیں رکھتے۔ نیز سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا کوئی ولی نسبی موجود نہیں ہے نہ قریب نہ بعید۔ ایسی حالت میں ہندہ کا نکاح یا تو بعد بلوغ خود ہندہ(۲) کی اجازت سے یا قاضی شرعی کی اجازت سے صحیح ہو سکتا تھا۔(۳) یہ لوگ جنہوں نے نکاح کیا ہے محض فضولی(۴) ہیں اور ہندہ بوقت نکاح خود نابالغ تھی اور فضولی کا کیا ہوا نکاح اس وقت موقوف ہوتا ہے جب کہ کوئی مجیز یعنی کوئی نافذ کرنے والا عقد کے وقت موجود ہو اور صورت سوال میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں مجیز عقد یا تو خود ہندہ ہو سکتی تھی (اگر بالغ ہوتی) یا قاضی شرعی۔ لیکن ہندہ نابالغ ہے اور قاضی شرعی ہندوستان میں موجود نہیں۔ لہذا یہ نکاح باطل ہے۔ منعقد ہی نہیں ہوا۔ فسخ کرنے کرانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وما لا مجیز له ای مالیس له من یقدر علی الا جازة یبطل کما اذا کانت تحته حرة فزوجه الفضولی امة او اخت امرأته او خامسة او زوجة معتدة او مجنونة او صغیرة یتیمة فی دار الحرب او اذا لم یکن سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الا مضاء حالة العقد فوقع باطلاً انتہی۔(۱) (ردالمحتار نقلاً عن الفتح) محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

فسق ولایت سے مانع نہیں

(سوال) ایک شخص تھا اس کی ایک لڑکی ہے اور ایک لڑکا۔ لڑکے کی عمر ۲۵ سال کی ہے اور لڑکی کی عمر ۱۷ یا ۱۸ برس

---

(۱) ان زوجها غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ (الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء، ۲/۲۱۷، شرکة علمیة)

(۲) صغیرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ... توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها (الدر المختار، باب الولی، ۳/۸۰، سعید)

(۳) واذا عدم الاولیاء فالولایة الی الامام والحاکم لقوله علیه السلام: السلطان ولی من لا ولی له (الهدایة، باب فی الاولیاء، ۲/۲۱۹، شرکة علمیة)

(۴) ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولها کالملتقط ونحوه فانه لا یملک تزویجهما (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/۲۸۴، ماجدیة)

کی ہے۔ ان دونوں کی شادی ہو چکی ہے۔ پھر اس شخص نے دوسرا نکاح کیا تھا اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ کر وہ شخص مر گیا۔ اب اس شخص کی بیوی نے دوسرا شوہر کر لیا۔ ان تین لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور دوسری ۱۱۔ ۱۲ سال کی ہے۔ تیسری ۶۔ ۷ برس کی ہے۔ چوتھا لڑکا قریب ۳ سال کا ہو کر مر گیا۔ چچا اور بھائی بچوں کا شرابی کبابی ہے۔ اور بچوں کی دادی بھی موجود ہے۔ اب جو لڑکی چودہ برس کی ہے اس کا نکاح سوتیلا باپ یا ماں اور کوئی رشتہ دار مثلاً نانی وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۲) نابالغوں کے نکاح کی ولایت بھائی کو اس کے بعد چچا کو ہے۔ ان کا شرابی کبابی ہونا مانع ولایت نہیں۔ والاقرب الاولیاء الی المراۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علا کذافی المحیط ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب الخ انتہی مختصراً (ہندیہ)(۲) والفسق لا یمنع الولایۃ کذا فی فتاوی قاضی خان (ہندیہ)(۳) پس سوتیلا باپ یا اور کوئی ان نابالغوں کا نکاح نہیں کر سکتا۔ ولو کان الصغیر او الصغیرۃ فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوہ فانہ لا یملک تزویجهما کذا فی فتاوی قاضی خان (ہندیہ)(۴)

فاتر العقل باپ کو نابالغ اولاد پر ولایت نہیں

(سوال) باپ فاتر العقل و مخبوط الحواس ہے۔ اس کی ولایت نکاح کے بارے میں اس کی لڑکی نابالغہ کے متعلق صحیح ہے یا نہیں۔ لڑکی نے بالغ ہو کر اس تعلق سے نارضامندی ظاہر کی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر خاموش رہی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ باپ نے ہوش و حواس میں آنے کے بعد اس عقد سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر اختلاف نہ کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر ہوش میں آنے کے بعد تھوڑے عرصے تک کچھ اختلاف نہ کیا ہو اور بعد میں غیر کفو ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ نکاح فاصلہ بعید پر ہوا اور اس حالت میں کہ لڑکی کو یا اس کی والدہ کو کچھ اطلاع نہیں۔ نکاح کے وقت لڑکی کا چچا موجود تھا جو صحیح المزاج تھا۔

(جواب ۶۳) فاتر العقل اور مخبوط الحواس والد کی ولایت نابالغ اولاد کے حق میں صحیح نہیں۔ واذا جن الولی جنونا مطبقا تزول ولایتہ وان کان یجن ویفیق لا تزول ولایتہ وتنفذ تصرفاتہ فی حالۃ الافاقۃ کذافی الذخیرۃ (ہندیہ ج ۱ ص ۳۰۲)(۵) جب کہ والد کی ولایت صحیح نہیں اور چچا کی ولایت سے نکاح ہوا تو بعد بلوغ فوراً لڑکی کے انکار سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔ لیکن حکم حاکم مجاز شرط ہے۔ وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ ویشترط فیہ القضاء انتہی مختصراً (ہندیہ ج ۱ ص ۳۰۳)(۶) اور اگر چپ رہی تو اس کا یہ اختیار باطل ہو جائے گا۔ ویبطل هذا الخیار فی جانبها بالسکوت اذا کانت بکرا

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ ۳/ ۸۹ ط سعید
(۲) الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء ۱/ ۲۸۳ ط ماجدیۃ
(۳) الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۴ ط ماجدیۃ
(۴) ایضاً
(۵) الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء ۱/ ۲۸۴ ط ماجدیۃ
(۶) الہندیۃ، النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ط ماجدیۃ

ولا یمتد الی اخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وھی بکر بطل الخیار (ھندیہ(۱) ج ۱ ص ۳۰۴)
جب کہ باپ کی ولایت صحیح نہیں تو اس کا اختلاف کسی اعتبار سے ہو معتبر نہیں۔ ویبطل ولا یۃ الا بعد بمجئی الا
قرب لا ماعقدہ لانہ حصل بولا یۃ تامۃ کذا فی التبین (ھندیہ(۲) ج ۱ ص ۳۰۲) اگر نکاح اتنے فاصلے پر ہو کہ وہ
مسافت منقطع ہو تو نکاح نہیں ہوتا۔ وذکر فی البدائع اختلاف المشائخ فیہ وذکر ان الا صح القول بزوالھا
وانتقالھا للابعد (رد المحتار(۳) ج ۲ ص ۳۳۱)

بھائی کی رضامندی کے بغیر نابالغہ لڑکی کا نکاح والدہ کر دے تو وہ منعقد نہیں ہوتا

(سوال) محمود کی بیوہ کی دو اولادیں ہیں۔ لڑکا باسم بشیر اور لڑکی باسم زہرہ۔ بیوہ محمود نے بلا شرکت خویش واقارب محمود اپنی دختر یعنی زہرہ کا کہ اس کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی زید بالغ کے ہمراہ نکاح کر دیا۔ اس کے برادر حقیقی یعنی بشیر کی مرضی نہ تھی۔ وہ ناراض ہو کر ریاست جے پور چلا گیا اور تاہنوز وہیں ہے۔ لڑکی کا عقد کئے ہوئے عرصہ سوا تین سال کا گزرا۔ اور لڑکی یعنی زہرہ اپنی والدہ کے کئے ہوئے نکاح سے ناخوش ہے اور اس شوہر کے ساتھ بسر کرنا نہیں چاہتی۔ اب سن بلوغ کو پہنچ کر اس نکاح کو جو حالت نابالغی ہوا تھا فسخ کرنا چاہتی ہے اور نکاح ثانی کی خواہش رکھتی ہے۔

(جواب ٦٤) صورت مسئولہ میں چونکہ زہرہ خود نابالغ تھی اس لئے اس کے نکاح کا اختیار اس کے بھائی بشیر کو تھا اگر وہ بالغ ہو۔ماں کا کیا ہوا نکاح اسی وقت صحیح ہو سکتا تھا جب کہ زہرہ کا بھائی بشیر اجازت دے دیتا۔ لیکن چونکہ وہ اس نکاح سے ناخوش تھا اور اسی ناراضی کی وجہ سے جے پور چلا گیا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے لہذا یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا زہرہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وان زوج الصغیر ابعد الا ولیاء فان کان الا قرب حاضرا وھو من اھل الولایۃ توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ(۴) (ھندیہ ج ۱ ص ۳۰۳) اور اگر بشیر نے بوقت نکاح اجازت دے دی ہوتی یا بعد نکاح رضامندی ظاہر کر دی ہوتی تو نکاح ہو جاتا لیکن پھر بھی زہرہ کو بوقت بلوغ اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہوتا۔ لیکن فسخ کے لئے حکم حاکم مجاز کی ضرورت ہے۔ وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ (ھندیہ(۵) ج ۱ ص ۳۰۴)

ولی اقرب کی عدم موجودگی میں پھوپھی نے نابالغہ کا نکاح کر دیا، شوہر مفقود ہے، کیا کیا جائے؟

(سوال) ہندہ کی شادی ہندہ کی پھوپھی نے با موجودگی والد ہندہ بعمر تخمیناً ۱۱۔ ۱۲ سال بغیر اجازت والد ہندہ کے کر دی تھی اور وہ شخص جس کے ہمراہ ہندہ کی شادی کر دی تھی عرصہ تخمیناً ۹۔ ۱۰ سال سے مفقود الخبر ہے۔ ہر چند اس کی تلاش کی گئی مگر آج تک کوئی نشان نہیں ملا۔ اور ہندہ اب بالغ ہو گئی ہے زمانے کے اعتبار سے جو وقت ختم ہو گیا۔ ہندہ کی شادی دوسری ہو سکتی یا نہیں یا ہندہ اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب ٦٥) اگر والد ہندہ کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح اس کی پھوپھی نے کیا تھا اور ہندہ کے والد نے اس کی خبر

---

(۱) الھندیہ، النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۷، ماجدیہ
(۲) الھندیہ، النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۵، ماجدیہ
(۳) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۸۳، سعید
(۴) الھندیہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ۱/ ۲۸۵، ماجدیہ
(۵) ایضاً

ہونے پر ناراضی ظاہر کر دی تھی تو نکاح ہی باطل ہو گیا۔ فلو زوج الا بعد حال قیام الا قرب توقف علی اجازتہ (۱) (در مختار) لیکن اگر والد نے اس نکاح پر رضامندی ظاہر کر دی ہو تو نکاح صحیح ہو گیا مگر چونکہ خاوند ۹۔۱۰ برس سے مفقود الخبر ہے اور ہندہ کو دوسرے نکاح کی حاجت ہے اس لئے موافق فتویٰ متاخرین حنفیہ کے اس کو جائز ہے کہ حاکم مجاز سے خاوند کی موت کا حکم حاصل کر کے عدت وفات پوری کرے اور پھر جہاں چاہے نکاح کرے۔ (۲)

خسر کو ولایت نکاح حاصل نہیں

(سوال) مسماۃ مریم کا خاوند فوت ہو گیا اب اس کا خسر چاہتا ہے کہ مریم کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے سے کر لوں مگر مریم کا دادا تمام خویش و اقارب اس نکاح سے ناراض ہیں اور چاہتے ہیں کہ مریم کا نکاح ہم اپنی مرضی کے موافق کریں گے۔ سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مریم کا نکاح طرز مذکورہ سے درست ہے یا نہیں اور مریم کا خسر در حالت نابالغی مریم اس پر جبر نکاح کر سکتا ہے؟ نیز در حالت بلوغ کیا حکم ہے۔ مریم کو در حالت بلوغ اپنے نکاح کا اختیار ہے یا اس کے خسر یا دادا کو؟

(جواب ۶۶) اگر مریم اب تک نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کا اختیار اس کے دادا کو ہے۔ (۳) بغیر اجازت دادا کے اس کا نکاح صحیح نہیں۔ جب کہ مریم کا باپ زندہ موجود نہ ہو اگر باپ موجود ہو تو باپ کو اختیار ہے اور اگر مریم بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح جہاں وہ چاہے ہو سکتا ہے۔ (۴) بہر حال خسر کو مریم کے نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔ والولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ (در مختار مختصراً) (۵)

وعدہ پورا نہ کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا

(سوال) مسماۃ ہندہ کا نکاح بہ حالت نابالغی بولایت اس کے والد کے ہمراہ زید نابالغ بولایت اس کے نانا کے ہوا اور وقت نکاح شرائط ذیل قرار پائیں :۔

(۱) مہر معجل بہ تعداد دو ہزار روپیہ نقد بروقت ادا کیا جائے گا۔

(۲) شہر سے پور میں دکانات مالیتی ڈھائی ہزار روپیہ جن کے کرایہ کو ہندہ علاوہ نان و نفقہ کے دیگر ذاتی مصارف میں لے سکتی ہے خرید کر دی جائیں گی۔ زید کو ان کے بیع و رہن کا اختیار نہ ہو گا۔

(۳) ایک مکان قیمتی دو ہزار روپیہ ہندہ و زید کی بود و باش کے واسطے سے پور میں خرید کیا جائے گا۔ یہ بھی ملک ہندہ کا ہی سمجھا جائے گا۔

---

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۸۱، سعید
(۲) [illegible] متاخرین احناف نے [illegible] چار سال کے [illegible] مالکی قاضی سے [illegible] کا فتویٰ دیا ہے [illegible] فتویٰ [illegible]۔
(۳) عرف سنہ و سیف ولو بعد مضی اربع سنین خلافاً لما لک (الدر المختار) وفی الرد [illegible] خلافاً لما لک [illegible] فان عندہ تعتد زوجتہ عدۃ [illegible] بعد مضی اربع سنین وھو مذھب الشافعی القدیم ۔ واما المیراث فمذھبھما کمذھبنا فی التقدیر بتسعین سنۃ ۔ [illegible] الی رأی الحاکم ۔ وقد قال فی البزازیۃ الفتوی فی زماننا علی قول مالک ۔ وقال الزاھدی کان بعض اصحابنا یفتون بہ للضرورۃ ۔ واعترضہ فی النھر وغیرہ بانہ لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبہ ۔ وعلی ذلک مشی ابن وھبان فی منظومتہ ھناک ۔ لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ (ردالمحتار، کتاب المفقود، ۴/ ۲۹۵_۲۹۶، سعید)
(۴) والولی فی النکاح الصغیر والصغیرۃ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ [illegible]، سعید)
(۵) وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا (الھدایۃ، باب فی الاولیاء، ۲/ ۳۱۳، شرکۃ علمیہ)
(۶) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ [illegible]، سعید

(۴) ہم سب لوگ مع اہل و عیال سکونت اجمیر ترک کرکے یہاں سے پور میں رہا کریں گے۔
شرط اول کا ایفاء اس طور سے ہوا کہ بجائے دو ہزار نقد کے زیور جو وقت نکاح دو ہزار کا بیان کیا گیا تھا بعد کا پندرہ سو کا نکلا۔ امانۃً رکھا جا کر یہ اقرار کیا گیا کہ ایک ماہ کے عدد روپیہ دے کر زیور لے لیا جائے گا۔ جس کا ایفاء جو اس کے کہ زیور تعداد مہر سے کم تھا نہیں کیا گیا باقی ہر سہ شرائط کا ایفاء مدت ایک سال بدین شرط کہ اگر مدت المعینہ میں شرائط مذکورہ بالا کا ایفاء نہ ہووے تو مسماۃ کو طلاق مطلق اور جو زیور امانۃً بعوض مہر رکھا گیا ہے اس سے بھی کچھ دعویٰ نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کو دو سال گزر گئے۔ آج تک ولی زید کی جانب سے نہ تو شرائط کا ایفاء ہوا اور نہ اس مدت میں ولی زید کی طرف سے کوئی مراسم رشتہ داری ظہور میں آئیں۔ اب ہندہ بالغہ ہے اور والدین کے گھر میں مقیم ہے اور اپنے شوہر کے یہاں جانے سے ناراضگی ظاہر کرتی ہے۔ ایسی صورت میں مسماۃ ہندہ کو بوجہ نہ ہونے ایفائے شرائط طلاق ہوئی یا نہیں اور وقت بلوغ ناراضگی ظاہر کرنے سے نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟

(جواب ۶۷) زید نابالغ کا نکاح جو اس کے نانا نے کیا ہے اگر نانا سے زیادہ قریب کا ولی کوئی موجود نہ ہو اور نکاح میں جو مہر قرار پایا ہے (یعنی دو ہزار نقد یعنی ہزار کی دکانیں دو ہزار کا مکان) اس میں غبن فاحش نہ ہو تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور اگر کوئی ولی قریب موجود ہو تو اس کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر مہر میں غبن فاحش ہو تو نکاح فاسد ہے۔ زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (در مختار)(۱) وان کان المزوج غیر کفو ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا (در مختار مختصراً)(۲)
پھر بر تقدیر صحت نکاح ہندہ کو چونکہ اس کے والد نے اس کا نکاح کیا ہے فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ فان زوجھما (ای الصغیر والصغیرۃ) الاب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما الخ (ہندیہ)(۳) اور نہ زید کے نانا وغیرہ کے کہنے سے طلاق پڑ سکتی ہے۔ طلاق کا اختیار خود زوج کو ہے۔(۴) اور بچے کی طلاق قبل از بلوغ نافذ نہیں ہوتی۔ ولا طلاق الصبی وان کان یعقل الخ (ہندیہ)(۵) اسی طرح تعلیق نانا کی طرف سے غیر معتبر ہے۔ پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت نکاح زید کے بالغ ہونے تک طلاق کی کوئی صورت نہیں۔
پہلی تین شرطیں صحیح لازم ہیں۔ اور دوسری تیسری شرط کی رقم بھی منجملہ مہر سمجھی جائے گی۔ چوتھی شرط قضاءً لازم نہیں۔ رہا مطالبہ ایفائے شرط تو اگر زید کا نانا ضامن بھی ہوا تو اس سے اولیائے ہندہ کو دیانۃً و قضاءً مطالبہ کا حق ہے اور ضامن نہ ہوا ہو تو صرف دیانۃً مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ ولا یطالب الاب بمھر ابنہ الصغیر الفقیر اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد (در مختار)(۶) مختصراً ج ۲ ص ۳۶۹) بخلاف الوصی فانہ یرجع لعدم العادۃ فی تبرعہ فصار کبقیۃ الاولیاء غیر الاب (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۷)(۷) وانت خبیر بان ھذہ المذکورات تعتبر فی العرف علی وجہ اللزوم علی انھا من جملۃ المھر غیر ان المھر منہ ما یصرح

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۸۱، سعید
(۲) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۸-۶۹، سعید
(۳) الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۵، ماجدیۃ
(۴) واھلہ زوج عاقل [illegible] احترز بالزوج عن سید العبد و والد الصغیر (رد المحتار، کتاب الطلاق، ۳/ ۲۳۰، سعید)
(۵) الہندیۃ، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ و فیمن لا یقع، ۱/ ۳۵۳، ماجدیۃ
(۶) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، ۳/ ۱۴۱، سعید
(۷) رد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر، ۳/ ۱۴۲، سعید

بعد والی کی طرف منتقل۔ علی ہذا ثم و ثم۔یا درمیانی اولیا کی طرف علی السواء منتقل ہوگی یا لحاظ تقدم و تاخر ہر ایک کو ولایت حاصل ہوگی۔یا صرف آخر درجہ کا جو ولی ہے اس کی طرف ؟

(۵) ولی اقرب صغیرہ میں اور ولی ابعد میں (جس کی ترتیب میں صغیرہ ہے) یا خود صغیرہ اور ولی اقرب میں میل جول نہ ہو یا مال وغیرہ کی وجہ سے آپس میں مخالفت و منازعت ہو تو کیا اس صورت میں بھی ولایت منتقل ہوگی ؟بینوا توجروا

(جواب ۶۹)(۱) جب کہ خاطب کفو ہو اور مہر مثل پر راضی ہو تو اقرار بالنکاح ولی صغیرہ پر لازم ہے نصوص فقہیہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور فوت کفو سے مراد کفو خاطب حاضر کا فوت ہوتا ہے۔ محض برادری کے لوگوں کے موجود ہونے سے کام نہیں کیونکہ ایسی صورت تو نادر الوقوع ہے۔ جس میں ذات و برادری کے لوگ بھی موجود نہ ہوں۔ پھر اگر صرف ان کا موجود ہونا کافی ہوتا تو فقہا اس کی تصریح کر دیتے۔ لیکن عبارات فقہیہ سے اس کے خلاف کی تصریح مفہوم ہوتی ہے۔غیبت منقطعہ کے معنی میں فوت کفو سے یہی مراد لی گئی ہے۔اور ابعد کو کفو حاضر خاطب کے فوت ہو جانے کی صورت میں بوجہ اقرب کے غیبت منقطعہ پر غائب ہونے کے اجازت نکاح دے دی ہے۔ شامی میں مسئلہ غیبت میں کہا ہے۔قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطع الخ وقال بعد ذلک لکن فیہ الثانی اعتبر فوات الکفو الذی حضر۔(۱) الخ۔اور مسئلہ عضل میں بھی شامی نے بحر سے نقل کیا ہے۔ واذا امتنع عن تزویجھا من ھذا الخاطب الکفو یزوجھا من کفو غیرہ استظھر فی البحر انہ یکون عاضلا قال ولم ارہ وتبعہ المقدسی والشرنبلالی الی قولہ قلت وفیہ نظر لانہ متی حضر الکفو الخاطب لا ینتظر غیرہ خوفا من فوتہ ولذا تنتقل الولایۃ الی الا بعد عند غیبۃ الا قرب کما مر۔(۲) ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کفو حاضر خاطب کا فوت ہونا ہی موجب عضل ہے۔ہاں اگر دو خاطب ہوں اور دونوں کفو ہوں تو ان سے انکار کر دینا موجب عضل نہیں کیونکہ دوسرا موجود ہے۔ جیسا کہ شامی نے خود تصریح کر دی ہے۔(۳)

(۲) جبکہ کفو نے پیام دیا تو انکار کی کوئی وجہ نہیں اس لئے لازم ہے کہ اس سے مہر مثل طے کر لیا جائے۔اگر وہ مہر مثل پر راضی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ مقصود حاصل ہے اور انکار کی کوئی صورت نہیں رہی۔اور اگر وہ مہر مثل پر راضی نہ ہو تو اب انکار کی ایک صورت پیدا ہو گئی اس وقت انکار کر دینا جائز ہے۔(۴)

(۳) جب تک کہ اقرب کا عضل متحقق نہ ہو ابعد کو کوئی اختیار تزویج حاصل نہ ہوگا۔اور تحقق عضل انکار صریح یا تاخیر لگانے سے ثابت ہوگا جس میں خوف فوت کفو پیدا ہو جائے۔(۵)

(۴) عضل اقرب کی صورت میں قاضی کی طرف ولایت منتقل ہوگی یا اولیائے نسب کی طرف۔اس میں روایات فقہیہ مختلف ہیں۔ شامی کے انداز کلام سے انتقال ولایت الی القاضی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اور

---

(۱) رد المحتار ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ۳ / ۸۱ ،سعید
(۲) رد المحتار ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ۳ / ۸۲ ،سعید
(۳) لو کان الکفو ءالاخر یضا وامتنع الولی الا قرب من تزویجھا من الکفو الاول لا یکون عاضلا۔(رد المحتار ،کتاب النکاح باب الولی ،۳ / ۸۲ ،سعید)
(۴) اما لو امتنع عن غیر الکفو ، او لکون المھر اقل من مھر المثل فلیس بعاضل۔(رد المحتار ،کتاب النکاح باب الولی ، ۳ / ۸۲ ،سعید)
(۵) اعتبر فوات الکفو ، الذی حضر وینبغی ان ینظر ھنا الی الکفو ، ان رضی بالانتظار مدۃ یرجی فیھا ظھور الاقرب المختفی لم یجز نکاح الابعد والا جاز ۔(رد المحتار ،کتاب النکاح باب الولی ۳ / ۸۱ ،سعید)

درمختار نے اولیاء نسب کی طرف منتقل ہونا بیان کیا ہے اور اسے شرح وہبانیہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن آج کل چونکہ قاضی شرعی نہیں ہے اس لئے اگر قاضی کی طرف منتقل ہونے کا فتویٰ دیا جائے تو دفع ظلم عن الصغیرہ کی کوئی صورت نہیں۔ لہذا میرے نزدیک اولیاء نسبی کی طرف ولایت کے منتقل ہونے کی روایت ہی قابل فتویٰ ہے اور انتقال اسی ترتیب سے ہوگا جس ترتیب سے ان کی ولایت ہے جیسا کہ مسئلہ غیبت میں مصرح ہے۔(۱)

(۵) محض میل جول کا نہ ہونا انتقال ولایت کو مستلزم نہیں۔ ہاں اگر ولی اقرب سوء اختیار کے ساتھ معروف ہو یا صغیرہ کے حق میں اس کی عداوت یا بے پروائی یا اس کے فسق کی وجہ سے صغیرہ کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں ولایت منتقل ہو جائے گی۔(۲) واللہ اعلم۔

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد نے نکاح کردیا، کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کردیا تھا چھ دن گزر گئے۔ اب لڑکی کا باپ اس لڑکی کے نکاح کو رد کرتا ہے آیا یہ رد کرنے کا اختیارات حاصل ہے یا نہیں؟

(جواب ۷۰) دادا ولی ابعد ہے باپ ولی اقرب ہے۔ باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے اگر نکاح کیا تھا تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔ فلو زوج الا بعد حال قیام الا قرب توقف علی اجازتہ (درمختار)(۳) باپ کا سکوت قائم مقام اجازت کے نہیں ہے۔ بلکہ اجازت صراحۃً یا دلالۃً ہونی چاہئے۔ فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الا بعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالۃ (ردالمحتار)(۴) دلالت رضا میں طلب مہر طلب نفقہ وغیرہ داخل ہیں۔ ایسے ہی ایجاب خاص طور پر بعد عقد بھیجے جاتے ہوں بھیجنا قبول کرنا دلالت رضا میں داخل ہوگا۔(۵)

واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد دہلی

(الجواب صواب) بندہ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

(الجواب صواب) بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی مہر دارالافتاء۔

باپ نابالغہ کا نکاح کردے تو خلاصی کے لئے طلاق ضروری ہے

(سوال) مسماۃ جنت کا نکاح بعمر ۱۲ سال بقیام ہوش و حواس اس کے باپ یوسف نے برضا و رغبت عزیز محمد صدیق کے ساتھ بعوض مہر شرعی ۵۰ روپے کردیا تھا۔ بارہ سال سے بیس بائیس تک مسماۃ مذکورہ نے صدیق کے نکاح سے کبھی نفرت یا کراہت وغیرہ ظاہر نہیں کی۔ اور نہ اس کے باپ یوسف نے مسماۃ مذکورہ کو عزیز محمد صدیق کے ساتھ رخصت کرنے سے انکار کیا۔ عزیز محمد صدیق ایک دفعہ اپنی منکوحہ جنت کو یوسف کے پاس لینے کے لئے گیا تو یوسف

(۱) وللولی الا بعد التزویج بغیبۃ الا قرب۔ (الدرالمختار)
وفی الرد. المراد بالا بعد من یلی الغائب فی القرب فلو کان الغائب ابا ها ولها جد وعم فالولا یۃ للجد لاللعم۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۸۱، سعید)
(۲) ان المانع هو کون الاب مشهوراً بسوء الا ختیار قبل العقد، فاذا لم یکن مشهوراً بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح۔ (رد المحتار، النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۷، سعید)
(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۸۱، سعید
(۴) ایضاً
(۵) وقبضه المهر ونحوه مما یدل علی الرضاء رضاء دلالۃ (الدرالمختار باب المهر، ۳/ ۵۸، سعید)

نے کہا کہ جنت ابھی مولوی عبداللہ کے پاس قرآن پڑھ رہی ہے۔ جب قرآن مجید پڑھ کے فارغ ہو گی تب تمہارے ہمراہ روانہ کروں گا۔ پھر کالا جو محمد صدیق کا باپ ہے یوسف کے پاس گیا تب یوسف نے کہا کہ میں نے تو جنت کا نکاح مولوی عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے جس نے اس کو قرآن پڑھایا ہے۔ اور مولوی عبداللہ نے کہا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق جائز و درست ہے۔ کیونکہ جنت نے پہلے نکاح سے انکار کر دیا ہے لہذا شرعاً نکاح سابق فسخ ہو گیا۔ لہذا مندرجہ ذیل امور کا جواب مطلوب ہے :۔

(کیا نکاح ثانی شرعاً بلا طلاق درست ہے یا نہیں ؟ (۲) کیا مدت مذکورہ کے بعد لڑکی کو خیال فسخ حاصل ہے۔ (۳) کیا مولوی عبداللہ کا کہنا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق درست ہے، صحیح ہے یا نہیں ؟ (۴) کیا جنت بلا طلاق دوسرے کے لئے حلال ہو سکتی ہے ؟ (۵) کیا مولوی مذکور نکاح پر نکاح کرنے سے شرعاً مسلمان رہا یا کافر ہو گیا ؟ (۶) خیار فسخ زوجہ کو ہے یا زوج کو ؟ (۷) مولوی مذکور کی اعانت و امداد کرنے اور جھوٹے مقدمات میں روپیہ پیسہ خرچ کرنے اور اس نکاح ثانی میں شہادت وغیرہ دینے والے کیسے ہیں ؟ (۸) مولوی عبداللہ کے ساتھ میل جول کرنا مسلمانوں کو اور قوم اوڈان کو جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ١٩ کالا ولد کریم بخش قصبہ فاضلکا ضلع فیروز پور ۹ ربیع الثانی سن ۱۳۵۲ھ ۲ اگست سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۷) (۱) پہلا نکاح جو لڑکی کے باپ نے لڑکی کی بارہ سال کی عمر میں کیا تھا صحیح درست ہو چکا ہے۔(۱) اب اس لڑکی کا دوسرا نکاح بغیر اس کے کہ پہلا شوہر طلاق دے جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ منکوحۃ الغیر کا نکاح اتفاقاً باطل ہے(۲) اور آیت والمحصنت من النساء (۳) کے خلاف ہے۔ (۲) جب کہ نکاح لڑکی کے باپ نے کیا ہے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں تھا۔(۴) اور جب کہ اس نے بائیس سال کی عمر تک نکاح سے نہ انکار کیا نہ ناراضگی ظاہر کی تو اب تو اختیار فسخ کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ (۵) (۳) مولوی عبداللہ کا یہ قول باطل ہے جس کے لئے کتاب و سنت و اقوال ائمہ میں کوئی دلیل نہیں۔ (۴) جنت بغیر طلاق یا خلع دوسرے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ (۵) تکفیر کرنی تو مشکل ہے(۶) البتہ وہ اس فعل کی وجہ سے سخت گناہگار اور فاسق ہے۔ (۶) جن صورتوں میں کہ نابالغوں کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے ان میں زوجہ اور زوج کی تفریق نہیں ہے دونوں کو ہو سکتا ہے۔ (۷) لیکن جب صغیر یا صغیرہ کے باپ نے نکاح کیا ہو تو اس صغیر یا صغیرہ کو خیر فسخ نہیں ہوتا اور جب بلوغ کے بعد معاً انکار نہ کرے تو خیار باطل ہو جاتا ہے۔ اور بہر صورت خیار بلوغ میں نکاح صرف بالغ ہونے والے کے انکار سے فسخ نہیں ہو جاتا بلکہ قضائے

(۱) وللولی انکاح الصغیر و الصغیرۃ ولزم النکاح۔ (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولی، ۳/ ٦٥، سعید)
(۲) لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۰ ماجدیہ)
(۳) النساء : ۲۳
(۴) فان زوجهما الاب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما۔ (الهدایہ، کتاب النکاح باب فی الاولیاء ۲/ ۳۱۲، شرکت علمیہ)
(۵) ویبطل هذا الخیار فی جانبها بالسکوت اذا کانت بکراً ولا یمتد الی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر بطل الخیار۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸٦، ماجدیہ)
(٦) ویجب ان یعلم انه اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان لم تکن له نیة حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التکفیر ویومر بالتوبة والاستغفار۔ (البحر الرائق، ۵/ ۱۳۵)
(۷) ولکن لهما ای لصغیر و صغیرۃ خیار الفسخ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ٦٩، سعید)

ناخوشی سے ہوتا ہے۔(۱)(ت) شخص مذکور کے معاونین بھی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان(۲) کی خلاف ورزی کرنے والے اور ظالم و فاسق ہیں۔(۸) ایسے لوگ جب تک تائب نہ ہوں اور اپنے افعال کی احکام شرعیہ کے مطابق اصلاح نہ کرلیں مسلمانوں کو جائز ہے کہ ان سے تعلقات اسلامیہ ترک کردیں۔(۳) اسی طرح ان کے معاونین (۴) سے بھی۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

بھائی نکاح کا ولی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ ہوتا ہے

(سوال) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح ایسی صورت میں جب کہ اس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اس کے بھائی نے کردیا اور رخصتی کی نوبت اب تک نہ آئی۔ اور اس نے بوقت بلوغ اپنے گھر کے چند اعزاء کے سامنے اس نکاح سے نارضامندی ظاہر کردی اور اس نارضامندی کی اطلاع بذریعہ خط اس کے خاوند اور خسر والوں کو کردی گئی۔ لڑکی باوجود سمجھانے کے اس نکاح پر رضامند نہیں اور موت کو اس کے مقابلے پر ترجیح دیتی ہے۔ صورت مذکورہ میں اس کا نکاح قائم رہایا نہیں۔

المستفتی نمبر ۳۰ محمد نور الحق صاحب۔ ۳ جمادی الاخری سن ۵۲ ۱۳ھ مطابق ۳ اکتوبر سن ۳ ۱۹۳ء

(جواب ۷۲) نابالغہ کا نکاح جب کہ باپ یا دادا کے سوا اور کسی ولی نے کردیا ہو تو نابالغہ کو اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے اور اس کو قبول کرنے سے انکار کردے اور جب کہ وہ ایسا کرلے تو اس کے بعد کسی مسلمان حاکم عدالت یا ثالث مسلم فریقین سے فسخ حاصل کرسکتی ہے۔(۵) اور بعد حکم فسخ (جب کہ رخصتی اور خلوت نہیں ہوئی ہے تو بغیر انتظار مدت عدت) دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔(۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ نے کہا "میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لئے ہے"، کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے اپنی لڑکی ہندہ عمرو کو بخش دی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لئے ہے۔ اور عمرو کا اس وقت ایک لڑکا بکر تھا۔ اتفاق سے چند سال بعد وہ رحلت کرچکا تھا اور عمرو کا دوسرا لڑکا پیدا ہوا تھا۔ تو عمرو کہتا ہے کہ لڑکی میرے تصرف (یعنی اختیار) میں ہے کیونکہ مجھ کو بخش دی گئی ہے اور زید کہتا ہے کہ نہیں بلکہ میرے اختیار میں ہے۔ منشا اختلاف کا یہ ہے کہ عمرو اپنے دوسرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے۔

---

(۱) ویشترط فیہ القضاء بخلاف خیار العتق۔(الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱: ۲۸۵، ماجدیہ) (۲) المائدۃ: ۲
(۳) وفی البخاری: باب مایجوز من الھجران لمن عصی قال محشیہ: اراد بھذہ الترجمۃ بیان الھجران الجائز لان عموم النھی مخصوص بمن لم یکن لھجرہ سبب شرعی فبین ھھنا السبب المشروع وھو لمن صدرت عنہ معصیۃ۔(صحیح بخاری، ۲: ۸۹۸، قدیمی)
(۴) فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔(الانعام: ۶۸)
(۵) فان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام وان شاء فسخ وھذا عند ابی حنیفۃ و محمد رحمھما اللہ تعالی ویشترط فیہ القضاء۔(الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱: ۲۸۵، ماجدیہ)
(۶) یایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔(الاحزاب: ۴۹)
(۷) ولی المرأۃ فی تزویجھا ابوھا وھو اولی الاولیاء۔(قاضی خان علی ھامش الھندیۃ، کتاب النکاح، ۲: ۱۸، بیروت)
(۸) وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا وان لم یعقد علیھا ولی۔(الھدایۃ، کتاب النکاح، ۲: ۳۱۳، شرکت علمیہ)
اس لئے کہ یہاں بخشش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور اس سے نکاح اس وقت منعقد ہوتا ہے جب یہ نکاح کی مجلس میں ہو، اگر یہ منگنی وغیرہ کی مجلس میں بھی اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ کما فی الرد: لو قال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح۔(رد المحتار، کتاب النکاح، ۳: ۱۱، سعید)
دوم یہ کہ یہاں طرف کا ذکر ہے، قبول ہونا ثابت نہیں لہذا مجلس نکاح بھی ہو تب بھی اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لو قال ھبت ابنتک لابنی فقال وھبت لم یصح مالم یقل ابو الصغیر قبلت (البحر الرائق، کتاب النکاح، ۳: ۸۸، بیروت)

المستفتی نمبر ۴۹ محمد اسلام خاں ضلع پشاور۔ ۱۸ جمادی الاخری سن ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۳) زید کی لڑکی زید کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی مرضی(۱) سے یا وہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو لڑکی کی مرضی سے جہاں چاہے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ (۸) عمرو کا یہ دعویٰ کہ لڑکی میرے تصرف میں ہے غلط ہے۔ . . . محمد کفایت اللہ

ولی کس کو کہتے ہیں؟

(سوال) ولی کس کو کہتے ہیں اس کی تشریح کردی جائے۔

المستفتی نمبر ۵۳ شیخ بھائی جی (علاقہ خاندیش) ۱۹ جمادی الاخری سن ۱۳۵۴ھ م ۱۰ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۴) ولی ہر اس عصبہ کو کہتے ہیں جو نابالغوں کی تربیت اور ان کی طرف سے ان کا کام انجام دینے کا حق رکھتا ہے مگر مال میں تصرف کرنے کا صرف نابالغ کے باپ یا دادا یا ان کے وصیوں کو جائز ہے باقی اولیاء کو جائز نہیں۔ (۱) صرف باپ نابالغ کی جائداد فروخت کر سکتا ہے جبکہ نابالغ کو اس کی ضرورت ہو۔ (۲)　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(جواب دیگر ۷۵) نابالغ بچوں کے مال کی حفاظت اور ان بچوں پر اس کا خرچ کرنا باپ کا حق ہے کیونکہ مال کی ولایت نانا، نانی کو نہیں پہنچتی۔ (۳)　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عاق شدہ بیٹے سے بہنوں کے نکاح کی ولایت ساقط نہیں ہوتی

(سوال) زید متوفی نے بعد وفات تین بیبیوں کی اولاد چھوڑی۔ دو بیٹیاں حمیدہ و آمنہ سے دو لڑکے اور ایک بیوی سے تین لڑکیاں حمیدہ و صالحہ و رقیہ چھوڑیں۔ مگر دونوں لڑکوں مسمیان عبداللہ و حامد کو بسبب بد چلنی اپنی حیات میں ہی عاق کر دیا اور بالکل تعلقات سے علیحدہ کر دیا۔ اور اپنی وفات کے وقت تینوں لڑکیوں حمیدہ و صالحہ و رقیہ کو حالت نابالغی ان کی والدہ رقیہ اور نانا عبدالرحمن اور ماموں عبدالرشید کے سپرد کیں۔ مگر عبداللہ و حامد باوجود عاق ہونے کے اپنی تینوں نابالغ بہنوں پر جبر یہ قبضہ اور تولیت کے طالب ہیں تو کیا شرعاً عبداللہ و عابد کو بعد عاق ہونے کے بھی جبر کا حق پہنچتا ہے اور ان کا نکاح عبداللہ و حامد اپنے جبر و اکراہ سے اپنی تولیت سے کر دیں تو یہ نکاح شرعاً جائز و نافذ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۲۸ نعمت علی سہارنپور۔ ۲۵ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۶) لڑکیاں اپنی ماں رقیہ کی حضانت و پرورش میں رہیں گی۔ بلوغ تک ماں ان کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔ (۴) (بشرطیکہ رقیہ نے کسی ایسے شخص سے جو لڑکیوں کا غیر ذی رحم محرم ہو (۵) نکاح نہ کر لیا ہو) نکاح کی ولایت بھائیوں کو حاصل ہے۔ (۶) عاق کرنا شرعاً غیر معتبر ہے اور اس سے ان کی ولایت ساقط نہیں ہوتی۔ اگر وہ لڑکیوں کی نابالغی کی حالت میں ان کا نکاح کر دیں گے تو نکاح ہو جائے گا مگر لڑکیوں کو بالغ ہونے کے وقت اس نکاح کو

(۷۔ ۸ بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴ پر ملاحظہ کریں)

(۱) (الولي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) . الدر المختار وقال الشامي . (قوله لا المال) فانه الولي فيه الاب ووصيه والجد ووصيه والقاضي نائبه فقط (رد المحتار كتاب النكاح، باب الولي، ۳/۷۶ ، سعيد) (۲) الوصي لا يتجر في مال اليتيم ، لأنه المفوض اليهم الحفظ دون التجارة بخلاف الاب والجد حيث يكون لهم ولاية التصرف في مال الصغير مطلق من غير تقيد فيما تركه ميراً فالكذا وصيه يملك ذلك (البحر الرائق ، كتاب الوصايا ، باب الوصي وما يملكه ، ۸/ ۵۳۴ ، بيروت) (۳) ايضا (۴) والام والجدة احق بالجارية حتى تحيض (الهندية، كتاب النكاح ، الباب السادس عشر ، ۱/ ۵۴۲ ، ماجدية)
(۵) والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرمه اي الصغير (الدر المختار ، كتاب النكاح ، باب الحضانة ۳/ ۵۶۵ ، سعيد)
(۶) ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱/ ۲۸۳ ، ماجدية)

باقی رکھنے یا فسخ کرانے کا حق ہوگا۔(۱) اور جب لڑکیاں بالغ ہو جائیں گی تو پھر لڑکیوں کی اجازت و رضامندی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ

باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے نابالغ کا ایجاب و قبول

(سوال) زید کا نکاح ہوا آٹھ برس کی عمر میں اور اس کی زوجہ کی عمر تین برس کی تھی۔ عمر کم ہونے کی وجہ سے زبان توتلی تھی۔ اس وجہ سے قبول کراتے وقت سمجھ میں نہ آتا تھا۔ لیکن قبول کر رہا تھا۔ اس کے بعد زید کے اخیافی بھائی کو قبول کرلیا گیا۔ اس کے بعد زید کی والدہ نے جو اس کی ولیہ ہے اخیافی بھائی کے قبول کرنے کو سنا تو اس نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ راضی رہی۔ زید کا خسر کہتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا۔ مگر اس کے باوجود نابالغی کی حالت میں دو مرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا یعنی شوہر کے ہاں بھیجا۔ اور جہیز وغیرہ بھی دیا۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۸۷ عبدالمجید مالیگاؤں ۵ رجب سن ۱۳۵۲ھ م ۲۶ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۷) نابالغوں کا ایجاب و قبول معتبر نہیں۔ بلکہ ان کے ولی کا کام ہے کہ وہ ایجاب و قبول کریں۔ اس نکاح میں اگر نابالغوں کے جائز ولی نے ایجاب و قبول کیا تھا تو نکاح صحیح ہوا۔ ورنہ نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(جواب مکرر ۷۸) لڑکی کے باپ کا یہ کہنا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا جب کہ خود اس نے ایجاب کیا تھا قابل سماعت نہیں ہے۔(۴) جہیز وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ داماد کو بلایا اور دعوت کی تو اب۔۔۔ صحت نکاح کا انکار غیر معتبر ہے۔(۵) اور لڑکے کی طرف سے قبول اخیافی بھائی نے کیا مگر ماں نے جو ولیہ تھی اس کو زبانی یا عملی طور پر منظور کیا تو نکاح صحیح ہوا۔ اور اب نکاح کے عدم جواز کا عذر ادھر سے بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نابالغہ کا نکاح بوڑھے سے کر دیا گیا، اس کو خیار بلوغ ہے یا نہیں؟

(سوال) ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی زید کے ساتھ ہوا۔ زید کی عمر تقریباً اسی ۸۰ سال اور ہندہ کی تقریباً اٹھارہ یا بیس سال ہے۔ بحالت بلوغت ہندہ نے قبل از جانے خاوند خود کے انکار کر دیا کہ میرا نکاح جو زید سے ہوا ہے میں اس کو قبول نہیں کرتی۔ المستفتی نمبر ۱۰۲ مولوی حکیم عبدالرزاق صاحب ضلع جالندھر ۱۴ رجب سن ۱۳۵۲ھ م نومبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۹) ہندہ کی نابالغی میں اس کا نکاح اگر ہندہ کے باپ یا دادا نے کیا تھا تو ہندہ کو خیار بلوغ نہیں ہے۔ اور اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا تھا تو ہندہ کو خیار بلوغ حاصل تھا(۱) اور اگر اس نے بالغ ہوتے ہی انکار کر دیا تھا تو بذریعہ

---

(۱) فان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵، ماجدية)

(۲) ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بكراً او ثيباً فلا يملك الولي اجبارها على النكاح (الهندية، كتاب النكاح، الباب الاول، ۱/ ۲۶۹، ماجدية)

(۳) وهو اي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون۔ (الدر المختار، كتاب النكاح باب الولي ۳/ ۵۵، سعيد)

(۴) وينعقد متلبساً بايجاب من احدهما وقبول من الآخر كزوجت نفسي او بنتي او موكلتي وفي الرد: (قوله كزوجت نفسي) اشار الى عدم الفرق بين ان يكون الموجب اصيلاً او ولياً او وكيلاً۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، ۳/ ۹، سعيد)

(۵) وقبض المهر ونحوه رضا لانه تقرير لحكم العقد فتشمل ما اذا جهزها به اولاً اما ان جهزها به فهو رضا اتفاقاً (البحر الرائق ۳/ ۱۳۰، بيروت)

(۶) فان زوجهما اب او جد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ۔ (الهداية، كتاب النكاح باب في الاولياء ۲/ ۳۱۷، شركة علمية)

عدالت اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ ولی ہے اگرچہ کفالت نہ کرتا ہو

(سوال) ایک لڑکی نابالغہ جس کی حقیقی ماں لڑکی کا عقد کرنا چاہتی ہے۔ لڑکی کا کفیل بجز ماں کے باپ یا چچا یا بھائی کوئی نہیں ہے۔ نہ کوئی موجود ہے۔ نابالغہ کی ماں غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے۔ لڑکی کا باپ ہے لیکن عرصہ چار پانچ سال سے اپنی عورت سے ترک تعلق کر دیا ہے اور کسی قسم کی کفالت اپنی لڑکی یا عورت کی کرتا ہے۔ لڑکی کی پرورش و ہر قسم کی کفالت ماں کرتی ہے۔ باپ، لڑکی اور لڑکی کی ماں دونوں سے بے خبر ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۱ قاضی عبدالعزیز صاحب ریاست دتیا ۲۲ شوال سن ۱۳۵۲ھ م ۱۱ فروری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۰) جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے اگرچہ وہ لڑکی کا کفیل نہ ہو تاہم لڑکی کے نکاح کی کفالت اور ولایت کا حق اسی کو ہے۔ نابالغہ لڑکی کے نکاح کا حق باپ کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں ہے۔(۲) ماں نابالغہ کا نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح ماں کر دے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ نے اپنی شادی کی لالچ میں نکاح کر دیا۔ کیا لڑکی فسخ کرا سکتی ہے؟

(سوال) ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ عمر ۵ سال کا نکاح ایک شخص سے بہ تبادلہ نکاح خود کر دیا۔ اور مبلغ دو سو روپے بصورت نقد و زیور بھی لے آیا۔ بعد ابھی اپنی شادی نہ کی تھی کہ وہ خود (والد دختر نابالغہ) فوت ہو گیا۔ اب اس کی دختر (جو اس وقت بالغ ہو چکی ہے) کا ناکح بہت بری عادتیں اختیار کر چکا ہے۔ در بدر دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ اپنے خرچ خوراک کے لائق بھی نہیں منکوحہ کے اخراجات کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا۔ نیز اس کی منکوحہ اس پر رضامند نہیں۔ اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

المستفتی نمبر ۳۵۳ حاجی احمد بخش صاحب ریاست بھاولپور ۷ ذی الحجہ سن ۱۳۵۲ھ م ۲ اپریل سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۱) اگر لڑکی کے والد نے اپنی لڑکی کے نکاح میں یہ شرط کی تھی کہ اس کے بدلے میں اس کو عورت دی جائے تو لڑکی کا نکاح کرنے میں اس کی اپنی غرض نفسانی شامل ہو گئی اور اس کی ولایت مطلقہ میں نقصان آ گیا اور لڑکی کو اپنے خاوند سے اپنے نکاح کو فسخ کرا لینے کا حق ہو گیا۔(۴) لڑکی بذریعہ عدالت مجاز اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ولی کو نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں

(سوال) نابالغ کے ولی کو طلاق دینے کا اختیار ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۲ منشی عبداللطیف (ضلع جسر بنگال) ۲۰ محرم سن ۱۳۵۳ھ م ۵ مئی سن ۱۹۳۴ء

---

(۱) لهما خيار الفسخ بالبلوغ ... بشرط القضاء۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۹، سعید)

(۲) ولي المرأة تزويجها ابوها وهو اولى الاولياء۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، ۲: ۱۸، بیروت)

(۳) وان كان المزوج غير هما اي غير الاب والجد ... ولو الام ... لا يصح النكاح من غير كفء او بغبن فاحش اصلاً۔ (الدر مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۶۷، ۶۸، سعید)

(۴) بعد میاں نکاح ولی کے سوء اختیار کی وجہ سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ کما فی الشامیۃ: لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعاً۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۶، سعید)

(جواب ۸۲) حنفیہ کے نزدیک نابالغ کے ولی کو یہ حق و اختیار نہیں کہ نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دے دے۔(۱)

محمد کفایت اللہ

عصبہ کتنا بھی دور کا ہو اس کے ہوتے ہوئے ماں کو ولایت نہیں

(سوال) ایک شخص اپنا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑ کر انتقال کر گیا اور ان بچوں کی پرورش بیوہ متوفی کرتی رہی اور بسلسلہ پرورش اطفال مذکور بیوہ متوفی نے عقد ثانی کر لیا اور اسی مکان میں رہ کر بچوں کی پرورش کرتی رہی۔ اب ایک بچی ۱۳ سالہ اور دوسری ۱۱ سالہ ہے۔ ان کی شادی حقیقی والدہ کر سکتی ہے یا نہیں اور تیسری پیڑھی کے بھائی متوفی منع کرنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۹ کالے نال فیض محمد خاں (ڈونگر پور۔ راج پوتانہ) ۲۷ محرم سن ۱۳۵۳ھ م ۱۲ مئی سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۳) والدہ کو پرورش کرنے کا حق تھا اور اس نے اپنے حق کے بموجب(۲) پرورش کی۔ لیکن نابالغ لڑکیوں کے نکاح کر دینے کا حق والدہ کو نہیں ہے جب تک کوئی ولی عصبہ موجود ہو۔(۳) تیسری پیڑھی کا اگر کوئی ولی عصبہ موجود ہے تو وہ منع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ہاں لڑکیاں جب بالغ ہو جائیں تو لڑکیوں کی اپنی اجازت اور رضامندی سے ان کا نکاح ہو سکے گا۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں

(سوال) ایک لڑکی کا سات برس کی عمر میں نکاح ہوا اور وہ اپنی سسرال میں وداع ہو کر گئی اور قریب ایک برس تک وہ ماں کے ہاں رہی۔ پھر اس کے خسر صاحب آکر لے گئے اور لڑکی جانے کے لئے بالکل راضی نہ ہوئی۔ یہ لوگ زبردستی لے گئے اور یہ نابالغہ تھی۔ پھر وہاں برس دن رہی۔ پھر ماں بد آکر کے لے آئی۔ اب وہ جانے کو راضی نہیں ہے اور کہتی ہے کہ میں اس لڑکے سے راضی نہیں اور میں اس نکاح کو قبول نہیں کرتی۔ اب اس کی عمر چودہ برس کی ہے۔

المستفتی نمبر ۳۱۹ حاجی اے۔ میاں (ٹانال افریقہ) ۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی) اگر اس لڑکی کا نکاح نابالغی کے زمانے میں باپ دادا نے پڑھایا تھا تو یہ لڑکی اپنی ناراضی کی وجہ سے اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکے گی اور اگر سوائے باپ یا دادا کے اور کسی ولی ماں وغیرہ نے اس لڑکی کا نکاح پڑھایا تھا تو یہ لڑکی اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔(۵) حاکم مسلمان کی عدالت سے بشرطیکہ بلوغ کے پہلے ہی جلسے میں اپنی ناراضگی کا اظہار کر دے گی اور اس ناراضگی پر دو گواہ بھی مقرر کر لے گی۔(۶) اور بعد فسخ کرا لینے نکاح کے اگر خلوت صحیحہ شوہر کی نہیں پائی گئی تو بغیر انقضائے عدت کے یہ لڑکی خود دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔(۷) اور تنخواہ

---

(۱) وامما زوج عاقل احتراز بالزوج عن سید العبد و والد الصغیر۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، ۳/ ۲۳۰، سعید)

(۲) او الام و الجدة لام او لاب (احق بها) بالصغیرة (حتی تحیض)۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، ۳/ ۵۶۶، سعید)

(۳) الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۷۶، سعید)

(۴) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی۔ (الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء، ۲/ ۳۱۳، شرکة علمیة)

(۵) فان زوجهما الاب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار ویشترط فیه القضاء (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۵، ماجدیة)

(۶) واذا بلغت وهی بکر فسکتت ساعة بطل خیارها فان اختارت نفسها کما بلغت و اشهدت علی ذلک صح (قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء، ۱/ ۲۸۶، ماجدیة)

(۷) یا ایها الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها (الاحزاب: ۴۹) وقال صاحب الهدایة: وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی (الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء، ۲/ ۳۱۳، شرکة علمیة)

صحیح پائی جانے کی صورت میں بعد انقضائے عدت کے دوسرا نکاح کر سکے گی۔(۱) فقط واللہ اعلم

(جواب ۸۴)(از حضرت مفتی اعظمؒ) اگر اس لڑکی کا نکاح اس کے باپ دادا کے سواکسی اور ولی نے کیا تھا تو اس لڑکی کو حق تھا کہ بالغ ہونے پر نکاح سے ناراضی ظاہر کر کے بذریعہ عدالت کے اپنا نکاح فسخ کرالے۔ مگر شرط یہ تھی کہ بالغ ہونے کے وقت فوراً ناراضی ظاہر کرے۔ ایک منٹ کا توقف نہ کرے اور اگر نکاح اس کے باپ یا دادا نے کیا تو اسے یہ حق حاصل نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود کیا اور شافعی باپ نے دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا۔ کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک لڑکی بالغہ باکرہ عمر ۲۵ سال اپنی والدہ کے ساتھ والدہ کے میکے میں والد کے وطن سے دور چند سال سے رہتی ہے۔ لڑکی اپنے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہونے کے لئے قبول و خواہش رکھتی ہے۔ لڑکی بھی قبول ہے دونوں کئی سال سے اقرار ہو چکا ہے۔ لڑکے کے والدین اور لڑکی کی والدہ بھی راضی ہیں۔ لڑکی کا ماموں اور اس کا لڑکا یعنی یہ لڑکی کا والد جس گاؤں میں رہتا ہے وہیں ان کی زمین و تجارت ہے اور یہ سب وہیں رہتے ہیں۔ لڑکی کے باپ میں اور ماموں میں نااتفاقی ہے اور لڑکی کا باپ اس رشتے سے ناراض ہے۔ لڑکی کا باپ اپنے وطن کے دوسرے شخص سے بیاہ کر دینے کے لئے اس شخص کو اور اس کے باپ بھائی اقربا اور دوستوں کو لڑکی جس وطن میں رہتی ہے وہاں بلوا تا ہے اور ان سب کو دوسرے مکان پر ٹھہراتا ہے اور خود بھی انہیں کے ہمراہ رہتا ہے۔ ان حالات سے لڑکی اطلاع پا کر مجسٹریٹ کی عدالت میں عرضی گذارتی ہے اور باپ کی مداخلت سے بچنے کیلئے لڑکی کے مکان پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا اس بستی میں ایک دوسرے شہر کا قاضی کچھ اپنے کام کو گیا ہوا تھا۔ لڑکی کا باپ اس کو بلایا اور کہا کہ میں شافعی المذہب ہوں۔ میری لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے پڑھ دو۔ قاضی نے پوچھا تمہاری لڑکی کی عمر کیا ہے اور کون سا مذہب رکھتی ہے۔ باپ نے کہا کہ عمر تخمیناً ۲۵ پچیس سال بالغہ باکرہ ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس کے اذن قبولیت کی ضرورت ہے۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ میں ولی ہوں۔ میرے مذہب میں مجھ کو جبر کا حق ہے۔ میری لڑکی کا مذہب کچھ بھی ہو اس کے اذن قبولیت کی ضرورت نہیں۔ قاضی نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مگر وہ نہ مانا۔ مجبوری قاضی نے قبول کر نکاح پڑھا دیا۔ قاضی بھی شافعی المذہب ہے۔ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۳۳ بستی علی بن آدم (شمالی کنڑا) ۷ ربیع الاول سن ۱۳۵۴ھ م ۱۰ جون سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۵) حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ بالغہ باکرہ پر ولایت اجبار باپ کو حاصل نہیں۔ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے :۔ لا تنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر الا باذنھا۔(ابوداؤد)(۲) تستامر الیتیمۃ فی نفسھا فان سکتت فھو اذنھا وان ابت فلا جواز علیھا (ابوداؤد)(۳) ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(۴) اگر لڑکی کا مذہب حنفی ہو تو باپ اس پر اپنے مذہب کے لحاظ سے جبر نہیں کر سکتا۔(۵) ہاں شوافع کے نزدیک ولایت اجبار

---

(۱) رجل تزوج امراۃ ... وطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ ۔ (قاضی خان، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ۱/ ۵۴۹، ماجدیہ) (۲) ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی الاستئمار ۱/ ۲۸۵، سعید

(۳) ایضاً (۴) ابو داؤد، النکاح، باب فی البکر یزوجھا ابوھا ولا یستامرھا ۱/ ۲۸۵، سعید

(۵) ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح ۔(الھدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء ۲/ ۳۱۴، شرکۃ علمیہ)

بالغہ بارہ پر باپ کو حاصل ہوتی ہے(۱)اور اگر لڑکی بھی شافعی مذہب رکھتی ہو تو صحت نکاح کا حکم دیا جائے گا۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نکاح کے بعد انکار کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا

(سوال) محمد اسحق واحد حسین حقیقی بھائی ایک ماں سے اور مبارک حسین ایک ماں سے یہ تین شخص تھے۔ احمد حسین کی لڑکی مسماۃ زہرہ کا نکاح بحالت نابالغی مبارک حسین کے لڑکے مسمی سعادت علی کے ساتھ باجازت بھائی حقیقی مسمی محمد حنیف سے ہوا۔ اس نکاح کے بعد ایک مولوی صاحب نے یہ کہا کہ مسماۃ زہرہ کا نکاح اس کے حقیقی چچا محمد اسحق کے ہوتے ہوئے بھائی کی اجازت سے نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب کے اس فتویٰ پر لڑکی کی ماں اور اس کے بھائی کو شبہ پیدا ہو گیا اور معاملہ تردد میں پڑا رہا۔ نکاح کے تین چار سال قبل ہی مسماۃ زہرہ کا باپ مسمی احمد حسین بحالت ملازمت فوج انتقال کر چکا تھا۔ انتقال کے بعد گورنمنٹ نے فوجی ملازمت کے صلے میں بطور گزارہ احمد حسین کی بیوہ مسماۃ افروز اس کی لڑکی مسماۃ زہرہ اور اس کے لڑکے محمد حنیف کے لئے پنشن مقرر کر دی تھی۔ ایک عرصہ تک یہ پنشن گورنمنٹ سے ان وارثوں کو ملتی رہی۔ زہرہ کے نکاح کے کچھ روز کے بعد مسماۃ افروز بیوہ احمد حسین نے ایک غلط درخواست بہ شمولات عبدالوہاب و باقر حسین جو مسماۃ زہرہ کے شوہر کے حقیقی بھائی تھے اس مضمون کی دی کہ میری لڑکی مسماۃ زہرہ کی شادی ابھی نہیں ہوئی اور نہ اس بیوہ غریب عورت کے لئے کوئی سبیل ہی ہے کہ نکاح کر سکے۔ اگر سرکار سے کچھ روپیہ شادی کے واسطے مل جائے تو مجھ غریب عورت پر بہت کچھ سرکار کی مہربانی ہوگی۔ اس درخواست کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے اس امر کی جانچ ہوئی کہ آیا در اصل احمد حسین کی لڑکی مسماۃ زہرہ کا نکاح ہوا یا نہیں۔ جب جانچ کے لئے آدمی گورنمنٹ کی طرف سے آیا تو اس کو نکاح کے ہونے اور نہ ہونے دونوں باتوں پر شہادت ملی۔ جب مسماۃ افروز وغیرہ عدالت میں طلب ہوئی تو سعادت علی نے اس وجہ سے کہ کہیں میرا نکاح کالعدم نہ ہو جائے عدالت مذکور میں درخواست دی کہ میرا نکاح ان دو گواہوں مسمی ناہر و امتیاز الدین کے موجودگی میں ہو چکا ہے۔ جو درخواست مسماۃ افروز نے دی ہے غلط اور جھوٹ ہے۔ اور اس نے دونوں گواہوں کو پیش کیا۔ مسماۃ افروز اور زہرہ اور محمد حنیف نے نکاح سے قطعی انکار کیا۔ اس کے بعد عدالت نے تجویز کیا کہ اگر یہ تینوں نکاح نہ ہونے پر حلف اٹھا لیں تو تم دونوں آدمیوں کو یہ حلف منظور کرنا پڑے گا۔ اس پر عبدالوہاب اور باقر نے رضامندی ظاہر کر دی اور سعادت علی نے بھی جو زہرہ کا شوہر تھا اپنے دونوں بھائیوں کی وجہ سے منظور کر لیا۔ عدالت کی اس تجویز کے بعد افروز زہرہ اور محمد حنیف نے ایک بڑے مجمع کے روبرو نکاح نہ ہونے پر حلف اٹھالیا حلف کے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔ نکاح کے وقت زہرہ نابالغہ تھی اور حلف کے وقت بالغہ تھی۔ حلف کے تین چار دن کے بعد بلا طلاق شوہر اول زہرہ کا نکاح دوسرے کے ساتھ کر دیا گیا۔ اب چند امور دریافت طلب ہیں :-

(۱) جن مولوی صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ چچا کی موجودگی میں بھائی کا کیا ہوا نکاح درست نہیں اور انہیں کے کہنے سے بلا طلاق شوہر اول اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) چچا کی موجودگی میں جب بھائی اپنی بہن کا نکاح کر چکا تو یہ نکاح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) ولاب تزویج البنت البکر صغیرۃ او کبیرۃ من غیر اذنھا و مراجعتھا و لکن یستحب ان تراجع البالغۃ ویستاذنھا ولولہ یفعل واجبرھا علی النکاح صح ۔ (الفتاویٰ شرح الوجیز بیان احکام الاولیاء ۷ / ۲۵۳ بیروت)

(۳) عدالت میں جب مساۃ زہرہ اور اس کی ماں اور بھائی نے حلف اٹھالیا کہ نکاح نہیں ہوا تو اس حلف سے لڑکی کے لئے خیار بلوغ ثابت ہو یا نہیں ؟ اور عدالت میں انکار کر دینے سے نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں ؟

(۴) خیار بلوغ میں جب کوئی عورت بوقت بلوغ اور بوقت علم نکاح اپنا نکاح توڑنے پر تیار ہو گئی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے اپنا نکاح توڑ دیا اور کہہ کر دوسرا نکاح کر لیا ہو تو ایسی صورت میں بلا درخواست عدالت مجاز توڑ کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(۵) حلف کے بعد دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳۳۹ سمیع اللہ (ضلع پرتاب گڈھ) ۸ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۲۱ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۶) (۱) یہ فتویٰ صحیح نہیں تھا۔ بھائی کی ولایت چچا پر مقدم ہے۔(۱)

(۲) بھائی اور چچا کی موجودگی میں بھائی ولی ہے۔ چچا اس صورت میں ولی قریب نہیں۔ لہذا بھائی نے جو نکاح کر دیا وہ صحیح ہو گیا۔(۲)

(۳) ان کے اس حلف سے وہ نکاح جو منعقد ہو چکا تھا باطل نہیں ہوا۔(۳) مگر اب یہ انکار نکاح کی وجہ سے خیار بلوغ کی بناء پر فسخ نکاح کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ دعویٰ ان کے پہلے بیان حلفی کے منافی ہے۔

(۴) خیار بلوغ میں محض عورت کے انکار کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ بلکہ قضائے قاضی فسخ نکاح کے لئے ضروری ہے۔(۴) ہندوستان میں مسلمان حاکم عدالت کا فیصلہ قائم مقام قضائے قاضی کے ہو سکتا ہے۔

(۵) حلف کے بعد دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

لڑکی بالغ ہو گئی ہے اور شوہر ابھی نابالغ ہے تو کیا لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے ؟

(سوال) دو نابالغ لڑکیوں کا نکاح دو نابالغ لڑکوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اب جب کہ لڑکیاں بالغ ہو گئیں اور شوہر ان کے بالغ نہیں ہوئے تو وہ دونوں وہاں جانے سے انکار کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو یہ عقد منظور نہیں ہے اور ماں باپ بھی لڑکیوں کی مرضی کے موافق ہیں۔ بوقت نکاح ماں باپ دونوں بیمار تھے۔ وکالت بھی غیر قوم کے شخص نے کی تھی۔

المستفتی نمبر ۳۴۲ نصیر الدین حجام (ضلع میرٹھ) ۸ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۲۱ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۷) اگر ان لڑکیوں کا نکاح ان کے باپ نے کیا تھا یا اس کی اجازت سے ہوا تھا تو اب فسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ باپ کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغوں کو خیار بلوغ نہیں ہوتا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

لڑکی کے مرتد ہونے کے ڈر سے نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال) زید نے اپنے نابالغ لڑکے مسمی عمرو کا نکاح اپنی بھتیجی مساۃ رحمت بالالغہ سے جس کا والد فوت ہو چکا تھا اور اس لڑکی کا ایک نابالغ بھائی موجود تھا۔ پڑھا۔ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے زید خود ہی ولی ہوا اور خود ہی ایجاب و قبول کیا۔

---

(۱) وفي الهندية : ثم الاخ لاب وام ... ثم العم ـ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۳ ماجدية)

(۲) ايضا (۳) وجحد العقد لا يرتفع الطلب (الفروق للكرابيسي ۱/ ۱۳۱، كويت)

(۴) ويشترط فيه القضاء ـ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ماجدية)

(۵) ويشترط ان تكون المرأة محلا للانشاء حتى لو كانت ذات زوج ... لا ينفذ قضاؤه لانه لا يقدر على الانشاء في هذه الحالة (تبيين الحقائق، فصل في المحرمات ۲/ ۱۱۲ امدادیه)

(۲) فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما ـ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ماجدية)

زید سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کس طریقے سے ایجاب و قبول کیا تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں۔ نکاح خواں مولوی نے جس طرح کہا تھا ویسا کیا۔ بستیوں کے نکاح خواں چند اں مسائل سے واقفیت نہیں رکھتے اور اب وہ نکاح خواں موجود نہیں کہ اس سے دریافت کیا جا سکے۔ اب وہ لڑکی مسماۃ رحمت عرصہ چار سال سے بالغ ہو چکی ہے اور عمر دس کی بھی بارہ سال کی ہے۔ لڑکی کو جب اس نے ایام بلوغ میں اس نکاح کا علم ہوا تو اس نے انکار کیا۔ جب مکمل چار سال گزر گئے تو وہ کہتی ہے کہ مجھے نکاح منظور نہیں۔ زید کہتا ہے کہ لڑکی مسماۃ رحمت بوجہ بالغ ہو جانے کے اب میرے پاس رہنا نہیں چاہتی اور چند مرتبہ لکھ چکی ہے کہ اگر مجھے طلاق نہ دی گئی تو میں تبدیل مذہب کر لوں گی۔

المستفتی نمبر ۳۶۱ محمد حیات (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ۱۸ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م یکم جولائی سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۸) نابالغہ کا نکاح اس کے چچا نے کیا ہے اسے خیار بلوغ حاصل تھا لیکن جب اس نے بلوغ کے وقت فوراً انکار نہ کیا تو وہ خیار ساقط ہو گیا۔(۱) تاہم یہ نکاح بوجہ مفاسد مذکورہ کے قابل فسخ ہے اور لڑکی اور اس کا زوج دونوں مل کر کسی صالح شخص کو حکم بنا دیں اور وہ فسخ نکاح کا حکم دے دے تو فسخ ہو سکتا ہے۔ خوف ارتداد زوجہ اس کے لئے وجہ رخصت بن سکتا ہے۔(۲) اور نکاح فی حد ذاتہ صلاحیت فسخ کی رکھتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بوجہ وقت پر مطالبہ نہ کرنے کے لڑکی کا حق مطالبہ ساقط ہو گیا۔ نابالغ کی طرف سے طلاق نہیں ہو سکتی ورنہ طلاق دلائی جا سکتی تھی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ مجلس نکاح میں موجود ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے

(سوال) شادی کے موقع پر دلہن کا باپ نکاح کے وقت موجود ہوتے ہوئے اپنے اختیار سے کسی رشتہ دار کو وکالت دیتا ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۱۸ غلام حسین (رتناگیری) ۱۹ جمادی الثانی سن ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۹) دلہن کا باپ خود موجود ہو تو کسی کو وکیل بنانے کی ضرورت نہیں خود ہی نکاح کر دے۔ یہی طریقہ مسنونہ متوارثہ ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو وکیل بنا دیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ ہے

(سوال) ایک شخص کا انتقال ہوا اس کی زوجہ نے بعد انقضائے عدت نکاح ثانی کر لیا۔ اس کی گود میں شوہر اول سے ایک شیر خوار لڑکی تھی۔ خاوند ثانی نے اس لڑکی نابالغہ کا نکاح ولی بن کر ایک شخص کے ساتھ کر دیا اور رخصتی نہیں کی۔ یہ لڑکی ۲۷ شعبان سن ۱۳۵۳ھ مطابق ۵ ۲ نومبر سن ۱۹۳۴ء کو بالغہ ہو کر نکاح فسخ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شوہر کے پاس اس وجہ سے جانا نہیں چاہتی کہ وہ بد چلن ہے۔

المستفتی نمبر ۶۸۰ عبدالرشید (پہاڑ گنج دہلی) ۲۹ شعبان سن ۱۳۵۳ھ م ۷ ۲ نومبر سن ۱۹۳۴ء

---

(۱) ویبطل خیار البکر بالسکوت ... ولا یمتد الی آخر المجلس۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۷۰ ط سعید)

(۲) زوجہ کے ارتداد کے خوف کی وجہ سے رخصت کا حکم ... بلکہ مرتد ہوگئی اور دیا ہے نکاح پر مجبور کیا جائے گا ... فقہی عبارت ... جن مواقع پر فقہاء کرام نے ... ہے ... تصانیف فقہاء کا مفہوم مخالف بالاتفاق حجت ہے۔ نعم المفہوم معتبر عند ناقی الروایات فی الکتب ومنہ قولہ فی النفع الوسائل: مفہوم التصنیف حجۃ اھ ای لان الفقہاء یقصدون بذکر الحکم فی المنطوق نفیہ عن المفہوم غالبا کقولہم تجب الجمعۃ علی کل ذکر حر عاقل مقیم، فانہم یریدون بہذہ الصفات نفی الوجوب عن مخالفہا ویستدل بہ الفقیہ علی نفی الوجوب عن المرأۃ والعبد والصبی۔ (رد المحتار، کتاب الوقف ۴/ ۳۴۳ ط سعید)

(۳) ومن امر رجلا ان یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل والاب حاضر، صح والا لا (الہندیۃ، کتاب النکاح ۱/ ۲۹۸ ط ماجدیہ)

نکاح کے بعد انکار معتبر نہیں

(سوال) ہندہ کو کچھ روپے کی ضرورت تھی۔ کسی طریقے سے کوئی کہیں روپیہ ملنے کی نہ تھی۔ ہندہ کی ایک لڑکی زینت جس کا نکاح بمر اہ زید کے اس بات پر طے پایا کہ مبلغ ۲۴ روپے ہندہ کو ادا کرے تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو اور ہندہ اپنی لڑکی کا نکاح بمر اہ زید کے کر دے اور یہ روپیہ علاوہ مہر کے قبل نکاح زید کو دینا پڑا۔ لڑکی زینت کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ ولی اس نابالغ لڑکی کا اس کا چچا جو کہ اس سے علیحدہ رہتا تھا اور دوسری ولی اس کی والدہ تھی جو ہمراہ اپنی لڑکی کے تھی۔ سروقت نکاح قاضی نے زینت کے چچا کو جو کہ چند قدم کے فاصلے پر تھے بلایا۔ چچا نے کہا کہ میں سنتا ہوں تم نکاح پڑھو۔ میں اسی جگہ پر بیٹھا ہوں۔ نکاح میں قاضی نے کچھ الفاظ غلط استعمال کئے جس کی درستی کے واسطے اس کے چچا نے لقمہ دیا اور الفاظ کو درست کرایا۔ اور قاضی سے اسی وقت اس کے چچا نے یہ کہا کہ آپ ۲ روپے اور زائد دو تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو جائے۔ بعد ازاں مبلغ ۴۵۱۰ روپے مہر مقرر ہو اور نکاح پڑھایا گیا۔ اب عرصہ چھ سال کا ہوا دولہا دلہن دونوں بالغ ہوئے۔ اب بابت رخصتی لڑکی کے جھگڑا پڑا۔ چچا کہتا ہے کہ میں ولی ہوں۔ میری اجازت سے نکاح نہیں ہوا اس لئے میں رخصت نہیں کر سکتا اور لڑکی کو اور لڑکی کی والدہ کو سکھلایا۔ لڑکی نے اور لڑکی کی والدہ نے رخصتی سے انکار کر دیا۔ اس فساد پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوئے اور پنچایت ہوئی۔ مسلمانوں نے زینت کو سمجھایا کہ تو اپنے شوہر کے مکان پر جا۔ مگر اس نے انکار کیا۔ جب اس کو دوبارہ پھر سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ جو روپیہ ہماری والدہ نے قبل از نکاح لیا ہے اس کو معاف کریں ہمیں طعنہ وغیرہ کے الفاظ نہ کہیں تو آپ پنچ لوگ کا کہا مجھے منظور ہے۔ بعد ازاں اس کے چچا نے سکھایا اب وہ پھر شوہر کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۰۹ منصور علی (ضلع گونڈہ) ۱۱ صفر سن ۱۳۵۵ھ م ۳ مئی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۳) نکاح تو چچا کی اجازت اور شرکت کی وجہ سے صحیح ہو گیا تھا۔ (۱) لیکن لڑکی کو بوقت بلوغ انکار کر دینے کا حق حاصل تھا۔ اگر لڑکی نے بوقت بلوغ ناراضی کا اظہار کر دیا تھا تو وہ اپنے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔ (۲) اور اس کی ماں نے جو روپیہ نکاح سے پہلے لیا تھا وہ واپس کرنا لازم ہے۔ (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں

(سوال) اگر کوئی شخص اپنی بیٹی صغیرہ کا نکاح کر دے تو بعد از بلوغ وہ لڑکی نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۹۴) باپ کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو بعد بلوغ فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ باپ کو لڑکی کے خاوند نے کوئی دھوکا دیا ہو تو اس صورت میں باپ اور لڑکی دونوں نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ

الجواب صحیح۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ عبدالرب دہلی الجواب صحیح محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی

---

(۱) وینعقد بایجاب وقبول ... کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی. وفی الرد: (قوله کزوجت نفسی الخ) اشار الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلا او ولیا او وکیلا. (رد المحتار، کتاب النکاح ۳/ ۹، سعید)

(۲) وان فعل غیرهما فلهما … فسخه بعد البلوغ. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۶۸، سعید)

(۳) خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث للمهر یسترد ... وکذا ما بعث هدیة وهو قائم. (الدر المختار، باب المهر ۳/ ۱۵۳، سعید)

(۴) زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا هو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوها یشرب المسکر ولا عرف به وغلبة اهل بیتها الصالحین فالنکاح باطل بالاتفاق. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءة ۳/ ۸۹، سعید)

(جواب دیگر ۹۵) باپ اپنی کم عمر نابالغہ بچی کا نکاح کر دینے کا حق رکھتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح جائز اور صحیح ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے

(سوال) بعد فوت ہونے شوہر کے بیوہ کا نکاح ثانی وارثان نے بلا رضا مندی پڑھا دیا اور وہ خاوند کے گزرنے کے بعد دو سال تک انکاری رہی۔ اور اس نکاح کے بعد بھی انکاری ہے۔ کیونکہ جس کے ساتھ بیوہ کی بلا رضا مندی کے نکاح پڑھایا گیا ہے وہ عمر میں پچاس سال سے بھی زیادہ ہے اور بیوہ کی عمر ۱۵ سال ہے۔

المستفتی نمبر ۹۲۳ علیم الدین جے پور ۔ ۷ ۲صفر سن ۱۳۵۵ھ م ۱۹ مئی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۶) بیوہ بالغہ کا نکاح بلا رضا مندی بیوہ کے ناجائز ہے بیوہ نے جب اس نکاح کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نکاح باطل ہو گیا۔(۱)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عقد سے پہلے مشورہ دینا اجازت نہیں

(سوال) ایک لڑکی مسماۃ جنت کو اس کی مطلقہ والدہ نے مشورہ شوہر سابقہ جب کہ جنت کی عمر چار سال تین ماہ کی تھی کسی حاکم سے نکاح کر دیا۔ اور والدہ نے مسماۃ جنت کو پرورش کے واسطے اپنے پاس رکھ لیا اور پرورش کرتی رہی۔ جب جنت کی عمر چودہ سال چار ماہ کی ہوئی تو پہلی دفعہ۔۔۔۔۔ حیض ہوا اور لڑکی نے اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اس وقت لڑکی کی عمر سولہ سال ہے مگر وہ بدستور شوہر کے گھر جانے سے انکاری ہے۔

المستفتی نمبر ۹۸۸ بشیر محمد (ضلع جالندھر) ۲۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۱۴ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۷) اگر نکاح لڑکی کی والدہ نے کیا تھا۔ باپ نے صرف اجازت نکاح سے قبل دے دی تھی بعد نکاح کے باپ نے کچھ نہیں کہا تو یہ نکاح لڑکی کے انکار کرنے سے فسخ ہو گیا۔(۲)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ولی اقرب بالغ ہو تو ولی ابعد کو ولایت نہیں

(سوال) زینب نابالغہ کے باپ کا تو انتقال ہو گیا اور ماں باپ شریک بھائی ابھی نابالغ ہے اور باپ شریک بالغ ہے تو باپ شریک بھائی ولی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۹ محمد یونس صاحب (تھرا) ۷ ۲ ذی قعدہ سن ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۹۸) ہاں زینب کا باپ شریک بھائی اس کا ولی ہے اور وہ نابالغہ زینب کا نکاح کر سکتا ہے اور زینب کا حقیقی بھائی بالغ ہوتا تو وہ علاتی بھائی سے مقدم ہوتا۔(۳)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جبراً دستخط کروانے سے نکاح نہیں ہوتا

(سوال) محمد صدیق ولد حافظ ابراہیم ساکن منگالہ ضلع حصار کا ناجائز تعلق ایک عورت مسماۃ عائشہ زوجہ یعقوب ولد مہر الدین کے ساتھ تھا اور مورخہ ۶ ماہ محرم الحرام سن ۱۳۵۶ھ بوقت درمیان مغرب و عشاء کے عورت مذکور

(۱) لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز ان ردتہ بطل۔ (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۷ ماجدیہ)
(۲) وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ ۔ (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ماجدیہ)
(۳) ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب وان سفلوا ۔ (الھندیۃ، النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۳ ماجدیہ)

محمد صدیق کو بات چیت کرنے کے لئے بلوا کر مکان نذیر محمد ولد یعقوب کے اندر لے گئی اور جب دونوں مکان
کے اندر چلے گئے تو باہر عورت کے خاوند وغیرہ کو بھی پتہ ہو گیا کہ مرد عورت اس مکان کے اندر ہیں۔ اور پتہ ہونے
کے بعد عورت تو نکل کر بھاگ گئی مگر محمد صدیق کو مکان کے اندر عورت کے خاوند یعقوب اور اس کے دیگر اقرباء
وغیرہ نے محصور کر لیا اور لوہا لکڑی ولوٹے وغیرہ لے کے سب نے پکڑ لئے کہ اب محمد صدیق کو اس مکان کے اندر جان
سے مار دیں گے اور ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور مکان کے اندر محمد صدیق کے اقرباء جو تھے ان کو بھی نہایت بے
قراری ہو کر چہروں پر زردی چھا گئی اور سب کو یقین ہو گیا کہ محمد صدیق نے بھی سمجھ لیا کہ اب میری جان کی بالکل خیر
نہیں ہے۔ لہذا مرنے جانے کے درست ہے تو اس سا ہو گیا اور باہر محمد صدیق کی جان تلف ہونے کے علاوہ ہم پر خدا
جانے کیسی مصیبت و تکلیف قیامت خیز نازل ہوتی۔ اور از حد مضطرب تھے اور بالکل بے عقل و بے حواس ہو رہے تھے۔
ایسے خطرناک نازک وقت میں محمد صدیق محصور کی نابالغہ لڑکی کا نکاح جبراً و قہراً کروالا مخالفین نے اپنے لڑکے کے
ساتھ کر دیا۔ اور نکاح نامہ کا ایک کاغذ بنا کر کئی شخصوں کے انگوٹھے لگوا دیئے ہیں۔ اور نیز محمد صدیق محصور کا بھی ہاتھ
پکڑ کر انگوٹھا لگوا دیا ہے۔ اور جب نکاح کر لیا اور کاغذ وغیرہ کا خوب انتظام ہوا تو پھر محمد صدیق کو مکان سے نکال کر
چھوڑ دیا۔ اور اب اختلاف اس بات میں ہے کہ محمد صدیق نے اذن نکاح کرنے کا اشارۃً یا صراحۃً دیا ہے یا نہیں۔ اور
تفصیل اختلاف اذن کی یہ ہے کہ جب مخالفین نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی عبدالعزیز صاحب جو کہ نکاح
پڑھنے والا ہے چار گواہوں کو ساتھ لے کر محمد صدیق کے پاس طلب اذن کے لئے گیا تھا تو مولوی عبدالعزیز اور دو گواہ
مسمیٰ عبدالغفور بن جمال الدین و عبدالحفیظ بن علیا کا بیان ہے کہ محمد صدیق نے صراحۃً اذن دیا ہے۔ اور محمد صدیق کا بیان
ہے کہ میں اس ہولناک وقت میں بہت مغموم و مہموم تھا اس لئے زبان سے اذن دینا تو درکنار بلکہ ہوں ہاں کا
اشارہ بھی نہیں کیا کہ جس سے اشارۃً ہی ثابت ہو کہ نکاح کر دو۔ اور مولوی صاحب اور دونوں گواہ بالکل جھوٹے
ہیں۔ اور باقی دو گواہوں میں سے حاجی قمر الدین کا بیان ہے کہ لڑکی کا اذن اور مہر وغیرہ کی بات چیت میرے ساتھ
ہوئی اور محمد صدیق بالکل نہیں بولا اور یعقوب ولد اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اندر نہیں گیا تھا۔
خدا جانے محمد صدیق محصور نے اذن دیا ہے یا نہیں۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ اور نیز صاحب مکان کا بیان ہے کہ میں نے
دروازے کے اندر سوائے مولوی عبدالعزیز صاحب کے اور حاجی قمر الدین صاحب کے کسی کو بھی داخل نہیں ہونے دیا
اور سب جھوٹ اور بناوٹ بالکل جعل سازی ہے۔ اب سوال یہ درپیش ہے کہ نکاح منعقد ہو گیا یا عند الشرع نہ ہوا ہے بینوا
المستفتی نمبر ۱۴۳۱ مولوی عبدالملیک صاحب (ضلع حصار) ۲۹ صفر سن ۱۳۵۶ھ م ۱۱ مئی سن ۱۹۳۷ء
(جواب ۹۹) اس واقعہ میں محمد صدیق کا بیان یہ ہے کہ میں نے نکاح کی اجازت تو اشارۃً بھی نہیں دی صرف اس کا
انگوٹھا جبراً لگوا لیا گیا ہے۔ واقعہ کی ہولناکی اس جبر کے لئے کھلی دلیل ہے اور اس کو اکراہ میں داخل کرنے کے لئے کافی
ہے لہذا اس میں تحت کو تو تمام تر مقام تلفظ کے نہیں کیا جا سکتا(۱) دو گواہوں کا بیان کہ محمد صدیق نے زبان سے اجازت دی
ہے تو یہ شبہ ہے اس سے قابل اعتماد ہے کہ گواہوں کو واقعہ کا علم تھا کہ محمد صدیق فلاں وجہ سے محصور ہے اور یہ لوگ
اس بات جبراً اس کی لڑکی کے نکاح کا اذن لینا چاہتے ہیں تو ان کا ان جابرین کی حمایت میں محمد صدیق سے اذن

---

(۱) لان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ہنا (رد المحتار، کتاب الطلاق ۳/۲۳۶ ط سعید)

لینے کے لئے جانا ظلم کی اعانت کا تھا، ہو اقرار ہے۔ اس لئے سب اپنے فسق کا اقرار کر رہے ہیں اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہو سکتی۔(۱) گواہوں کو اگر یہ عذر ہو کہ ان کو محمد صدیق کی مقصوری و مجبوری کا علم نہ تھا تو عذر ثبوت واقعہ کے حد ناقابل قبول ہے۔ ایسے ہولناک موقع پر جتنے لوگ موجود ہوں گے ان میں سے کوئی بھی صورت حال سے بے خبر نہ ہوگا۔ لہذا قضاءً بھی ان گواہوں کی شہادت سے ثبوت نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۲)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ نے بے خبری میں لڑکی کا نکاح آوارہ سے کر دیا، کیا لڑکی کو خیار فسخ ہے؟

(سوال) اگر باپ نے عدم علم کی بنا پر اپنی لڑکی کا نکاح ایک آوارہ شخص سے کر دیا ہو اور لڑکی اس کے یہاں جانا نہ چاہتی ہو تو خیار فسخ ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۳۳۸ شفیع احمد خاں صاحب (لکھنؤ) ۷ ربیع الاول سن ۱۳۵۹ھ م ۱۸ اپریل سن ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۰۰) اگر باپ نے بے خبری میں اپنی لڑکی کا نکاح بد چلن اور آوارہ شخص سے کر دیا اور لڑکی اس کی بد چلنی کی بنا پر اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو وہ بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ رجل زوج ابنته الصغیرة من رجل علی ظن انه صالح لا یشرب الخمر فوجده الاب شریبا مد منا وکبرت الابنة فقالت لا ارضی بالنکاح ان لم یعرف ابو ها یشرب الخمر وغلبة اهل بیته صالحون فالنکاح باطل ای یبطل (فتاویٰ عالمگیری)(۳) اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی چھوٹی یعنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ (بے خبری میں) اس خیال سے کر دیا کہ زوج نیک آدمی ہے شرابی نہیں۔ پھر لڑکی کے باپ نے شوہر کو دیکھا کہ وہ شرابی و عادی شراب ہے اور لڑکی نے بالغ ہو کر نکاح سے ناراضامندی ظاہر کر دی تو یہ نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دادا کے کئے ہوئے کا نکاح میں خیار بلوغ نہیں

(سوال) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح ایسی صورت میں جب کہ اس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اس کے بھائی نے کر دیا اور رخصت تک کی بھی نوبت نہیں آئی۔ اس نے بوقت بلوغ اپنے گھر کے چند اعزاء کے سامنے ناراضامندی کا اظہار کر دیا اور اس کی ناراضامندی کی اطلاع بذریعہ خط اس کے خاوند اور گھر والوں کو کر دی گئی۔ لڑکی باوجود سمجھانے کے اس نکاح پر رضامند نہ ہوئی اور موت کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دیتی ہے اس صورت میں لڑکی کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟

(جواب ۱۰۱) نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ دادا نے کر دیا ہو تو نابالغہ کو حق حاصل ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے اور اس کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور جب کہ وہ ایسا کرے تو اس کے بعد کسی

---

(۱) یا ایها الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (الحجرات)
(۲) وینعقد النکاح عند فاسقین ... ولا یظهر النکاح علی الحکام بشهادتهما عند الدعوی وانکار احد المتعاقدین۔ (فتح القدیر ۲ / ۳۴۷ ط مصر)
(۳) الهدایة، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، ۲۹۰ ط ماجدیہ
(۴) عبارت میں غلطی ہے، اصل عبارت یوں ہے نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ دادا کے علاوہ کسی نے کر دیا ہو۔

مسلمان حاکم عدالت یا ثالث مسلم فریقین سے حکم فسخ حاصل کرے گی(۱) اور بعد حکم فسخ جب کہ رخصت اور موت نہیں ہوئی تو بغیر انتظار عدت دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔(۲) آپ نے مذکورہ فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ گزارش ہے کہ اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح پڑھا گیا جب کہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور صرف نابالغہ کا دادا اور ہمشیرہ زندہ تھی قدرت کی نیرنگیاں ہمشیرہ کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور نابالغہ جب سے اس کے والدین کا انتقال ہوا تھا اپنی ہمشیرہ کے پاس پرورش پاتی رہی اور اپنے دادا کے پاس کبھی نہیں گئی۔ جب ہمشیرہ کا انتقال ہوتا ہے اور نابالغہ کی عمر اس وقت قریب آٹھ نو سال ہے دادا کا ایک خط رجسٹری ہو کر آتا ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ نابالغہ کا نکاح میں نے کر دیا ہے۔ نابالغہ اپنے پھوپھی کے پاس پرورش پا رہی ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ نکاح جائز ہے۔ نابالغہ سن بلوغ کو پہنچتے ہی بلکہ اس جگہ جب کہ اس کے دادا نے نکاح بتایا جانے سے پہلے ہی سے انکار کرتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسری جگہ نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ حوالہ دے کر مشکور فرمائیں۔ یا اگر ایک بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد لڑکی کے تایا صاحب و دیگر رشتہ دار لڑکی کو بہکا دیتے ہیں۔ اور کوئی رخصتی و خلوت وغیرہ ہی نہیں ہوئی۔ (محض لا، جو کہ مسلمانوں میں جب وہ خدا رسول کی حکم کو توڑ کر انسان کا بنایا ہوا قانون پیش نظر رکھتے ہیں) کے مطابق نوٹس منجانب لڑکی کے شوہر کو دلوا دیتے ہیں ۔ ایسی صورت میں کیا طلاق ہوگی اور وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ شوہر اس نکاح کے متعلق کیا کارروائی (جب کہ کسی عالم کو یہ دھوکا دیا جائے کہ لڑکی کنواری ہے نکاح پڑھوا دے) کر سکتا ہے اور نکاح کس صورت میں جائز ہو سکتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۴۳۹ غلام علی (شملہ) ۸ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۹ مئی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۱)(۱) جواب کی نقل میں شاید غلطی ہوئی ہے۔ صحیح عبارت یوں ہونی چاہئے۔ نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے کر دیا ہو تو نابالغہ کو حق حاصل ہے۔(۳) الخ۔

دادا کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغہ کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔(۴) باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغہ جن وجوہات کی بنا پر شوہر کے پاس جانا نہیں چاہتی وہ بیان کرنے چاہئیں۔ اگر ان میں سے کوئی وجہ شرعی طور پر قابل فسخ ہو گئی تو جواز فسخ کا حکم دیا جائے گا۔

بالغہ لڑکی کا نکاح جب کہ اس کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا ہو تو پھر بالغہ اس نکاح سے پھر نہیں سکتی۔(۵) البتہ اگر اور کوئی وجہ قابل فسخ نکاح کے پیدا ہو جائے تو اس کو بیان کر کے حکم دریافت کرنا چاہئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سیئ الاختیار باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(سوال) شامی وغیرہ کتب فقہ میں جن کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی کی مصرح ہے کہ ولی صغیرہ نابالغہ اگر چہ باپ یا

---

(۱) وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ ... ويشترط فيه القضاء (الهندية، كتاب النكاح، الباب، ۱/۲۸۵، ماجدية)
(۲) يا ايها الذين آمنوا اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها (الاحزاب : ۴۹)
(۳) وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/۲۸۵، ماجدية)
(۴) فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما (ايضا)
(۵) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها (الهداية، كتاب النكاح، ۱/۳۱۳، شركة علمية)

دادا کیوں نہ ہو اس صغیرہ کا نکاح کر دیتا ہے۔ لیکن اس نکاح میں ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہے جو کہ شفقت پدری یا غرض ولایت کے بالکل مخالف ہے مثلاً طمع مال کے لئے یا کسی اور وجہ سے صغیرہ کا نکاح کر دیا جس میں صغیرہ کا نقصان ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ اگر نہیں جیسا کہ عبارت شامی سے معلوم ہوتا ہے تو تائید کی ضرورت ہے۔ (وفی الشامی حتی لو عرف من الاب سوء الا ختیار لفسقه او لطمعه لا یجوزا جماعاً وفی الدر وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا) اور اگر نکاح صحیح ہے تو عبارات مندرجہ کا مدلل جواب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۶۱۲ حافظ احمد بخش صاحب ضلع مظفر گڑھ۔ ۱۰ جمادی الاولی سن ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۲) باپ یا دادا کی طرف سے اگر کوئی ایسی صریح بے رحمی اور بے شفقتی ناانصافی سرزد ہو تو نکاح صحیح نہ ہونے کا حکم صحیح ہے (۱) اور ظاہر یہ ہے کہ کسی نکاح میں ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا ثبوت حکم بطلان کے لئے کافی ہے مگر فقہاء نے لفظ عرف کو سامنے رکھ کر اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ کسی ناانصافی بے رحمی طمع وغیرہ کا صدور و ثبوت بطلان کا حکم لگانے کے لئے کافی نہیں بلکہ باپ یا دادا کا ان اوصاف ذمیمہ کے ساتھ معروف ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے ضروری قرار دیا کہ کم از کم یہ شخص اپنی ایک لڑکی کا نکاح اس سے پہلے اسی طرح ناانصافی یا بے رحمی یا طمع زر کے ماتحت کر چکا ہو تو دوسرا نکاح جو اسی طرح واقع ہو باطل قرار دیا جائے گا۔ اور اگر یہ چیزیں پہلے نکاح میں ہی سرزد ہوئیں تو باوجود ثبوت کے بھی نکاح کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں عرف منهما سوء الاختیار صادق نہیں۔ (۲) اگرچہ تفصیل کچھ مناسب اور موجہ نہیں ہوتی مگر فقہا نے اس کو لیا ہے اور اس کے موافق تفریعات کی ہیں۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جہاں قاضی نہ ہو تو وہاں کے علماء کرام نکاح فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(سوال) نابالغہ لڑکی کا نکاح بوجہ فوت ہونے باپ کے اس کے بھائی نے کسی کے ساتھ باندھ دیا۔ بالغ ہونے پر اس لڑکی نے کہا کہ یہ نکاح جو میرے بھائی نے باندھا ہے مجھے منظور نہیں تو کیا یہ اختیار جو شرع نے لڑکی کو دیا ہے فسخ نکاح کے وقت قاضی کی شرط ہے یا نہیں۔ اگر شرط ہے تو ان ممالک میں قاضی کا وجود مفقود ہے تو کیا اس روایت کے تحت علمائے کرام موجودہ کو اختیار ہے کہ وہ قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ استاد شیخ علامہ شامی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ نوع ثالث فصل ثانی ص ۳۴ میں لکھتے ہیں۔ اذا خلا الزمان من ذی سلطان کفایة فالا مور کله متو کلة الی العلماء فیجب علی الامة الرجوع الیهم ویصرون ولا ة فاذا عسر جمعهم علی واحد انتقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فا لمتبع اعلمهم فان استو وا اقراع بینهم۔ اور جب مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کا دیکھا گیا تو اس میں رائے دی گئی جو ذکر کی جاتی ہے۔ و فسخ نکاح خیار بلوغ قضائے قاضی شرط است چنانچہ در در مختار می آرد۔ حاصله انه اذا کان المزوج

---

(۱) لو عرف من الاب سوء الا ختیار لسفهه او لطمعه لا یجوز عقده اجماعاً۔ (رد المحتار، کتاب النکاح باب الولی، ۳ / ۶۷، سعید)
(۲) والحاصل : ان المانع هو کون الاب مشهوراً بسوء الا ختیار قبل العقد، فاذا لم یکن مشهورا بذلک لم زوج بنته من فاسق صح وان تحقق بذلک انه سیئ الا ختیار و اشتهر به عند الناس فلو زوج بنتا اخری من فاسق لم یصح الثانی ، لا نه کان مشهورا بسوء الاختیار قبله بخلاف العقد الاول لعدم المانع قبله، ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الا ختیار بدون الا شتهار لزم احالة المسئلة اعنی قولهم : ولزم النکاح ولو بغبن فاحش اوبغیر کف ان کان الولی ابا او جداً (رد المحتار، کتاب النکاح باب الولی، ۳ / ۶۷، سعید)

للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء انتہیٰ بناءً علیہ در صورت سوال نکاح دوئم صحیح نخواھد شد و در جامع الفصولین می نویسد لو اختار احدھما الفرقۃ ورد النکاح بخیار البلوغ لم یکن رداً ولا یبطل العقد مالم یحکم بہ القاضی فیوارثان قبل الحکم انتہیٰ

دربلاد یکہ امیر حکومت کفار اند و قضائے قاضی در آنجا مفقود است اگر ہمچو واقع لابد ضرور است کہ صاحب معاملہ بہ بلاد اسلام کہ درآن قضائے قاضی موجود است مثلاً بلاد حجاز و بلاد روم وغیرہ و از بلاد ہند رامپور و بھوپال وغیرہ رفتہ اعمال سازد یا بذریعہ تحریر از قضاۃ بلاد اسلام حکم فسخ طلب سازد ۔ واللہ اعلم حررہ راجی عبدالحی

تو ان روایات بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ آیا حدیقہ ندیہ کی روایت پہ عمل کریں اور یہاں علماء کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرلیا جائے یا مولانا عبدالحی مرحوم کی روایت کو لحاظ کرتے ہوئے بلاد رامپور یا بھوپال میں جو قاضی مقرر ہیں ان سے نکاح فسخ کرلیا جائے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ جب لڑکی بالغ ہوئی تو آیا اسی مجلس کا اعتبار ہوگا۔ وقت بلوغ کی اس حالت کذائی میں کہے کہ مجھے نکاح سابقہ منظور نہیں۔ یا شرع نے اس کو بوجہ لا علمی کے اختیار دیا ہے کہ جب علم ہو تو نکاح فسخ کرسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں سخت تشویش ہے۔

المستفتی نمبر ۱۶۳۸ سید محبوب شاہ صاحب (ضلع کیمبلپور) ۱۸ جمادی الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۲۷ جولائی سن ۳۷ء

(جواب ۱۰۳) خیار بلوغ کو کام میں لانے کے لئے مجلس بلوغ میں رد کرنا لازم ہے۔(۱) البتہ اگر لڑکی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہے اور وہ بالغہ ہوجائے تو جس وقت اس کو نکاح ہونے کا علم ہو اسی مجلس میں رد کردے۔(۲) اگر مجلس نکاح یا مجلس علم بالنکاح میں اس نے سکوت کیا تو یہ اختیار باطل ہوجائے گا۔ خواہ سکوت مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہو۔(۳) پھر انکار اور رد کرنے کے بعد فسخ کے لئے قضاء قاضی شرط ہے۔ ہندوستان میں شرعی قاضی نہیں۔ لیکن یہاں کی انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج اور سب جج اس بارے میں قاضی کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔(۴) وہ فسخ کا حکم کردیں تو صحیح ہے۔ ریاستوں کے قاضی فسخ نہیں کرسکتے۔ کیونکہ جب زوج و زوجہ ریاست سے باہر باشندے ہیں تو وہ قاضی کے حدود ولایت سے خارج ہیں۔

اور حدیقہ ندیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شرعی قاضی نہ ہوں وہاں مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ فصل خصومات کے لئے علماء کو اختیارات فصل قضایا دیں۔(۵) اور اپنے مقدمات کے ان سے فیصلے کرائیں اور ان کے فیصلے شرعی فیصلے ہوں گے۔ تو اگر مسلمان ایسا کرتے کہ کسی علاقہ میں ایک عالم کو خود مقرر کرلیتے اور سب اس بات کا معاہدہ کرتے کہ اپنے مقدمات کے اس عالم سے فیصلے کرائیں گے اور ان فیصلوں کو تسلیم کریں گے تو بے شک وہ ایسا

---

(۱) و خیار البلوغ لا یمتد الی آخر المجلس۔ (الہندیہ، باب فی الاولیاء، ۱: ۲۸۶، ماجدیہ)

(۲) وان لم تعلم بالنکاح فلھا الخیار حتی تعلم۔ (الھدایہ، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء، ۲: ۳۱۷، شرکت علمیہ)

(۳) و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح .. ولا یمتد الی آخر المجلس .. وان جھلت بہ لتفرغھا للعلم۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳: ۷۰، ۷۱، سعید)

(۴) ولکن اذا ولی الکافر علیھم قاضیاً ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ۔ (رد المحتار، کتاب القضاء، ۵: ۳۶۹، سعید)

(۵) واذا لم یکن سلطان ولا من لا یجوز التقلد منہ .. یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منھم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ویکون ھو الذی یقضی بینھم۔ (رد المحتار، کتاب القضاء، ۵: ۳۶۹، سعید)

کر سکتے تھے لیکن جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب کوئی حاکم یہ حق نہیں رکھتا جو اس قسم کے مقدمات میں فسخ کا فیصلہ اور حکم کرے اور اگر کوئی حاکم ایسا کرے تو اس کا فیصلہ معتبر اور موثر نہ ہوگا۔ سرکاری عدالتوں کے جج اور سب جج یہ کام اس لئے کر سکتے ہیں کہ ان کو حکومت غیر مسلمہ کی طرف سے قانونی طاقت حاصل ہے کہ ایسے مقدمات کو اسلامی حکم کے موافق فیصلہ کر دیا کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر کے آوارہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح

(سوال) زید نے اپنی ایک نابالغ لڑکی کا عمر کے ایک بالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا تھا، چونکہ لڑکی اس وقت نابالغ تھی اس لئے وہ باپ کے گھر رہی اور وداع نہیں کیا گیا تھا، نہ دونوں کے ساتھ خلوت ہوئی۔ اب جب کہ لڑکی بالغہ ہوئی ہے تو لڑکے والے وداع چاہتے ہیں لیکن لڑکی جانا نہیں چاہتی اور نہ وہ نکاح منظور کرتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لڑکا بد چلن ہے۔ کیا ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو گیا کہ نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۵۵ حکیم عظمت اللہ (کراچی) ۸ رجب سن ۱۳۵۶ھ م ۱۴ ستمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۴) خاوند کی بد چلنی اور فسق و فجور کی وجہ سے لڑکی حد بلوغ پر اپنا نکاح کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے فسخ کرا سکتی ہے۔ (عالمگیری)(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے، طلاق لئے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہیں

(سوال) زید نے تقریباً ایک سو آدمیوں کے سامنے بقائمی ہوش و حواس اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے سے باندھ دیا اور عام لوگوں کو معلوم کرا دیا۔ اس سے پہلے اس کے چچا نے لڑکی کی منگنی اسی لڑکے کے ساتھ کی تھی۔ اب زید لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جگہ دینے کو تیار ہے۔ کیا از روئے شرع وہ مجاز ہے کہ وہ لڑکی کا رشتہ کسی غیر شخص سے کر دے؟

المستفتی نمبر ۱۸۲۹ صوبیدار مولاداد صاحب (ضلع گجرات) ۳ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۹ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۵) جب کہ باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح ہوش و حواس کی حالت میں کر دیا ہے تو اب اس لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جگہ کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے

(سوال) زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دی اور زید کے نطفہ سے دو اولادیں نابالغ ہیں۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکا زید کے پاس رہا اور لڑکی کو بسبب زیادہ ہونے رغبت ماں کے اس کی ماں کو دے دیا اور طعام و لباس کا زید متکفل رہا۔ چند عرصہ کے بعد لڑکی کی ماں نے اپنا عقد ثانی کر لیا اور اپنے شوہر ثانی کے لڑکے سے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیا۔ لہذا یہ نکاح بلا اجازت باپ کی درست ہے کہ نہیں۔ اور یہ کہ لڑکی کو بسبب زیادہ ہونے رغبت ماں کے زید کا مجبوراً لڑکی کو دے دینا اور طعام و لباس کا متکفل رہنا کیا زید کی ولایت کو فسخ کرتا ہے اور لڑکی کے جملہ حقوق جو کہ باپ پر فرض ہیں، جیسے

(۱) باپ نے اگر حالت ہوش میں کسی ایسے شخص سے نکاح کیا جو فاسق ہو تو نکاح ختم نہیں ہوگا۔
رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل ظنه صالحاً لا يشرب الخمر فوجده الاب شريباً مدمناً وكبرت الابنة فقالت لا ارضى بالنكاح ان لم يعرف ابوه بشرب الخمر وغلبة اهل بيته الصالحون فالنكاح باطل اى يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الاكفاء ۱/۲۹۱ ط ماجدية)
(۲) ولزوم النكاح ... ان كان الولي ... ابا او جدا (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي ۳/۶۶ ط سعيد)

وراثت، پرورش تعلیم قرآن و مسائل ضروریہ کیا باپ سے جاتے رہیں گے اور یہ کہ لڑکی کی ماں حالت بیماری اپنے اقاربوں سے وصیت کرتی ہے کہ بعد میرے لڑکی کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا اور اس کے اقارب زید کو بلا کر کہتے ہیں کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی تمہاری کفالت میں دیتے ہیں اور تم لڑکی کے ولی ہو۔ زید لڑکی کو لا کر کچھ عرصہ بعد دوسری جگہ لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے۔ یہ نکاح ثانی درست ہے کہ نہیں اور لڑکی کے بالغ ہونے تک لڑکی کی رضامندی پر منحصر ہے کہ نہیں۔ تو کفالت لڑکی کی بالغ ہونے تک شرعاً باپ پر واجب ہے یا کسی دیگر لڑکی کی ماں کے رشتہ دار پر جس کی کفالت میں لڑکی کی پرورش حفاظت تعلیم دینی و تعلیم امور خانہ داری شامل ہیں۔ درحالیکہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی باپ کے پاس پہنچ گئی اور باپ ان تمام باتوں کی تعلیم پر سرگرم ہے۔

المستفتی نمبر ۱۹۳۲ سید پیارے علی تاجر عطر (بانس بریلی) ۲۱ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۲۷ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۶) (۱) یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو جائز ہوگا اور رد کر دے تو باطل ہوگا۔(۱) (۲) باپ کا حق ولایت باطل نہیں ہوا اور لڑکی کے حقوق تربیت و وراثت باپ کے ساتھ قائم ہیں۔(۲) اگر لڑکی کے باپ نے پہلے نکاح کو رد کر دیا ہے تو وہ باطل ہو گیا۔ اور دوسرا نکاح جو باپ نے کیا وہ صحیح اور درست ہو گیا۔

باپ ولی ہے اگرچہ کفالت نہ کرتا ہو

(سوال) الحمد للہ جواب فتویٰ صادر ہوا۔ نفس مطلب سے اطلاع ہوئی۔ مگر زید کے مخالف ایک بات پر معترض ہیں کہ زید جملہ اخراجات و ضروریات لڑکی کا کفیل نہیں تھا۔ یہ فتویٰ بھی جو سوال اول میں درج ہے بہ بنائے کل کفالت لباس و طعام کے تحت میں ولی کامل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ لہذا براہ خدا جواب ہر ایک بات کا تفصیل کے ساتھ مرحمت فرمایئے تاکہ اتمام حجت ہو۔

المستفتی نمبر ۱۹۶۸ سید پیارے علی صاحب تاجر عطر (بریلی) ۲۶ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م یکم نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۷) لڑکی کا باپ حقیقی ولی ہے۔ خواہ وہ لڑکی کے نان نفقہ کا کفیل ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ لڑکی سے منقطع ہو جائے اور خواہ لڑکی ماں کے پاس رہتی ہو یا باپ کے ساتھ۔ غرض ہر صورت میں باپ ولی ہے اور نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہوتا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ماں کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ ہے

(سوال) ایک لڑکی مسماۃ ہو لا سات یا آٹھ سال کی ہوئی کہ اس کے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس کی والدہ نے ایک اور نکاح کر لیا۔ آج سے ڈیڑھ سال پیشتر اس کی والدہ نے اس کی شادی ایک جگہ پر کر دی لیکن وہ لڑکی اب تک نابالغ ہے اور لڑکی کا دل اس خاوند سے بالکل نہیں ملتا اور وہ چھ سات ماہ سے اپنی والدہ کے گھر آگئی ہے اور جب اس کی والدہ نے اس کی شادی کی اس وقت مسماۃ ہو لا بارہ تیرہ سال کی ہوگی اور ہو لا کے جائز وارث اس کے چچازاد بھائی ہیں جو اس کے نکاح میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

---

(۱) فلو زوج الا بعد حال قیام الا قرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولی، ۳/ ۸۱، سعید)

(۲) قال الامام ابو منصور یجب علی المومن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان۔ (الدر المختار، کتاب الھبۃ، ۶/ ۶۸۷)

(۳) وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر۔ (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولی، ۳/ ۵۵، سعید) وفی الخلاصۃ: ولی المرأۃ فی تزویجھا ابوھا وھو اولی الاولیاء۔ (خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب النکاح، ۲/ ۱۸، بیروت)

المستفتی نمبر ۱۹۷۵ انعام حسین (بوسال۔ ضلع گجرات، پنجاب) ۲۷ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۲ نومبر سن ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۰۸) ماں نے نابالغ لڑکی کا جو نکاح کر دیا ہے اگر لڑکی کا اور ولی نہیں ہے تو یہ نکاح منعقد تو ہو گیا، (۱) مگر لڑکی کو بالغ ہونے کے وقت اختیار ہو گا کہ چاہے اسے قبول کرے اور چاہے رد کر دے اگر بالغ ہوتے ہی اس نے رد کر دیا تو پھر حاکم اس نکاح کو باطل کر دے گا۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے

(سوال) لڑکی کی عمر چودہ سال کی ہونے والی ہے مگر لڑکی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے۔ کل علامات موجود ہیں ماہواری ہوتی ہے۔ لڑکی چاہتی ہے کہ اپنا نکاح اپنی خواہش سے جس سے چاہوں کر لوں۔ لڑکی کا باپ بھی زندہ ہے مگر لڑکی اپنی ماں کے پاس رہتی ہے۔ لڑکی کا باپ ایک بازاری عورت کے پاس رہتا ہے۔ آٹھ دس برس سے اپنے بیوی بچوں کو روٹی کپڑا نہیں دیتا۔ لڑکی کی ماں اور ایک لڑکا نابالغ اور ایک لڑکی یہ جو اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے یہ تینوں مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ لڑکی چونکہ بالغ ہو گئی ہے وہ اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا لڑکی بحیثیت بالغ ہونے کے نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۱۶ سید محمد ابراہیم جعفری بہاولپور۔ ۱۰ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر سن ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۰۹) اگر لڑکی کو ایام ماہواری آنے لگے ہیں تو وہ بالغہ ہو گئی ہے اور اس کو اپنی مرضی سے اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔(۳) اگرچہ اس کی عمر ابھی چودہ سال کی ہے مگر ایام ماہواری شروع ہو جانے پر بالغہ ہو جانا متحقق ہے۔ البتہ ایام ماہواری شروع نہ ہوں تو پھر پندرہ سال کی عمر ہو جانی لازم ہے۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ناجائز اولاد کی ولایت کس کو ہے؟

(سوال) مسماۃ فتح منکوحہ مدخولہ نور احمد کا صلحو سے تعلق ناجائز پیدا کر کے اس کے ہمراہ اغوا ہو گئی۔ صلحو کے نطفہ حرام سے چند لڑکے لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ ایک لڑکی بالغہ ہے اور دوباقی جو اولاد ہیں وہ بالغ نہیں۔ مرور زمانہ فتح کے ہوش بجا ہونے اور فتح مذکورہ کا بیان ہے کہ وہ اپنی جملہ اولاد لے کر اپنے جائز خاوند کے پاس پہنچ جائے اس کے دیگر رشتہ دار بھی تھے۔ عورت مذکورہ کا بیان ہے کہ چند دن تک میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاوند کے آگے گڑگڑاتی اور خوشامد کرتی رہی کہ میرے قصور سے درگذر فرمایا جائے اور اپنے گھر میں جگہ دی جائے اور اس اولاد کا بھی وارث ہو جانا چاہئے جو کہ ..... صلحو کے نطفہ حرام سے ہے لیکن فتح بیان کرتی ہے کہ میرے جائز خاوند نور احمد نے کہا کہ میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ میرا تمہاری بابت اور اس اولاد کی بابت کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ آخر فتح نا امید ہو کر واپس صلحو کے پاس آئی اور نشیب و فراز زمانہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مسماۃ فتح اپنی جملہ اولاد بالغ اور نابالغ کا عقد نکاح صلحو کے رشتہ داروں سے کرنا چاہتی ہے۔ سو غرض یہ ہے کہ صلحو اور رشتہ داران صلحو کو حق ولایت حاصل

(۱) وان لم یکن عصبة فالولایة للام (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۷۸، سعید)
(۲) وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۵، ماجدیة)
(۳) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی بکرا کانت او ثیبا (الهدایة، کتاب النکاح، ۲/ ۳۱۳، شرکة علمیة)
(۴) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیهما شیء فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، به یفتی (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام، سعید)

(جواب ۱۱۴) یہ عذرکہ بوقت نکاح شوہر بچہ تھا اس لئے نکاح صحیح نہیں ہوا اگرچہ قبول اس کے جائز ولی نے کیا تھا غلط اور مہمل ہے۔ جائز ولی کے قبول کرنے سے نکاح صحیح ہو گیا۔(۱) اور حنفیوں کے نزدیک نابالغ(۲) اور اس کے ولی کی طلاق غیر معتبر ہے۔(۳) پس صورت مسئولہ میں نکاح اول قائم ہے اور اس کی صحت اور قیام کی صورت میں نکاح ثانی ناجائز ہے۔(۴) جو لوگ نکاح ثانی میں شریک تھے اور ان کو نکاح اول کا علم تھا وہ سب گنہگار ہوئے ان پر توبہ واجب ہے ان کے کفر کا حکم کرنا لازم نہیں ہاں توبہ کرنی لازم ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے

(سوال) مسماۃ ہندہ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح اپنی اجازت سے کر دیا۔ لڑکے کے باپ موجود نہیں انتقال کر چکے ہیں۔ اس کے باپ کے چچا موجود ہیں لیکن وہ اپنے باپ کے انتقال پر سسرال سے میکے گئی تھی۔ اس وقت سے سسرال واپس نہیں آئی اور چچا کی عدم موجودگی میں اپنی اجازت سے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا۔ آیا یہ نکاح از روئے شرع جائز ہوا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۵۸ چودھری عبدالرحمن صاحب (ضلع جالون) ۲۷ شوال سن ۱۳۵۶ھ

(جواب ۱۱۵) جب کہ نابالغ لڑکے کے چچا یا اس کے باپ کے چچا موجود ہیں تو ہندہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں۔ یہ نکاح لڑکے کے چچا یا اس کے باپ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہے۔(۶) اگر وہ خبر پا کر جائز رکھیں تو صحیح ورنہ باطل ہو جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

نکاح پر نکاح پڑھانے والے کا حکم

(سوال) مسماۃ فضل بیگم نابالغہ ولد احمد قوم حجام کا نکاح اس کے چچازاد بھائی حکیم محمد دین امام دین اور اس کی والدہ نے سن ۱۹۲۱ء میں پڑھایا تھا اور مسماۃ فضل بیگم نابالغہ کے باپ دادا فوت ہو چکے تھے اور حقیقی بھائی کوئی نہیں تھا اس نے چچازاد بھائیوں اور والدہ نے نکاح پڑھا لیا۔ اب بہت مدت گزر جانے کے بعد اس کی والدہ نے اس کا نکاح دوسری جگہ ۱۹۳۸ء میں پڑھوا دیا ہے کیا پہلا نکاح درست ہے یا دوسرا۔ دوسرا نکاح واقع نہ ہوا تو جنہوں نے پہلے نکاح کی موجودگی میں نکاح پڑھایا۔ نکاح خواں۔ شاہدین کے حق میں کیا ارشاد ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۸۵ ناظم مدرسہ عربیہ ڈنگہ (ضلع گجرات) ۵ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ ۵ جون سن ۱۹۳۸

(جواب ۱۱۶) چچازاد بھائی ولی تھے اور ان سے قریب تر کوئی اور ولی نہیں تھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا تھا۔(۷) اور جب تک وہ نکاح قائم ہے دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا۔(۸) اس کی والدہ نے دوسرا نکاح کیوں طور کس وجہ سے کیا۔ پہلے نکاح

---

(۱) والولي النكاح الصغير والصغيرة۔ (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، ۳/ ۶۵ ط سعيد)
(۲) فلا يصح طلاق صبي۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، ۳/ ۲۴۳ ط سعيد)
(۳) او اهله زوج عاقل بالغ وفي الرد احترز بالزوج عن سيد العبد ووالد الصغير۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، ۳/ ۲۳۰ ط سعيد)
(۴) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، ۱/ ۲۸۰ ط ماجدية)
(۵) يجب ان يعلم انه اذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان لم تكن له نية حمل المفتي كلامه على وجه لا يوجب التكفير ويؤمر بالتوبة والاستغفار واستحداث النكاح۔ (التاتارخانية، ۵/ ۴۵۸)
(۶) فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته۔ (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، ۳/ ۸۱ ط سعيد)
(۷) والولي النكاح الصغير والصغيرة (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، ۳/ ۶۵ ط سعيد)
(۸) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، ۱/ ۲۸۰ ط ماجدية)

کے قائم ہونے کی صورت میں دوسرا نکاح پڑھانا بغیر کسی معقول وجہ شرعی کے حرام ہے اس لئے نکاح پڑھانے والے اور شرکاء جن کو اس بات کا علم تھا کہ لڑکی منکوحہ ہے، سب گنہگار اور فاسق ہوئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

نابالغہ کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں

(سوال) سکینہ بیگم اپنی نابالغہ لڑکی رئیسہ بیگم کی شادی اپنی مرضی اور خوشی سے کر سکتی ہے یا نہیں اس صورت میں جب کہ رئیسہ بیگم کا والد و دادا و چچا رضامند نہ ہوں اور موجود بھی ہوں اور اگر سکینہ بیگم اپنی لڑکی نابالغہ رئیسہ بیگم کے والد و دادا و چچا کے خلاف مرضی شادی کردے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں اور رئیسہ بیگم کا ولی اس کا والد نصیر الدین یا اس کے چچا یا اس کا دادا قاضی بشیر الدین یا اس کی والدہ سکینہ بیگم مذکورہ بالا اشخاص میں سے کون ہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۶ قاضی محمد رفیع الدین صاحب میرٹھ۔ ۷ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۷ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۷) نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ باپ ولی ہے باپ کی موجودگی میں ماں کو حق ولایت حاصل نہیں۔ باپ کے بعد اگر دادا موجود ہوگا تو وہ ولی ہوگا اور جب تک کوئی عصبہ موجود ہو ماں ولی نہیں ہوگی۔(۲) اگر ماں ولی جائز کی اجازت کے بغیر نابالغہ لڑکی کی شادی کردے گی تو وہ شادی ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی۔(۳) ولی اگر ناراضی کا اظہار کردے گا تو شادی باطل ہو جائے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تایا زاد بھائی اور بہن میں سے ولایت کس کو ہے

(سوال) میرے والدین انتقال کر گئے۔ ہم دو بہنوں کے سوا اور کوئی لڑکا نہیں۔ ایک کی شادی ہو گئی۔ دیگر نابالغ خدا بخش ہے کیا شرعاً نابالغہ خدا بخش لڑکی کی شادی کرنے کا حق حقیقی بہن کو ہے یا قریبی رشتہ دار یعنی تایا زاد بھائی کو۔

المستفتی نمبر ۲۲۹۸ عباس خاں صاحب (راج پوتانہ) ۷ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۷ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۸) نابالغہ لڑکی کی شادی تایا زاد بھائی کی اجازت سے ہوگی(۴) اور اگر نابالغہ خدا بخش لڑکی بالغ ہو تو پھر اس کی اپنی اجازت اور رضامندی سے اس کی شادی ہو سکتی ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے

(سوال) ایک لڑکا نو دس سالہ یتیم ہے اور اس کا ایک چچا جو اس کے باپ کا چچا زاد بھائی ہے موجود ہے۔ اس چچا کی عدم موجودگی میں اس لڑکے یتیم کی والدہ نے اپنی رضامندی سے کسی جگہ اس اپنے لڑکے کا نکاح کرا لیا ہے اور یہ چچا اس لڑکے کے اس نکاح سے سخت ناراض اور ناخوش ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس لڑکے کا نکاح اپنی رضامندی سے کسی دوسری جگہ کروں اور اس رشتہ کو چھوڑ دوں۔ آیا اب شریعت مقدسہ اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے۔ کیا اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں اور کیا صورت اس کے فسخ ہونے کی ہے یعنی اس نابالغی کی حالت میں اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے یا کہ بعد بلوغ کے اور لڑکے کے بالغ ہونے کی شریعت مقدسہ نے کیا حد مقرر کی

---

(۱) والفتوی علی التزویج ان استعمل مستحلا کفر والا لا، فان ارتکب من غیر استحلال فسق۔ (شرح فقہ الاکبر لملا علی قاری، ۱۸۸)

(۲) فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولی ۳/ ۸۷، سعید)

(۳) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولی، ۳/ ۸۱، سعید)

(۴) واقرب الاولیاء الی المرأۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب ... ثم العم ... ثم ابن العم۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، باب الرابع ۱/ ۲۸۳، ماجدیہ)

(۵) وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا وان لم یعقد علیہا ولی۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح باب فی الاولیاء ۲/ ۳۱۳، شرکت علمیہ)

جب اس کو حیض اول آیا تو وہ اس وقت اپنی خالہ کے پاس گئی تھی۔ اس نے فوراً اپنی خالہ کو یہ کہا "چار اشخاص کو بلاؤ کیونکہ میں بکر کے ساتھ اپنا نکاح نہیں رکھنا چاہتی۔" چنانچہ اس کی خالہ جا کر چار پانچ اشخاص کو بلا لائی۔ اس لڑکی نے ان کو کہا کہ جو نکاح عمرو نے اپنے لڑکے بکر سے کیا ہے وہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے۔

(۱) کیا لڑکی کے ان الفاظ ذیل "چار اشخاص بلاؤ کیونکہ میں بکر کے ساتھ اپنا نکاح رکھنا نہیں چاہتی" کے کہنے سے اس مجلس میں نکاح کا نامنظور کرنا پایا جاتا ہے یا صرف نامنظور کرنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے یا جب گواہان مجلس دوئم میں آئے ہیں تب اس نے نامنظور کیا ہے۔

چار اشخاص بلاؤ کہنے سے جو تاخیر واقع ہوئی اس سے کیا خیار بلوغ جاتا رہے گا؟

(۲) "چار اشخاص بلاؤ" کے الفاظ جو الفاظ ذیل "بکر کے ساتھ اپنا نکاح نہیں رکھنا چاہتی" کے پہلے بیان ہوئے ہیں زائد الفاظ ہیں اور ان کے کہنے سے کوئی تاخیر واقع ہوئی ہے۔ یا مسلسل کلام ہونے کی وجہ سے کوئی تاخیر رونما نہیں۔

المستفتی نمبر ۲۴۰۲ سید حسین صاحب منصف درجہ اول (بہاولپور اسٹیٹ) ۱۲ رجب سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۱۲۱) اس قول سے نکاح سے راضی نہ ہونا اسی مجلس میں پایا جاتا ہے۔ دوسری مجلس میں گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار ہے۔ لہذا اس کے اس قول سے مجلس بلوغ میں نکاح سے ناراضی کا اظہار ہو گیا۔ ایسی تاخیر مضر نہیں ہے اور اس سے اس کا خیار باطل نہیں ہوا(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نانا کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے

(سوال) مسماۃ ہندہ کا شوہر زید بوجہ نزاع باہمی کے مسماۃ ہندہ اپنی زوجہ منکوحہ کو جب کہ وہ حاملہ تھی چھوڑ کر اپنی قدیم جائے سکونت پر چلا گیا۔ بعدہ جانے زید کے مسماۃ ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی۔ زید بسلسلہ تجارت برابر آتا جاتا ہے۔ ہندہ کے پدر نے بلا اجازت زید کی لڑکی کا عقد نکاح زمانہ نابالغی کر دیا۔ اب لڑکی جوان العمر بالغ ہے۔ عقد سے قطعی انکار کرتی ہے اور نکاح سے تا ایں دم لڑکی شوہر کے یہاں بھی نہیں گئی ہے۔ زید اپنی قدیم سکونت موضع خانپور میں موجود ہے۔ ایسی صورت میں نکاح بغیر مرضی زید جائز ہوا یا نہیں۔ فقط

المستفتی نمبر ۲۴۰۵ عبداللہ صاحب لکھنؤ۔ ۳ رجب سن ۱۳۵۷ھ م ۳۰ اگست سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۲۲) جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے تو لڑکی کے نانا نے جو نکاح کر دیا تھا وہ نکاح لڑکی کے باپ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف تھا۔ اگر باپ نے اجازت دے دی تھی تو نکاح ہو گیا تھا اور اگر اس نے نارضامندی ظاہر کی یا منع کیا تو نکاح اسی وقت باطل ہو گیا تھا(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ نے لالچ کی وجہ سے لڑکی کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کر دیا، یہ فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال) زید نے اپنی لڑکی کی شادی دولت کے لالچ میں خلاف مرضی لڑکی بکر سے ریاست [illegible] میں کر دی۔ لڑکی

(۱) لو اختارت نفسها كما بلغت واشهدت على ذلك صح (الخانية، كتاب النكاح، فصل في الاولياء ۱/ ۳۵۵ ط ماجدیہ)
(۲) لو بلغت وقالت الحمد لله اخترت نفسي فهي على خيارها وينبغي ان تقول فور البلوغ اخترت نفسي ونقضت النكاح فعنده لا يبطل حقها بالتاخير (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي ۳/ ۷۰ ط سعيد)
(۳) فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي ۳/ ۸۱ ط سعيد)

چار روز بکر کے پاس رہ کر واپس دہلی چلی گئی۔ زید سے لڑکی نے اصرار کیا کہ بکر سے فیصلہ کرا دو۔ زید نے بکر اور اس کے سرپرستوں کو جو کہ غیر اشخاص ہیں بلا کر ایک تحریر دوسری جگہ لکھوائی کہ بکر کا علاج کرو۔ اور تین ماہ کا خرچہ خوراک ادا کر دو تو لڑکی کو کسی نہ کسی صورت سے بھیج دوں گا۔ لڑکی کو زید نے وہی تحریر دکھا کر کہا کہ تم کو طلاق دلوائی ہے۔ دو تین روز بعد لڑکی کو شبہ ہوا اور زید سے کہا کہ طلاق نہیں دلوائی ہے بلکہ مجھ کو دھوکہ دیا ہے۔ اس پر زید نے لڑکی کو زہریلی چیز کھانے میں کھلا دی جس سے لڑکی کی موت واقع نہ ہوئی۔ صحتیاب ہونے پر لڑکی نے پوشیدہ طور پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کو اس امر کی درخواست دی۔ تین پولیس کی پرائیویٹ ہدایت پر زید اور اس کے دوستوں نے لڑکی کو زبردستی موٹر میں ڈال کر رات ہی رات ریاست بھرتپور بکر کے سرپرستوں کے پاس چھوڑ آئے اور بکر کے سرپرستوں کو ہدایت کر دی کہ لڑکی کو دہلی اس کی بہن و بھائی سے ملنے کے لئے نہ بھیجنا۔ اگر لڑکی جانے کے لئے اصرار کرے تو جان سے مار دینا مگر دہلی نہ بھیجنا۔ زید نفس پرست شخص ہے اور اپنی بیوی کو بھی زہر دے کر ختم کر چکا ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکی کا نکاح قائم رہا یا نہیں۔ اگر نہیں تو زید کس سزا کا مستحق ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۶۱ زہرہ بیگم کوچہ تارا خان دہلی۔ ۱۷ محرم سن ۱۳۵۸ھ م ۹ مارچ سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۲۳) اگر یہ واقعات صحیح ہیں۔ اور لڑکی بوقت نکاح نابالغہ نہیں تھی۔ بلکہ بالغہ تھی اور اس کی مرضی کے خلاف جبراً باپ نے نکاح کر دیا اور جبراً رخصت کر دی تھی تو وہ نکاح ہی صحیح اور جائز نہیں ہوا۔(۱) اور لڑکی بذریعہ عدالت اپنی گلو خلاصی کر سکتی ہے۔ باپ نے اگر لڑکی کو زہر دیا یا دلوایا ہے تو وہ سخت ظالم ہے اور قابل سزا ہے اور اس کی ولایت لڑکی پر باقی نہیں رہتی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے؟

(سوال) زید کہتا ہے کہ حنفی لوگ کنواری، آزاد، عاقلہ، بالغہ، مطلقہ، بیوہ، آزاد، عاقلہ بالغہ عورتوں کا نکاح بغیر ولی کے کر دیتے ہیں جو ان کی اپنی فقہ کی رو سے جائز مگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم صریح کے خلاف ہوتا ہے۔ ثبوت میں حدیث ترمذی حضرت عائشہ صدیقہؓ (بغیر ولی کے نکاح باطل باطل باطل) پیش کی۔ دوسری دلیل حدیث مسند امام احمدؒ بیہقی طبرانی وغیرہ ہم ہیں (جس کا مطلب۔ نکاح نہیں ہوتا بغیر ولی اور دو گواہوں کے) بیان کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ تو بغیر ولی کے کنواری بیوہ مطلقہ کا نکاح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۰۳ محمد عبدالغنی صاحب ہوشیارپوری۔ (پنجاب) ۶ صفر سن ۱۳۵۸ھ م ۲۸ مارچ سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۲۴) قرآن پاک میں ہے۔ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی:(۳) نکاح کرے عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرنا عورت کے اختیار میں اللہ پاک نے دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کرے وہ عورت کا دوسرے خاوند سے اور مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ الایم احق بنفسها من ولیها۔(۴) ایم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے کہ وہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) لاینفذ عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الاولیاء، ۳/ ۱۱۸، بیروت)

(۲) وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفهه او لطمعه لا یجوز عقده اجماعا۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۶، سعید) (۳) البقرة: ۲۳۰

(۴) الصحیح للمسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح، ۱/ ۴۵۵، قدیمی

لڑکی کی حد بلوغت

(سوال) ایک شخص نے باوجود بیوی منکوحہ کے ایک اور عورت مطلقہ سے نکاح کر لیا تھا اس شخص سے اس مطلقہ عورت کے ایک لڑکی ہوئی۔ اس کے بعد شخص مذکور مر گیا بعد مرنے شخص مذکور عورت مذکورہ نے خاوند مذکور کے گھر سے ایک گونہ تعلق سا رکھا مگر کبھی کبھی خاوند کے گھر بھی رہ جاتی۔ لڑکی مذکور کبھی اپنی ماں کے پاس اور بیشتر اپنے دادا، دادی اور چچا حقیقی کے پاس رہتی رہی۔ اب لڑکی کی عمر ۱۳ سال ۸ ماہ کی ہے جو دادی کے پاس ہے۔ اب لڑکی کو اس خیال سے کہ لڑکی قابل نکاح ہے ماں اس کا کسی غیر کفو وغیرہ میں نکاح نہ کر دے روک لیا ہے۔ اس پر لڑکی کی ماں نے دادا پر لڑکی کا دعویٰ کیا۔ واقعات بالا کی صورت میں حسب ذیل قابل تحقیق ہے۔

(۱) لڑکی سال قمری کے موافق کس مدت میں بالغ ہوتی ہے؟

(۲) دادا، دادی، چچا اور ماں میں ولایت کس کو ہے دادا، دادی، چچا حقیقی اور ماں حقیقی میں سے لڑکی کے نکاح کی ولایت کا کون مستحق ہے؟

المستفتی نمبر ۲۵۳۸ شجاعت حسین صاحب۔ (آگرہ) ۹ رجب سن ۱۳۵۸ھ ۲۶ اگست سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۲۵) (۱) پندرہ سال کی عمر پوری ہو جائے یا اس سے پہلے اسے حیض آنے لگے تو لڑکی بالغہ قرار دی جاتی ہے۔ (۱)

(۲) ولایت نکاح صرف دادا کو حاصل ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دادی، چچا اور ماں کو ولایت حاصل نہیں ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نابالغی کی حالت کا انکار معتبر نہیں

(سوال) جولائی سن ۱۷ء میں ہندہ پیدا ہوئی۔ اس کا باپ چھ دنوں بعد فوت ہو گیا۔ مارچ سن ۲۹ء میں ہندہ کے چچا نے اپنی حق ولایت کی بنا پر اس کا نکاح اپنے بیٹے زید سے بعمر (۷) سال کر دیا مگر رسم نکاح کی ادائیگی کے وقت ہندہ برابر کہتی رہی کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں میرے چچا مجھے ذبح کر رہے ہیں۔ میں ہرگز یہ نکاح قبول نہیں کرتی۔ ادھر ولی نے ایجاب و قبول کے سب مراحل و مراسم طے کر دیئے اور ہندہ اپنی نفرت و ناراضی کا اظہار کرتی رہی اور جہاں تک معلوم ہے آج تک زید و ہندہ میں باوجود ایک گھر میں رہنے سہنے کے کوئی تعلق یا دنا تاوزن و شوہر عمل میں نہیں آیا بلکہ ہندہ زید کی صورت سے سخت متنفر اور بیزار رہتی ہے اگست سن ۳۵ء میں ایک ناگوار واقعہ اور پیش آیا کہ ہندہ کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کی بابت ہندہ نے نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ یہ لڑکی زید کی نہیں ہے۔ بعد از ان ہندہ اب تک اس امید میں تھے کہ شاید امتداد زمانہ سے ہندہ اس تعلق پر کسی طرح راضی ہو جائے مگر نفور روز افزوں ہے۔ مجبوراً اب انہوں نے باب شریعت پر دستک دی ہے اور اس کا سوال ہے کہ کیا از روئے حکم شرعی ہندہ اس نکاح کی پابند ہے؟ اور کیا ہندہ بغیر طلاق لیے ہوئے دوسرے نکاح کی مجاز و مختار ہے؟ اور کیا وہ نکاح شرعاً صحیح و جائز ہو گا؟

المستفتی نمبر ۲۲۳۱ محمد یوسف اعظمی (اعظم گڑھ) ۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۹ھ م ۹ جولائی سن ۱۹۴۰ء

(۱) والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ، بہ یفتی۔ (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام ۶/ ۱۵۳ سعید)

(۲) وولی المرأۃ فی تزویجھا ابوھا وھو اولی الاولیاء ثم الجد ابو الاب۔ (خلاصۃ الفتاویٰ کتاب النکاح ۲/ ۱۸ بیروت)

فسخ قاضی کے بغیر خیار بلوغ استعمال کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(سوال) ایک لڑکی نابالغہ کو تعلیم دی گئی تھی کہ تو جب بالغہ ہو جائے اسی وقت فی الفور بلا درنگ اپنے نکاح کو فسخ کر دے۔ لڑکی نے بالغ ہونے پر دو گواہ بنا کر کہا کہ اب میں بالغہ ہو گئی ہوں تم گواہ رہو کہ میں نے نکاح کو توڑ دیا ہے۔ لیکن قبل از قضاء و تحکیم پھر لڑکے اور لڑکی نے صلح کر لی ہے۔ کیا وہی پہلا نکاح قائم ہے یا از سر نو ایجاب و قبول کرنا لازم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۸۹ مولوی احمد الدین تجیاوی۔ سرگودھا۔ ۱۳ ربیع الاول سن ۱۳۶۲ھ

(جواب ۱۲۸) خیار بلوغ کے ماتحت بلوغ کے وقت عورت کے انکار کر دینے اور نکاح کو فسخ کر دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی نکاح کو فسخ نہ کرے نکاح قائم رہتا ہے۔ لہذا قضاء سے قبل دونوں بدستور زن و شوہر ہیں اور اس طرح رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیه (در مختار) (۱) فیتوارثان فیه ای فی هذا النکاح قبل ثبوت فسخه (رد المحتار) لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (۲) (رد المحتار) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سوتیلے بھائی جب خیر خواہ نہ ہوں تو ان کی ولایت صحیح ہے یا نہیں؟

(سوال) زید فوت ہو گیا اور پس ماندگان میں اس کی زوجہ اور ایک دختر دو لڑکے موجود ہیں۔ چونکہ یہ تینوں بچے نابالغ ہیں۔ دونوں لڑکے لڑکی سے بھی چھوٹے ہیں اور لڑکی کے نکاح کا معاملہ درپیش ہے۔ زید کی اور بطن زوجہ اول سے دو سوتیلے بھائی ہیں اور ہندہ زوجہ ثانی متوفی سے باہم عداوت اور جائیداد نقدی اور ولایت نابالغان پر عرصہ دراز سے مقدمہ بازی ہے۔ ہندہ بھی مقابلہ ولایت ذات و جائداد کی بابت عدالت مجاز میں دعویدار ہے۔ اور سر دست مسئلہ نکاح دختر زیر تصفیہ ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ ولی ذات و مجاز اجازت کون ہے اور شرعاً کس کو منصب ہے۔ ہندہ کا باپ یعنی نابالغہ کا حقیقی نانا بھی زندہ ہے۔ پس سوتیلے بھائیوں کو حق ہے یا لڑکی کی والدہ یا نانا کس کی اجازت احق و مقدم و جائز ہو گی؟

المستفتی محمد رکن الدین دہلوی ریاست بے پور بھرت پور

(جواب ۱۲۹) ان نابالغوں کے نکاح کی ولایت ان کے سوتیلے علاتی بھائیوں کو حاصل ہے (۳) ان کے ماں اور نانا ولی نہیں ہیں۔ (۴) لیکن اگر علاتی بھائیوں کی مخالفانہ کارروائیاں واضح ہوں اور وہ لڑکی کی خیر خواہی کے خلاف نکاح کرنا چاہیں تو قاضی بعد تحقیقات ان کو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے۔ (۵) یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہو جائے اور وہ اپنی مرضی اور اپنے اذن سے نکاح کر لے۔ (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے

(سوال) متعلقہ ولی اقرب و ولی ابعد۔

المستفتی نمبر ۲۱۰۱ احمد جلیل کوچہ دکھنی رائے دہلی ۲۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۶ھ م یکم ستمبر سن ۱۹۳۷ء

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۷۰ ط سعید (۲) ایضاً
(۳) اقرب الاولیاء الی المرأة الابن ... ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب (الهندية، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۳ ماجدیہ)
(۴) فان لم یکن عصبة فالولایة للام (الدر المختار، النکاح، باب الولی ۳/ ۷۸ سعید)
(۵) لیکن اگر وہ مختار [illegible] ولایت ختم [illegible] وفي الرد: حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعاً (رد المحتار، النکاح، باب الولی ۳/ ۶۶ سعید)
(۶) ونفذ نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی (الهدایة، باب فی الاولیاء ۲/ ۳۱۳ شرکت علمیہ)

(جواب ۱۳۰) ولی اقرب نے جب ولی ابعد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا اور لڑکی کو واپس لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا تو ابعد کا کیا ہوا نکاح باطل ہو گیا۔ (۱) اس کے بعد جب خاوند نے لڑکی سے وطی کی تو وہ وطی ناجائز واقع ہوئی اور جب لڑکی ولی اقرب کے قبضہ میں آگئی تو اب جدید فسخ کرانے کی ضرورت نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ولی کا مجلس نکاح میں ہونا رضامندی پر دلالت نہیں کرتا

(از سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) ہندہ کے والد کا انتقال ہو چکا۔ اور اس نے اپنے چچا کی سرپرستی میں پرورش پائی ہے۔ جب ہندہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو اس کا نکاح زید سے کر دیا گیا۔ اس صورت سے کہ ہندہ کو بالغ تصور کیا گیا۔ ہندہ اس وقت نابالغ تھی اس لئے اس کے دادا سے اجازت نکاح چاہی گئی مگر دادا زید کے ساتھ اس کا نکاح کرنے سے ناخوش ہیں اس لئے انکار کیا۔ تو ہندہ کے چچا نے ہندہ کی دلدی سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر دیا۔ حالانکہ ہندہ کی والدہ بھی حیات ہے اور وہ بھی اس نسبت سے ناخوش ہے۔ مگر یہ بھی ہوا کہ ہندہ کے دادا اور والدہ ہر محفل نکاح میں شریک رہے۔ اب آٹھ ماہ کے بعد رخصتی کرنے کا قصد کیا گیا تو ہندہ انکار کرتی ہے۔ اور اس کی ماں اور دادا بھی اس سے متفق ہیں۔ کیونکہ زید کا چال چلن بہت خراب ہے۔

(جواب ۱۳۱) نکاح درست نہیں ہوا۔ کیونکہ ہندہ کی نابالغی کی صورت میں ولایت نکاح دادا کو حاصل تھا۔ (۲) اور جب کہ اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو نکاح درست نہیں ہوا۔ (۳) اور اگر ہندہ بالغہ تھی تو خود اس کی اجازت و رضامندی ضروری تھی۔ اگر اس کی خلاف مرضی نکاح کر دیا گیا تو بھی ناجائز ہوا۔ (۴) دادا کے انکار صریح کے بعد اس کی شرکت مجلس قائم مقام اجازت کے نہیں ہو سکتی (۵) کیونکہ شرکت سے دلالت اجازت نکلتی ہے اور صراحت کے ہوتے ہوئے دلالت کام نہیں کر سکتی۔ (۶)　　　فقط محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی

بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) ہندہ نے اپنی پندرہ سالہ لڑکی کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ایک دوسرے مقام پر لے جا کر لڑکی کے علم کے بغیر اس کا نکاح کر دیا۔ لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو موقع پا کر بھاگ کے اپنے باپ کے پاس چلی آئی اور پانچ برس سے وہ اپنے باپ کے پاس ہے۔ باپ اس کا نکاح پڑھانا چاہتا ہے مگر کوئی اس سے نکاح کرنے پر اس خیال سے تیار نہیں ہوتا کہ اس کا پہلا شوہر خلل اندازی نہ کرے۔

---

(۱) فلو زوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته وفي الرد. فللولي الا عتراض مالم يرض صريحا او دلالة كقبض المهر و نحوه ۔ (رد المحتار، النکاح، باب الولی، ۳ / ۸۱، سعید)

(۲) ولي المرأة في تزويجها ابوها وهو اولى الاولياء ثم الجد ابو الاب ۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، ۲ / ۱۹، بیروت)

(۳) فلو تزوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳ / ۸۰، سعید)

(۴) ولا يجبر البالغة البكر على النكاح لا نقطاع الولاية بالبلوغ ۔ الدر المختار، النکاح، باب الولی ۳ / ۵۸، سعید)

(۵) فلا يكون سكوته اجازة لنكاح الا بعد وان كان حاضرا في مجلس العقد مالم يرض بالعقد صريحا او دلالة رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي ۳ / ۸۱، سعید) (۶) لان الصريح يفوق الدلالة ۔ (رد المحتار، باب المہر ۳ / ۵۷، سعید)

(جواب ۱۳۲) بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے نہیں ہو سکتا۔(۱) اور جب کہ لڑکی نکاح کی خبر پا کر اظہار ناراضی کے طور پر بھاگ آئی تو نکاح جو (بطور نکاح فضولی) منعقد ہوا تھا باطل ہو گیا۔(۲) اور دوسرا نکاح اس کا بلا تامل جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

ایجاب وقبول کے بغیر صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) ایک لڑکی نابالغہ بعمر گیارہ ماہ اور لڑکا بعمر ۵ سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلایا گیا تھا۔ اب اس نکاح کو عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے اور لڑکا نہایت بد چلن اور خدا ورسول سے بالکل ناواقف ہے۔ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

(جواب ۱۳۳) اگر ان دونوں نابالغ بچوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا تھا تو نکاح صحیح لازم ہو گیا۔(۳) لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک فریق یا دونوں فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا بلکہ کسی اور جائز ولی نے نکاح کیا تھا تو نکاح صحیح تو ہو گیا مگر جس فریق کے باپ نے نکاح نہیں کیا ہے اس کو خیار بلوغ حاصل ہے یعنی وہ بالغ ہوتے ہی اگر انکار کر دے تو نکاح بحکم قاضی فسخ ہو سکتا ہے۔(۴) واضح رہے کہ دادا کا کیا ہوا نکاح باپ کے کئے ہوئے نکاح کی طرح فسخ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اولیا مثلاً بھائی، چچا وغیرہ کے کئے ہوئے نکاح فسخ ہو سکتے ہیں۔ اور اگر نکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا بلکہ صرف شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کر دم کر دیا اور زوجین کو پلا دیا تھا اور اسی فعل کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو در حقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۵) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، بھائی کی رضامندی شرط نہیں۔

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۶ نومبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید، بکر خاندانی ہم زلف ہیں۔ زید نے بکر کو اپنی لڑکی کے عقد کا اختیار دے دیا۔ زید مر گیا۔ زید کی زوجہ اپنے شوہر کے اقرار پر پابند ہے۔ لڑکی کی عمر ۱۴ سال ہے۔ زید کا لڑکا جو سولہ سال کا ہے اپنی والدہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ آیا لڑکی اور والدہ عقد کی اجازت دیں تو شرعاً عقد جائز ہے؟

(جواب ۱۳۴) چودہ سال کی لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کی ولایت (باپ کے انتقال کے بعد) اس کے بھائی کو ہے۔(۶) لیکن اگر لڑکی بالغہ ہو گئی ہے (جو چودہ ۱۴ سال کی عمر میں ممکن ہے) تو خود لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے

---

(۱) ویںعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا۔ (الهدایۃ، کتاب النکاح ۲ / ۳۱۳ شرکت علمیہ)
(۲) لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکراً کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا ، فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل۔ (الهندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱ / ۲۸۷ ماجدیہ)
(۳) وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳ / ۶۶، سعید)
(۴) فان زوجہما الاب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغہما وان زوجہما غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ ویشترط فیہ القضاء۔ (الهندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱ / ۲۸۵ ماجدیہ)
(۵) ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح۔ (رد المحتار، کتاب النکاح ۳ / ۱۱، سعید)
(۶) واقرب الاولیاء الی المرأۃ الابن ثم الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام۔ (الهندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱ / ۲۸۳ ماجدیہ)

ہے (۱) جسے وہ بالغ ہوتے ہی فوراً استعمال کر سکتی ہے۔ اور اگر فوراً استعمال نہ کرے تو وہ اختیار بھی منقطع ہو جاتا ہے۔(۲)
فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ،

بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے

(سوال) ایک لڑکی بالغہ باکرہ اپنی مرضی سے بلا موجودگی والدین کے نکاح پڑھنا چاہتی ہے تو کیا وہ عورت بلا والدین کے نکاح پڑھ سکتی ہے؟

(جواب ۱۳۸) بالغہ لڑکی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اپنی مرضی سے نکاح کرے تو نکاح صحیح و نافذ ہو جائے گا۔ اگرچہ ایسی حالت میں کہ والدین زندہ ہوں ان کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا مکروہ ہے تاہم نکاح کرے تو منعقد و نافذ ہو جاتا ہے۔(۳)
محمد کفایت اللہ غفر لہ،

مسلم پر کافر کو ولایت نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ فروری سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک نابالغ مسلمہ کو ایک غیر مسلم نے بوصیت والدین نابالغ پرورش کیا ہے۔ اب اس غیر مسلم نے اس کا نکاح کر دیا ہے تو وہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(جواب ۱۳۹) نابالغ کا نکاح بغیر ولی کے درست نہیں ہوتا۔(۴) اور غیر مسلم کو کسی حال میں مسلم پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔(۵) پس نکاح مذکور درست نہیں ہوا۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ،

باپ نکاح کروانے کے بعد فسخ کا اختیار نہیں رکھتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص اپنی دو نابالغ لڑکیوں کا باقاعدہ نکاح پڑھا دینے کے بعد رشتہ داروں کی باہم ناچاقی کی وجہ سے فسخ کرنا چاہتا ہے۔ دولہاؤں میں سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہے۔ دلہنیں دونوں نابالغ ہیں۔

(جواب ۱۴۰) باپ کو نابالغ اولاد کے نکاح کر دینے کا تو اختیار ہے مگر کرنے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (۶) جو لڑکا بالغ ہے اس سے طلاق حاصل کر کے نکاح کو فسخ کیا جا سکتا ہے مگر جو لڑکا کہ نابالغ ہے اس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح بحالہ قائم رہے گا۔(۷)
محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

ماں کے کئے ہوئے نکاح کو لڑکی بعد بلوغ فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری سن ۱۹۲۷ء)

(۱) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ١/ ٢٨٥، ماجدية)
(۲) ثم خيار البكر يبطل بالسكوت ... ولا يمتد إلى آخر المجلس (الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء ١/ ٢٨٥، ماجدية)
(۳) ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة ... وإنما يطالب الولي بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء ٣/ ١١٧، بيروت)
(۴) وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي ٣/ ٥٥، سعيد)
(۵) ولا ولاية لصغير ولا مجنون ولا لكافر على مسلم (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ١/ ٢٨٤، ماجدية)
(۶) وأهله زوج عاقل بالغ ... عن سيد العبد والد الصغير (رد المحتار، كتاب الطلاق ٣/ ٢٣٠، سعيد)
(۷) ولا يقع طلاق الصبي والمجنون (الهندية، كتاب الطلاق ١/ ٣٥٣، ماجدية)

(سوال) ایک لڑکی کی شادی نابالغی میں اس کی ماں نے اپنی مرضی سے کردی تھی۔ اب لڑکی بالغ ہے۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی اور اب وہ شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے۔

(جواب ۱۴۱) جب کہ نابالغہ کی شادی اس کی والدہ نے کی تھی اس وقت کوئی ولی قریب موجود تھا یا نہیں اگر تھا اور اس نے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوا۔(۱) اور نہیں تھا تو ماں کا کیا ہوا نکاح جب کہ لڑکی نے بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کردی ہو۔ بحکم حاکم مجاز فسخ ہو سکتا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

اقرار نامہ پر عمل نہ کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) لڑکی جس کی شادی بوقت نابالغ ہوئی تھی اور اس کے والدین نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔ ولی حاضر تھا اس نے اجازت دی تھی۔ شوہر نے اقرار نامہ لکھ دیا تھا کہ لڑکی اس وقت نابالغ ہے اس لئے وہ اس سال تک اپنے میکے میں رہ سکتی ہے۔ اس نے مبلغ دس روپے ماہانہ خوراک و دیگر اخراجات کے لئے دینا اقرار نامہ میں لکھ دیا تھا۔ اور یہ کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا۔ لیکن اس نے اقرار نامہ پر عمل نہیں کیا۔ یعنی ایک سال کے اندر ہی اس کو جبرا اپنے گھر لے گیا۔ جس رقم کا اقرار کیا تھا وہ ادا نہیں کی۔ اور بہت تکلیف دی۔ لڑکی ابھی نابالغ ہے اور نکاح سے ناراض ہے۔ اور طلاق لینا چاہتی ہے اور شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا۔

(جواب ۱۴۲) اگر لڑکی نابالغہ کے باپ نے اس کا نکاح کیا تھا تو لڑکی کو نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔(۳) ہاں اگر کوئی اور وجہ ایسی ہو جس سے فسخ نکاح کی خواہش پیدا ہوئی ہو تو اسے بیان کرنا چاہئے۔ صرف نابالغی کا نکاح وجہ فسخ نہیں ہو سکتا۔ اقرار نامہ کی خلاف ورزی بھی فسخ نکاح کے لئے کافی وجہ نہیں ہو سکتی۔(۴) اگر نباہ نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو طلاق لینے کی صورت کرنی چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک نابالغہ لڑکی زید کے ساتھ منسوب ہوئی اور نسبت کے تین سال کے بعد زید کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔ لیکن لڑکی چونکہ نابالغہ تھی اس لئے بہ مجمع عام اس کے باپ کی ولایت سے نکاح ہوا۔ اب ہندہ کہتی ہے کہ بلوغ کے وقت ہم نے نکاح منسوخ کردیا۔

(جواب ۱۴۳) باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے۔ نابالغہ کو بلوغ کے وقت یہ اختیار نہیں ہوتا کہ باپ کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر سکے۔(۵) اس لئے صورت مسئولہ میں لڑکی کے فسخ کرنے سے نکاح منسوخ نہیں ہوا۔

---

(۱) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح ۳/ ۸۱ ط سعید)
(۲) وان زوج غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ... ویشترط فیہ القضاء۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ط ماجدیۃ)
(۳) فان زوجہما الاب والجد فلا خیار لہما بعد بلوغہما۔ (ایضاً)
(۴) ولا یبطل بالشروط الفاسدۃ ... القرض والنکاح۔ (الدر المختار، کتاب النکاح ۳/ ۲۵۹ ط سعید)
(۵) فان زوجہما الاب والجد فلا خیار لہما بعد بلوغہما۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۵ ط ماجدیۃ)

دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں رکھتی

(الجمعیۃ مورخہ ۹ فروری سن ۱۹۳۶ء)

(سوال) ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا۔ وہ لڑکا اب اپنے ماں باپ کی خوشی سے ایک اور شادی کرنا چاہتا ہے اور اپنی پہلی بیوی کو بھی رکھنا چاہتا ہے۔ لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ اگر تم اپنی دوسری شادی کرو گے تو ہماری لڑکی بالغ ہونے پر تمہارے نکاح سے انکار کر کے اپنی دوسری شادی کرے گی۔

(جواب ۱۴۴) لڑکی کو بالغ ہونے پر محض اس وجہ سے کہ خاوند نے دوسری شادی کر لی ہے نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوگا۔ جب کہ خاوند اس کو بھی رکھے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر تیار ہو۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ کا بنایا ہوا ولی نکاح میں گواہ بن سکتا ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری سن ۱۹۳۹ء)

(سوال) زید نے اپنے لڑکے کی شادی بکر کی لڑکی سے کی اور بوقت نکاح کے زید کو بکر نے رشتہ کی یا زندگی کی وجہ سے لڑکی کا ولی مقرر کر لیا یعنی اپنا حق ولایت سپرد کر دیا اور بکر والد نابالغہ گواہ بنا اور دوسرا گواہ زید کے دوسرے لڑکے کو بنایا اور زید نے ہی ایجاب و قبول کرایا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(جواب ۱۴۵) اگر بکر کی لڑکی بالغہ تھی تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف تھا۔(۱) اگر اس نے اجازت دے دی ہو اور نکاح کو منظور کر لیا ہو تو نکاح درست ہو گیا اور اگر نابالغہ تھی تو یہ نکاح اس لئے درست ہوا کہ لڑکی کا ولی جائز یعنی باپ اس نکاح سے راضی اور خود بطور شاہد مجلس عقد میں موجود تھا۔ اس لئے ایجاب یا قبول لڑکی کی طرف سے کیا گیا وہ باپ کی طرف منسوب متصور ہو جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) مثنى وثلاث ورباع (الفاطر ۹)
عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسأل المرأة طلاق أختها لتستفرغ صحفتها ولتنكح فإنما لها ما قدر لها (ابو داود، كتاب الطلاق ۱/ ۳۱۳ امدادیہ)

(۲) لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها ... فإن أجازته جاز (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع ۱/ ۲۸۷ ماجدیہ)

(۳) في الدر: أمر الأب رجلا أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل أو امرأتين والحال أن الأب حاضر صح لأنه يجعل عاقدا حكما وفي الرد: لأن الوكيل في النكاح سفير ومعبر ينقل عبارة الموكل فإذا كان الموكل حاضرا كان مباشرا لأن العبارة تنتقل إليه وهو في المجلس (رد المحتار، كتاب النكاح ۳/ ۲۴، سعید)

پانچواں باب

ایجاب و قبول

بدلے کا نکاح

(سوال) ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک شخص کے لڑکے سے اس طرح کیا کہ مثلاً زید کی بیٹی بکر کے بیٹے سے اور بکر کی بیٹی زید کے بیٹے سے بیاہی گئی۔ اس طرح کا ایجاب و قبول صحیح ہوا یا نہیں اور مہر اس کا تعین رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴۶) صورت مسئولہ میں اگر دونوں لڑکیوں کا مہر علیحدہ علیحدہ بھی مقرر کیا گیا تو یہ دونوں نکاح جائز ہو گئے۔ اور اگر مہر مقرر نہیں کئے گئے تاہم دونوں نکاح منعقد ہو گئے اور دونوں کے مہر مثل شوہروں کے ذمہ واجب ہو گئے۔(۱) اور یہ فعل مکروہ ہوا۔(۲)

باپ نے بیٹے کی بجائے اپنے لئے قبول کر لیا تو کیا حکم ہے؟

(سوال) بکر نے اپنے بیٹے زید کا نکاح عمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ کے ساتھ جس کی عمر گیارہ سال کی تھی کیا۔ جس کو عرصہ تخمیناً آٹھ سال کا ہوتا ہے۔ چونکہ زید بچہ تھا جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو رونے لگا۔ تو قاضی صاحب نے بکر سے کہا کہ تم اس کی طرف سے ایجاب و قبول کر دو۔ پس قاضی صاحب نے بعد پڑھنے خطبہ کے بکر سے کہا کہ مسماۃ فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زر مہر کے عوض میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا۔ بکر نے اس کے جواب میں صرف یہ الفاظ "میں نے قبول کیا" کہے۔ تین مرتبہ ایسے ہی قاضی صاحب نے کہا اور بکر نے یہی جواب دیا۔ پس اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح زید سے جائز ہوا یا نہیں۔ اور جائز ہوا تو کس کے ساتھ؟ نیز یہ کہ عمر اب دس سال کی ہے لیکن پست قد اور منحنی ہونے کی وجہ سے چھ سال کا معلوم ہوتا ہے۔ ہندہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہے۔ چونکہ زمانہ نازک ہے اس لئے گو اس کی نگرانی کافی طور پر کی جاتی ہے لیکن اندیشہ ہے۔ لہذا اس کا دوسرا نکاح ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ مقابلہ شخص غیر زید کے ولد بکر سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۴۷) یہ نکاح زید کے ساتھ اس وجہ سے منعقد نہ ہوا کہ ایجاب و قبول میں اس کا نام ہی نہیں آیا اور اس کی طرف نسبت نہیں کی گئی۔ الفاظ کا مقتضی یہ ہے کہ زید کے باپ بکر کے ساتھ یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔(۳) لیکن سوال میں یہ تصریح نہیں کہ قاضی صاحب نے ایجاب کے جو الفاظ کہے ہیں ان کی اجازت ہندہ کے کسی ولی جائز سے حاصل کی تھی یا نہیں۔ اگر اس کے ولی جائز کی اجازت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو بکر کے ساتھ یہ نکاح ہندہ کا

---

(۱) حتى لو لم يقل ذلك ولا معناه بل قال زوجتك بنتي على أن تزوجني بنتك فقبل أو على أن يكون بضع بنتي صداقا لبنتك فلم يقبل الآخر بل زوجه بنته ولم يجعلها صداقا فلم يكن شغارا بل نكاحا صحيحا اتفاقا وإن وجب مهر المثل في الكل ... (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ۳/ ۱۰۶ ط سعيد)

(۲) وهو منهي عنه لخلوه عن المهر وقال في البدائع: النهي محمول على الكراهة والكراهة لا توجب الفساد ... فيكون النكاح أوجب فيه أمرين الكراهة ومهر المثل. (أيضا)

(۳) ولو قال أبو الصغير لأبي الصغيرة زوجت ابنتي ولم يزد شيئا فقال أبو الصغير قبلت يقع النكاح للأب هو الصحيح ويجب أن يحتاط فيه فيقول قبلت لابني وقال في الفتح ... يجوز النكاح على الأب وإن جرى بينهما مقدمات النكاح للابن هو المختار لأن الأب أضاف إلى نفسه ... علم أنه يعلم بالأولى حكم ما يكثر وقوعه حيث يقول زوج ابنتك لابني فيقول له زوجت ... فيقع العقد للأب ... (الدر المختار، كتاب النكاح ۳/ ۲۱ ط سعيد)

منعقد ہو گیا(۱) اور بالا جازت استفہامی نہ تھی تو یہ نکاح فضولی ہوا جو ولی کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر ولی نے اجازت دی ہو تو جائز ورنہ باطل ہے۔(۲) ہاں اگر نوکر کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہو سکتا ہے۔(۳) کیونکہ اس کے حق میں زید کے ساتھ بہر حال نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔(۴) واللہ اعلم۔

گونگے کا نکاح

(سوال)(۱) ایک شخص گونگا ہے اس کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو ایجاب و قبول کس طرح ہو؟(۲) وہی گونگا اگر کسی پیر کا مرید ہو تو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو کس طرح ہو؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۳۱۲ حافظ رفیع الدین امام مسجد محلہ کانا پیل۔ جلگاؤں۔ ضلع مشرقی خاندیش۔ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ

(جواب ۱۴۹) گونگا اشارے سے ایجاب و قبول کر سکتا ہے۔ قبول کرنے کا اشارہ جس کو سب لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ قبول کر رہا ہے کافی ہو گا۔(۵) (۲) مرید ہو سکتا ہے اور بیعت کرنے کے لئے تو بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

نکاح کے وقت لڑکی کا دوسرا نام لیا تو کیا نکاح ہوا یا نہیں

(سوال) ایک شخص کی دو لڑکیاں ہیں۔ بڑی لڑکی کا نام کلثوم عرف اجا۔ چھوٹی کا نام حوا عرف حبیبن عرف حبیبی ان کو حفیظہ نام سے بلایا کرتے ہیں۔ اتفاقاً بڑی لڑکی کے نکاح کے موقع پر باپ نے اس کے نام کو کسی وجہ سے نامناسب سمجھ کر بجائے کلثوم کے حافظہ نام رکھا اور باقاعدہ حاضرین مجلس کے روبرو نکاح کر دیا۔ بروقت نکاح جدید نام حافظہ لیا گیا اور فارم نکاح میں بھی یہی نام درج کیا گیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ چھوٹی لڑکی کا نکاح ہو گیا۔ چھوٹی لڑکی حفیظہ نام سے مشہور ہے اور حافظہ نیز مشہور نام حفیظہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور باپ کو ایک مرتبہ نام رکھنے کے بعد دوسری مرتبہ نام تبدیل کرنے کا حق نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۷۹۳ پی تمیس (انس نگر) ۲۱ ربیع الاول سن ۱۳۵۴ھ م ۲۳ جون سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۰) حافظہ چونکہ پہلے سے کسی لڑکی کا نام معروف نہیں تھا اس لئے دونوں میں سے کسی کا نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۶) یہ صحیح نہیں کہ حافظہ کہنے سے حفیظہ کا نکاح ہو گیا۔ اب بڑی لڑکی کا نام صحیح لے کر دوبارہ ایجاب

(۱) والولی ... الصغیر والصغیرة۔(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۶۵ ط سعید)
(۲) ونکاح عبد وامة بغیر اذن السید موقوف علی الاجازة کنکاح الفضولی توقف عقوده کلها ان لها مجیز حالة العقد والا تبطل۔(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الکفاءة ۳/ ۹۰ ط سعید)
(۳) واحل لکم ما وراء ذلکم (النساء: ۲۴)
(۴) [illegible]
(۵) فی کافی الحاکم الشہید ما نصہ فان کان الاخرس لا یکتب وکان له اشارة تعرف فی طلاقه ونکاحه وشرائه وبیعه فہو جائز۔(رد المحتار، کتاب الطلاق ۳/ ۲۴۱ ط سعید)
(۶) رجل له بنت واحدة واسمها عائشة فقال الاب وقت العقد زوجت منك بنتی فاطمة لا ینعقد النکاح ... [illegible] اسم الکبری منهما عائشة واسم الصغری فاطمة ... قال زوجت ابنتی الکبری فاطمة فقال الزوج قبلت، قالوا لا یجوز نکاح واحدة منهما۔(الهندیة، کتاب النکاح ۱/ ۲۷۰ ماجدیة)

قبول کرادیا جائے۔ باپ کو نام بدلنے کا حق ہے۔ لیکن تبدیل کے بعد جب تک وہ نام مشہور نہ ہو جائے اس پر احکام جاری نہ ہوں گے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ولی کا ایجاب و قبول بالغ کی اجازت پر موقوف ہے

(سوال) ایجاب و قبول ایک وقت میں عدم موجودگی زوجین کے کئے جاتے ہیں بذریعہ ولیوں کے حالانکہ دو بالغ ہیں۔ ولی زوج نے گھر جاکر زوج کو بالکل قبول نہ کرایا ہو صرف زوجین کے سکوت سے حق زوجیت ثابت ہو گا یا نہ ؟

المستفتی نمبر ۹۳۹ اللہ داد خاں و قاضی محمد عالم و راجہ محمد باقر، نجیب علی صاحب
(راولپنڈی ۴ جمادی الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۲۳ اگست سن ۱۹۳۶ء)

(جواب ۱۵۱) ولی جائز مجلس نکاح میں اگر ایجاب و قبول کرے اور زوجین میں سے کوئی حاضر نہ ہو تو نکاح ہو جاتا ہے۔(۲) اور زوجین بالغین کے قبول پر یعنی ان کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر زوجین بالغین نے نکاح کی خبر پانے پر رد نہیں کیا اور کوئی فعل ایسا کر لیا جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تو نکاح قائم رہتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی بات کریں جس سے ناراضی ظاہر ہوتی ہو یا زبان سے رد کردیں تو رد ہو جاتا ہے۔(۳) بالغہ باکرہ کو ولی قریب خبر دے تو اس کا سکوت بھی رضامندی کے قائم مقام ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بالغہ عورت اگر نکاح کے وقت انکار کردے تو نکاح نہیں ہو گا۔

(سوال) ایک شخص محمد کی لڑکی مسماۃ شرم خاتون عاقل بالغ موجود ہے۔ محمد غیر برادری میں لین دین کرنا چاہتا تھا۔ اس کے شریک قوم غلام حیدر نے اس کے پیر کو کہا کہ اس کو منع کردو کہ غیر برادری میں لین دین نہ کرے۔ محمد نے کہا کہ برادری میں مجھ سے لین دین کوئی نہیں کرتا۔ غلام حیدر نے کہا کہ میں کرنا چاہتا ہوں پیر صاحب نے اجازت دے دی۔ غلام حیدر نے جمع کر کے پانچ نکاح یکجا پڑھانے شروع کئے۔

(۱) غلام رسول کی لڑکی اللہ وسایا کا لڑکا جو ہر دو نابالغ تھے والدین کے ایجاب و قبول سے نکاح ہوا۔

(۲) اللہ وسایا کی لڑکی بالغ۔ ایجاب والد کے محمد حسین بالغ کے ساتھ ہوا۔

(۳) اللہ وسایا کی لڑکی محمد کا لڑکا ہر دو نابالغ بایجاب و قبول والدین نکاح ہوا۔

---

(۱) كما قال الخصاف رحمة الله تعالى . جارية سميت في صغرها باسم فلما كبرت سميت باسم آخر قال : لا تزوج باسمها لاول اذا صارت معروفة بالاسم الآخر۔ (الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، ۱، ۳۲۳، ماجدية)

(۲) لا يجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من اب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت او ثيبا فان فعل ذلك فالنكاح موقوف على اجازتها، فان اجازته جاز وان ردته بطل۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء، ۱، ۲۸۷، ماجدية)

(۳) واذا قال لها الولي اريد ان ازوجك من فلان بالف فسكتت ثم زوجها فقالت لا ارضى او زوجها ثم بلغها الخبر فسكتت فالسكوت منها رضا في الوجهين جميعا اذا كان المزوج الولي۔ (الهندية، كتاب النكاح، باب الرابع، ۱، ۲۸۷، ماجدية)
وفي الهداية فاذا استاذنها الولي فسكتت او ضحكت فهو اذن لقوله عليه الصلوة والسلام البكر تستامر في نفسها فان سكتت فقد رضيت۔ (الهداية، ۲، ۳۱۳، شركة علمية)
فاذا استاذنها الولي فسكتت او ضحكت فهو اذن لقوله عليه الصلوة والسلام البكر تستامر في نفسها فان سكتت فقد رضيت۔ (الهداية، ۲، ۳۱۳، شركة علمية)

(۴) النكاح ينعقد بالايجاب والقبول . لانه عقد۔ (الجوهرة النيرة، كتاب النكاح، ۲، ۱، امدادية)

(جواب ۱۵۴) اگر ایجاب و قبول دونوں نابالغوں کے ولی نے کیا تو نکاح صحیح ہو گیا خواہ دستخط ہوں یا نہ ہوں(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قاضی نے باپ کی موجودگی میں نابالغ سے ایجاب و قبول کرایا تو نکاح ہو گیا۔

(سوال) زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ سے ہوا تھا۔ مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا مگر قاضی نے زید ہی سے ایجاب و قبول کرایا اس کے باپ سے نہیں کروایا تھا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۰۲ حکیم نظام الدین ضلع ہزاری باغ۔ ۵ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۰ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵۵) اگر ایجاب و قبول نابالغ لڑکے نے باپ کی موجودگی میں باپ کی رضامندی سے کیا تو صحیح ہے اور نکاح منعقد ہو گیا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ولی کے ایجاب و قبول سے نابالغ کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے

(سوال) ایک شخص اپنی بالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک تین سال کی عمر کے لڑکے سے کر دیتا ہے۔ چند روز بعد فریقین علماء سے دریافت کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں یہ لڑکا آیا طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں۔ اس قسم کے فتوے طلب کر لینے کے بعد بالآخر لڑکے کے نکاح کو کالعدم تصور کر کے لڑکے سے بلا طلاق حاصل کئے لڑکی کا نکاح ایک دوسری جگہ کر دیتے ہیں اور عذر گناہ یہ تراشتے ہیں کہ چونکہ لڑکا وقت نکاح بالکل بچہ تھا اس لئے شرعاً لڑکے کا نکاح ہی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔

اب قابل استفتاء یہ امر ہے :۔

(۱) کیا حدیث یا فقہ یا اقوال صحابہ میں کہیں کوئی اس قسم کی جزئی مل سکتی ہے جس سے یہ مترشح ہو کہ وقت نکاح اگر دولہا بالکل شیر خوار ہو تو اس کا نکاح کالعدم ہو گا۔

(۲) مذکورہ بالا صورت میں نکاح اول معتبر ہو گا کہ ثانی۔ صورت مذکورہ میں نکاح خوان اور حاضرین مجلس کے اپنے نکاح باقی رہیں گے یا ان کو تجدید نکاح ضروری ہے۔

(۳) اگر ان پر تجدید نکاح اور توبہ وغیرہ ضروری ہو اور وہ ایسا نہ کریں تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور دیگر مجلسی و خلائقی تعلقات کرنے شرعاً کیسے ہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۹۵ محمد حافظ عبدالستار صاحب (ملتان) ۴ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۸ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵۶) لڑکے کی طرف سے قبول کرنے والا اگر کوئی ولی یا فضولی موجود تھا اور اس نے ایجاب قبول کیا تو نکاح درست ہو گیا اور اگر لڑکے نے خود قبول کیا تھا یا اس کی زبان سے کہلوایا تو نکاح صحیح نہیں ہوا(۳)

پہلی صورت میں تو نکاح قائم ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا(۴)

(۱) وینعقد بایجاب وقبول ... کزوجت نفسي او بنتي او موکلتي۔ (الدر المختار، کتاب النکاح ۳/۹ ط سعید)
(۲) وهو ای الولي شرط صحة نکاح صغیر ومجنون۔ (الدر المختار، کتاب النکاح باب الولي ۳/۵۵ ط سعید)
(۳) فلا ینعقد نکاح المجنون والصبي الذي لا یعقل۔ (الهندیة، کتاب النکاح الباب الاول ۱/۲۶۷ ط ماجدیة)
(۴) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره۔ (الهندیة، کتاب النکاح الباب الثالث ۱/۲۸۰ ط ماجدیة)

دوسرا نکاح پڑھانے والوں کا بیان لیا جائے کہ انہوں نے کس بنا پر دوسرا نکاح پڑھایا تھا تو پھر کوئی حکم دیا جا سکتا ہے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایجاب میں "دی جاتی" ہے کہنے سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں

(سوال) ایک شخص وکیل بالنکاح مقرر ہو کر مع دو گواہ کے آیا اور اس نے ان الفاظ میں اپنی وکالت کا اظہار فرمایا۔ مجھ کو عبداللہ نے اپنی لڑکی صابرہ کا وکیل بالنکاح مقرر کیا ہے جس کے یہ دونوں گواہ ہیں (گواہان کی طرف اشارہ کر کے بتایا) اور گواہان نزدیک ہی موجود تھے۔ وکیل بالنکاح نے ان الفاظ میں ایجاب و قبول کرایا (مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کی بعوض پانچ سو روپے کے آپ کی زوجیت میں دی جاتی ہے قبول کیا؟)
اس کے جواب میں نوشہ نے کہا (قبول کیا) اس طرح سے تین بار مذکور الصدر عبارت میں ایجاب و قبول ہوا۔ اب مولوی عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا کیونکہ مضارع مجہول کے صیغہ سے ایجاب کرایا گیا۔ کیونکہ (دی جاتی ہے) مضارع مجہول ہے اور مضارع مجہول سے ایجاب درست نہیں لہذا تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح و درست ہو گیا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے (دی جاتی ہے، قبول کیا) مضارع اور ماضی دونوں معنوں کا مجموعہ ہے باعتبار آخر کا فعل فعل ماضی ہی ہے۔ (دی جاتی ہے، قبول کیا) اور قبول کا فعل بھی فعل ماضی ہی ہے (قبول کیا) لہذا بطریق احسن ایجاب و قبول ہوا اور نکاح کی درستی میں تو کوئی کلام و شک و شبہ ہی نہیں ہے۔ بہر کیف دونوں حضرات میں کون صاحب صائب ہیں اور کون صاحب مخطی۔ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۱۴ منظور احمد ضلع پٹنہ ۱۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۳ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۵۷) صحیح عبارت ایجاب کی یہ تھی کہ مسماۃ صابرہ دختر عبداللہ کو بعوض پانچ سو روپے (مہر) میں نے تمہاری زوجیت میں دیا۔ دی جاتی ہے بے شک مضارع مجہول ہے اور قبول کیا ایجاب میں شامل نہیں وہ تو استفہام ہے یعنی کیا تم نے قبول کیا اور استفہام ایجاب نہیں۔ اگرچہ یہ نکاح منعقد ہو گیا(۱)
کیونکہ صیغہ حال جب کہ اس سے انشاء کے معنی مراد ہوں قائم مقام ماضی کے ہو جاتا ہے اور دینے والا ذکر ہو کر بات متعین ہو جاتی ہے تاہم احتیاطاً تجدید ایجاب و قبول کر لینا بہتر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مرد عورت دو گواہوں کے سامنے آپس میں ایجاب قبول کر لیں تو نکاح درست ہے

(سوال) ایک شخص ہے جو عمر میں قریباً ۵۵ سالہ ہے اور صاحب اولاد ہے اور اس کی اہلیہ جو نہایت شریف تابعدار عورت ہے مگر اس عورت اور اولاد کی موجودگی میں اپنی چچازاد ہمشیرہ جو قریباً عمر میں چالیس سالہ ہے اور وہ بھی صاحب اولاد ہے اور خدا کے احکام کو اچھی طرح سمجھنے والی ہے اس سے اپنی محبت کا اظہار کر چکا ہے مگر لڑکی پہلے تو بالکل رضامند نہ تھی مگر اب راضی ہو گئی ہے اور ہر دو نے پہلے تو تنہائی میں قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر اور خدا کو گواہ بنا کر

(۱) او قال بالمضارع ذی الھمزۃ اتزوجک فقال زوجت نفسی انعقد (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/۱۱، سعید)

اس مرد نے عورت کو اپنی زوجہ قبول کر لیا اور عورت نے اس کو اپنا شوہر مان لیا۔ یہ دونوں اس نکاح کو اپنی اولاد اور دیگر اقرباء سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ خدا بھی ہم سے ناراض نہ ہو۔ اس کے اقرباء یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نکاح کا اقرار کرو مگر وہ ہر دو اس بات کا جواب ہاں اور نہ میں نہیں دیتے بلکہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ ان کی آپس میں محبت بے حد ہے اس لئے وہ مفارقت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ عورت اور مرد نے دو معزز اور صالح عمر دار اشخاص کی موجودگی میں شوہریت اور زوجیت کا اقرار کر لیا ہے۔ کیا ان حالات میں یہ نکاح نکاح ہو سکتا ہے اور ایسی صورت میں اگر وہ مباشرت کریں تو ان کو خدائی لعنت تو نہیں ہوگی ؟

المستفتی نمبر ۲۳۹۸ گل محمد خاں صاحب لدھیانہ ۲۲ جمادی الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۲۰ اگست سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۵۸) اگر ان مرد و عورت نے صالح شخصوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا ہے تو ان کا آپس میں عقد ہو گیا اور یہ باہم مباشرت کر سکتے ہیں۔(۱) بشرطیکہ عورت منکوحہ یا معتدہ نہ ہو۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نابالغ کا ایجاب و قبول ولی کر سکتا ہے

(سوال) آٹھ سال کا بچہ اگر ایجاب و قبول کرے تو نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ کیا اس کے ولی شرعی کو بھی ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے ؟

(جواب ۱۵۹) نابالغ بچہ سے ایجاب و قبول کرانا فضول ہے۔ اس کے ولی سے کرانا ضروری ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

صرف شربت پر کلمہ پڑھ کر پلانے سے نکاح نہیں ہوتا

(سوال) ایک لڑکی نابالغ عمر گیارہ ماہ اور لڑکا عمر ۵ سال کا نکاح شربت پڑھ کر کیا گیا تھا اور ان کو پلا دیا گیا تھا۔ اب لڑکا بد چلن نکلا۔ اس نکاح کو دس سال ہو چکے ہیں۔

(جواب ۱۶۰) اگر ان دونوں نابالغوں کے باپوں نے ان کا نکاح کیا تھا اور باقاعدہ ایجاب و قبول ہوا تھا تو نکاح صحیح لازم ہو گیا۔(۴) اور اگر نکاح مذکور میں باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوا تھا بلکہ صرف شربت پر کلمہ وغیرہ پڑھ کر دم کر کے اور زوجین کو پلا دیا تھا اور اسی کو عقد نکاح سمجھ لیا گیا تھا تو در حقیقت یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔(۵) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

صحت نکاح کے لئے قاضی یا وکیل کا ہونا شرط نہیں

(سوال) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ اس وقت صرف دو حضرات حاضر مجلس تھے۔ جو دو صاحب گواہ بنائے

---

(۱) و ینعقد بایجاب من احدهما و قبول من الآخر ... و شرط حضور شاهدین حرین او حر و حرتین ... سامعین قولهما معا ۔ (الدر المختار کتاب النکاح ۳ / ۹ ... ط سعید)

(۲) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره ... (الهندیة کتاب النکاح باب ... ۱ / ۲۸۰ ط ماجدیہ)

(۳) و هو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر و مجنون ... (در المختار کتاب النکاح باب الولی ۳ / ۵۵ ط سعید) و فی الرد: والصبی کالمعتوه ... لو باع الصبی ماله او اشتری او تزوج ... توقف علی اجازة الولی ۔ (رد المحتار باب الکفاءة ۳ / ۹ ... ط سعید)

(۴) و لزم النکاح و لو بغبن فاحش ... ان کان الولی ... ابا او جدا ... (در المختار کتاب النکاح باب الولی ۳ / ۶۶ ط سعید)

(۵) سئل فیما اذا خطب زید لابنه الصغیر بنت عمرو الصغیرة و قرأ الفاتحة و لم یجر بینهما عقد شرعی فهل لا یکون مجرد القراءة و نکاحا ... الجواب نعم ۔ (تنقیح الفتاوی الحامدیة مسائل شتی من کتاب النکاح ۱ / ۲۵ ط قندهار افغانستان)

چھٹا باب

مہر، چڑھاوا وغیرہ

لڑکے والوں سے مہر کے علاوہ رقم لینا حرام ہے

(سوال) لڑکی کا نکاح اس شرط سے کرنا کہ لڑکا کچھ روپیہ سات سو یا ہزار روپے تو اس قسم کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ روپیہ لینے والا اور دینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے اور وہ روپیہ خیرات کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟ ایسے لوگوں کو کوئی برا الفاظ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۱٦٤) لڑکی کے ولی کو لڑکے سے کچھ روپیہ علاوہ مہر کے لے کر نکاح کرنا رشوت ہے۔(۱) اور رشوت لینا حرام ہے اور اس روپے کو جو لڑکی کے ولی نے لڑکے سے لیا ہے بوجہ رشوت اور حرام ہونے کے کسی کار خیر میں صرف کرنا نہیں چاہئے۔ اس سے کوئی ثواب نہیں مل سکتا۔ بلکہ اسی کو واپس کردینا چاہئے جس سے لیا ہے۔(۲) جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو منع کرتے ہوئے زجراً سخت الفاظ مناسب طریقہ سے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۳)

جہیز وغیرہ کا مالک کون ہے؟

(سوال) ہندہ زید کے نکاح میں ہے لیکن زید نے دوسرا نکاح کرلیا اور ہندہ کو رکھتا نہیں چاہتا۔ اس صورت میں جو یہ دین مہر یا زیور جو ہندہ کے باپ نے دیا ہے یا دولہا کی جانب سے زیور قبل نکاح یا بعد نکاح ملا تھا اور جہیز ملا تھا یا شوہر کی طرف سے کپڑے کا جوڑا ملا تھا اس کی مستحق از روئے شریعت ہندہ کہاں تک ہے بینوا توجروا۔

(جواب ۱٦٥) ہندہ کو جو زیور اور جہیز اپنے گھر سے ملا تھا اور دین مہر اسی طرح چڑھاوا جو خاوند کی طرف سے نکاح کے وقت دیا جاتا ہے۔ بہر حال ہندہ کا حق ہے۔ ان چیزوں کو روکنے اور نہ دینے کا زید کو کوئی حق نہیں۔(۴) اس کے علاوہ شوہر نے جو اسباب یا زیور ہندہ کو ہبہ دیا ہے وہ بھی اس کی ملکیت ہے۔(۵) لیکن اگر ان چیزوں کا زید نے ہندہ کو مالک نہیں بنایا بلکہ صرف استعمال کے لئے دی ہیں تو ان چیزوں کا مالک خود زید ہے۔(۶)

بچہ مہر کے طور پر بیوی کو دینا جائز نہیں

(سوال) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی۔ جب زوجہ مطلقہ نے مہر طلب کیا تو زید نے کہا کہ میرے پاس تو مہر نہیں ہے میں تجھ کو اپنے بچے مہر میں دیتا ہوں۔ اور وہ بچے اسی عورت سے ہیں۔ اور ابھی نابالغ ہیں لہذا کتب معتبرہ سے جواب دیجئے کہ اپنے بچے مہر میں دینا جائز ہے یا نہیں

(۱) اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده ، لانه رشوة .(الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر ، ۳/ ۱۵٦ ، سعيد)

(۲) الرشوة يجب ردها ولا تملك .(رد المحتار، كتاب القضاء ، ۵/ ۳٦۲ ، سعيد)

(۳) من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان .(صحيح مسلم ، ۱/ ۵۱ ، قديمي)

(۴) لو جهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استرداده منها وعليه الفتوى ... واذا بعث الزوج الى اهل زوجته اشياء عند زفافها منها دیباج ، فلما زفت اليه اراد ان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك اذا بعث اليها على جهة التمليك .(الهندية ، كتاب النكاح ، باب المهر ، ۱/ ۳۲۷ ، ماجدية)

(۵) ولا رجوع فيما يهب لزوجته .(رد المحتار ، كتاب الهبة ، باب الرجوع ، ۵/ ٦۹۸ ، سعيد)

(٦) ولو بعث الى امرأته شيئا ولم يذكر جهته عند الدفع ... فقالت هو اى المبعوث هدية وقال هو من المهر او من الكسوة او عارية فالقول له بيمينه .(الدر المختار ، كتاب النكاح ، ۳/ ۱۵۱ ، سعيد)

اور عورت اپنا مہر وصول کر سکتی ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ خاوند کا اس کے ساتھ سلوک بھی اچھا نہیں۔ واللہ اعلم۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

عورت نے شرط پر مہر معاف کر دیا، شوہر نے شرط پوری نہ کی تو کیا مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(سوال) شوہر نے کہا کہ بی بی تو دین مہر معاف کر دے۔ میں نان نفقہ اور تیرے جملہ حقوق بدستور ادا کرتا رہوں گا۔ بی بی نے شروط مذکورہ کے ساتھ مہر معاف کر دیا۔ اس کے بعد اب شوہر نان نفقہ سے بھی کوتاہی کرتا ہے بلکہ بالکل نہیں دیتا تو کیا عورت معاف کئے ہوئے دین مہر کی دوبارہ (عدم وجود شرط کی وجہ سے) مستحق ہوگی۔ بینوا توجروا۔ یا ہبہ ہے اور ہبہ میں شرط کا اعتبار نہیں۔ نیز شوہر کو ہبہ کر کے لوٹانا جائز نہیں ہے۔ معاف کردہ مہر کی مستحق نہیں ہوتی؟

(جواب ۱۶۸) اگر بی بی نے یہ کہہ کر معاف کیا ہے کہ اس شرط پر معاف کرتی ہوں کہ تم میرے نان نفقہ میں کوتاہی نہ کرو اور شوہر نے کوتاہی کی تو عورت کو مطالبہ کا حق ہے۔ اور اگر اس نے مطلقاً بغیر ذکر شرط معاف کر دیا تو اب مطالبہ نہیں کر سکتی۔ اگرچہ خاوند سخت گنہگار ہوگا۔ ترکت مہر ھا للزوج علی ان یحج بھا فلم یحج بھا قال محمد بن مقاتل انھا تعود بمھرھا لا ن الرضا بالھبۃ کان بشرط العوض فاذا انعدم العوض انعدم الرضا والھبۃ لا تصح بدون الرضا۔ شامی[1] ص ۷۴۳ جلد خامس کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

مہر میں مذکور دینار سے مراد رائج الوقت دینار ہے

(سوال) نکاح میں جو مہر کے لئے یہ لفظ کہا جاتا ہے کہ بالعوض دو دینار سرخ اور پانسو ٹکے دونوں لفظوں سے دو رقم مراد ہیں یا ایک؟ دینار کتنی رقم ہوتی ہے؟ اور ٹکہ دو پیسے کو کہا جاتا ہے یا جو کچا پیسہ جس کو منصوری کہتے ہیں جو اکثر دیہات میں شادیوں میں بہت خرچ ہوتے ہیں؟

(جواب ۱۶۹) دو دینار سرخ کی قیمت تیس روپے ہے۔ کیونکہ دینار اشرفی کو کہتے ہیں اور اشرفی سے مراد وہی اشرفی ہوگی جو رائج ہو اور ٹکے سے مراد دونوں سے وہ دو پیسے جن کا رواج ہو۔ اگر دیہات میں نکاح کیا جائے اور وہاں صرف منصوری پیسے چلتے ہوں تو اس جگہ دو منصوری کا ٹکہ مراد ہوگا اور اگر وہاں منصوری اور دہلی پیسہ دونوں چلتے ہوں تو جس پیسے کا رواج زیادہ ہو اس کا ٹکہ مراد ہوگا۔[2]
محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

کیا شرم کی وجہ سے مہر معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے؟

(سوال) زید مرض الموت میں حالت نزع میں مبتلا تھا۔ اس وقت چند آدمی اس کے پاس جمع تھے۔ کئی عورتوں نے زید کی زوجہ کو بلایا اور اصرار کیا کہ اپنے شوہر کا دین مہر معاف کر دو۔ زوجہ نے اس وقت لوگوں کی شرم و لحاظ اور عورتوں کے ضد و اصرار سے ناخوشی و بلا رضامندی کہہ دیا کہ معاف کر دیا۔ آیا یہ معاف کر دینا قضاءً دیانۃً معتبر ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۷ احمد حسین متعلم مدرسہ شمس الہدی پٹنہ ۸ ربیع الثانی سن ۱۳۵۲ھ م یکم اگست سن ۱۹۳۳ء

---

(۱) رد المحتار، کتاب الھبۃ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ۵/ ۷۱۴ ط سعید (۲) وان کانت النقود مختلفۃ والرواج متفاوتا ینصرف الی الاروج لانہ الذی یتفاہم عند الاطلاق فی العرف (فتح القدیر، کتاب البیوع، ۶/ ۲۶۹، مصر)

(جواب ۱۷۰) یہ معافی اگر عورت کو مجبور و مضطر نہ کیا گیا ہو تو معتبر ہوگی۔(۱) محض قدم و لحاظ سے لکھ دینا مجبوری نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ

شوہر نے زیورات دینے کا وعدہ کیا تھا پھر مر گیا تو اس کے ترکہ سے بیوی زیورات لے سکتی ہے

(سوال) زید نے ہندہ سے بوقت نکاح کچھ زیورات کا اقرار کر کے مستعار زیور دے کر شادی کی۔ بعد شادی کے مستعار زیور واپس لے لیا۔ لیکن اقرار پورا کرنے سے پہلے زید کا انتقال ہو گیا۔ متوفی پر اقرار کردہ زیور دین ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۵ مولوی عبدالرحمن (مدراس) ۲۱ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۷۱) وہ زیور جس کا زید نے وعدہ کیا تھا اور ایفائے وعدہ سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ زید کے ترکہ میں سے وصول نہیں کیا جا سکتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عورت اگر خاوند کے ہاں نہ جائے تو بھی مہر ساقط نہیں ہوگا

(سوال) زید نے مسماۃ عاصمہ سے نکاح کیا اس سے دو بچے تولد ہوئے۔ بعد چار برس کے اس کے والدین نے مسماۃ عاصمہ کو ورغلایا اور زید کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ زید نے عدالت سے چارہ جوئی کی اور وہاں سے مسماۃ عاصمہ اور اس کے والدین پر ڈگری ہوئی۔ اور عدالت نے مسماۃ کو ہدایت کی کہ تم اپنے خاوند کے ساتھ جاؤ مگر وہ اپنے والدین کے گھر سے نہیں گئی۔ اس صورت میں وہ زید سے اپنا مہر لینے کی حق دار ہے یا نہیں ؟ جب کہ اس کا خاوند لے جانے پر تیار ہے۔ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۹۰ چاند خاں (مہر) ۲۱ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۷۲) مہر تو اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔ اس بات سے مہر ساقط نہیں ہوا۔(۳) البتہ نفقہ خاوند سے اس وقت تک لینے کی حق دار نہیں جب تک کہ خاوند کے مکان پر نہ آجائے۔(۴)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

بد چلنی کی وجہ سے اگر طلاق دی جائے تو بھی مہر واجب الاداء ہوگا

(سوال) اگر زوجہ کا چال چلن مشتبہ ہو بصورت ثبوت بد چلنی طلاق دینے پر خاوند پر مہر کی ادائگی واجب ہوگی یا نہیں ؟ اگر زوجہ شوہر کو مجبور کرے کہ وہ اس کو طلاق دیدے تو اس صورت میں شوہر مہر ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۸ عبدالقادر صاحب۔ موری دروازہ دہلی۔ ۷ رجب ۱۳۵۲ھ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

---

(۱) وان حط عنه من مهرها صح الحط ۔ لان المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء ۔ (الهدایہ کتاب النکاح باب المهر ۲ / ۳۲۵ ط شرکت علمیہ)

(۲) ... [illegible]

معنی ... الميت حقوق اربعة مرتبة ۔ الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله (... ص ۲ ...)

(۳) والمهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمى او مهر المثل لا يسقط شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق ۔ (الهندیہ کتاب النکاح الباب السابع الفصل الثاني ۱ / ۳۰۳ ط ماجدیہ)

(۴) وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله (الهندیہ کتاب الطلاق الباب السابع عشر الفصل الاول ۱ / ۵۴۵ ط ماجدیہ)

(الجواب ۱۷۳) اگر خاوند طلاق دے گا تو مہر ادا کرنا ہوگا خواہ طلاق دینے کی وجہ بد چلنی کا شبہ ہو یا بد چلنی کا ثبوت ہو (یعنی وہ ثبوت جس پر لعان ہو کر تفریق کرادی جائے) زوجہ کے مجبور کرنے سے خاوند مجبور نہیں ہو جاتا اگر وہ طلاق دے گا تو اختیاری طور پر دے گا اور اس صورت میں بھی مہر ادا کرنا ہوگا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

شوہر نہ طلاق دیتا ہے، نہ اپنے ساتھ رکھتا ہے نہ نفقہ دیتا ہے، کیا حکم ہے

(سوال) شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ اپنے ساتھ رکھتا ہے نہ نان و نفقہ دیتا ہے۔ شوہر نے سامان جہیز چڑھاوا وغیرہ بھی سب رکھ لیا اور اب مہر معجل کی وجہ سے دیوالیہ ہوا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت کے واسطے کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۱۲ ظہور خاں۔ للت پور۔ ضلع جھانسی ۲۵ رجب سن ۱۳۵۲ھ م ۱۵ نومبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۷٤) شوہر پر مہر معجل کا ادا کرنا واجب ہے۔(۲) نیز جہیز اور چڑھاوے کے تمام سامان اور زیورات کی مالک عورت ہے وہ سب شوہر سے عورت کو دلوایا جائے۔(۳) اور عورت اس صورت میں کہ شوہر اس کو اپنے پاس نہیں رکھتا نفقہ پانے کی مستحق ہے۔(۴) بلکہ اگر عورت بغیر شوہر کے بسر نہ کر سکتی ہو اور خاوند اس کو رکھنے یا طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو بذریعہ کسی مسلمان حاکم عدالت کے اس کا نکاح فسخ کرایا جا سکتا ہے اور حاکم تحقیقات کے بعد جب کہ مرد کا ظلم ثابت ہو جائے نکاح فسخ کر سکتا ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

لڑکے والوں سے برات کو کھانا کھلانے کے لئے رقم لینا

(سوال) ہمارے یہاں کا عرف ہے کہ "دلہن والے دولہا سے قبل از عقد یا بعد العقد کچھ روپے لیتے ہیں۔ جس سے برات والوں اور دیگر خویش و اقربا اور ہمسایہ والوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ بعضے تو ماخوذہ رقم کو مہر میں شمار کرتے ہیں اور بعضے نہیں کرتے بلکہ اسے مہر سے علیحدہ محسوب کرتے ہیں۔ اکثر علماء اس فعل کو نظر استحسان نہیں دیکھتے بلکہ اسے ناجائز اور بے اصل بتاتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے: ومن السحت ما یاخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطیب نفسه حتی لو کان بطلبه یرجع الختن به مجتبی۔ شامی(۶) جلد ۵ ص ۳۱۰ ولو اخذ اهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة هندیه(۷) ص ۳۳۰ وغیرهما۔ مگر زید اس کا جواز علامہ شامی کی عبارت سے ثابت کرتا ہے اور وہ یہ ہے :۔ ما هو معروف بین الناس فی زماننا من البكر لها اشیاء زائدة علی المهر منها ما یدفع قبل الدخول كدراهم للنقش والحمام وثوب یسمی لفافة الكتاب واثواب اخرى يرسلها الزوج ليدفعها اهل الزوجة الى القابلة وبلانة الحمام ونحوها ومنها ما يدفع بعد الدخول كالازار والخف

(۱) والمهر يتأكد باحد معان ثلثة : الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين لا يسقط منه شيئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثاني، ۱: ۳۰۳، ماجدية)

(۲) ایضا

(۳) واذا بعث الزوج الى اهل زوجة اشياء عند زفافها منها ديباج، فلما زفت اليه اراد ان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك اذا بعث اليها على جهة التمليك۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، ۱: ۳۲۷، ماجدية)

(۴) النفقة واجبة للزوجة على زوجها۔ (الهداية، كتاب النكاح، باب النفقة، ۲: ۴۳۳، شركة علمية)

(۵) قال في غرر الاذكار : ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ينصب القاضي الحنفي من مذهبه التفريق بينهما اذا كان الزوج حاضرا وابى عن الطلاق ... والتفريق ضروري اذا طلبته ... والحالة الاولى جعلها مشايخنا حكما مجتهدا فيه فينفذ فيه القضاء (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳: ۵۹۰، سعيد)

(۶) رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، ۶: ۴۲۳، سعيد

(۷) الهندية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر، ۱: ۳۲۷، ماجدية

والمكعب واثواب الحمام وهذه مالوفة بمنزلة المشروط عرفاً حتى لو اراد الزوج ان لا يدفع ذلك يشترط نفيه وقت العقد ويسمي في مقابلة دراهم معلومة ليضمها الى المهر المسمى في العقد وقد سئل عنها في الخيرية فاجاب بماحاصله ان المقرر في الكتب من ان المعروف كالمشروط يوجب الحاق ما ذكرنا لمشروط وعلم قدره لزم كالمهر والا وجب مهر المثل لفساد التسمية ان ذكرانه من المهروان ذكر على سبيل العدة فهو غير لازم بالكلية والذي يظهر الاخير وما في الخانية صريح فيه ثم ان شرط لها شيئاً معلوما من المهر معجلا فاوفاها ذلك ليس لها ان تمنع نفسها كذلك المشروط عادة كالخف والمكعب والديباج اللفافة ودراهم السكر على ماهو عادة اهل السمرقند فان شرطوا ان لايدفع بشئ من ذلك لايجب وان سكتوا لا يجب الا من صدق العرف من غير تردد في الا عطاء مثلها من مثله والعرف الضعيف لا يلحق المسكوت عنه بالمشروط۔(۱) اور زید کا عبارت مذکورہ سے استدلال کرنا اگر صحیح ہے تو مانعین کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

المستفتی نمبر ۲۱۱ ابو یوسف محمد یعقوب مہتمم مدرسہ عالیہ ڈاکخانہ کاسہ بڑان ضلع سمت ۲۹ رجب سن ۵۲ ۱۳ھ م ۱۹ نومبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۷۵) یہ رقم جو زوج سے قبل از عقد یا بعد از عقد اس غرض سے اور اس نام سے لیتے ہیں کہ اس سے برات کو اور اعزہ واقرباء کو کھانا دیا جائے گا نا جائز ہے اور اس کا حکم وہ ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے :۔ ولو اخذ اهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لا نه رشوة(۲) اور اس عبارت میں ہے ۔ ومن السحت ما يا خذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به(۳) اور اشیائے معروفہ کدراهم النقش و الحمام وغیرہ کا جو حکم شامی میں مذکور ہے یہ تمام وہ اشیاء ہیں جو زوجہ کے مہر میں محسوب ہوتی ہیں اور اسی لئے ان کو بقدر ما يعجل من المهر کے وجوب تقديم کے حکم کے ضمن میں بیان کیا ہے اور ان چیزوں کا زوجہ کے لئے ہونا ظاہر اور اس بناء پر مہر میں محسوب ہونا یقینی ہے اور ان کا وجوب علی انها من المهر جب ہی ہے کہ عرف میں ثابت ہو اور زوج بھی اسے تسلیم کرے ورنہ یہ بھی غیر لازم ہیں۔

اور پہلی رقم جو کھانا دینے کے لئے لی جاتی ہے اس کا مہر میں محسوب نہ ہونا بلکہ نہ ہو سکنا ظاہر ہے۔ کہ مہر کی رقم کو برات اور قرابتداروں پر خرچ کر دینے کا اولیائے زوجہ کو کوئی حق نہیں ہے اور زوجہ کے کام میں نہ آنا اس کا ظاہر ہے۔

محمد کفایت اللہ

طلاق کے بعد عدالت نے معاف شدہ مہر کے دینے کا فیصلہ سنایا ، کیا حکم ہے؟

(سوال) میں جزائر انڈمان کے پورٹ بلیر کا رہنے والا ہوں۔ اور میری شادی بھی پورٹ بلیر میں ہی ہوئی تھی۔ شادی کے وقت جو مہر قرار دیا گیا تھا وہ پانچ ہزار روپے تھا۔ حالانکہ میں اس وقت ملازم بھی نہیں تھا اور نہ میری حیثیت اتنی تھی اور

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، ۳ / ۱۳۰ ط سعید
(۲) الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل السادس عشر، ۱ / ۳۲۷ ماجدیہ
(۳) رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ۶ / ۴۲۳ ط سعید

نہ اب ہے کہ اس مہر کو ادا کر سکوں۔ لیکن مجھ کو سسرال والوں نے یہ کہا تھا کہ صرف دکھلاوے کے لئے اتنا مہر ہے کا اور بعد میں تمہاری بیوی تمہیں مہر معاف کر دے گی۔ مختصر یہ کہ شادی کے تین چار مہینے کے بعد میری بیوی نے روبرو پنچ کے مجھے مہر معاف کر دیا اور ایک کاغذ بھی لکھ کر دیا۔ جس میں کہ عرضی نویس نے ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر میری بیوی کا دستخط لیا۔ بیوی کا مجھے مہر معاف کرنا اس کے والدین کو ناگوار گذرا۔ اور ایک دن موقع پا کر جب کہ میں سرکاری نوکری پر تھا میری بیوی کو لے گئے اور بعد تین سال کے پھر میرے پاس بھیجا۔ میں نے اس کی بدچال چلن کی وجہ سے اسے طلاق دے دیا۔ بعد طلاق کے بیوی نے پانچ ہزار روپے مہر کا میرے اوپر دعویٰ کیا یہ کہتے ہوئے کہ اس کی نابالغی میں میں نے زبردستی مہر معاف کرالیا۔ ثبوت معافی کے لئے میں نے اپنا گواہ پیش کیا۔ انہیں لوگوں کو جو کہ پنچایت میں شامل تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ میری بیوی نے مجھے مہر معاف کر دیا ہے اور ایک کاغذ بھی لکھ کر دیا ہے۔ کاغذ میں پیش نہیں کر سکا کیونکہ وہ مجھ سے کھو گیا تھا۔ کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ میری بیوی کی عمر جب کہ اس نے مہر معاف کیا تھا ساڑھے چودہ برس کی تھی اور اس بات کا بھی پورا ثبوت موجود ہے کہ اس نے مہر اپنی خوشی سے معاف کیا ہے اور نابالغ نہیں تھی اور شرعاً کوئی لکھت پڑھت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بناء پر مقدمہ خارج کر دیا گیا۔

انہوں نے پھر اپیل کی اور اپیلیٹ کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ میری بیوی نابالغ تھی اور مہر زبردستی معاف کرالیا گیا ہے اور میرے اوپر ڈگری پانچ ہزار روپے کی دے دی۔ میں نے پھر ہائی کورٹ میں اپیل کی جس نے اپنے فیصلے میں یہ لکھا کہ مثل میں سب باتوں کا یعنی بیوی کی بالغی، مہر خوشی سے معاف کرنا اور کاغذ کا لکھا جانے کا پورے طور سے ثبت ہے اور زبردستی مہر معاف کرانے کا اور بیوی کے $14\frac{1}{2}$ برس کے سن میں نابالغ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صرف بات یہ رہی کہ پانچ ہزار روپے مہر معافی کے لئے کنٹریکٹ ایکٹ (جو کہ ایک انگریزی قانون ہے) کے مطابق پانچ روپے کے کاغذ کی ضرورت تھی اور اس کا رجسٹری ہونا بھی ضروری تھا۔ اس وجہ سے مہر کا معاف ہونا بالکل باطل ہے اور میرے اوپر ہائی کورٹ نے پانچ ہزار روپے کی ڈگری دے دی۔ اب چونکہ ہائی کورٹ کا فیصلہ آخری ہے اس لئے میں کوئی اپیل وغیرہ کونسل میں نہیں کر سکتا۔ میں اس کی خاطر دہلی بھی گیا تھا اور آپ نے خود اس بات کا فتویٰ بھی دیا کہ شرعاً اس معاملے میں کوئی لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب چونکہ آگے کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے میں آپ صاحبان سے ملتمس ہوں کہ آپ لوگ میرے مقدمہ کو آگے بھیجنے کا کوئی ذریعہ نکالیں۔

المستفتی نمبر ۲۱۶ عبدالاحد کلرک چیف کمشنر آفس۔ پورٹ بلیر ۵ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ م ۲۰ فروری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۷۶) مہر کی معافی کے لئے شرعاً تحریر کی ضرورت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے نزدیک معاف ہو گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ عدالت بھی اسے تسلیم کر لے گی۔ اگر شرعی عدالت میں بھی شوہر معافی مہر کا دعویٰ کرے تو اس کو معافی کا ثبوت دینا ہوگا۔ ہاں شرعی عدالت گواہوں کی شہادت جبکہ گواہ معتبر ہوں قبول کر لیتی ہے۔ (۱)

انگریزی عدالت اپنے مروجہ قانون کی مطابقت کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ کام تمام اہل ملک کا ہے کہ وہ مجموعی طاقت سے قانون بدلوائیں اور یہ پاس کرائیں کہ جب معتبر شہادت معافی کی ہو تو عدالت معافی کی ڈگری دے۔ لیکن جب تک

---

(۱) ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح رجلان او رجل وامرأتان (الدر المختار، كتاب الشهادات ۵/۴۶۵ ط سعيد)
وفي التنوير: شرطها العقل الكامل والضبط والولاية والقدرة على التمييز بين المدعي والمدعى عليه (الدر المختار، كتاب الشهادات ۵/۴۶۲ ط سعيد)

قانون نہیں بدلتا اس وقت تک انگریزی رعایا کو قانون کے مطابق کارروائی کرنی ہوگی یا قانون شکنی کرنی ہوگی مگر وہ ایک شخص کے کرنے سے مفید نہیں ہو سکتی۔ جمعیۃ علماء آپ کے کیس کو کس طرح ہاتھ میں لے سکتی ہے اور کس طرح آگے چلا سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر کی مقدار مقرر کرنے کے متعلق ایک تجویز

(سوال) جاورہ ایک اسلامی ریاست ہے۔ یہاں کے مسلمان حیثیت سے بہت زیادہ مہر باندھتے ہیں۔ جس کو وہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ یہ بے اعتدالی مذہبی نقطہ نظر سے بھی قابل تدارک ہے۔ یہاں کے مفتی صاحب نے میری ہدایت کے موافق منسلکہ تجویز پیش کی ہے۔ اس میں بھی حسب حیثیت صاف حد بندی نہیں اس لئے مکلف خدمت ہوں کہ اگر تجویز میں ترمیم کی گنجائش ہو تو از راہ کرم اصلاح فرمادیں۔

المستفتی نمبر ۲۱۸ سر فراز علی خاں چیف سکریٹری ریاست جاورہ ۶ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ م ۲۱ فروری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۷۷) اس میں شک نہیں کہ شریعت مطہرہ نے مہر کی زیادتی کی طرف کوئی حد معین نہیں کی اور اس لئے زوجین مختار ہیں کہ جتنا چاہیں مہر مقرر کریں۔(۱) لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ لوگوں نے اس اختیار کو بری طرح استعمال کیا ہے۔ اور مہر کی زیادتی کو حد افراط تک پہنچادیا ہے اور اس افراط کی وجہ سے بہت شدید مفاسد پیش آتے ہیں ان کا دفع کرنا اولی الامر کے فرائض میں سے ہے(۲) علماء وعظ و تذکیر سے اصلاح کر سکتے ہیں، مگر محض وعظ و تذکیر استیصال مفاسد کے لئے ناکافی ثابت ہوتے ہیں۔ پس اگر والی مسلم اس کی باعتبار تفاوت غنا و ثروت کے مختلف مقدار معین کر دے کہ مثلاً سالانہ ایک ہزار روپے آمدنی رکھنے والا شخص دو سو روپے سے زیادہ مہر نہ باندھے اور پانچ ہزار روپے سالانہ آمدنی رکھنے والا شخص ...... پانسو روپے سے زیادہ نہ باندھے وعلی ہذا۔ اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ ہاں یہ اعلان کر دیا جائے کہ مقدار مقررہ سے زیادہ ڈگری نہ دی جائے گی۔ اور اس کی قانونی گنجائش رکھی جائے کہ جو شخص معینہ مقدار سے زیادہ مہر باندھنا چاہے وہ والی مسلم سے خاص اجازت حاصل کر کے باندھ سکے گا۔ اجازت چاہنے والے کو والی کے سامنے اس امر کا ثبوت دینا ہوگا کہ وہ اپنی جائیداد یا کسی دوسرے صحیح ذریعہ سے اس مطلوبہ مقدار کی ادائیگی پر قادر ہے تو ایسی تحدید میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ اس کی غرض اصلاح ہے نہ کہ احکام شرعیہ میں مداخلت۔ اور ایسی اصلاح کا والی مسلم حق رکھتا ہے۔ ہاں غیر مسلم حکومت کی جانب سے یہ تحدید مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہوگی اور اس کو ایسی تحدید کا حق نہ ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) واتیتم احدٰھن قنطارا (النساء : ۲۰)

(۲) عن ابی العجفاء السلمی قال خطبنا عمر فقال : الا تغالوا بصداق النساء فانها لو کانت مکرمۃ فی الدنیا او تقوی عند اللہ کان اولٰکم بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ما اصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امراۃ من نسائہ ولا اصدقت امراۃ من بناتہ اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ (سنن ابی داود، کتاب النکاح باب الصداق ۱ : ۲۹۰ امدادیہ)

عورت مہر مؤجل کا مطالبہ کب کر سکتی ہے؟

(سوال) کیا فاطمہ اپنے مہر مؤجل کو معجّل طریقے پر زید سے طلب کرنے کا حق رکھتی ہے جب کہ زید کی نیت طلاق دینے کی نہ تھی اور فاطمہ اپنے خیال میں سمجھ رہی ہے کہ میں مطلق ہو چکی ہوں۔

المستفتی نمبر ۲۹۳ سعید الدین صاحب۔ ۱۴ صفر سن ۱۳۵۳ھ م ۲۹ مئی سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۷۸) مہر مؤجل جو بغیر تعیین مدت کے ہو معجّل کے حکم میں ہو جاتا ہے اس لئے زوجہ اپنے ایسے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے جو صرف مؤجل بلا تعیین مدت کے لکھا گیا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا عورت شوہر کو مہر مؤجل میں وقت سے پہلے ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے؟

(سوال) اگر مہر مؤجل ہے تو شوہر اپنی آسودگی کے زمانے میں مہر اپنی زوجہ کو اپنی مرضی سے ادا کر سکتا ہے یا مہر مؤجل کی صورت میں بھی زوجہ ہر وقت اپنے شوہر کو مہر کی ادائگی میں اپنی خواہش کے مطابق مجبور کر سکتی ہے۔

المستفتی نمبر ۳۲۵ مرزا برکت اللہ بیگ (بارشی) ۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۷۹) مہر مؤجل میں اگر مدت معینہ بیان کی گئی ہو تو اس مدت سے قبل زوجہ مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر مدت مذکور نہ ہو تو کر سکتی ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) الا ان جهل الاجل جهالة فاحشة فيجب حالاً (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۴۴، سعيد)

(۲) وان لم يؤجل او يعجل كله فكما شرط (ايضاً) وفي الرد- قوله فكما شرط) جواب شرط محذوف تقديره فان اجل كله او عجل كله (رد المحتار، كتاب النكاح، ۳/۱۴۴، سعيد)

عورت مرگئی اور مہر معاف کرنے یا نہ کرنے کا پتہ نہیں

(سوال) ہندہ کا زید سے نکاح ہوا اور اس کے بطن سے دو لڑکیاں ہوئیں جو حیات ہیں۔ کچھ عرصہ سے ہندہ علیل تھی جس کی وجہ سے اس کے وارثان کی خواہش سے وہ مع اپنے شوہر و دختران و سامان و جہیز چڑھاوے وغیرہ کے اپنے والدین کے مکان پر سکونت پذیر ہو گئی۔ اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق ہندہ نے خود یا اس کی موت کے بعد اس کے وارثان نے زر مہر معاف کر دیا اس صورت میں اس کی تقسیم وراثت شرعاً کیا ہے۔ اور اگر معافی مہر کی تصدیق نہ ہو سکے تو شرعاً کیا حکم ہے۔ اور اگرچہ دختران کی تمام کفالت پدر دختران کر رہا ہے مگر حق پرورش کس کو پہنچتا ہے؟

المستفتی نمبر ۳۳۲ محمد حسین حامد حسین دہلی ۷ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۲۰ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۸۰) اگر ہندہ نے مرض الموت میں مہر معاف کیا ہے تو یہ معافی معتبر نہیں۔(۱) ہاں ہندہ کی وفات کے بعد جن بالغ عاقل وارثوں نے ہندہ کی معافی سے رضامندی ظاہر کر دی یا از خود مہر معاف کر دیا تو ان کا حصہ مہر میں سے معاف ہو گیا۔ نابالغ وارثوں کا حصہ اور ان بالغوں کا بھی جو معافی پر رضامندی نہ دیں بحالہ قائم ہے(۲) لڑکیوں کی پرورش کا حق نانی کو حاصل ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر میں دیا گیا مکان عورت کی ملکیت ہے، قرض خواہ اس کو نیلام نہیں کر سکتے

(سوال) (۱) زید نے اپنا مکان ساڑھے چار سو روپے میں عوض دین مہر اپنی اہلیہ کو دے دیا اور اس وقت تک وہ قطعی قرض دار نہ تھا۔ ادائیگی مہر کے چار سال بعد مقروض ہو گیا اور قرض خواہوں نے نو سال بعد عدالت میں چارہ جوئی کر کے ڈگری حاصل کر لی اور مکان قرق کرا کر نیلام کرانا چاہتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مہر مؤجل اور معجل کی ادائیگی کس طرح کی جاتی ہے؟

(۲) مہر معجل اور مہر مؤجل کی ادائیگی شرعاً کس طرح کی جاتی ہے؟ اعتراض ہوا ہے کہ شوہر اپنی زندگی میں مہر نہیں ادا کر سکتا۔ ہمارے یہاں پر اب تک ادائیگی مہر شوہر کی زندگی میں ہوا کرتی ہے۔ بلکہ یہی رواج عام ہو گیا ہے۔

زیادہ قیمت کا مکان کم مہر کے عوض بیوی کو دینا کیسا ہے؟

(۳) زید نے اپنی غیر منقولہ جائیداد اپنی زوجہ کو ساڑھے چار سو روپے کے عوض مہر میں دے دی۔ مگر در اصل جائیداد کی قیمت قریباً سات سو پچیس روپے تھی۔ کیا زید ایسا کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۳۰۶ حافظ احمد جبل پور ۲۲ جمادی الثانی سن ۱۳۵۳ھ م ۲ اکتوبر سن ۱۹۳۴ء

---

(۱) وفي الدر المختار: وصح حطها لكله أو بعضه عنه قبل أو لا. وفي الدر المختار: الحط الإسقاط كما في المغرب. ولا بد أن لا تكون مريضة مرض الموت. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ۳/ ۱۱۳، ط سعيد)

(۲) وإذا تأكد المهر بما ذكر لا يسقط بعد ذلك ... لأن الملك بعد تأكده لا يحتمل السقوط إلا بالإبراء. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ۳/ ۱۰۲، ط سعيد)

(۳) وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غير أهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم أو ماتت فأم الأم أولى من كل واحدة وإن علت. (الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة ۱/ ۵۴۱، ط ماجدية)

(جواب ۱۸۱) جب کہ اس قرض کے وجود سے پہلے وہ مکان اپنی بیوی کو مہر میں دے چکا تو بعد کے قرض خواہ اس مکان کو اپنے قرضہ میں نہیں لے سکتے۔

(۲) معجّل کی ادائیگی فوراً یا جس وقت زوجہ طلب کرے واجب ہے(۱) اور مؤجل کی مدت معینہ کے بعد۔ اور اگر صرف مؤجل کہا گیا ہو اور مدت معین نہ کی گئی ہو تو وہ بھی معجّل کے حکم میں ہے۔(۲)

(۳) شوہر کے زندگی میں مہر ادا کرنا چاہئے اور جب رواج بھی یہی ہے تو وجوب ادا اور مؤکد ہو گیا۔(۳)

(۴) اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عورت سے اس خیال پر نکاح کیا کہ باکرہ ہے حالانکہ وہ ثیبہ ہے، کیا مہر ساقط ہو گا

(سوال) اہل اسلام میں شرفاء میں کنواری لڑکیوں میں نکاح طے کرنے کے سلسلہ میں یہ بات پنہاں رہتی ہے کہ لڑکی باکرہ ہے۔ چنانچہ مہر طے ہو جانے کے بعد شرعی بالغ لڑکا جس کی عمر ستائیس برس کی اور شرعی بالغ لڑکی جس کی عمر تیئیس برس کی ہے لڑکا مع اس طے شدہ مہر کے نکاح قبول کرتے وقت اس نیت سے لڑکی کو زوجیت میں قبول کرتا ہے کہ وہ باکرہ ہے۔ اگر بعد نکاح کے لڑکی غیر باکرہ ثابت ہو۔ یعنی قبل از نکاح وہ زانیہ رہی ہو تو شوہر کو شرعاً طلاق دینا ضروری ہے۔ یا نہیں ؟ ایسی کون سی حالتیں ہیں کہ شوہر اپنی زوجہ کو طلاق دیتے وقت مہر سے بالکل بری ہو جاتا ہے۔

المستفتی نمبر ۴۹۹ سید اقبال احمد علی گڈھ۔ ۲۲ ربیع الاول سن ۱۳۵۴ھ م ۲۵ جون سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۳) صورت سوال میں تو اس کی بھی تصریح نہیں ہے کہ عقد کے وقت بکارت کی شرط کر کے مہر مقرر کیا تھا اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر بکارت کی شرط کر کے بھی مہر مثل مقرر کیا ہو اور عورت غیر باکرہ ہو جب بھی تمام مہر لازم ہو تا ہے۔ ولو شرط البكارة فوجد ثيباً الزمه الكل۔(۴) اور وجہ یہ ہے کہ بکارت کبھی گر پڑنے یا کسی چوٹ کے صدمے سے بھی زائل ہو جاتی ہے تو اس بات کی تحقیق ناممکن ہے کہ زوال بکارت کا سبب کوئی غیر اختیاری فعل ہے یا اختیاری۔ نیز مہر کا تقرر جواز استمتاع کے لئے ہے وہ بہر حال حاصل ہے۔ محض لڑکی کو ثیبہ پانے پر طلاق دے دینا مستحسن نہیں ہے کیونکہ ثیبہ ہونے میں اس کا قصوروار نہ ہونا ممکن ہے۔ اور طلاق دے دینے میں ادائے مہر لازم ہو گا۔ اور خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر ادا کرنا لازم ہو تا ہے۔(۵)

مہر سے برات کی صورت لڑکی کی رضامندی سے خلع کرنے کی ہے اور بس۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

پہلی بیوی کے مہر سے بچنے کے لئے ساری جائیداد دوسری بیوی کے مہر کے عوض میں لکھ دی۔ کیا یہ جائز ہے ؟

(سوال) زید نے تین شادیاں کیں۔ اول بیوی کو طلاق دی مگر زید ایسا نادہند ہے کہ بڑی مشکل سے نالش وغیرہ کرنے

---

(۱) ان المعجل اذا ذكر في العقد ملكت طلبه۔ (البزازية على هامش الهندية، كتاب النكاح ۴ / ۱۳۲، ماجدية)

(۲) رجل تزوج امرأة بالف على ان كل الالف مؤجل ان كان التاجيل معلوماً صح التاجيل وان لم يكن لا يصح۔ (الكفاية على هامش الهندية، كتاب النكاح، ۳ / ۳۸۰، ماجدية) (۳) واذ لم يصح التاجيل يؤمر الزوج بتعجيل قدر مايتعارفه اهل البلدة (ايضاً)

(۴) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر ۳ / ۱۲۶، سعيد (۵) والمهر يتأكد باحد معان ثلثة: الدخول والخلوة الصحيحة و موت احد الزوجين (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثاني ۱ / ۳۰۳، ماجدية)

(۶) بیوی کے معاف کرنے سے بھی بری ہو جاتا ہے۔ كمافي الدر : واذا تاكد المهر بما ذكر — لا يحتمل السقوط الا بالابراء۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ۳ / ۱۰۲، سعيد)

کے بعد اس کا مہر ادا کیا۔ اس پہلی بیوی سے جو بچہ ہے اس کی خوراک کے لئے نمبر ۱۰ روپے عدالت سے مقرر ہوئے تھے وہ بھی بڑی مشکل سے نالش کے بعد ادا کرتا ہے۔ دوسری بی بی کو طلاق دے دی مگر اس کا نہ تو مہر ادا کیا اور نہ نان نفقہ کا خرچ ادا کیا۔ تیسری بی بی کو نکاح سے پہلے اپنی بی بی کہتا ہے اور دوسری بی بی کے مہر کے ادائیگی سے بچنے کے واسطے اس تیسری بی بی کو قبل از نکاح اپنی تیس چالیس ہزار روپے کی جائیداد پندرہ ہزار روپے کے فرضی مہر کے بدلے میں رجسٹری کرا کے دے دیتا ہے۔ حالانکہ اس قوم میں لکھ پتی کا مہر بھی پانچ ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ بھی پیشگی نہیں ملتا بلکہ زفاف یا طلاق پر ملتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۹۰۷ شیخ نور الحسن (کلکتہ) ۲۷ شوال سن ۵۴ ۱۳ھ م ۲۳ جنوری سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۳) اگر تیسری عورت سے ابھی تک نکاح نہیں ہوا اور قبل از نکاح اس نے اپنی جائیداد اس کے مہر کے نام سے دے دی تو اس جائیداد سے دوسری بیوی کا مہر اور دیگر قرضے جو اس کے ذمہ ہوں وصول کئے جا سکتے ہیں۔(۱) کیونکہ نکاح سے قبل دے دینے اور مہر کا نام لگا دینے سے وہ جائیداد بیوی کی ملک میں نہیں گئی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے پر سسرال والوں کا رقم لینا جائز نہیں۔

(سوال)(۱) ہمارے شیخاواٹی ریاست جے پور و قرب و جوار کے قصبات میں یہ رواج ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند انتقال کر جائے تو وہ عورت بذات خود یا ورثائے عورت اس کا نکاح ثانی کرنا چاہتے ہیں تو عورت کے سسرال والے بلا حصول رقم کثیر یعنی چار پانچ سو روپے کے نکاح نہیں ہونے دیتے۔ اس روپے لینے کی رسم کو ہمارے یہاں پچھوپ کہتے ہیں۔ لہذا عرض ہے کہ بعد انتقال زوج کے سسرال والوں کا تعلق شرعی رہتا ہے یا نہیں؟ اور بطور پچھوپ کے بعد النکاح اتنی رقم عورت کے سسرال والوں کا وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عموماً ہمارے یہاں خصوصاً قوم بیوپاری میں مہر ڈھائی روپے سے لے کر تیس سو روپے تک باندھا جاتا ہے۔ مگر اب بعض لوگ خواہ مخواہ پریشان کرنے کے لئے چار پانچ سو روپے تک بلکہ ہزار روپے تک مہر باندھتے ہیں۔ جو بوجہ عدم ادائیگی بوقت مرگ زوج ورثائے متوفی عورت سے معاف کرانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بے چاری عورت جو کہ غمزدہ ہوتی ہے لوگوں کے کہنے سننے سے معاف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ لہذا اتنا مہر مقرر کرنا جس کی معافی کی خواہش عورت سے کی جائے کہاں تک جائز ہے۔ حالانکہ لڑکی کے خاندان میں کسی کا بھی مہر اتنا مقرر نہیں کیا گیا۔

(۳) ایک یہ بھی رسم ہے کہ لڑکی والا سو دو سو چار سو روپے پاس رکھتا ہو یا نہیں مگر لڑکی والا نوشہ کے ورثا سے حسب معمول نکاح کے وقت علاوہ مہر کے وصول کرتا ہے اور اس وصولی رقم کو ہمارے یہاں لیک کہتے ہیں۔ چونکہ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ خاندان میں جتنی لڑکیاں دس بیس ہوتی ہیں ان کی شادی ایک دم کر دیتے ہیں۔ لہذا اتنی ہی براتیں بھی آتی ہیں۔ آدمی بھی کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ بدیں وجہ مہاجن سے سامان خورد و نوش وغیرہ قرض لے لیا جاتا ہے۔ اور لیک کا روپیہ جب وصول ہو جائے تو مہاجن کو روپیہ ادا کر دیا جاتا ہے اسراف بیجا کی وجہ سے بعض دفعہ لڑکی والا سو دو سو روپے کا مقروض ہو جاتا ہے۔

---

(۱) وفی الدر : ویتاکد عند وطئ او خلوۃ صحت وفی الرد : افاد ان المھر واجب بنفس العقد (رد المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ۳/۱۰۲، سعید)

بیوہ سے سسرال والوں کا دوسری شادی کے بعد زیور لینا جائز نہیں

(سوال) جب نکاح ثانی عورت کا کیا جاتا ہے تو عورت کے سسرال والے پچھوپ بھی لیتے ہیں اور جو زیور عورت کے والدین نے لڑکی کو شادی کے موقع پر دیا تھا وہ بھی لے لیتے ہیں۔ سسرال والوں کو یہ زیور لے لینا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۵۹ مستری محمد احمد صاحب بمبئی ۲۲ محرم سن ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸٤)(۱) شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کے گھر والوں کا متوفی کی بیوی پر کوئی حق اس قسم کا نہیں رہتا کہ وہ اس پر کوئی رقم وصول کریں۔ یہ رسم جس کا سوال میں ذکر ہے جاہلانہ رسم اور ظلم ہے۔(۱) اس کو بند کرانے کی سعی کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔(۲)

(۲) مہر میں محض نام و نمود کے لئے بڑی رقم مقرر کرنا جاتا ہے۔(۳) ہاں اگر شوہر میں اتنی رقم ادا کرنے کی وسعت ہو اور وہ ادا کرنے کے ارادے سے بڑا مہر باندھے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن معاف کرانے کے لئے بند ھوانا اور باندھنا اصول اسلام کے خلاف ہے۔

(۳) یہ رسم بھی اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اور اس قدر انتظام کرنا کہ طاقت سے زیادہ ہو اور قرض کا بوجھ سر پر ہو جائے یہ بھی قبیح ہے۔

(۴) سسرال والوں کو عورت کا زیور لینے کا کوئی حق نہیں۔ یہ بھی صریح ظلم ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فالج کے مریض کا مہر میں اضافہ کرنا

(سوال) زید ایک سال سے عرصے سے زیادہ مرض فالج میں مبتلا رہا اور پورے ایک سال کے بعد اپنی زوجہ کے مہر مسمیٰ میں اضافہ کرتا ہے۔ درحالت رضا و رغبت بدرستی ہوش و حواس اور لکھ بھی دیتا ہے۔ اس معاملے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد اسی مرض میں فوت ہو جاتا ہے۔ کیا یہ اضافہ اصل مہر مسمیٰ کے ساتھ منضم ہو کر ترکہ سے واجب الادا زوجہ کے لئے ہوگا۔ کیا یہ اضافہ تصرفات مرض الموت میں شمار ہوگا۔ یا تصرفات حالت صحت میں؟ کتب حنفیہ میں لکھا ہے جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ عرصے رہا ہو اس کو ابتدا ہی سے مرض الموت شمار نہ کریں گے اور ابتدا سے مرض سے اس کے تصرفات میں خلل نہ آئیگا۔ بلکہ جس روز سے مرض شدید ہو کر باعث کی نوبت پہنچی ہے اس روز سے مرض الموت شمار ہوگا اور اسی روز سے اس کے معاملات کو پوری صراحت سمجھیں گے۔ پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق و سل وغیرہ میں مبتلا تھا۔ اس کے بعد ایک ہفتے کے لئے مرض شدید ہو کر اسی میں انتقال ہو گیا۔ تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا اس سے پہلے معاملات بالکل صحیح اور جائز مثل حالت صحت کے سمجھے جائیں گے۔ المستفتی نمبر ۱۰۰۹ محمد عبداللہ مہتمم مدرسہ انوریہ لد ھیانہ ۸ صفر سن ۱۳۵۵ھ م ۲۹ اپریل سن ۱۹۳۶ء

---

(۱) یاایها الذین آمنوا لایحل لکم ان ترثوا النساء کرها (النساء : ۱۹) وفی البخاری: حدثنا محمد بن مقاتل ... عن ابن عباس یاایها الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرها ... قال کانوا اذا مات الرجل کان اولیاؤہ احق بامرأته ان شاء بعضهم تزوجها وان شاؤا زوجوها وان شاؤا لم یزوجوها فهم احق بها من اهلها فنزلت هذہ الآیة فی ذلك۔ ([illegible])

(۲) من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان۔ ([illegible])

(۳) عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من یرائی یرائی الله به ومن یسمع یسمع الله به۔ ([illegible]) عن عمر بن الخطاب انه خرج یوما الی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فوجد معاذ بن جبل قاعدا عند قبر النبی صلی الله علیه وسلم یبکی فقال ما یبکیك؟ قال یبکینی شیء سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان یسیر الریاء شرك۔ ([illegible] ۲۹٦)

(۴) الا لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه۔ ([illegible])

(جواب ۱۸۵) افالج کا مریض جب کہ مرض ممتد ہو کر ایک حالت پر ٹھہر جاتا ہے اور موت کا خطرہ نہیں رہتا تو اس کے تصرفات صحت کے تصرفات قرار دیئے جاتے ہیں۔(۱) پھر جب مرض میں اشتداد پیدا ہو کر نئی صورت اختیار کر لیتا ہے تو وہ مریض قرار دیا جاتا ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ نے بیٹے کے لئے نکاح کیا اب مہر کس کے ذمہ واجب ہے؟

(سوال) باپ نے بیٹے کے لئے نکاح کر لیا۔ یہ مہر ادا کرنا باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر مہر ادا کرنے سے باپ انکار کرے تو بیٹے کا نکاح فسخ ہو جانے گا یا نہیں؟

(جواب ۱۸۶) اگر والد نے مہر کی ضمانت کی ہو تو والد پر ادائیگی لازم ہے۔(۲) ورنہ بیٹے پر ادا کرنا لازم ہے۔ اگر والد انکار کردے تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بیوی کے مرنے کے بعد مہر کا حق دار کون ہے؟

(سوال) زید کی زوجہ فوت ہو گئی ہے۔ زید نے فوت شدہ زوجہ کا مہر جو زید کے ذمہ واجب الادا ہے ادا کرتا ہے تو زرِ مہر کا حق دار کون ہے؟

المستفتی نمبر ۹۹۰ عبدالوحید صاحب (ضلع بلند شہر) ۱۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۶ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۷) زید کی متوفیہ بیوی کا مہر جو زید کے ذمہ واجب الادا تھا اس میں سے زید کا حصہ ساقط ہو گیا اگر متوفیہ لاولد ہو تو زید کا حصہ ۱/۲ یعنی نصف ہے اور صاحب اولاد ہو تو زید کا حصہ ۱/۴ یعنی ایک چوتھائی ہے اور باقی متوفیہ کے دوسرے وارثوں کو ملے گا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح جدید میں جدید مہر کے ساتھ پرانا مہر بھی دینا ہوگا

(سوال) نکاح جدید میں زرِ مہر کی کیا صورت ہو اور پہلا زرِ مہر جو شوہر کے ذمہ بیباقی ہے اس کی کیا صورت ہو؟

المستفتی نمبر ۱۰۰۵ محمد یوسف صدر بازار دہلی۔ ۲۹ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۲۰ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۸) پہلا زرِ مہر تو زید کے ذمہ واجب الادا ہے۔ تجدید نکاح کی صورت میں اس نکاح جدید کا مہر علیحدہ مقرر ہو گا۔(۴) اور اگر زوجین میں سلوک ہو اور دونوں باہم راضی ہوں تو ممکن ہے کہ دوسرے نکاح کا مہر دس بیس روپے مقرر کر لیں۔ یعنی ایک معمولی چھوٹی سی رقم پر نکاح کر لیں تاکہ زید پر جداگانہ مستقل دوسرے مہر کی بڑی رقم کا بار نہ پڑے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) وفی الهندية عن التمرتاشي: وفسر اصحابنا التطاول بالسنة، فاذا بقي على هذه الحالة سنة فتصرفه بعد ها كتصرفه في حال صحة. والمقعد والمفلوج مادام يزداد ما به كالمريض فان صار قديما ولم يزد فهو كالصحيح في الطلاق وغيره۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، ۳/ ۳۸۵ سعید)

(۲) وصح ضمان الولي مهرها ولو المرأة صغيرة وتطالب ايا شاءت من زوجها البالغ او الولي الضامن ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الا اذا ضمنه وفي الرد: سواء كان ولي الزوج او الزوجة صغيرين كانا او كبيرين. اما ضمان ولي الكبير منهما فظاهر، لانه كالاجنبي، ثم ان كان بامره رجع والا لا۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، ۳/ ۱۴۰ سعید)

(۳) واما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والربع مع الولد او ولد الابن وان سفل۔ (سراجی ص ۶، سعید)

(۴) والطلاق بعد الدخول يعقب الرجعة ويوجب كمال المهر، فيجب عليه المسمى في النكاح الثاني فيجتمع عليه مهران. (الفتاوی الہندیہ، کتاب النکاح، الفصل الثالث عشر ۱/ ۳۹۳ ماجدیہ)

شوہر کی طرف سے دیا گیا سامان کس کی ملکیت ہے؟

(سوال) شوہر کی طرف سے جو سامان مثلاً زیور، کپڑے بری میں دلہن کو بھیجے جاتے ہیں اور وہ دلہن کے ساتھ شوہر کے گھر واپس آجاتے ہیں۔ بعد وفات شوہر وہ کس کی ملکیت سمجھا جائے گا؟

المستفتی نمبر ۱۰۲۸ محمد یعقوب علی صاحب (دہلی) ۱۰ ربیع الثانی سن ۱۳۵۵ھ م یکم جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۹) اگر اس زیور اور جوڑے کے متعلق پہلے تصریح کردی جائے کہ وہ ہبہ ہے یا عاریت یا مہر میں دیا گیا ہے تو تصریح کے موافق عمل ہوگا۔ لیکن اگر یہ تصریح نہ کی گئی ہو تو پھر اس کا مدار عرف پر ہے۔ اگر اس قوم کا عرف غالب یہ ہو کہ ان چیزوں کا مالک شوہر رہتا ہے تو یہ چیزیں شوہر کی رہیں گی اور اس کے انتقال کے بعد ترکہ میں شامل ہو کر تقسیم ہوں گی لیکن اگر عرف غالب یہ ہو کہ دلہن کی ملک کردی جاتی ہیں تو تنہا زوجہ ان اشیاء کی مالک ہوگی اور ترکہ زوج میں شامل نہ ہوں گی۔ چونکہ شہروں اور قوموں کے عرف مختلف ہوتے ہیں اس لئے عرف کی تحقیق و تعیین حاکم یا حکم کا کام ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا بیوی طلاق یا شوہر کے مرنے سے پہلے مہر مؤجل کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(سوال) مہر مؤجل کو بیوی قبل طلاق یا بابا فوت خاوند کے بھی طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور مہر معجل کا کیا مطلب ہے اور اس میں یہ شرط عند الطلب کیا چیز ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۳۹ حافظ رحیم بخش صاحب (متھرا) ۱۵ ربیع الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۵ جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۹۰) مہر معجل اور عند الطلب دونوں کا مطلب یہ ہے کہ عورت ہر وقت طلب اور وصول کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔(۲) اور مہر مؤجل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مدت ادا معین کردی جائے اس وقت مانگ سکے اور اگر مہر مؤجل میں کوئی مدت معین نہ کی جائے صرف یہ کہہ دیا جائے کہ مؤجل ہے تو وہ بھی حکماً معجل ہو جاتا ہے۔(۳)

علاقے والوں کی طرف سے مہر کی ایک مخصوص مقدار مقرر کرنا

(سوال) ایک مسلم جماعت نے بستی کے مسلمانوں کی شادیوں کی فضول خرچی کو روکنے کے لئے چند قواعد مرتب کئے ہیں۔ ان میں مہر کے متعلق یہ حد مقرر کی ہے کہ کم سے کم سو روپیہ اور زیادہ سے زیادہ پانچ سو چوبیس روپے مہر رکھا جائے۔ اس حدود مہر سے کم یا زیادہ مہر رکھنے والا اپنی جماعت کا گنہگار سمجھا جاتا ہے اس جرم کے لئے جرمانہ بھی مقرر ہے۔ کیا شریعت حقہ میں مہر کے لئے کوئی حد مقرر ہے یا نہیں۔ مذکورہ بالا حد بندی از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ ایسی حد بندی قائم کرنے والی جماعت حق بجانب ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۰۵۴ حاجی محمد یوسف صاحب

(جواب ۱۹۱) مہر کے لئے کم از کم مقدار دس درہم (تقریباً ڈھائی روپیہ) ہے اور زیادہ کی حد مقرر نہیں ہے۔ لیکن

---

(۱) بیوی کے قول کا قسم کے ساتھ اعتبار ہوگا۔
وان مات احدهما واختلف وارثه مع الحي في المشكل الصالح لهما فالقول فيه للحي ولو ترد فالقول فيه للحي مع يمينه در منتقى انه لا يد للميت، وذكر في البحر عن الخزانية استثناء ما اذا كانت المرأة ليلة الزفاف في بيته، فالمشكل وما يجهز مثلها به لا يستحسن جعله للزوج الا اذا عرف بتجارة جنس منه فهو له (رد المحتار، باب المهر، مطلب في متاع البيت ۳: ۵۶۳، سعید)
(۲) ان المعجل ما ذكر في العقد منكب طلبه (البزازية على هامش الهندية، كتاب النكاح ۴: ۱۳۲، ماجدية)
(۳) فلو لم يؤجل او يعجل كله فكما شرط لان الصريح يفوق الدلالة الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فيجب حالا (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر ۳: ۱۴۴، سعید)

اگر کسی شخص کو قدرت ہو تو وہ اپنی قدرت کے موافق جتنا مہر مقرر کرے (مثلاً ہزار دو ہزار دس ہزار وغیرہ) تو اتنا مہر لازم ہو جاتا ہے لیکن اپنی طاقت اور قدرت سے زیادہ مہر مقرر کرنا مذموم ہے اگر کوئی انجمن اصلاح کے طور پر مہر کا اوسط درجہ مقرر کر دے تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس قاعدے کو اس طرح بنایا جائے کہ شرعی حکم کی تصریح بھی اس میں موجود ہو مثلاً یہ عبارت ہو (شریعت مقدسہ میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے (۱) اور زائد کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے۔ شوہر اپنی وسعت کے موافق جتنا ادا کر سکے مقرر کر سکتا ہے۔ اس شرعی حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجمن اصلاح کے لئے یہ حد مقرر کرتی ہے۔ کم از کم مقدار تو وہی ہو جو عورت یا اس کا ولی منظور کرے مگر زیادتی کی جانب میں کچھ موجودہ روپے سے زیادہ تجاوز نہ کیا جائے۔ اس عبارت کے ساتھ قاعدہ بنایا جائے اور خلاف کرنے والے پر جرمانہ کرنا جائز نہیں۔ جو خلاف کرے اس کو صرف یہ تنبیہ کی جائے کہ لوگ اس کی تقریب میں شرکت نہ کریں اور اگر کوئی خاص شخص صاحب وسعت زیادہ مہر مقرر کرنے کی درخواست کرے تو انجمن میں اس کی درخواست پیش ہو اور انجمن مناسب سمجھے تو اس کو خاص طور پر اس شرط سے اجازت دے دے کہ وہ مہر بوقت عقد فوراً ادا کر دے اور عورت کے نام اس رقم کی جائیداد خرید دی جائے تاکہ وہ محفوظ ہو جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عقد نکاح کے وقت سے ہی شوہر کا ارادہ مہر دینے کا نہ تھا تو نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں؟

(سوال) ایک عورت نے اپنے شوہر سے کئی برس بعد اپنا مہر مانگا۔ شوہر نے جواب دیا کہ جب میرا عقد تمہارے ساتھ ہوا تھا اس وقت بھی میری نیت میں خلل تھا کہ مہر نہیں دوں گا۔ اور اب بھی میری یہی نیت ہے کہ تمہارا مہر نہیں دوں گا خواہ تم معاف کرو یا نہ کرو۔ عورت بھی مہر معاف نہیں کرتی ہے۔ فرمائیے یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز۔ عورت کئی بچے بھی اپنے شوہر سے جن چکی ہے۔

المستفتی نمبر ۱۲۳۳ مستری صادق علی صاحب (جالندھر) ۲۳ شعبان سن ۱۳۵۵ھ م ۱۰ نومبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۹۲) عورت نے اپنے خاوند سے مہر کا مطالبہ کیا تو اس کا مطالبہ بجا ہے۔ خاوند کا یہ کہنا کہ میری نیت مہر دینے کی نہیں تھی اور میں مہر نہیں دوں گا غلط ہے۔ اور اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہاں خاوند گنہگار ہوگا۔ (۲) اور اس پر مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر معجل اور موجل کے معنی

(سوال) نکاح میں مہر معجل اور موجل کے کیا معنی ہیں۔ تفصیل کی سخت ضرورت ہے۔

المستفتی نمبر ۱۲۳۳ امیر زماں خاں صاحب (برار) ۷ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۹ مئی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۳) مہر معجل سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کی ادائیگی فی الفور لازم ہو اور موجل سے یہ مراد ہے کہ ادائیگی

---

(۱) لا مهر اقل من عشرة دراهم۔ (الهدایة ۲: ۳۳۲)

(۲) حدثنا عبدالله ... قال سمعت صهيب بن سنان يحدث قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما رجل اصدق امرأة صداقاً والله يعلم انه لا يريد اداءه اليها فغرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقي الله يوم يلقاه وهو زان۔ (مسند احمد ۴: ۳۳۲، دار احياء التراث)

(۳) ويجب العشرة ان سماها او دونها ويجب الاكثر ان سمى الاكثر ويتأكد عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما۔ (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر ۳: ۱۰۲، سعيد)

کے لئے کوئی مہلت اور میعاد مقرر کردی جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قاضی نے نکاح کے وقت مہر کی کئی مقداریں ذکر کیں، کون سی مقدار کا اعتبار ہوگا؟

(سوال) عمرو کی شادی ہوئی اور نکاح کے وقت پہلی مرتبہ قاضی صاحب نے اس طرح نکاح کیا۔ تمہاری شادی ہزار روپے اور دس درہم شرعی پر ہوتا ہے اور عمرو نے اس کو منظور کیا۔ مگر دوسری اور تیسری مرتبہ یہ کہا کہ ایک ہزار دس درہم شرعی پر نکاح کیا اور اس نے منظور کیا تو اب عمرو مہر میں ایک ہزار درہم شرعی ادا کرے یا ایک ہزار روپے و دس درہم شرعی ادا کرے؟

المستفتی نمبر ۱۵۱۳ محمد عبدالسلام صاحب (الہ آباد) ۱۱ ربیع الثانی سن ۵۶ ۱۳ھ م ۲۱ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۴) ایک ہزار دس درہم پر نکاح منعقد ہوا کیونکہ پہلے الفاظ ایجاب کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا نکاح اتنے مہر پر ہوتا ہے یہ ایجاب نہیں ہے۔ ایک ہزار دس درہم پر نکاح کیا یہ ایجاب ہے۔ لہذا یہی مہر قرار پایا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عورت کی موت کے بعد اس کا سامان اور زیور کس کی ملکیت ہوگا؟

(سوال) مسماۃ زینب زوجہ زید لاولد فوت ہوگئی ہے۔ شادی کے موقع پر سسرال کی طرف سے جو مال از قسم زیور و پارچہ جات اس کو دیئے گئے تھے خاوند نے بعد وفات واپس لے لئے۔ متوفیہ کو اپنے والدین (میکے) سے جو مال ملا تھا وہ متوفیہ کے والدین کے قبضہ میں ہے۔ اس متروکہ مال سے متعلق جو زینب کو اپنے والدین نے دیا تھا شرعاً کیا حکم ہے۔ آیا متوفیہ کے خاوند کو دیا جائے یا اس کے والدین اپنے تصرف میں لے آئیں۔ نیز اس مال کے متعلق کیا حکم ہے جو مال زید نے واپس لے لیا ہے اور اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ اگر مال متروکہ کو جو زینب کے والدین کے پاس ہے کار خیر میں تعمیر مسجد وغیرہ میں لیا جائے تو کیا حکم ہے۔

بیوی کے والدین اپنا حصہ میراث اپنی مرضی سے خیرات کر سکتے ہیں

(۲) اگر متوفیہ کے والدین دیئے ہوئے مال کے شرعی مستحق رضا و رغبت اپنا حصہ نہ لینا چاہیں اس صورت میں یہ مال مستحقین خیرات میں تقسیم کر دیا جائے تو کیا حکم ہے۔

اگر خاوند نے متوفیہ کے مال سے اپنا دیا ہوا مال واپس لے لیا تو کیا وہ متوفیہ کی میراث میں حق دار ہوگا؟

(۳) جس صورت میں خاوند نے اپنا مال واپس لے لیا ہے حالانکہ اس کا مال اس مال سے قیمت میں بہت زیادہ ہے اور وہ اپنا مال شرعاً ورثہ میں تقسیم نہیں کرنا چاہتا تو کیا اس صورت میں وہ متوفیہ کے دیئے ہوئے مال میں سے شرعی حصہ لینے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

(جواب ۱۹۵) شادی کے موقع پر خاوند کی طرف سے جو زیور اور کپڑے بیوی کو دیئے جاتے ہیں ان کے بارے میں عاریۃً ہونے کی تصریح یا عام رواج ہو تو خاوند کی ملک ہوں گے۔ اور اگر عاریت کی تصریح یا رواج عام نہ ہو تو وہ

---

(۱) وان بینوا قدر المعجل یعجل ذلک ... لا خلاف لاحد ان تاجیل المهر الی غایة معلومة نحو شهر او سنة صحیح۔ (الهندیة، کتاب النکاح، باب المهر، ۱/ ۳۱۸، ماجدیة) (۲) ثم عرف المهر فی العنایة بانه اسم للمال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلة البضع بالتسمیة او بالعقد۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/ ۱۰۱، سعید)

بیوی کی ملک ہوتے ہیں اور اس کے ترکہ میں شامل ہو کر تقسیم ہوں گے(۱) اور والدین کی طرف سے جو زیور و سامان دیا جاتا ہے وہ سب لڑکی کی ملک ہوتا ہے۔ سب ترکہ میں شامل ہوگا۔(۲) پس ہندہ کا ترکہ جس میں اس کا مہر جہیز اور چڑھاوا یعنی خاوند کا دیا ہوا مال بھی شامل ہوگا اس کے وارثوں پر تقسیم ہوگا۔ پھر جن وارثوں کے حصے میں جو رقم آئے وہ اپنی مرضی سے مسجد میں یا کسی کار خیر میں صرف کردیں تو انہیں اختیار ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت قابل جماع نہ ہو تو نصف مہر واجب الاداء ہوگا

(سوال) زید کی شادی ہوئی اور تخلیہ ہوا مگر اتفاق سے زوجہ میں ایسی خامی پائی گئی کہ مجامعت کے وقت دخول نہیں ہو سکا باوجود کوشش کے یہ خامی دور نہیں ہو سکی۔ عرصہ دراز تک یہ دونوں اسی طرح باہم رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مقررہ مہر بذمہ خاوند واجب الاداء ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۷۵ محمد خاں صاحب (مئو مالوہ) ۲۷ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۷ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۶) اگر عورت ایسی ہے کہ جماع ممکن نہیں یعنی دخول حشفہ بھی نہیں ہو سکتا تو اس کا نصف مہر خاوند کے ذمہ واجب الاداء ہوگا۔ اور اگر بقدر حشفہ دخول ہو سکے تو پورا مہر لازم ہوگا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر ادا کئے بغیر طلاق

(سوال) (۱) دین مہر زوجہ کے بغیر معاف کئے ہوئے اگر زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید کی بیوی نے زنا کیا اور زنا سے بچہ پیدا ہوا اس کے بعد بچہ مر گیا۔ زید کو اس زنا کی ولادت کی خبر ملی۔ زید یہی کہتا ہے کہ ولد الزنا تھا۔ چونکہ ہم دونوں عرصہ سے علیحدہ ہو گئے۔ دوسرے زوجہ بھی زنا سے انکار نہیں کرتی ہے۔ زید چاہتا ہے کہ طلاق دوں۔ زید کی زوجہ دین مہر معاف نہیں کرتی ہے۔ لوگ زید کو کہتے ہیں کہ بغیر دین مہر ادا کئے طلاق نہیں ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے وہ مجبور ہے صاحب حیثیت ادا کرنے کی نہیں ہے۔ نہ وہ ادا کر سکتا ہے اور نہ زوجہ کو رکھ سکتا ہے جس میں اور بھی زنا کا اور ہر قسم کی اذیت کا احتمال ہے۔ ایسی صورت میں دونوں کو علیحدہ کر دینا مناسب ہے کہ نہیں تاکہ دونوں اپنی اپنی شادی طبیعت کے مطابق کر لیں۔ دوسرے جو لوگ کہتے ہیں کہ بغیر دین مہر ادا کئے طلاق نہیں ہو سکتی حق جانب ہیں کہ نہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۶۰۴ مولوی عبدالرافع صاحب (ضلع گیا) ۹ جمادی الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۷) لوگوں کا یہ کہنا کہ بغیر دین مہر ادا کئے ہوئے طلاق نہیں ہوتی غلط ہے۔ طلاق تو ہو جائے گی۔(۴) البتہ دین مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ واجب الاداء رہے گی۔(۵) جب قادر ہو ادا کر دے۔ جب کہ خاوند بیوی کو

---

(۱) واذا بعث الزوج الی اهل زوجته اشیاء عند زفافها منها دیباج، فلما زفت الیه اراد ان یسترد من المرأة الدیباج لیس له ذلک اذا بعث الیها علی جهة التملیک۔ (الهندیة، کتاب النکاح، باب المهر، ۱/ ۳۲۷، ماجدیة)

(۲) جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/ ۱۵۵، سعید)

(۳) ویجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/ ۱۰۳، سعید)

وفي الهندية: ومن الموانع لصحة الخلوة ان تکون المرأة رتقاء او قرناء او عفلاء او شعراء (الهندية، النکاح، الباب السابع، الفصل الثاني، ۱/ ۳۰۵، ماجدية)

(۴) ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، ۳/ ۲۳۵، سعید)

(۵) والمهر یتأکد باحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين ... حتی لا یسقط منه شیء بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق۔ (الهندية، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثاني، ۱/ ۳۰۳، ماجدية)

رکھنا پسند نہیں کرتا تو طلاق دے دینا مناسب ہے۔(۱) اور اگر رکھنا چاہے تو رکھنا اور تعلقات زوجیت قائم کرنا بھی جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت شوہر کے گھر سے زیورات اور نقدی لے جانے کے بعد مہر معجّل کا مطالبہ کرتی ہے، کیا حکم ہے؟

(سوال) ہندہ اپنے شوہر کی غیر حاضری میں بغیر اجازت کے نقد مبلغ ڈیڑھ ہزار روپیہ زیورات کپڑے وغیرہ تقریباً پانسو روپے کے گھر سے اٹھا کر اپنی نانی کے گھر چلی گئی۔ جب زید سفر سے آیا اور ہندہ کی مذکورہ بے اعتدالیوں کی جماعت میں فریاد کی۔ اہل جماعت نے دریافت کرنا چاہا تو جماعت کے حکم کو ٹھکرا دیا اور حاضر نہ ہوئی۔ بلکہ مہر کے لئے سرکار میں دعویٰ دائر کر دیا۔ مہر غیر مؤجل ہے۔ فی زمانہ یہاں کا رواج یوں ہے کہ مہر غیر مؤجل موت احد الزوجین یا تفریق بین الزوجین کے وقت مطالبہ کیا جاتا ہے۔ پس ایسی بے اعتدالیوں کے باوجود ہندہ کا اپنے شوہر سے اپنے مہر غیر مؤجل ۶۲۴ روپے کا مطالبہ درانحالیکہ دونوں کے مابین کسی قسم کی تفریق واقع نہیں ہوئی درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۶۴۵ محمد ابراہیم صاحب مدرسہ معدن العلوم (فورٹ وانمباڑی ڈسٹرکٹ نارتھ ارکاٹ) ۲۲ جمادی الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۳۱ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۸) ہندہ کی یہ بے اعتدالی قابل مؤاخذہ ہے اور جو نقد و زیور وہ لے گئی ہے وہ اس سے واپس لیا جائے۔ مگر مہر غیر مؤجل کے معنی تو معجّل کے ہوئے۔ یعنی جس کی ادائیگی فوراً لازم ہو اور غیر معجّل ہو تو اس میں اگر کوئی اجل معین ہو تو اس اجل پر مطالبہ کر سکے گی اور اجل معین نہ ہو تو وہ بھی معجّل کے حکم میں ہوتا ہے۔(۳) البتہ اگر وہ مہر سے زیادہ رقم لے جا چکی ہے تو مہر میں محسوب کی جا سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عقد کے وقت رائج سکہ کا اعتبار ہوگا

(سوال) زید نے ہندہ سے سن ۱۳۰۶ھ میں نکاح بمہر ایک ہزار روپیہ کیا اور مہر مؤجل (یعنی عند الطلب) رہا۔ اب سنہ پچاس کے بعد مسماۃ ہندہ ہزار روپیہ زر مہر کی طالب ہے۔ اگر اس درمیان میں دوسرا سکہ رائج ہو جائے تو مسماۃ مذکور اپنا مہر مقررہ ایک ہزار روپیہ (الف) پائے گی یا بوجہ تبدیل ہو جانے سکہ کے کم و بیش کا اثر بھی اس کی رقم معینہ زر مہر میں پڑے گا۔ فقط

المستفتی نمبر ۱۶۸۲ محمد یوسف صاحب انسپکٹر انکم ٹیکس (بھوپال)

(جواب ۱۹۹) جس وقت مہر مقرر ہوا تھا اس وقت جو سکہ رائج تھا وہی ایک ہزار واجب الادا ہے۔(۴) اگر اب اس کی مقدار یا قیمت کم یا زیادہ ہو گئی ہو تو نکاح کے وقت کی مقدار ادا کرنا ہوگی۔ مگر چاندی کے سکہ میں وزن اور سکہ دونوں معتبر ہوں گے۔ مثلاً اس وقت کے ایک ہزار روپے دس سیر وزن کے ہوتے تھے تو اب یہی دس سیر وزن کے سکے

---

(۱) لا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/ ۵۰، سعید)

(۲) ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ (ایضاً)

(۳) ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرط، و لان الصریح یفوق الدلالۃ الا اذا جہل الأجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالاً (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ۳/ ۱۴۴، سعید)

(۴) تزوج امراءۃ علی الف درہم وفی البلد نقود مختلف ینصرف الی الغالب منہا۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، ۱/ ۳۱۰، ماجدیۃ)

لکھ دو کہ ہمیشہ کبھی کسی حالت میں بھیجنے اور رخصت کرنے میں رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اگر لڑکی کے اس کی سسرال میں بھیجنے یا پہنچانے میں رکاوٹ کی جائے تو لڑکی کے کل حقوق مع مہر شرعی کے سوخت اور ناجائز ہو جائیں گے جس کے وصول کرنے کے ہم اور ہمارے کل ورثہ بھی حق دار نہ ہوں گے۔ لڑکی کی والدہ نے یہ اقرار نامہ تحریر ایک روپے کے اسٹامپ پر لکھ دیا ہے جس پر اہل محلہ چند چار شخص معزز بطور گواہی اور دونوں طرف کے ذمہ دار بھیجنے اور بسنے کے لکھے گئے اور بعد تحریر اقرار نامہ ہذا کے لڑکی کو اس کی والدہ اور دیگر وارثان کے سپرد کر دیا گیا۔ لیکن اس نے رخصت کے لئے لڑکی کی والدہ سے کہا تو انکار کیا کہ میں نہیں بھیجوں گی اور دیگر شخصوں کو بھی مکان پر لے گئے اور کہا گیا۔ تم نے تحریر اقرار نامہ میں لکھ دیا ہے کہ اگر لڑکی کو ہم اس کی سسرال بھیجنے میں رکاوٹ کریں تو لڑکی کے کل حقوق مع مہر شرعی کے سوخت و ناجائز ہو جائیں گے۔ کہ جس کے وصول کرنے میں ہم حق دار نہیں ہوں گے۔ تم لڑکی کو بھیج دو لیکن لڑکی کے وارثان وغیرہ خلاف تحریر و اقرار نامہ ہذا لڑکی کو بھیجتے نہیں۔ جب کہ منکوحہ یعنی لڑکی کی والدہ خلاف تحریر اقرار نامہ ہذا ہیں تو ایسی حالت میں کل حقوق مع مہر شرعی کے سوخت و ناجائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۸۱ اکرام حسین پوسٹ مین تاج گنج (آگرہ) ۵ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۱ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۱) اس اقرار نامہ سے لڑکی کا مہر ساقط نہیں ہو گا۔ اگرچہ اس کی خلاف ورزی کی گئی ہو کیونکہ اقرار نامہ وارثوں نے لکھا ہے اور لڑکی کا مہر ساقط کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں (۱) ہاں اگر لڑکی بلا وجہ خاوند کے گھر نہیں آتی تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا جب تک کہ شوہر کے گھر نہ آئے نفقہ کی مستحق نہ ہو گی۔ اور اگر اس کا نہ آنا کسی معقول اور جائز شکایت پر مبنی ہو تو نفقہ بھی لے سکتی ہے۔ (۲)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جہیز میں دیئے گئے زیورات کی مالک لڑکی ہے

(سوال) (۱) نکاح کے وقت لڑکی کے ماں باپ جو جہیز رسماً و عادتاً بصورت زیورات یا پارچہ جات اور برتنوں وغیرہ کے دیتے ہیں۔ وہ جہیز لڑکی کی ملکیت میں آ جاتا ہے یا لڑکی کا شوہر مالک ہو جاتا ہے یا لڑکی کے والدین ہی مالک رہتے ہیں؟

شوہر کی طرف سے دیئے ہوئے زیورات کا مالک کون ہے؟

(۲) نکاح کے وقت عادتاً و رسماً شوہر جو بیوی پر زیورات اور پارچہ جات وغیرہ ڈالتا ہے وہ زیورات وغیرہ شوہر کی ملکیت میں رہتے ہیں یا بیوی مالک ہو جاتی ہے۔ یہاں پر ایک عورت مر گئی ہے اور باپ اور شوہر اس کے پیچھے موجود ہیں۔ عطیہ والدین اور شوہر کے ڈالے ہوئے زیورات اور مہر کس طرح تقسیم کئے جائیں۔

المستفتی نمبر ۱۹۵۹ عبداللہ خاں صاحب (جگلور چھاؤنی) ۲۴ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۳۰ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۲) (۱) لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے وہ لڑکی کی ملک ہوتی ہیں۔ شوہر صرف اس جہیز کا مالک ہوتا ہے۔ جو اس کے لئے دی جاتی ہے مثلاً جوڑا۔ (۳)

---

(۱) ولیس للاب ان یھب مھر ابنتہ عند عامۃ العلماء کذافی البدائع۔ (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل العاشر: ۱/ ۳۱۹، ماجدیۃ)
(۲) لا نفقۃ لاحد عشر مرتدۃ وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب النفقۃ: ۳/ ۵۷۵-۵۷۶، سعید)
(۳) لو جھز ابنتہ وسلمہ الیھا لیس لہ فی الاستحسان استردادہ منھا وعلیہ الفتوی۔ (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل السادس عشر: ۱/ ۳۲۷، ماجدیۃ)

(۲) شوہر کی طرف سے جو زیور عورت کو دیا جاتا ہے اس میں عرف مختلف ہے کہیں بطور تملیک ہوتا ہے۔ کہیں بطور عاریت۔ دہلی میں بطور تملیک دیا جاتا ہے اور عورت مالک ہوتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر کی اقسام

(سوال) مہر کے کتنے اقسام شرعی طور پر معروف و مشہور ہیں مع معانی تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۰۳۴ منشی سید الطاف حسین صاحب (گنگوہ) ۲ا رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۷ا نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۳) مہر معجل جو بوقت نکاح ادا کر دیا جائے یا بر اس وقت ادا کرنے کا اقرار کیا جائے جس وقت عورت طلب کرے۔ مہر مؤجل جس کی ادائیگی کسی مدت معینہ مبینہ پر محول کی گئی ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر میں کسی سکے کی تخصیص نہ کی گئی ہو تو کیا حکم ہے؟

(سوال) (۱) مسماۃ ہندہ کا نکاح زید سے بعوض مبلغ گیارہ ہزار روپیہ مہر مؤجل سن ۱۳۰۶ھ میں بمقام بھوپال ہوا تھا۔ (۲) یہ کہ سن ۱۳۰۶ھ میں بھوپال میں جہاں نکاح ہوا تھا سکہ بھوپالی رائج تھا مگر زر مہر میں کسی سکہ کی نہیں تھی۔ (۳) نکاح کے تقریباً تین سال کے بعد سکہ بھوپالی مسدود ہو گیا اور بجائے اس کے سکہ انگریزی رائج کر دیا گیا۔ (۴) یہ کہ سکہ کی تبدیلی کے ۳۸ سال بعد زید کا انتقال ہو گیا اور اب مسماۃ ہندہ مہر کی طالب ہے۔ (۵) حالات مذکورہ بالا میں جب کہ سکہ بھوپالی موقوف ہوئے ۳۸ سال کا زمانہ ہو چکا ہے اور سکہ رائج انگریزی کا ہے اور وجوب مہر کا اس وقت ہوا ہے جب کہ سکہ انگریزی رائج ہے مہر کی ادائیگی کس صورت سے عمل میں آئے گی آیا مد رائج الوقت ادا کیا جائے گا یا وہ سکہ جو بوقت نکاح رائج تھا اور اب مفقود ہو گیا ہے۔ اور اگر سکہ مروجہ بوقت نکاح سے ادائیگی ہوگی تو شرح تبادلہ کیا قرار دی جائے گی۔

المستفتی نمبر ۲۱۳۹ منشی محمد ابراہیم صاحب۔ بھوپال ۱۸ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۲۲ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۴) گیارہ ہزار سکہ بھوپالی مہر تھا وہی واجب الادا ہے۔ مگر اس کے مسدود ہو جانے پر اس کی قیمت سکہ رائجہ میں ادا کی جائے گی۔ شرح مبادلہ وہ قرار پائے گی جو بھوپالی سکہ کے بند اور موقوف ہونے کے وقت قرار دی گئی تھی۔ پھر اگر وہ روپیہ جو اس قیمت کے حساب سے متعین ہو اور وزن میں سکہ مسدود کے برابر ہو تو انگریزی روپیہ دلوایا جائے گا اور اگر وزن میں کمی بیشی ہو تو ادائیگی کسی دوسری جنس کی صورت میں مثلاً گیہوں کی صورت میں واجب ہوگی۔

رجل تزوج امراة علی الف درهم فکسدت دراهم وصار النقد غیر ها تجب قیمة تلك الدراهم یوم کسدت هو المختار ذکره الصدر الشهید۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۳۳۰ (۳) طبع مصر

شوہر کے مرنے کے بعد مہر کے سلسلے میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

(سوال) زید جو ایک مسجد کا امام ہے اپنے انتقال کے وقت سے پہلے وصیت کرتا ہے کہ میرا زر نقد و مال غریبوں میں

---

(۱) والمعتمد البناء علی العرف کما علمت۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح باب المہر ۳ / ۱۵۷ ط سعید)

(۲) والمهر المعجل او المؤجل ان بین فی العقد کله او بعضه یکون معجلاً او مؤجلاً فذاك المبین واجب اداءه علی ما بین۔ (جامع الرموز، کتاب النکاح ۲ / ۳۴۴ ط ایچ ایم سعید)

(۳) الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الخامس فی المهر ۱ / ۳۱۸ ماجدیة

تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ زید کے انتقال کے بعد اہل محلہ میں سے ایک مولوی صاحب نے ان کا تمام سامان ان کے ورثاء میں تقسیم کر دیا۔ صرف ان کی مالیت کا تہائی حصہ مبلغ ۰۰ ادائے تقسیم غرباء روک لیا۔ لیکن زید کی بیوہ اس رقم کو اپنے مہر میں لینا چاہتی ہے مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تم مہر معاف کر چکی ہو لہذا اس کی مستحق نہیں۔ مساۃ بیوہ کا بیان ہے کہ اس پر چھ رشتہ دار مرد اور تین عورتوں کی شہادت موجود ہے کہ بیوہ نے بروقت تقسیم ورثہ ہرگز مہر معاف نہیں کیا۔ لیکن تنہا مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تقسیم ورثہ کے وقت مہر معاف کیا تھا۔ اب فرمایئے کہ تنہا مولوی صاحب کا قول ناقابل قبول ہے یا نہیں یا مساۃ بیوہ اور اس کے شاہدوں کا۔ نیز مساۃ اس وقت معذور اور سخت محتاج ہے۔ کیا علاوہ مہر کے محتاج ہونے کی حیثیت سے اس کو مقدم سمجھا جائے گا۔

المستفتی نمبر ۲۲۱۷ حافظ عبدالمجید (میرٹھ) ۲۰ ذیقعدہ سن ۱۳۵۶ھ م ۲۳ جنوری سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۵) تنہا مولوی صاحب کا قول دربارہ معافی مہر مقبول نہیں (۱) بیوہ کو پورا مہر ملے گا۔ اس کے بعد جو کچھ بچے تو اس کی ایک تہائی وصیت میں دی جائے اور دو تہائی وارثوں میں تقسیم ہو گی۔ (۲)　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صحبت سے پہلے بیوی مر جائے تو پورا مہر دینا ہوگا

(سوال) (۱) اللہ دتہ کی زوجہ مساۃ خانم جان قبل از وطی فوت ہو گئی۔ کیا اس صورت میں اللہ دتہ پر سالم مہر واجب ہو گا یا نصف؟

نکاح کے وقت سسر کو دی ہوئی رقم وغیرہ شوہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اللہ دتہ نے وقت خطبہ اور وقت عقد نکاح کے جو ماکولات و مشروبات اور نقدی روپیہ و زیورات اپنے خسر کو حسب اس کی طلب دیئے ہیں یعنی خسر نے اس کو تنگ کیا کہ مجھے یہ اشیاء مذکورہ بالا دے گا تو اس وقت میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا تو کیا یہ اشیاء و نقد و زیور اللہ دتہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔ در مختار میں یہ عبارت مذکور ہے۔ و من السحت ما یاخذہ الصہر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ۔ (۳) انتہی۔ قال فی العالمگیریۃ خطب امراۃ فی بیت اخیہا فابی ان یدفعہا حتی یدفع الیہ دراہم فدفع و تزوجہا یرجع بما دفع لانہ رشوۃ کذافی القنیۃ قال فی البحر الرائق لو اخذ اہل المرءۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ۔ انتہی تو قابل دریافت یہ امر ہے کہ اللہ دتہ اپنے خسر سے ماکولات و مشروبات و نقد و زیور جملہ اشیاء واپس لے سکتا ہے؟ اور بموجب حوالہ جات سابقہ کے اور اللہ دتہ عند الشرع اپنی زوجہ متوفی کے ترکہ سے کتنے حصہ کا وارث ہوگا؟　المستفتی نمبر ۲۲۴۷ مولوی عبدالغفور صاحب کیمبل پور ۲۸ ربیع الاول سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۲۰۶) (۱) اللہ دتہ کے ذمہ زوجہ مرحومہ کا پورا مہر واجب ہوا۔ (۴) ہاں خاوند بھی زوجہ کا وارث ہے اس لئے

(۱) ادعت امراۃ علی زوجہا بعد موتہ ان لہا علیہ الف درہم من مہرہا فالقول قولہا۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثانی عشر ۱/ ۳۲۲، ماجدیۃ)

(۲) تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ: الاول یبداء بتکفینہ　ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ (السراجی، ص ۳، سعید)

(۳) رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۶/ ۴۲۳، سعید

(۴) والمہر یتاکد باحد معان ثلاثۃ: الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین سواء کان مسمی او مہر المثل۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثانی ۱/ ۳۰۳، ماجدیۃ)

اس کو حصہ میراث ملے گا۔(۱)

(۲) جو اشیاء کہ اللہ دیتہ کے خسر کے طلب کرنے پر اللہ دیتہ نے دی تھیں ان میں سے جو باقی ہوں وہ اللہ دیتہ واپس لے سکتا ہے اور جو کھپ گئیں ان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دلہن کو مہر کی اور جہیز میں ملنے والے زیورات کا حکم

(سوال) ایک شخص مسلمان صاحب جائداد، لاولد اپنی زندگی میں ایک وصیت لکھ گیا کہ میری جائیداد میں سے دس ہزار روپیہ میرے اکلوتے بیٹے کی شادی پر خرچہ کیا جاوے اور جائیداد و دیگر مال کے متعلق دو شخصوں کو منتظم مقرر کر کے ان کی ہدایت تحریری کر گئے حتی کہ وہ شخص قضاء الٰہی سے (یعنی وصیت کرنے والا) فوت ہو گئے۔ اس کے بعد اس کے اکلوتے بیٹے کی شادی اس لڑکے کی سگی والدہ نے خود کردی اور خرچہ حسب تحریر اس کے والد کے کیا۔ یعنی زیور وغیرہ اور کپڑے مردانہ وغیرہ اس رقم کے بنا کر دلہن کے لئے دیئے گئے۔ خدا کی شان شام کو دلہن سسرال میں ان زیورات اور اپنے میکے والے زیورات کپڑے و برتن وغیرہ جہیز کے لے کر آئی۔ صبح کو لڑکا یعنی دولہا اچانک موت آجانے سے فوت ہو گیا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ بموجب شرع محمدی شریف ان زیورات و پارچہ جات و دیگر سامان جو سسرال کی طرف سے لڑکی کو ملے اور جو زیورات پارچہ جات و سامان وغیرہ بطور جہیز دلہن کے میکے والوں سے ملے ان سب کی مالک دلہن ہے یا یہ کہ دلہن کی جائیداد بھی مرحوم کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگی جس طرح باقی جائیداد بموجب شرع محمدی کی تقسیم ہوگی۔ المستفتی نمبر ۲۳۷۷ الیس محمد سعید

معرفت حاجی محمد الدین صاحب فیروز پور نمبر ۲۰ کوئٹہ ۱۹ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۱۸ جولائی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۷) دلہن کا جہیز کا سامان زیور کپڑے برتن وغیرہ جو میکے سے ملا ہے وہ سب دلہن کا ہے۔(۳) جو زیور سسرال سے ملا ہے اس میں عرف کا اعتبار ہے۔(۴) اگر یہ زیور تملیکاً دیا جاتا ہو تو تملیک قرار پائے گا اور دلہن کا ہوگا اور اگر عاریت کے طور پر دیا جاتا ہو تو عاریت قرار پائے گا اور دولہا کے ترکے میں شامل ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زانیہ عورت اپنے شوہر سے مہر پانے کی مستحق ہے

(سوال) ایک عورت نے کسی مرد سے زنا کیا۔ چند آدمیوں نے دونوں کو ایک چارپائی پر دیکھا اور عورت نے اقرار کیا اور زانی مرد بھی زنا کرنے کا اقرار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زانی عورت مہر لینے کی حق دار ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۸۹ محمد عمر محمد ظفر (نوگانواں) ۸ جمادی الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۶ اگست سن ۳۸ء

(جواب ۲۰۸) اس صورت میں بھی شوہر کو مہر ادا کرنا لازم ہوگا۔(۵)

---

(۱) للام للزوج فحالتان، النصف عند عدم الولد وولد الابن۔ (السراجی، ص ۲، سعید)

(۲) خذ من المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۵۶، سعید) وكذا يسترد ما بعثه هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك، لان فيه معنى الهبة (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب النكاح ۱/ ۲۵، قندهار افغانستان)

(۳) لو جهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استرداده منها وعليه الفتوى۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل السادس عشر ۱/ ۳۲۷، ماجدیة)

(۴) والمعتمد البناء على العرف كما علمت۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ۳/ ۱۵۷، سعید)

(۵) والمهر يتأكد باحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمى او مهر المثل، لا يسقط منه شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع ۱/ ۳۰۳، ماجدیة)

مہر کی اقسام اور ان کی تشریح

(سوال) مہر دو طرح کا ہوتا ہے (۱) معجل۔ جلدی۔ فوراً (۲) مؤجل۔ دیر سے۔ مہلت سے وقت کیا اس کے علاوہ کوئی اور قسم بھی ہے۔ معجل عند الطلب۔ مؤجل عند الطلب کے کیا معنی ہیں اور کون صحیح ہے؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۷ شاداتی صاحب (آگرہ) ۲۱ شوال سن ۱۳۵۷ھ م ۱۴ دسمبر سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۹) معجل کے معنی یہ ہیں جس کی ادائیگی فوراً واجب ہو اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ زوج مجلس عقد میں ادا کردے یا مجلس عقد کے بعد ادا کرے۔ دوم یہ کہ معجل ہونے کے بعد عورت اس کو عند الطلب قرار دے دے۔ یعنی زوج ادا نہ کرے اور عورت فوراً طلب نہ کرے بلکہ اس کی طلب کی مؤخر کردے تو یہ قسم ضمناً معجل ہی ہوتی ہے۔(۱) مؤجل کے معنی یہ ہیں کہ ادائیگی مہر کے لئے کوئی اجل یعنی مدت مقرر کردی جائے۔ اس میں مدت معینہ سے پہلے عورت کو مطالبہ کا حق نہیں اور مرد پر مدت معینہ سے پہلے ادائیگی واجب نہیں۔ اس قسم میں مدت کی تعیین مثلاً سال دو سال دس سال یا طلاق یا موت بطور مدت کے قرار دے سکتے ہیں۔(۲) اور مدت کے طور پر جو چیز ذکر کردی جائے گی اس سے پہلے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔(۳) مؤجل عند الطلب کوئی صحیح قسم نہیں کیونکہ اجل مجہول ذکر کرنا درست نہیں اور صرف مؤجل کہہ دینا اور اجل کی تعیین نہ کرنا بھی صحیح نہیں۔ ایسی صورت میں کہ اجل معلوم و متعین نہ ہو مہر معجل لازم ہو جاتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کسی کی عورت اگر اعلانیہ زنا کرتی ہو تو مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

(سوال) خالد نے رحیمہ سے (جانی سو روپے مہر مؤجل کے ساتھ نکاح کیا۔ چند برس دونوں نے خوش اسلوبی سے باہم زندگی بسر کی۔ کچھ دنوں کے بعد بمقتضائے ضرورت کسب معیشت خالد کو سفر میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لوھر مخفی طور سے رحیمہ نے اپنے شیشہ عصمت کو سنگ سفاہت سے توڑنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ بے محابا مطلق العنان ہو کر اعلانیہ بر سر بازار ایام نشین ہو کر سفاہت و زناکاری کو اپنا پیشہ بنالیا۔ بیچارہ خالد دور سے متنفر ہو کر اس سے منقطع التعلق ہو کر اس تردد و فکر میں ہے کہ اگر لفظ طلاق کا اس کو کہتا ہوں تو دین مہر کا معاملہ پیش آتا ہے اور نہیں کہتا ہوں تو خلاف شریعت ہوتا ہے اور ایسی حالت میں ایسی باغیہ طاغیہ کو مہر کا روپیہ ادا کرنا ہرگز ہمت گوارا نہیں کرتی اس لئے استفتا کرتا ہوں اگر خالد اس کو طلاق دے تو اپنی عورت کو از روئے شرع شریف کے مہر کا روپیہ بھی ادا کرنا ہوگا اور ادا نہ کرنے سے خالد عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۴۴۳ امام مسجد (ضلع پٹنہ) ۲۴ ذی قعدہ سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۲۱۰) اس فسق و فجور کی وجہ سے اس کا حق مہر ساقط نہیں ہوا۔(۵) مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے اور

---

(۱) ان المعجل اذا ذكر في العقد ملكت طلبه (الجزائیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب النکاح، الثانی عشر فی المہر ۱/ ۳۲۲ ماجدیۃ)
(۲) لا خلاف لاحد ان تاجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح (ہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع ۱/ ۳۱۸ ماجدیۃ)
ولو حل النكاح ذكر الامام صاحب المبسوط في فتاواه انه لا يصح وتاويله ان يذكر التاجيل الى وقت الموت او الطلاق لا يصح نعم لو والصحيح انه يصح لان المنتهى عرفا فلا ذكر فذكر المنتهى لا يعطيه (الہندیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب النکاح ۱/ ۳۲۰ ماجدیۃ)
(۳) تزوج امراة على الف الى سنة فاراد الزوج الدخول بها قبل السنة فليس له ان يمنعها نفسها فان شرط الزوج الدخول بها في العقد قبل السنة فله ذلك وليس لها ان تمنع نفسها عنه بلا خلاف (ہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع ۱/ ۳۱۸ ماجدیۃ)
(۴) اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فيجب حالا (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر ۳/ ۱۶۳ سعید)
(۵) والمهر يتاكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين لا يسقط منه شيء بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع ۱/ ۳۰۴ ماجدية)

ایسی صورت میں طلاق دے دینا ہی بہتر ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

لڑکی والے رقم لیے بغیر لڑکی نہیں دیتے، کیا مجبوراً ان کو رقم دینا صحیح ہے؟

(سوال) ایک شخص کی زوجہ فوت ہو گئی اور اس شخص کا عین شباب کا زمانہ ہے۔ بلا عقد ثانی عمر کا کٹنا نہایت دشوار ہے بلکہ سخت خطرہ ہے کہ شدت جوش شباب کے مقتضا کی وجہ سے زنا کا عادی ہو جائے۔ اور علاوہ گناہ کبیرہ کے خاندانی اعزاز کو بھی برباد کر دے اور عبادات ضروریہ کا بھی ترک ہو جائے۔

دوسرے پہلو میں صورت حال یہ ہے کہ شخص مذکور کی قوم میں ایک نہایت قبیح رواج کے مطابق دو سو یا تین سو روپے کی رقم نہ دی جائے تو شادی ہو ہی نہیں سکتی اور دوسری شادی تو بلا رقم کثیرہ ہوتی ہی نہیں اور فقہی مسائل پر نظر ڈالنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وارثان لڑکی اس زر کثیر کو بلا کسی استحقاق شرعی کے لیتے ہیں اور یہ معصیت ہے اور رقم کا دینے والا معین فی المعصیت ہے۔ اس صورت میں جواب طلب امر یہ ہے کہ شخص مذکور کے بلا عورت رہنے سے متعدد کبیرہ گناہ کے ارتکاب کا ظن غالب ہی نہیں بلکہ تجربہ سے یقین حاصل ہوتا ہے اور رقم دے کے شادی کر لینا یہ اعانت فی المعصیت ایک ہی گناہ ہے تو کیا شریعت ایسے مجبور کو رقم خرچ کر کے شادی کر لینے کی اجازت دے سکتی ہے جیسا کہ امر ناحق سے رشوت دے کر بعض احوال میں نقصان سے بچے رہنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔ فقط

المستفتی نمبر ۲۴۴۲ مولوی عبداللہ صاحب (گوڑگانوہ) ۷ ذی الحجہ سن ۱۳۵۷ھ م ۲۹ جنوری سن ۱۹۳۹ء

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) شریعت میں علاج غلبہ شہوت کا روزوں کے رکھنے کا ہے عدم استطاعت کی صورت میں شرعاً اس کی اجازت ہم کو نہیں معلوم کہ نکاح کی وجہ سے حرام و ناجائز کے ارتکاب کی رخصت ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۱۱) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں ظن غالب ہو کہ گناہ سرزد ہو جائے گا تو عورت کے ولی کو یہ رقم (جس کو فقہا نے رشوت قرار دیا ہے) دے کر نکاح کر لینا مباح ہے (۲) البتہ اگر روزے سے غلبہ شہوت کو تسکین ہو جائے یا صبر کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس اعانت علی المعصیت اور رشوت دینے سے بچے۔(۳)
فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہر کی اقسام کے معنی و تشریح

(سوال) (۱) مہر معجل کے کیا معنی ہیں اور اس کی تشریح مع حوالہ کتب۔ (۲) مہر مؤجل کے کیا معنی ہیں۔ (۳) مہر عند الطلب کے کیا معنی ہیں اور اس کی تشریح۔

---

(۱) ویجب لوفات الامساک بمعروف (الدر المختار، کتاب الطلاق، ۳/۲۲۹، سعید)
عن ابن عباس قال : جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا۔ (مشکوۃ المصابیح، ۲/۲۸۷، سعید)

(۲) اذا دفع الرشوۃ خوفا علی نفسہ او مالہ، حرام علی الآخذ غیر حرام علی الدافع۔ (البحر الرائق، کتاب القضاء، ۶/۲۸۵، بیروت)

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ (الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، ۱/۴۴۹، قدیمی)

مہر معجل عورت فوراً طلب کر سکتی ہے

(۴) کیا مہر معجل کو عورت فوراً طلب کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو روک سکتی ہے اور اگر وہ فوراً طلب نہیں کرتی اور رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانے کو تیار ہے تو کیا شوہر بغیر ادائیگی مہر معجل اس کو نہیں چھو سکتا۔ اس کا لے جانا کیا خلاف شرع ہے اور کیا اس کا ایسا نکاح مہر معجل کے ساتھ ہونا از روئے شرع شریف شرعی جرم یا گناہ ہے۔

کیا شوہر پر عورت کے مطالبہ کے بغیر بھی فوراً مہر ادا کرنا لازمی ہے

(۵) مہر معجل کو جیسا کہ عورت فوراً طلب کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو روک سکتی ہے جیسی قدرت اس کو حاصل ہے۔ اسی طرح پر کیا مرد کے ذمہ بھی عورت کے بغیر مطالبہ کے بھی اس مہر کا ادا کر دینا فوری لازمی ہے اور کیا فوراً ادائیگی نہ ہونے پر نکاح میں کوئی نقص واقع ہوگا۔ یہ ملحوظ رہے کہ عورت نے مہر معجل کا کوئی مطالبہ نہیں کر رکھی ہے بلکہ یہاں کے چند اصحاب اور ایک مولوی صاحب کا خیال ہے کہ یہ مہر معجل مرد کو فی الفور ادا کر دینا چاہئے ورنہ نکاح میں خرابی ہے۔

عورت مہر معجل طلب نہ کرے تو عند الطلب کے معنی میں ہو جائے گا

(۶) اگر عورت اپنے مہر معجل کو فوراً طلب نہیں کرتی ہے تو کیا وہ مہر مذکور عند الطلب کے معنی میں آجائے گا؟

المستفتی نمبر ۲۴۹۱ حافظ سید شفقت علی صاحب (علی گڑھ) ۱۲ ربیع الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۳ مئی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۱۲) (۱) مہر معجل وہ ہے کہ بوقت عقد فوراً ادا کر دیا جائے یا فوراً ادائیگی کی شرط کر لی جائے۔(۱)

(۲) مہر موجل وہ ہے کہ اس کی ادائیگی کی کوئی اجل یعنی مدت مانی گئی ہو۔ اگر مدت معین و معلوم ہو تو تاجیل صحیح مثلاً دس ۱۰ برس میں ادا کیا جائے گا یا ہر برس میں ایک دفعہ یا قسط وار۔(۲)

(۳) مہر عند الطلب در حقیقت کوئی نئی قسم نہیں ہے بلکہ یہ مہر معجل میں داخل ہے جس کے مطالبہ کو فوراً عمل میں لانے سے ذرا ڈھیلا کر کے مطالبہ کرنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔(۳)

(۴) مہر معجل قرار پائے تو عورت فوراً مطالبہ کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو روک بھی سکتی ہے۔ اور شوہر جبراً بغیر ادائیگی مہر عورت کو لے جانے کا حق نہیں رکھتا۔(۴) ہاں عورت اپنی خوشی سے خاوند کے ساتھ چلی جائے تو اسے اختیار ہے۔

(۵) اگر مہر معجل قرار پائے تو شوہر کو لازم ہے کہ فوراً ادا کر دے یا ادا کرنے کی پیش کش کرے لیکن اگر وہ ادا کر سکتا ہو تو عورت کو یہ حق ہے کہ جب تک مہر وصول نہ کرے خاوند کو اپنے اوپر قدرت نہ دے۔(۵) لیکن اگر عورت مطالبہ نہ کرے اور خود بغیر وصول کئے ہوئے خاوند کے پاس چلی جائے یا اپنے گھر رہے دونوں صورتوں میں نکاح کے اندر کوئی نقصان اور خرابی نہیں آتی۔

مرد کے ذمہ یہ لازم ہے کہ مہر معجل فوراً ادا کر دے۔ عورت مطالبہ کرے یا نہ کرے مرد پر ادا کر دینا ضروری ہے۔

(۶) ہاں اگر عورت نے فوراً وصول نہ کر لیا تو گویا وہ عند الطلب جیسا ہوگا۔ جس وقت بھی چاہے مطالبہ کر سکتی ہے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وان شرطوا فی العقد تعجیل کل المہر یجعل الکل معجلاً۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع ۱: ۳۱۸، ماجدیة)
(۲) لا خلاف لاحد ان تاجیل المہر الی اجل معلومة نحو شہر او سنة صحیح۔ (الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع ۱: ۳۱۸، ماجدیة)
(۳) ولو شرط علیها ان یدخل قبل ایفاء المعجل صح الشرط (ایضاً)
(۴) ولها منعه من الوطء و دواعیه ... والسفر بها۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر ۳: ۱۴۳، سعید)
(۵) المرأة لا تمنع نفسها من زوجها لاستیفاء المہر المعجل۔ (فتاوی النوازل ۱: ۱۴۰، شمس الاسلام حیدر آباد)

نکاح سے پہلے سسرال کو دی ہوئی رقم واپس لینا

(سوال) آج کل مروجہ دستور یہ ہے کہ نکاح سے پہلے سسرال والے اپنے داماد سے کچھ پہلے روپیہ نقدی و جنس وغیرہ لیتے ہیں تب نکاح ہوتا ہے۔ کیا در مختار کا یہ حوالہ جو پیش کیا جاتا ہے اس کے مطابق داماد وہ روپیہ وغیرہ سسرال سے واپس لے سکتا ہے کیونکہ اس روپے کو رشوت سے تعبیر کیا ہے جس کو مفصل مجموعہ فتاوی شاہ عبدالحی صاحب کی جلد دوم ص ۱۹۱ تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔ فی در المختار اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة انتهى(۱) المستفتی نمبر ۲۵۰۵ محمد حبیب الرحمن (شمل پور) ۲۱ ربیع الثانی سن ۱۳۵۸ھ ۱۱ جون سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۱۳) نکاح سے پہلے دولہا سے یا اس کے اولیاء سے جو چیزیں لی جاتی ہیں وہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اول تو وہ جو دلہن کے واسطے لی جاتی ہیں۔ مثلاً جوڑا، آنچل، زیور، مہندی، چوڑیاں وغیرہ تو یہ چیزیں لینی جائز ہیں مگر ان میں اعتدال اور وسعت کا لحاظ رکھنا اور ان کی کسی خاص مقدار کو مخصوص اور لازم نہ کرنا لازم ہے۔(۲)

دوسری قسم وہ جو دلہن کا ولی کوئی رقم یا زیور یا اور کوئی شے دولہا سے محض اس بنا پر لیتا ہے کہ دلہن کا نکاح اس کے ساتھ کرے گا یہ چیزیں مہر میں شامل نہیں ہوتیں اور نہ دلہن کے استعمال کی ہوتی ہیں۔ نہ دلہن ان اشیاء کی مستحق سمجھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی چیزیں رشوت میں داخل ہیں اور دولہا کو ان کی واپسی کا حق ہے۔(۳) در مختار کی عبارت میں اسی قسم کی چیزیں مراد ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت جماع کے قابل نہیں، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(سوال) جناب والا سے ایک فتویٰ لیا گیا تھا۔ فتویٰ یہ تھا۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ہندہ وقت نکاح ۱۹ سال سے۔ بعد نکاح معلوم ہوا کہ ہندہ مرد کے بالکل قابل نہیں۔ پیشاب کا راستہ ہے۔ دخول کا راستہ نہیں۔ دایہ وغیرہ کو دکھایا۔ انہوں نے یہ حالت بتلایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ یعنی زید اگر علیحدہ کرنا چاہے تو طلاق کی ضرورت ہوگی یا نہیں اور مہر لازم ہوگا یا نہیں۔ زید نے ہندہ کے نام مہر میں کچھ جائداد لکھی ہے۔

جناب والا نے جواب میں فرمایا کہ نکاح تو ہو گیا اور نصف مہر لازم ہے۔ اب غرض یہ ہے کہ اعتراض مقصود نہیں بلکہ تحقیق مقصود ہے کہ مقصد نکاح حاصل نہیں یعنی جماع نہیں ہو سکتا نہ آئندہ امید پھر نکاح کیسا اور جب نکاح نہیں تو پھر مہر کیوں؟ المستفتی نمبر ۲۶۹۳ عبدالحمید صاحب (مراد آباد) ۳ محرم سن ۱۳۶۱ھ

(جواب ۲۱۴) صحت نکاح کے لئے صرف منکوحہ کا عورت ہونا کافی ہے۔(۴) گو اصل مقصود وطی اور اولاد حاصل نہ ہو

---

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر ۳/۱۵۶ ط سعید

(۲) اما ما هو معروف بين الناس في زماننا ان البكر لها اشياء زائدة على المهر منها ما يدفع قبل الدخول كدراهم لنعلين والحمام ومنه ما يسمى ثيابها لكتاب واثواب أخر يرسلها الزوج ليدفعها اهل المرأة للقابلة وبلانة الحمام ونحوها . ومنها ما يدفع بعد الدخول كالازار والخف والكعب واثواب الحمام (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر ۳/۱۳۵ ط سعید)

(۳) اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر ۳/۱۵۶ ط سعید)

(۴) هو عقد يفيد ملك المتعة اي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي، فخرج الذكر والخنثى المشكل (الدر المختار، کتاب النکاح ۳/۳ ط سعید)

بات ہے۔(١)

(٣) چڑھاوا بھی حیثیت کے موافق لینا چاہئے اور بڑے بڑے چڑھاوے نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیوں کو زیادہ عمر تک بٹھائے رکھنا گناہ کی بات ہے۔(٢)

(٤) مہر اور چڑھاوے کے علاوہ دلہن والے جو سو دو سو روپے دولہا سے لے لیتے ہیں جب لڑکی دیتے ہیں۔ یہ رشوت ہے اور حرام ہے۔ لینا اور کھانا اس کا قطعاً ناجائز ہے۔(٣)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی احقر مظہر الدین غفر لہ

لڑکے والوں سے پیسے لے کر برادری کو کھانا کھلانا

(سوال) بکر نے اپنی دختر مسماۃ مریم کا نکاح زید کو دیا اور زید سے اپنی لڑکی پر مبلغ پانسو روپے لے کر برادری کو کھانا کھلایا۔ یہ روپیہ لینا اور کھانا کھلانا اور برادری کو یہ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی صاحبان بھی یہ کھانا کھاتے ہیں۔

المستفتی میاں حق نور محمد۔ موضع ٹی ضلع جوڑکانوہ

(جواب ٢١٦) (١) لڑکے والوں سے روپیہ لے کر برادری کو کھانا کھلانا ناجائز ہے وہ روپیہ لڑکے والا واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔(٥) قاضی ہو یا کوئی اور جس کو معلوم ہو کہ لڑکے والے سے روپیہ لے کر کھانا دیا ہے ان سب کو کھانا ناجائز ہے۔(٦)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

لڑکیاں مہر کا عوض نہیں ہو سکتیں

(سوال) زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو بیوی نے برضا و رغبت اپنے مہر میں اپنے خاوند سے دونوں لڑکیاں طلب کیں جو اسی خاوند سے تھیں۔ زید نے بخوشی دونوں لڑکیاں مہر کی ادائگی کے طور پر اپنی مطلقہ بیوی کے حوالے کر دیں۔ واضح ہو کہ زید سے اگر مہر بصورت نقد طلب کیا جاتا تو وہ بھی ادا ہو سکتا تھا۔

(جواب ٢١٧) لڑکیاں مہر کے بدلے فروخت نہیں ہو سکتیں۔(٧) زوجہ اپنا مہر لے سکتی ہے یا معاف کر سکتی ہے۔(٨) لڑکیوں کا حق پرورش ماں کے لئے ہے۔(٩) لیکن نکاح کی ولایت بہر صورت باپ کے لئے قائم رہے گی۔(١٠)

فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

---

(١) عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يرائي يرائي الله به ومن يسمع يسمع الله به. (جامع الترمذي باب ما جاء في الرياء والسمعة ٢: ٦٣ سعيد)

(٢) عن ابي سعيد وابن عباس قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه. شعب الايمان للبيهقي

(٣) اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ٣: ١٥٦ سعيد)

(٤) ایسی صورت میں ... لڑکے والوں سے لڑکی والوں کے متعلق پوچھا گیا ہے۔

(٥) اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر ٣: ١٥٦ سعيد)

(٦) يا ايها الذين آمنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل. (النساء: ٢٩) وفي الهندية: آكل الربوا وكاسب الحرام اهدى اليه او اضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا ياكل ما لم يخبره ان ذلك المال اصله حلال. (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر ٥: ٣٤٣ ماجدية)

(٧) عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالى ثلثة انا خصمهم يوم القيمة رجل اعطى بي ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه ورجل استاجر اجيرا فاستوفى منه ولم يعطه اجره. (صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب اثم من باع حرا ١: ٢٩٧ قديمي)

(٨) والمهر يتاكد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين ... حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق. (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع ١: ٣٠٣ ماجدية)

(٩) حق الحضانة للصغير حال قيام النكاح او بعد الفرقة للام. (الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة ١: ٥٤١ ماجدية)

(١٠) وولي المرأة في تزويجها ابوها وجدها ... الاولياء هم العصبة. (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثاني ٢: ١٠ ...)

روپیہ وصول کر کے خود زکوٰۃ ادا کرے(۱) یا خاوند کو اجازت دے کہ وہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے۔

بیوی کو قسم دلا کر مہر معاف کروانے سے کیا واقعی معاف ہو جاتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ مئی سن ۱۹۲۸ء)

(سوال) زید اپنی بیوی سے خلوت میں کہتا ہے کہ اگر تم میری ایک بات مان لو تو کہوں۔ وہ کہتی ہے کہ اگر ماننے کے قابل ہوگی تو مان لوں گی۔ وہ یقین دلاتا ہے کہ ماننے کے قابل ہے۔ بیوی دریافت کرتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ مان لوں گی۔ بیوی جو عاجز کر با شوہر کی ناخوشی کے خیال سے قسم کھا لیتی ہے بالآخر زید مہر معاف کرنے کے لئے کہتا ہے۔ چونکہ عورت قسم کھا چکی ہے۔ پس معاف کر دیتی ہے۔ کیا مہر معاف ہو گیا۔

(جواب ۲۲۳) ایسی قسم کھا لینے کے بعد بھی منکوحہ مہر معاف نہ کرتے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دینے کی گنجائش تھی۔ لیکن اگر اس نے اس گنجائش سے فائدہ نہیں اٹھایا اور مہر معاف کر دیا تو مہر معاف ہو گیا۔(۲) خاوند اگر عورت سے بطیب خاطر مہر معاف کرانا چاہے تو بغیر کسی قسم کے دباؤ اور اینچ پیچ کے اس سے صاف صاف درخواست کرے کہ اگر تم خوشی سے اپنا مہر معاف کر دو تو میں شکر گذار ہوں گا۔ اگر وہ اس کے جواب میں معاف کر دے تو خیر ورنہ اس پر اظہار ناراضی یا تشدد نہیں کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں آدھا مہر واجب الاداء ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ جون سن ۱۹۲۸ء)

(سوال) زید نے مسماۃ ہندہ سے ہزار روپیہ مہر اور دیگر چند شرائط پر جو جنس مال سے تھیں نکاح کیا۔ نکاح پڑھے عرصہ زائد از نوماہ گزر چکا ہے۔ ابھی تک زید نے اس سے خلوت نہیں کی۔ ہندہ کے والد نے ہندہ کو زید کے ساتھ بھیجنا پسند نہیں کیا۔ دوسرے جو زیور زید نے ہندہ کے لئے اس کے والدین کو دیا تھا۔ وہ کسی ساہوکار کے پاس رہن رکھ دیا گیا ہے۔ لڑکی بالغ ہے گو برتھ سرٹیفکٹ میں عمر کم لکھی ہوئی ہے۔ اب اگر زید دوسری شادی کرنے اور ہندہ کو چھوڑ دے تو مہر کس قدر واجب الادا ہوگا؟

(جواب ۲۲۴) جب کہ ہندہ کے اقارب ہندہ کو نہیں بھیجتے اور زیادتی ان کی ہے تو آپ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دے سکتے ہیں۔ دوسری شرائط کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن اگر آپ بغیر کسی مفاہمت کے طلاق دیدیں گے تو نصف مہر واجب الادا ہوگا۔(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

شوہر مہر معجّل ادا کئے بغیر بیوی کو گھر لے جانے پر مجبور نہیں کر سکتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ ستمبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) شوہر اور بیوی میں نااتفاقی رہتی ہے۔ شوہر کے تشدد سے مجبور ہو کر تنگ آ کر وہ اپنے میکے چلی گئی۔ وہ مطالبہ

---

(۱) وتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول، لکن لا فوراً بل ..... عند قبض مائتین مع حولان الحول بعده ای بعد القبض من دین ضعیف وهو بدل غیر مال کمهر (الدر المختار، کتاب الزکاۃ باب زکاۃ المال ۲/۳۰۶، سعید)

(۲) والمهر یتأکد باحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین ..... حتی لا یسقط منه شئ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق (الهندیة، کتاب النکاح الباب السابع، الفصل الثانی ۱/۳۰۳، ماجدیة)

(۳) ویجب نصف مهر بطلاق قبل وطء او خلوة (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر ۳/۱۰۴)

کرتی ہے کہ تم میرا مہر معجل ادا کردو۔ کیا شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر معجل ادا کئے بغیر بیوی کو اپنے گھر لے جانے پر مجبور کرے؟

(جواب ۲۲۵) اگر مہر معجل مقرر ہوا تھا تو بیوی کو اس کے مطالبہ کا حق ہے اور جب تک شوہر مہر ادا نہ کرے وہ اس کے گھر جانے سے انکار کر سکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

عورت مہر مؤجل کا مطالبہ کب کر سکتی ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۵ ستمبر سن ۱۹۳۴ء)

(سوال) ایک عورت کا مہر مؤجل ہے اس کو اس مہر مؤجل کے مطالبہ کا کن کن حالتوں میں حق ہے؟

(جواب ۲۲۶) مہر مؤجل میں اگر اجل معین کردی گئی ہے۔ مثلاً دس برس، بیس برس یا یہی کہہ دیا گیا ہو کہ موت یا طلاق کے بعد حق مطالبہ ہوگا تو اس صورت میں تو تصریح کے موافق عمل ہوگا۔(۲) اور اگر یہ تصریح نہیں کی گئی تو صرف مہر مؤجل کہہ دیا گیا یا لکھ دیا گیا تو مؤجل بھی معجل کے حکم میں ہے۔ اور عورت کو ہر وقت مطالبہ کا حق ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا کپڑے اور زیور مہر میں شمار ہوں گے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جنوری سن ۱۹۳۶ء)

(سوال) اگر ہم اپنی بی بی کو ایک سال میں دو جوڑے کپڑے سے زیادہ پہنائیں اور دل میں نیت کرلیں کہ بی بی کے مہر میں دیتے ہیں اور بی بی کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور زیور بھی جو اس کو پہنائیں مہر تصور کرلیں تو درست ہوگا یا نہیں؟

(جواب ۲۲۷) کپڑا تو بیوی کو مہر کے علاوہ خاوند کی طرف سے ملنا چاہئے۔ اس لئے یہ کپڑا مہر میں محسوب نہیں ہوگا۔(۴) ہاں دیتے وقت تصریح کردی جائے اور بیوی منظور کرلے تو مہر میں محسوب ہو سکے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مہر جو مرض کی حالت میں واجب ہوا ہو اس پر حالت صحت قرضے کو مقدم نہیں کر سکتے

(سوال) زید فالج کے مرض میں گرفتار تھا۔ اسی حالت میں اس نے ہندہ سے نکاح کرلیا۔ نکاح کے بعد کچھ گوشت وغیرہ کھایا اور زید کے مرض میں زیادتی ہوگئی۔ اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ فالج کی وجہ سے زید مر گیا ہے یا گوشت کھانے کی وجہ سے یا دونوں مرضوں سے اتنا ضرور ہے کہ مرنے کے وقت تک فالج کا اثر باقی تھا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کا مہر جو قرضہ ہے وہ تندرستی اور صحت کے قرضے کے ساتھ ساتھ ادا کیا جائے یا صحت کا قرضہ ہندہ کے مہر پر مقدم ہے؟ اور اگر صحت کا قرضہ ادا کیا جائے اور ترکہ میں سے کچھ باقی نہ بچے تو ہندہ کا مہر کس طرح ادا ہوگا۔

---

(۱) ولها منعه من الوطء ... او السفر بها ولو بعد وطء ... لاخذ ما بين تعجيله (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/ ۱۴۳، سعيد)
(۲) لا خلاف لا حد ان تاجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، ۱/ ۳۱۸، ماجدية)
(۳) اذا جهل الا جل جهالة فاحشة فيجب حالاً۔ (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/ ۱۴۴، سعيد)
(۴) النفقة هي لغة ما ينفقه الانسان على عياله و شرعا هي الطعام والكسوة والسكنى للزوجة بنكاح صحيح على زوجها، لانها جزاء الاحتباس۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳/ ۵۷۲، سعيد)

(جواب ۲۲۸) مرض کا وہ دین مؤخر ہوتا ہے جس کا سبب معلوم نہ ہو اور صرف اقرار مریض اس کے ثبوت کی دلیل ہو۔ نکاح اور اس میں مہر کا تقرر معلوم و متعین ہے۔ اس دین مہر کا ثبوت صرف اقرار مریض سے نہیں ہے۔ لہذا یہ دین اور دین صحت ایک درجے کے ہیں۔ ان میں تقدم و تاخر نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نام و نمود کے لئے برداشت سے زیادہ مہر مقرر کرنا

(سوال) ایک جگہ یہ دستور ہے کہ بوقت نکاح مہر ایک لاکھ یا سوا لاکھ کا باندھا جاتا ہے۔ باوجود یہ کہ دولہا کی حیثیت ہزار روپے کی بھی نہیں ہے۔ لیکن رواجاً یہ مہر باندھا جاتا ہے اور خیال یہ ہوتا ہے کہ میاں کون مانگتا ہے اور اگر مانگے بھی تو لے گا کہاں سے؟ جب ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے تو کس سے لے گا؟ ایسی صورت میں نکاح اس رواجی مہر پر جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اولاد اس کی حلال کی ہوگی یا نہیں؟

المستفتی منشی محمد احسان اللہ۔ دفتر ایس۔ ایم۔ یوسف۔ صدر بازار دہلی

(جواب ۲۲۹) اس خیال سے مہر باندھنا کہ "کون مانگتا ہے اور مانگے بھی تو لے گا کہاں سے؟" سخت گناہ ہے۔ مہر خاوند کی حیثیت کے موافق باندھنا چاہئے۔(۲) اور ادا کرنے کی نیت رکھنی چاہئے لیکن اگر حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے۔ اور اسی قدر مہر خاوند کے ذمہ واجب الادا ہو جاتا ہے۔ جس کا مواخذہ اسکے سر رہتا ہے۔(۳) اور اولاد اس کی ثابت النسب ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ، محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

صح الجواب بالکتاب۔ ویصح النکاح وان لم یسم فیہ مہرا کما فی الہدایہ۔(۴) حررہ محمد یوسف عفی عنہ

عورت مہر معاف کر دے تو ولی کو اعتراض کا حق نہیں

(سوال) ایک عورت بعمر تقریباً پندرہ سولہ سال جو کہ عرصہ چار سال سے حاملہ ہے اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے اور مہر عنداللہ معاف کر چکی ہے۔ مگر باپ عورت کا مہر ادا کرنے کی صورت میں بحیثیت ولی ہونے کے، طلاق نامہ پر تصدیق کرنے کے لئے آمادہ ہے ورنہ نہیں۔ یا دستخط کرنے کے لئے ایک معقول رقم کا طالب ہوتا ہے۔

المستفتی منشی محمد احسان اللہ (باڑہ ہندو راؤ دہلی)

(جواب ۲۳۰) عورت بالغہ کو اپنے مہر کے معاف کر دینے کا حق ہے اور جب کہ وہ مہر معاف کر دے تو پھر کسی ولی کو حق نہیں کہ وہ مزاحمت کرے۔(۵) اور اسے لازم ہے کہ حق بات کو ظاہر کر دے اور طلاق نامہ کی تصدیق کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح۔ محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی

---

(۱) ودین الصحۃ مطلقا وما لزمہ فی مرضہ بسبب معروف بینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ ولو المقربہ الودیعۃ والسبب لیس بتبرع کنکاح مشاہد (الدر المختار، کتاب الاقرار، باب اقرار المریض، ۵/ ۶۱۱، سعید)

(۲) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ۔ (شعب الایمان للبیہقی، کتاب النکاح، باب ۴، التعاون الفقراء، ۵/ ۲۵۴، رقم (۶۵۶۶) دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) والمہر یتاکد باحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ و موت احد الزوجین حتی لا یسقط منہ بعد ذلک شیء الا بالابراء من صاحب الحق۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثانی، ۱/ ۳۰۳، ماجدیہ)

(۴) الہدایۃ، کتاب النکاح، باب المہر، ۲/ ۳۲۳، سعید)

(۵) للمرأۃ ان تہب مالہا لزوجہا من صداق دخل بہا زوجہا او لم یدخل ولیس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الخامس، ۱/ ۳۱۶، ماجدیہ)

عورت مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ نہیں کر سکتی

(سوال) عورت اپنا مہر معاف کرنے کے بعد اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کرے اور پھر مہر کی طالب ہو مگر شوہر مہر نہیں دینا چاہتا۔ تو کیا عورت کی طرف سے مہر کا مطالبہ درست ہوگا ؟

المستفتی منشی محمد احسان اللہ باڑہ ہندو راؤ دہلی

(جواب ۲۳۱) اگر عورت مہر معاف کرچکی ہے تو اب اس کو عنداللہ مہر کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں۔(۱) اگر باوجود مہر معاف کرنے کے مطالبہ کرے گی تو اس کا مطالبہ غیر معقول اور غیر مقبول ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتح پوری دہلی

مہر کے جھوٹے مطالبے کی تلقین کرنے والے امام کی اقتداء

(سوال) ایک پیش امام جو نماز عیدین بھی پڑھاتا ہے اس کا رویہ یہ ہے کہ ایک مسماۃ جو اپنے شوہر سے مہر معاف کرنے کے بعد طلاق لینا چاہتی ہے۔ پیش امام اس کو اپنی بزرگانہ باتوں کے فریب میں لا کر کہتا ہے کہ تم مہر کیوں معاف کرتی ہو؟ سب لوگوں کے سامنے کہہ دو کہ میں نے مہر معاف نہیں کیا، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

المستفتی منشی محمد احسان اللہ باڑہ ہندو راؤ دہلی

(جواب ۲۳۲) مہر معاف کردینے کے بعد مہر کے مطالبے کی تلقین کرنا گناہ کی بات ہے۔ اور امام مذکور کو معافی مہر کا علم ہو اور پھر وہ کہے کہ اپنا مہر طلب کرو تو وہ ظالم اور معین علی الظلم ہے۔(۲) اگر وہ اس گناہ پر اڑا رہے تو فاسق ہوگا اور اس کی امامت بھی مکروہ ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتح پوری دہلی

---

(۱) واذا وهب احد الزوجين لصاحبه لا يرجع في الهبة (الكافية على هامش الهندية، كتاب الهبة، فصل في رجوع الهبة ۴: ۳۸۷ ماجدية)

(۲) تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔ (المائدة: ۲)

(۳) ويكره تنزيها امامة عبد واعرابي وفاسق (الدر المختار) وفي الشامية: واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً۔ (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الامامة ۱: ۵۶۰ سعيد)

ساتواں باب

وکیل اور گواہ

لڑکی سے اجازت لیتے وقت گواہوں کا ہونا صحت نکاح کے لئے شرط نہیں

(سوال) ملک ہندوستان میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ ہے کہ کسی بالغہ جوان لڑکی کا نکاح ہوتا ہے سب براتی لڑکی کے مکان پر آجاتے ہیں تو لڑکی سے اس کے مہر اور نفس کی اجازت لینے تین شخص جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو لڑکی کا باپ یا چچا یا ماموں یا کوئی اور سگا ہوتا ہے وہ تو وکیل کی نیت سے جاتا ہے اور دوسرے جو دو آدمی ہوتے ہیں وہ گواہ کی نیت سے جاتے ہیں۔ مگر وہ دو آدمی بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے لڑکی کا پردہ نہیں ہوتا ہے اور وہ لڑکی کی آواز سمجھتے ہیں اب لڑکی سے وہ شخص سوال کرتا ہے جو وکالت کی نیت سے گیا ہے کہ مسماۃ فلاں بنت فلاں بی بی تم نے اپنے مہر اور نفس کا اختیار مجھ کو دیا؟ وہ لڑکی گواہوں کے سامنے کہتی ہے کہ میں تم کو اپنے مہر کا اور نفس کا اختیار دیا۔ تب وہ وکیل اور گواہ لڑکی کے کام کو سن کر باہر آتے ہیں اور اہل مجلس کو سلام کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ مسماۃ فلاں بنت فلاں نے مہر اور نفس کا اختیار ہمارے سامنے فلاں ابن فلاں کو دیا ہے۔ پھر قاضی صاحب وکیل سے اجازت لے کر خطبہ شروع کرتے ہیں۔ بعد خطبہ کے وکیل سے سوال کرتے ہیں کہ میں فلاں ابن فلاں صاحب آپ نے اپنی وکالت یا ولایت سے فلاں بنت فلاں کا نکاح بعوض مہر مبلغ اس قدر روپیہ اور فلاں گواہوں کی گواہی سے حاضرین مجلس کے حضور فلاں ابن فلاں سے کر دیا۔ تب وکیل اقرار کرتا ہے پھر قاضی صاحب دولہا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ غرض دونوں طرف ایجاب و قبول کرا کے دعا خیر کرتے ہیں۔ اب عرض یہ کرتا ہے کہ وہ دو گواہ جو اجازت لینے کے وقت وکیل یعنی لڑکی کے باپ چچا ماموں وغیرہ کے ساتھ گئے تھے وہ گواہ فرض ہیں یا واجب یا سنت یا مستحب یا شرط نکاح یا محض رواج؟

(جواب ۲۳۳) یہ دونوں گواہ جو لڑکی کی اجازت کو سننے کے لئے وکیل کے ہمراہ جاتے ہیں وہ صرف ثبوت توکیل یا ثبوت اذن کے لئے ہوتے ہیں۔ انعقاد نکاح کی مجلس میں وہ گواہ نہ ہوں اور ایجاب و قبول دوسرے لوگوں کے سامنے کرا دیا جائے جب بھی نکاح صحیح و درست ہو جائے گا۔ اور جب وہ دونوں گواہ مجلس نکاح میں بھی ہوں اور ایجاب و قبول بھی ان کے سامنے ہو تو وہ وکالت اور اذن کے گواہ بھی ہوں گے اور نکاح کے بھی۔ اگر وکیل کی وکالت کا یا اپنی جانب سے اذن دینے کا لڑکی انکار کر دے تو اذن اور وکالت کے ثابت کرنے کے لئے ان گواہوں کی ضرورت ہوگی ورنہ صحت نکاح کے لئے ان گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) یعنی لڑکی اگر کسی گواہ کی موجودگی کے بغیر بھی اپنے ولی کو اپنے نکاح(۲) کا اذن دے دے یا کسی کو وکیل بنا دے اور وہ ولی یا وکیل باقاعدہ مجلس میں نکاح کر دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۳) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۳۰ ستمبر سن ۱۹۳۰ء

---

(۱) ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین حرین عاقلین بالغین مسلمین (الہدایہ، کتاب النکاح، ۲ / ۲۷۴، شرکۃ علمیۃ)

(۲) اما الشہادۃ علی التوکیل بالنکاح فلیست بشرط لصحتہ کما قدمناہ فی البحر و انما فائدتہا الاثبات عند جحود التوکیل (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳ / ۲۶، سعید)

(۳) وینعقد متلبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی منک (الدر المختار) وفی الرد (قولہ کزوجت نفسی) اشار الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصلا او ولیا او وکیلا (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳ / ۱۰، سعید)

صحت نکاح کے لئے دو مسلمان گواہ ہونا شرط ہے

(سوال) جب کہ منکوحہ مسلمان ہو اور عقد نکاح کے گواہ مسلمان نہ ہوں یا ایک ہندو (غیر مسلم) اور دوسرا مسلمان۔ ایسا عقد صحیح ہوگا یا نہیں؟ و نیز غیر مسلم کی شہادت معاملہ نکاح میں جائز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱ محمد عبدالعلی صاحب بلارم دکن۔ ۳۰ ربیع الاول سن ۱۳۵۲ھ م ۲۴ جولائی سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳۴) مسلمہ عورت کے نکاح کے انعقاد و جواز کے لئے مسلمان شاہدوں کی موجودگی اور ایجاب و قبول کو سننا شرط ہے۔ ایک گواہ مسلمان اور ایک غیر مسلم ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا۔ فلا ینعقد (النکاح) بحضرة العبید و لابحضرة الکفار فی نکاح المسلمین انتھیٰ مختصرا ھکذا فی البحرالرائق۔(۱) (فتاویٰ عالمگیری)(۲) ولا ینعقد الا بسماع کل من العاقدین کلام صاحبه و حضور مسلمین۔ لانه لا شهادة الکافر علیٰ مسلم انتھیٰ مختصرا (البرھان شرح مواھب الرحمن)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح میں قرآن مجید کو گواہ بنانا صحیح نہیں

(سوال) زید مرد بالغ نے ہندہ سے نکاح بموجب سنت شریعت ادا کیا۔ نکاح میں صرف ایک قاضی موجود تھا۔ زید اور ہندہ نے ایجاب و قبول خود آپس میں کر لیا۔ حسب الحکم شرع شریف دو گواہ شرعی موجود نہ تھے۔ قاضی کو گواہ بنایا اور دوسرا گواہ کلام مجید کو قرار دیا۔ بموجب شرع شریف نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۱۳ سید اصغر علی ہیڈ ماسٹر پاتوڑی۔ ۲ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ م ۱۷ فروری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۵) ایجاب و قبول زوجین نے خود کر لیا تو زوجین کے علاوہ دو گواہ ضروری تھے (۳) ایک گواہ تو قاضی صاحب ہو گئے لیکن دوسرا گواہ قرآن مجید کو قرار دینا صحیح نہیں۔ (۴) اس لئے یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

شیعہ سنی کے نکاح میں گواہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال) شیعہ سنی کے نکاح کی گواہی میں لئے جائیں یا نہیں؟

المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۲۳۶) شیعہ لوگ سنی کے نکاح میں گواہی میں نہ لئے جائیں۔ (۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) البحر الرائق، کتاب النکاح، ۳/ ۹۵، بیروت۔
(۲) الھندیة، کتاب النکاح، الباب الاول، ۱/ ۲۶۷، ماجدیة
(۳) ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین، عاقلین بالغین مسلمین (الھدایة، کتاب النکاح، ۲/ ۳۰۶ شرکة علمیة)
(۴) تزوج بشھادة الله ورسوله لم یجز (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/ ۲۷ سعید)
(۵) ویشترط العدد فلا ینعقد النکاح بشاھد واحد ھکذا فی البدائع (الھندیة، کتاب النکاح، ۱/ ۲۶۷ ماجدیة)
(۶) فلا ینعقد النکاح بحضرة العبید والمجانین والصبیان والکفار (البحر الرائق، کتاب النکاح، ۳/ ۹۵ دار المعرفة بیروت)

ایک عورت نے کہا کہ اگر میں وکیل بنادوں تو میرا نکاح ہی ہو جائے گا، بعد میں اس نے وکیل بنادیا، کیا حکم ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک بیوہ کو ایک جماعت نکاح کے واسطے زور دے اور بیوہ انکار کرے۔ اس کے انکار پر جماعت یا پنچایت نے یہ کہا کہ اگر تو اس وقت نکاح نہیں کرتی تو اپنے نکاح کا ایک آدمی کو وکیل بنادے۔ اور آدمی وہ ہو جس کو پنچایت مقرر کرے۔ عورت نے جواب دیا کہ اگر میں وکیل بنادوں گی تو میرا نکاح ہی ہو جاوے گا۔ باوجود اس کہنے کے بھی بیوہ نے اپنا وکیل بنادیا۔ یہ لفظ صرف ایک ہی دفعہ کہا ہے۔ نکاح ہوا یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۷) جب اس نے نکاح کے لئے وکیل بنادیا تو اس کا نکاح اگر وکیل پڑھاوے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

دو گواہوں کے بغیر ایجاب و قبول سے نکاح منعقد نہیں ہو گا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید نے ایک عورت سے عدم موجودگی میں کسی گواہ یا قاضی کے اپنا عقد اس طرح پر کر لیا کہ زید نے عورت سے کہا کہ میں نے تم کو بعوض اتنے مہر کے اپنی زوجیت میں لیا اور عورت نے کہا کہ میں نے بھی قبول کیا۔ یا عورت نے زید سے کہا کہ میں نے اپنے کو بعوض اتنے مہر کے تمہاری زوجیت میں دیا اور زید نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ حالانکہ ان ہر دو صورتوں میں کوئی شاہد یا قاضی یا وکیل موجود نہیں ہے۔ کیا یہ عقد جائز ہوا؟

(جواب ۲۳۸) انعقاد نکاح کے لئے شاہدین کا موجود ہونا اور ایجاب و قبول کو سننا شرط ہے۔(۲) پس صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) وینعقد متلبساً بایجاب من احدهما وقبول من الآخر ... کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی منک (الدر المختار) وفی الشامیة: (قوله کزوجت نفسی) اشار الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلا او ولیا او وکیلا۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، ۳/ ۹، سعید)

(۲) وشرط حضور شاهدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولهما معاً۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/ ۲۱، سعید)

آٹھواں باب

نکاح خوانی اور اس کا مسنون طریقہ

نکاح ہر شخص پڑھا سکتا ہے، قاضی صاحب سے پڑھوانا ضروری نہیں

(سوال) ہمارے شہر ناگپور میں قاضی صاحب نکاح خوانی میں اپنے حق کا دعوی کرتے ہیں۔ کیا کوئی دوسرا مسلمان جو مسائل سے واقف ہو نکاح خوانی کر سکتا ہے یا نہیں۔ کیا قاضی صاحب کا کوئی حق فقہ حنفی کی رو سے ہے؟

راقم محمد اسماعیل محلہ جمعہ پوری۔ ناگپور۔

(جواب ۲۳۹) نکاح ہر شخص کے پڑھنے سے صحیح ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ قاضی صاحب سے ہی نکاح پڑھوایا جائے۔(۱)

محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ

نکاح خوانی کی اجرت لینا اور اندراج نکاح

(سوال)(۱) نکاح خوانی لینا جائز ہے یا ناجائز اور (۲) نکاح خوانی خاص اشخاص کا کام ہے یا یہ کہ اہل اسلام میں سے اور لوگ بھی انجام دے سکتے ہیں۔ (۳) اس معاملہ مذہبی میں حکام وقت کی مداخلت جائز ہے یا نہیں؟ (۴) اور نکاح خوانی مجبور کر کے لینا کیسا ہے؟

المستفتی افضال الحق ساکن کوچہ روح اللہ خاں دہلی

(جواب ۲۴۰)(۱) نکاح خوانی طرفین یعنی قاضی اور اس کو بلانے والے کی باہمی رضا مندی سے لینی جائز ہے۔(۲) (۲) نکاح خوانی ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو احکام نکاح سے واقف ہو اور نیک صالح ہو تو اولی ہے۔ (۳) قاضی کی نکاح خوانی کا واسطہ بھی ضروری نہیں۔ اگر زوجین یا دونوں کے ولی یا وکیل گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۳) لیکن اگر حکام یادداشت کے طور پر منازعت کے مواقع پر کام آنے کے لئے نکاحوں کے اندراج کے لئے رجسٹر رکھنے کا حکم دیں اور ان رجسٹروں میں نکاح لکھے جایا کریں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (۴) اجرت نکاح خوانی باہمی رضا مندی سے مقرر کر لینے کے بعد جبراً لی جا سکتی ہے اور جو شخص یعنی بیٹی والا یا دولہا نکاح خواں کو بلانے کا اس کو اجرت ادا کرنی ہوگی۔ اور اگر اجرت پہلے سے مقرر نہ کی ہو تو جو عرف ہوگا اس کے موافق دینی ہوگی۔(۴)

فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ، ۵ اکتوبر سن ۲۵ء

متولی نے بلاوجہ قاضی کو معزول کر کے نیا قاضی مقرر کر دیا، کس قاضی کا ساتھ دیا جائے؟

(سوال) متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی سبب شرعی کے قاضی کو معزول قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس قاضی کا ساتھ دینا چاہئے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر سے منتخب کیا گیا ہے اور بیس سال سے قضاۃ پر رہا ہے۔ المستفتی نمبر ۵۱۲ ۶ ربیع الثانی سن ۵۴ ۱۳ھ

(جواب ۲۴۱) متولی جامع مسجد کے اختیار میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا۔ لیکن اگر اس نے بلا

. . . .

(۱) وینعقد ای النکاح ای یثبت ویحصل انعقاده بالایجاب والقبول۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/ ۹، سعید)

(۲) وکل نکاح باشره القاضی وقد وجبت مباشرته علیه کنکاح الصغار فلا یحل له اخذ الاجرة علیه ومالم تجب مباشرته علیه حل له اخذ الاجرة۔ (الهندیة، کتاب ادب القاضی، ۳/ ۳۴۵، ماجدیة) لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔ (النساء)

(۳) وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الاخر کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی منک۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/ ۹، سعید)

(۴) یہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔ ..

جب معزول کر دیا تو وہ مواخذہ دار ہو گیا۔ اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تو قاضی معزول نہیں ہوا اور اس صورت میں لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہئے۔(۱)
محمد کفایت اللہ

نکاح کس جگہ پڑھنا بہتر ہے؟

(سوال) ہمارے یہاں شادی ہوتی ہے تو شب گشت وغیرہ تمام کاروبار رات کے وقت ہوتا ہے۔ تب دولہا دلہن کے مکان میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ علی الصباح دلہن کے مکان میں نکاح پڑھا جاتا ہے۔ اور کثیر جماعت لوگ دلہن کے گھر نکاح کا پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں۔ بعدہ رواج یہ ہے کہ دولہا کے گھر مولود النبی پڑھی جاتی ہے اور یہ مولود النبی رستے رستے پڑھتے پڑھتے دلہن کے گھر ختم کی جاتی ہے۔ اس کے بعد فجر کے بعد اس کا نکاح دلہن کے گھر پڑھا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں بعض لوگ دولہا کے گھر نکاح پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں اور بعض لوگ دلہن کے گھر بہتر سمجھتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۶۱۸ غلام حسین (ضلع رتناگیری) ۹ جمادی الثانی سن ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۲) ترمذی شریف میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے۔ واجعلوہ فی المساجد یعنی نکاح مسجد میں کیا کرو۔ اس حدیث کے بموجب نکاح کے لئے مسنون اور افضل جگہ تو مسجد ہے۔ اگر مسجد میں نہ کیا جائے تو پھر خواہ دولہا کے مکان میں کیا جائے یا دلہن کے مکان میں دونوں جائز ہیں۔ شب گشت کرنا اور راستہ میں مولود النبی پڑھنا یہ دونوں باتیں واجب الترک ہیں کہ خلاف سنت (۳) ہیں۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نکاح خوانی کی اجرت

(سوال) (۱) کیا شرعاً قاضی کو یہ بات لازم ہے یا نہیں کہ اگر کوئی شخص غریب اور بالکل محتاج ہو تو اس کا نکاح فی سبیل اللہ پڑھا دیں۔ (۲) کیا بغیر اجرت لئے قاضی صاحب نکاح نہیں پڑھا سکتے؟ (۳) کسی بھی مصیبت زدہ شخص کو قاضی صاحب امداد دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) قاضی صاحب کو نکاح خوانی کا کتنا حق لینا چاہئے؟ مجید خاں مقام جوت

(جواب ۲۴۳) (۱) قاضی پر یہ لازم نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ بغیر اجرت نکاح پڑھا دے تو ثواب کا مستحق ہوگا اور نہ پڑھائے تو مجلس میں سے کوئی اور شخص ایجاب و قبول کرا دے نکاح ہو جائے گا۔ ضروری نہیں کہ قاضی صاحب ہی نکاح پڑھائیں۔(۴) (۲) وہ چاہیں تو پڑھا دیں۔ (۳) قاضی کے اختیار میں جس قدر امداد ہو اس قدر امداد دینی لازم ہے۔ (۴) نکاح پڑھوانے والے کی حیثیت کے مطابق اجرت لینی چاہئے۔(۵)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) و المختار للفتوی انہ اذا عقد بکرا یاخذ دینارا و فی الثیب نصف دینار و یحل لہ ذلک ھکذا قالوا کذا فی البرجندی۔ (الہندیۃ، کتاب ادب القاضی، الباب الثالث، ۳/۳۴۵، ماجدیہ)

(۲) و لا یملک نصب القضاۃ و عزلہم الا السلطان و من بہ اذن السلطان اذا ہو صاحب و لایۃ العظمی فلا یستفاد الا منہ۔ (شرح الجامع الکبیر، کتاب القضاء، ۲/۳۹۰، دار القرآن)

و لا یجوز للقاضی عزل الناظر بلا جنایۃ و لو عزلہ لا یصیر الثانی متولیا۔ (رد المحتار، ۴/۴۲۰، سعید)

(۳) جامع الترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی اعلان النکاح ۱/۲۰۷، سعید

(۳) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود، ۱/۳۷۱، قدیمی)

(۴) و ینعقد بایجاب من احدھما و قبول من الآخر۔ (الدر المختار) و فی الرد: و ینعقد ای النکاح ای یثبت و یحصل انعقادہ بالایجاب و القبول۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/۹، سعید)

(۵) و المختار للفتوی انہ اذا عقد بکرا یاخذ دینارا و فی الثیب نصف دینار و یحل لہ ذلک ھکذا قالوا۔ (الہندیۃ، کتاب ادب القاضی، الباب الثالث، ۳/۳۴۵، ماجدیہ)

نکاح خوانی کی اجرت لینا جائز ہے

(سوال) نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے یا نہیں

المستفتی نمبر ۱۵۲۸ قاری عبداللطیف صاحب بنگال۔ ۱۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۲۳ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۴) نکاح پڑھانے والے کو اجرت دینا جائز ہے۔(۱) مگر اجرت تراضی طرفین سے طے کی جائے۔ زبردستی کوئی رقم چھین نہ کی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

کئی نکاح اکٹھے پڑھے جائیں تو کیا ان سب کے لئے ایک خطبہ کافی ہے ؟

(سوال) کئی نکاح ایک ہی جگہ پر ہوں تو ان کے لئے خطبہ مسنونہ ایک ہی کافی ہے یا ہر نکاح کے لئے علیحدہ علیحدہ۔

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۴۵) ہر ایک نکاح کے لئے خطبہ مسنونہ پڑھنا مسنون ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح خوانی کی اجرت کی شرعی حیثیت

(سوال) نکاح پڑھانے والے کو کچھ روپیہ نقد دینا سنت ہے یا مستحب ؟ اور نکاح پڑھانے والا نکاح پڑھانے سے پہلے کچھ نقد روپیہ پیسے مقرر کرے تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور پھر جبراً وصول کر سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۲۳۳ مولوی عبدالحق امام مسجد دوحہ ضلع ڈیرہ غازی خان۔ مورخہ ۱۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۹ھ۔

(جواب ۲۴۶) نکاح پڑھانے والے کو نکاح خوانی کی "اجرت" دینا جائز ہے۔(۳) اور نکاح خواں پہلے اجرت مقرر کر کے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کو مقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح خواں کے لئے علم ضروری ہے یا نہیں ؟

(سوال) نکاح پڑھانے والے کو بھی علم نکاح و طلاق وغیرہ کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ یا ہر جاہل شخص ایجاب و قبول کرا سکتا ہے ؟ المستفتی فقیر بلدار خاں الملقب بہ نبی بخش چشتی عفی عنہ (مالیگاؤں)

(جواب ۲۴۷) بہتر ہے کہ نکاح پڑھانے والا متعلقات نکاح کے مسائل جانتا ہو۔(۵) اور اگر ایجاب و قبول جاہل بھی کرادے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔(۶) محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ کشمیری مسجد دہلی

الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ ۷ شعبان سن ۱۳۳۲ھ

(۱) ایضاً - ای راجع الی صفحہ ۱۴۹ علی حاشیہ ۵۔

(۲) ویندب اعلانہ وتقدیم خطبتہ وکونہ فی مسجد۔ (الدر المختار، کتاب النکاح ۳/ ۸، سعید)

(۳) والمختار للفتوی انہ اذا عقد بکرا یاخذ دینارا وفی الثیب نصف دینار ویحل لہ ذلک ھکذا قالوا۔ (الهندیۃ، کتاب ادب القاضی، باب ثانی، ۳/ ۳۴۵، ماجدیہ)

(۴) قال فی الدر المختار: لا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل وفی الرد: حتی یعمل، لان الاجارۃ عقد معاوضۃ فتقتضی المساواۃ بینھما فما لم یسلم المعقود علیہ للمستاجر لا یسلم لہ العوض، والمعقود علیہ ھو العمل او اثرہ علی ما بینا، فلا بد من العمل۔ (رد المحتار، کتاب الاجارۃ ۶/ ۶۴، سعید)

(۵) وان المجتہد فی حکم دون حکم فعلیہ معرفۃ ما یتعلق بذلک الحکم مثلا، کالاجتہاد فی حکم متعلق بالصلوۃ لا یتوقف علی معرفۃ جمیع ما یتعلق بالنکاح (رد المحتار، کتاب القضاء ۵/ ۳۶۵، سعید)

(۶) وینعقد بایجاب من احدھما وقبول من الآخر۔ (در مختار، کتاب النکاح ۳/ ۹، سعید)

نکاح کے وقت دلہا، دلہن کا کرسی پر بیٹھنا

(سوال) جزیرہ ٹرینیڈاڈ میں دولہا اور دلہن نکاح خوانی کے وقت کرسی پر بیٹھتے ہیں۔ آیا شرعاً یہ جائز ہے؟
(جواب ۲۴۸) دولہا دلہن کو عقد نکاح کے وقت کرسیوں پر بٹھانا اسلامی رواج کے خلاف ہے۔ اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

ایجاب و قبول کے بعد رجسٹر پر انگوٹھا لگانا صحت نکاح کے لئے شرط نہیں

(سوال) ایک شخص نے عام مجلس میں برضائے خود روبرو امام و دیگر گواہان اپنی نابالغ لڑکی کا عقد نکاح بہ ایجاب و قبولیت کر دیا۔ اور مجازی حکومت کے رجسٹر نکاح پر انگوٹھا وغیرہ چسپاں کرنے کا وعدہ بربلوغت کیا گیا تھا۔ اب لڑکی کا والد فوت ہو گیا ہے۔ اور اس کی بیوہ اب لڑکی دینے سے انکاری ہے۔ شہادت وغیرہ معقول ہے۔ کیا بغیر نشان انگوٹھا بر رجسٹر نکاح عقد نکاح درست ہے یا نہیں؟
(جواب ۲۴۹) اگر نکاح کی شہادت معتبرہ موجود ہے تو نکاح ثابت ہو جائے گا۔(۱) نکاح کے رجسٹر پر انگوٹھے کا نشان ہونا ضروری نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

نکاح کا شرعی طریقہ

(سوال) (۱) نکاح کے کیا معنی ہیں؟ (۲) ایجاب و قبول جب دو گواہوں کے سامنے ہو گیا تو پھر کلمہ پڑھانا ضروری ہے؟ نیز اگر خطبہ نہ پڑھے تو عورت مرد پر حلال ہوئی یا نہیں؟
(جواب ۲۵۰) (۱) نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ سے عورت مرد کے لئے حلال ہو جاتی ہے(۲) (۲) عقد نکاح میں ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے(۳) اس کے بعد ایجاب و قبول کرایا جائے۔ کلمے پڑھانا نکاح میں نہ داخل ہے نہ مسنون۔ اگر بغیر خطبہ کے ایجاب و قبول کرا دیا جائے جب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔(۴) صرف سنت خطبہ ادا نہ ہوگی۔

شادی میں باجہ، بینڈ بجانا اور ایسی شادی میں شرکت کرنا

(سوال) شادی میں باجہ بجانے کی مذہب اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ اگر صرف دف بجانے کی اجازت دیتا ہے تو کس مصلحت سے؟ دف نہ ملنے کی صورت میں بخیال اعلان شادی و اظہار مسرت و خوشی ترقی یافتہ باجہ مثلاً بینڈ یا مشک کا باجہ بجایا جائے تو کیسا ہے۔ جس شادی میں باجہ بجایا جا رہا ہو اس کی دعوت طعام وغیرہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ باجہ اگر کسی وقت بند کر دیا جائے اس وقت شریک ہونا کیسا ہے؟

---

(۱) لا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين ، رجلين او رجل وامرأتين (الهداية، كتاب النكاح، ۲: ۳۰۶)
(۲) لحل استمتاع كل منهما بالآخر على وجه المأذون فيه شرعاً (فتح القدير، كتاب النكاح، ۳: ۱۸۹، مصر)
(۳) ويندب اعلانه وتقديم خطبة (الدر المختار، كتاب النكاح، ۳: ۸، سعيد)
(۴) حدثنا محمد بن بشار ... عن رجل من بني سليم قال : خطبت الى النبي صلى الله عليه وسلم امامة بنت عبدالمطلب فانكحني من غير ان يتشهد (سنن ابي داؤد، باب في خطبة النكاح، ۱: ۲۸۹، سعيد) وقال محشيه : فدل على جواز النكاح بغير خطبة وفي الترمذي: وقد قال بعض اهل العلم ان النكاح جائز بغير خطبة وهو قول سفيان الثوري وغيره من اهل العلم (جامع الترمذي باب ما جاء في خطبة النكاح، ۱: ۲۱۰، سعيد)

(جواب ۲۵۱) شادی میں نکاح کے وقت اعلان کی غرض سے دف بجانے کی نہ صرف اجازت بلکہ تاکیدی ہدایت ہے۔اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف(۱)(اوکما قال) حدیث شریف کا مضمون ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرو اور دف بجاؤ۔دف نہ ہو تو نقارہ یا ڈھول دف کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔بینڈ یا اور کوئی باجہ بجانا مکروہ اور خلاف متوارث ہوگا۔(۲) جس شادی میں بینڈ یا اور کوئی باجہ ہو یعنی صرف باجہ ہو ناچ گانا نہ ہو اس میں شرکت حرام نہیں۔نہ دعوت کھانا حرام ہے۔(۳) اور باجہ بند ہو جانے کے بعد شریک ہونے میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح

(۲) وکرہ کل لہو ... والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ کالرقص ... والصفق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب ... واستماع ضرب الدف والمزمار حرام۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ۶/۳۹۵، سعید)

(۳) ومن دعي الی ولیمۃ فوجد ثمہ لعبا او غناء فلا باس بان یقعد ویاکل (الھدایۃ، کتاب الکراھیۃ، ۴/۴۵۵، شرکۃ علمیۃ)

نواں باب
دعوت ولیمہ یا برات کی دعوت

دعوت ولیمہ میں بلائے بغیر جانا کیسا ہے؟

(سوال) دعوت ولیمہ میں بے بلائے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص یا کئی آدمی بے بلائے آجائیں تو صاحب خانہ ان کو روک سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے بے بلائے آدمیوں کو روکا تو وہ گنہگار ہوا یا نہیں؟

(جواب ۲۵۲) بے بلائے کسی دعوت میں جانا جائز نہیں ہے۔(۱) خواہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اور کوئی دعوت بے بلائے ہوئے آنے والے کو گھر والا جس نے کہ دعوت دی ہے روک سکتا ہے۔ روکنے میں اس پر کوئی گناہ نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی مدرسہ دارالافتاء

(۱) لڑکی والوں کا برات کو کھانا کھلانا اور اس کھانے میں شرکت کرنا کیسا ہے؟
(۲) چند احادیث کا ترجمہ
(۳) جائز امر اگر رسم کی صورت اختیار کرلے تو کیا حکم ہے؟
(۴) ولیمہ کی دعوت میں اقارب اور عام لوگوں میں امتیازی سلوک کیسا ہے؟

(سوال) (۱) لڑکی والوں کی طرف سے جو برات کو کھانا دیا جاتا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲) مذکورہ بالا کھانے میں شرکت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ (۳) احادیث ذیل کا ترجمہ اور مفہوم کیا ہے اور ان سے برات کے کھانے کا جواز نکلتا ہے یا نہیں؟ اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان اونحوہ(۳) (رواہ مسلم) من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم۔ اذا دعا احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک(۴) (۴) جو کام شرعاً جائز ہو اور وہ رسم کی صورت اختیار کرلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۵) ولیمہ کی دعوت میں عام لوگوں کو ایک قسم کا کھانا کھلانا اور اپنے اعزہ کو دوسری قسم کا کھانا کھلانا درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۵۳) (۱) لڑکی والوں کی طرف سے برات کو جو کھانا دیا جاتا ہے اگر یہ اتفاقی ہو یعنی برات دور سے آئی ہو اور کھانے میں بھی اسراف و ریا و نمود اور پابندی رسم و رواج کو دخل نہ ہو تو ان شرائط کے ساتھ فی حد ذاتہ مباح ہے۔ (۲) شرائط نمبر ایک کے موافق دعوت دی جائے تو اس میں شرکت کرنا جائز ہے۔ (۳) احادیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ الف۔ اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان اونحوہ(۵) جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی دعوت کرے تو قبول کرنی چاہئے شادی کی ہو یا اسی جیسی اور کوئی تقریب ہو (مثلاً ختنے کی خوشی)۔

---

(۱) عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا (سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ ۲/ ۱۶۹ امدادیہ)

(۲) عن ابی مسعود الانصاری قال کان رجل من الانصار یکنی ابا شعیب وکان لہ غلام لحام فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی اصحابہ فعرف الجوع فی وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذھب الی غلامہ اللحام فقال اصنع لی طعاما یکفی خمسۃ لعلی ادعو النبی صلی اللہ علیہ وسلم خامس خمسۃ فصنع لہ طعاما ثم اتاہ فدعاہ فتبعھم رجل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا شعیب ان رجلا تبعنا فان شئت اذنت لہ وان شئت ترکتہ قال لا بل اذنت لہ (صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ ۲/ ۸۴۱ قدیمی)

(۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح ۱/ ۴۶۲ قدیمی

(۴) ایضاً

(۵) صحیح مسلم، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ ۱/ ۴۶۲ قدیمی

ب۔ من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم[1] جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ ج۔ اذا دعی احدکم الی طعامہ فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک۔[2] جب تم میں سے کسی کو کھانے کے لئے دعوت دی جائے تو اس کو چاہئے کہ داعی کے یہاں چلا جائے پھر چاہے کھانا کھائے اور چاہے نہ کھائے۔ ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ دعوت قبول کرنے سے مطلب یہ ہے کہ داعی کے گھر چلا جائے۔ کھانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں تصریح ہے۔

اجابت دعوت کی تاکید اس حکمت پر مبنی ہے کہ دعوت دینے والے کی دل شکنی نہ ہو اور مدعو اپنے کو اتنا بڑا نہ سمجھے کہ غریب اور کمزور اور کم درجہ لوگوں کی دعوت میں جانے کو اپنے لئے توہین قرار دے۔ اسی نظر سے حضور ﷺ کی عادات شریفہ یوں منقول ہے۔ ویجیب دعوۃ العبد۔[3] یعنی اگر حضور ﷺ کو کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو قبول فرماتے تھے۔ حدیث نمبر ۳ سے اس مضمون پر اور زیادہ روشنی پڑتی ہے کہ جب مدعو داعی کے گھر چلا گیا تو اس نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ اس کو داعی کے گھر آنے میں بڑائی یا تکبر کی وجہ سے تکلف نہیں تھا اور داعی بھی خوش ہو گیا کہ مدعو نے اسے ذلیل و حقیر نہیں سمجھا بلکہ اس کے گھر اس کی دعوت پر آ گیا اور جب اجابت کا مقصد حاصل ہو گیا تو اب جی چاہے کھانا کھائے جی نہ چاہے تو نہ کھائے۔

ان حدیثوں کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ مدعو اپنے مرتبے یا شان اور تکبر کی راہ سے دعوت رد نہ کرے۔ اگر داعی کو حقیر سمجھ کر دعوت قبول نہ کرے گا تو آنحضرت ﷺ کی نافرمانی اور اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا۔ پھر دعوت سے بھی وہ دعوتیں مراد ہیں جو دائرہ شریعت کے اندر ہوں اور ظاہر ہے کہ جن دعوتوں کا مبنا اخلاص پر نہ ہو محض ریا و نمود پر یا رسم و رواج کی پابندی پر ہو ان کی اجابت ضروری نہ ہو گی اور ایسی دعوت کا رد کرنا حکمت اجابت کے خلاف نہ ہو گا۔ بلکہ عین منشائے شریعت کے مطابق ہو گا۔ خود آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کے تیسرے دن کھانے کو سمعۃ فرما کر اس کے بارے میں ومن سمع سمع اللہ بہ[4] فرمایا ہے۔ اور جو لوگ ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کے لئے دعوت دیں ان کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ المتبار یان لا یجابان ولا یؤکل طعامھما[5] یعنی تفاخر اور مقابلہ کی دعوت کرنے والوں کی دعوتوں کی اجابت نہ کی جائے نہ ان کے یہاں کھانا کھایا جائے۔ اسی طرح ایک حدیث میں فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے بھی ممانعت مذکور ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین۔[6] یعنی آنحضرت ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر دعوت کی اجابت ضروری نہیں ہے بلکہ اسی دعوت کی اجابت سنت ہے جو دائرہ شریعت کے اندر ہو اور ترک اجابت اسی حالت میں مذموم ہے کہ براہ استغنا و تکبر ہو۔ اگر کسی صحیح و معقول وجہ سے اجابت

(۱) الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، ۴ / ۴۵۵، شرکۃ علمیہ
(۲) الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، ۱ / ۴۶۲، قدیمی
(۳) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۲، سعید۔
(۴) جامع الترمذی، باب ماجاء فی الولیمۃ، ۱ / ۲۰۸، سعید
(۵) شعب الایمان للبیہقی، ۵ / ۱۲۹، رقم (۶۰۲۸) دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۶) شعب الایمان للبیہقی، فصل فی طیب المطعم والملبس، ۵ / ۱۸، رقم (۵۸۰۳) دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترک کی جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ترک اجابت ہی لازم ہے۔(۱)

(۴) جو کام مباح یا مستحب ہو اور وہ ایک واجب یا فرض کی طرح لازم کر لیا جائے اور اس کے ساتھ بہت سے منکرات منضم ہو جائیں تو اس کو ترک کر دینا لازم ہے۔ شادی بیاہ کی بہت سی رسوم کی یہی حالت ہے۔(۲)

(۵) یعنی اپنے اعزہ اور دوستوں یا سمدھیوں کو عمدہ اور بڑھیا اور مختلف اقسام کے کھانے کھلانا اور عام مہمانوں کو ایک کھانا اور وہ بھی معمولی قسم کا کھلانا کرم و مروت کے خلاف ہے بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلہ میں ایسا فرق کرنا تو بہت ہی نازیبا ہے۔(۳) اور اگر بہ نیت تحقیر عام مہمانوں کے ساتھ ایسا کیا جائے تو حرام ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی ۱۲ جولائی سن ۱۹۳۱ء

شادی کی رسومات ختم کرانے کی ضرورت

(سوال) قوم پنجابیان کے اندر بیاہ شادی میں زمانہ جاہلیت کی رسومات اکثر جاری تھیں۔ چنانچہ ان قبیح رسموں میں سے ایک رسم قبل شب عروس بارات کو کھانا کھلانے کی بیٹی والوں کی طرف سے بھی تھی جو انتہائی تباہ کن تھی۔ حاصل یہ کہ مصلحان قوم نے قوم کا عام جلسہ کیا اور رسومات قبیحہ کو قوم کے سامنے پیش کیا۔ قوم نے کثرت رائے سے ان رسومات کو جو تبذیر و نمود و اسراف پر مبنی تھیں ان کو جہاں تک ممکن ہو سکا کم کیا اور بند کیا۔ چنانچہ چند نمودیوں نے جو اپنے آپ کو لیڈرین و معززین خیال کرتے تھے رائے عامہ کو اس وقت بھی ٹھکرانا چاہا مگر کثرت رائے کے آگے ان کی پیش نہ چلی اور اب یہ چند نمود پرست کثرت رائے کے خلاف جاری شدہ اصلاحات کی شدید مخالفت کر رہے ہیں اور ان اصلاحات کو نقصان پہنچانے کے لئے تحریری و تقریری پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ بارات کو کھانا کھلانا واجب اور سنت نبوی ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۵۴) اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی تباہی اور اقتصادی مصیبت کی زیادہ تر وجہ یہی مسرفانہ رسوم ہیں۔ یہ رسوم اندر ہی اندر مسلمانوں کی دولت، عزت، خود داری کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں۔ جو رسمیں کہ کافروں سے سیکھ کر مسلمانوں نے اختیار کر لی ہیں ان کے ناجائز اور واجب الترک ہونے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ ان کی مثال چوتھی اور چالوں کی وہ رسمیں ہیں جو شرعی فرائض سے بھی زیادہ التزام و پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔

اگر بعض رسمیں ایسی بھی ہوں کہ وہ کفار سے ماخوذ نہ ہوں اور شریعت اسلامیہ بھی ان کو مباح قرار دیتی ہو

---

(۱) ومن الاعذار المسقطة للوجوب او الندب ان يكون في الطعام شبهة ... او لا تليق به مجالسة او يدعى لدفع شره ... او لمعاونته على باطل او هناك منهي عنه كالخمر او اللهو وغير ذلك.(مرقات المفاتیح، باب الولیمۃ، ۶ / ۳۵۳، امدادیہ)

(۲) وفيه ان من اصر على امر مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال.(مرقات المفاتیح باب الدعوۃ فی التشہد، الفصل الاول، ۲ / ۳۵۳، امدادیہ)

(۳) اگر نیت دو سرے خوانوں پر ممتاز کر کھانا کھانے کی امتیاز کرے تو کوئی حرج نہیں۔ کما فی فتح الباری. قال ابن بطال. واذا ميز الداعي بين الاغنياء والفقراء فاطعم كلا على حدة لم يكن به باس.(فتح الباری باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ۹ / ۲۴۲، المطبعۃ الخیریۃ مصر)

(۴) عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم اخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله، كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله و دمه، التقوى ههنا بحسب امرئ من الشر ان يحتقر اخاه المسلم، جامع الترمذي، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم (۲ / ۱۴، سعید) وفي المسلم: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان منكم يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه.(صحیح مسلم، کتاب الایمان ۱ / ۵۰، قدیمی)

بلکہ مستحب ہی کیوں نہ ہو مگر اس پر التزام کرنا متعدد مفاسد دینیہ و قومیہ کا موجب ہو اور قوم کی تباہی کا پیش خیمہ تو ایسی رسوم کو بھی ترک کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔(۱) لڑکی والوں کی طرف سے برات کو کھانا دینے کی رسم بھی اسی قسم کی رسوم میں داخل ہے جو بہت سے نقصانات اور فسادات اپنے اندر رکھتی ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ رسم کفار سے ماخوذ نہیں ہے جب بھی اس میں شبہ نہیں کہ شریعت مقدسہ نے لڑکی والوں پر یہ واجب اور فرض نہیں کیا کہ برات کو ضرور کھانا کھلائیں اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ قرون اولیٰ میں اس دعوت کا رواج نہ تھا۔ ولیمہ کی دعوت مسنون ہے۔(۲) مگر وہ دولہا والوں کی طرف سے زفاف کی صبح کو ہوتی ہے۔ دلہن کی طرف سے جو دعوت برات کو دی جاتی ہے اس کو ولیمہ کہنا درست نہیں۔ ہاں کبھی لفظ ولیمہ کا اطلاق مطلقاً ہر دعوت پر کر دیا جاتا ہے۔(۳) مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ولیمہ کی طرح تمام دعوتیں مسنون ہو جائیں۔ لڑکی والوں کی طرف سے بطور مہمانی باراتیوں کو کھانا کھلا دینا بغیر التزام کے اور بغیر رسم بنائے حد ذاتہ جائز ہے۔ لیکن جب کہ اس کو ایک رسم کی طرح اختیار کر لیا جائے اور اس کی وجہ سے متعدد خرابیاں اور نقصانات پیش آ جائیں تو اس کا ترک لازم ہے اس لئے نہیں کہ یہ دعوت فی حد ذاتہ ناجائز ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بعض مکروہات و محرمات کا سبب بن گئی ہے۔(۴) اور جب کہ کسی قوم یا جماعت کے اکثر افراد کسی بات کو قوم کے لئے مضر سمجھ کر اس کے ترک کرنے پر اتفاق سے یا کثرت رائے سے تجویز منظور کر دیں تو پھر تمام لوگوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور اختلاف پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔

لڑکی والوں کی طرف سے برات کو کھانا دینے کی رسم میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ غریبوں کی لڑکیوں کی شادی میں مشکلات پیش آ جاتی ہیں۔ لڑکے والے ایسی لڑکی سے شادی کو پسند نہیں کرتے۔ جس کے سرپرست برات کو کھانا نہ دے سکیں۔

حضرت ام حبیبہؓ کے واقعہ عقد اور نجاشی کی طرف سے کھانا کھلانے کے قصے سے اس امر پر استدلال کرنا کہ لڑکی والوں کی طرف سے برات کا کھانا ثابت ہو گیا، قلت تدبر کی دلیل ہے۔ کیونکہ اسی قصہ میں یہ منقول ہے کہ نجاشی آنحضرت ﷺ کے وکیل اور آپ کے قائم مقام تھے۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کے وکیل خالد بن سعید تھے۔ تو نجاشی نے جو کھانا کھلایا وہ حضور کی طرف سے یعنی دولہا کی طرف سے تھا۔ اور نجاشی کا یہ قول فان سنۃ الانبیاء اذا تزوجوا الخ۔(۵) اس کی کھلی دلیل ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی طرف سے یہ کھانا دیا اور اس کو انبیاء علیہم السلام کی سنت بتایا کہ جب انبیاء نکاح کرتے ہیں تو کھانا دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہی ولیمہ ہے جس کے مسنون ہونے میں کلام نہیں۔ اس کی ایک دلیل اور بھی ہے کہ یہ کھانا آنحضرت ﷺ کی طرف سے بطور ولیمہ دیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ یہ نکاح ام حبیبہؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ نجاشی کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ نے کیا تھا اور حضور ﷺ کی

---

(۱) من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال۔(مرقاۃ المفاتیح باب الدعاء فی التشہد ۲/ ۳۵۳ امدادیہ)

(۲) عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای علی عبدالرحمن بن عوف اثر صفرة، قال ما هذا؟ قال انی تزوجت امراة علی وزن نواة من ذهب ، قال بارك اللہ لك اولم ولو بشاة۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج ۲/ ۷۷۴ قدیمی)

(۳) وفی الرد المحتار : مقتضاه انها سنة مؤكدة بخلاف غيرها۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة ۶/ ۳۴۷ سعید)

(۴) الولیمة هی طعام العرس ، وقیل الولیمة اسم لكل طعام ۔(ایضاً) وکل جائز اذا ادی الی اعتقاد ذلك كره۔(رد المحتار، الصلوٰۃ ۲/ ۱۲۰ سعید)

(۵) المستدرك علی الصحیحین للحاکم ۴/ ۲۱، دار الفکر۔

طرف سے مہر کے چار سو دینار نجاشی نے دیئے اور ولیمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھلایا۔ بہر حال یہ کھانا حضور ﷺ کی طرف سے بطور ولیمہ کے دیا گیا ہے۔ بیٹی والوں کی طرف سے نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ کہ زفاف سے پہلے دیا گیا ہے۔ تو اس کا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ولیمہ دولہا کی طرف سے عقد کے وقت زفاف سے پہلے دیئے جانے کے بھی بعض علماء قائل ہیں۔(۱) گو جماہیر علماء کے نزدیک زفاف کے بعد ہوتا ہے۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ میں پہلے دینے کی وجہ ظاہر ہے کہ نکاح حبشہ میں ہوا تھا اور حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تھے۔ زفاف میں دیر تھی اس لئے نجاشی یا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کی سنت ادا کر دی۔ تاخیر مناسب نہ سمجھی۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان و اسمها رملة زوجها اياه عثمان بن عفان بارض الحبشة انتهى (۲) (استیعاب) یعنی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو سفیان کی صاحبزادی جن کا نام رملہ ہے ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ میں آنحضرت ﷺ سے کیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے :۔ تزوج رسول الله ﷺ ام حبيبة بنت ابی سفيان زوجها اياه عثمان بن عفان وهي بنت عمة زوجها ايا ه النجاشي و جهزها اليه و صدقها اربع مائة دينار واولم عليها عثمان بن عفان لحما وثريدا (انتهى باختصار) استیعاب۔(۳) یعنی آنحضرت ﷺ نے ام حبیبہ بنت سفیان سے نکاح کیا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ ان کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضور ﷺ سے نکاح نجاشی نے کرایا اور نجاشی نے ہی سامان تیار کیا۔ اور چار سو اشرفیاں مہر میں ادا کیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثرید اور گوشت کا ولیمہ کیا۔ اور اسی کتاب استیعاب میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی طرف سے نجاشی نے یہ بات ظاہر کی کہ مجھ کو حضور ﷺ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ کر اوں اس لئے میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور چار سو دینار مہر کے دیتا ہوں۔ پھر خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وکیل کی حیثیت سے قبول کیا۔ نجاشی نے مہر کی اشرفیاں خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیں۔ اور لوگوں سے کہا ٹھیرو حضرات انبیاء کی یہ سنت ہے کہ جب وہ نکاح کریں تو کھانا بھی کھایا جائے۔ پھر کھانا منگایا اور لوگوں نے کھایا۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ نجاشی نے آنحضرت ﷺ کے وکیل کی حیثیت سے کھانا دیا تھا اور حضور ﷺ کی طرف سے سنت ولیمہ ادا کی تھی۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۱۱ رجب سن ۱۳۵۰ھ

نکاح کے بعد لڑکی والوں کا برادری کو کھانا کھلانا

(سوال) نکاح کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے برادری کو کھانا دیا جاتا ہے اور برادری کے لوگوں کو وہ کھانا کھانا از روئے شریعت کیسا ہے؟

المستفتی عبدالرحمن۔ فورٹ ولیم کلکتہ۔ ۲۰ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۵۵) لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے۔ اگر

---

(۱) قيل انها تكون بعد الدخول ، وقيل بعد العقد ، وقيل عندهما ۔ (مرقاۃ المفاتیح باب الولیمۃ ۶/ ۲۳۵ امدادیہ)
(۲) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی هامش الاصابة فی تمییز الصحابة ، ۴/ ۳۰۳ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
(۳) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی هامش الاصابة فی تمییز الصحابة ، ۴/ ۳۰۳ دار احیاء التراث العربی بیروت

بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دے دیں تو مباح ہے نہ دیں تو کوئی الزام نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا ولیمہ کرنا اسراف ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۳ اجولائی سن ۱۹۲۹ء)

(سوال) زید کہتا ہے کہ ضیافت ولیمہ کرنا اور دوست احباب کو کھانا کھلانا جائز نہیں اسراف ہے۔

(جواب ۲۵۶) شادی کتخدائی کے موقع پر دعوت ولیمہ دینی مسنون ہے۔(۱) مگر اس میں ریاو سمعہ کی نیت نہ ہو۔(۲) بلکہ شادی کی خوشی حاصل ہونے کی شکر گزاری اور اتباع سنت نبویہ کی نیت سے دعوت دی جائے۔ اور اپنی وسعت کے موافق دی جائے۔(۳) قرض ادھار کر کے زیر باری نہ اختیار کی جائے۔ تو موجب ثواب ہے۔ اپنی وسعت کے موافق اس دعوت مسنونہ میں صرف کرنا اسراف نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) عن ثابت قال ذکر تزویج زینب ابنة جحش عند انس فقال مارأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم علی احد من نسائہ ما اولم علیہا اولم بشاة (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من اولم علی بعض نسائہ اکثر من بعض، ۲/۷۷۷، قدیمی)

(۲) من یرائی یرائی اللہ بہ ومن یسمع یسمع بہ (جامع الترمذی، باب الریاء والسمعة، ۲/۶۳، سعید)

(۳) والمختار انہ علی قدر حال الزوج (مرقات المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، ۲/۲۸۷، ماجدیة)

دسواں باب

رضاعت اور حرمت رضاعت

رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح

(سوال) زید و عمرو دونوں برادر حقیقی ہیں یا زید و مسماۃ زاہدہ دونوں برادر و ہمشیرہ حقیقی ہیں اور ہر دو جانب چند اولاد لڑکے و لڑکیاں ہیں۔ اگر زید کا ایک لڑکا اور عمرو کی ایک لڑکی نے ایک ہی دائی سے دودھ پیا ہو تو ایسی حالت میں زید کے اسی لڑکے اور عمرو کی اسی لڑکی سے (جو کہ مشترک دودھ ہے) نکاح نہیں ہو سکتا یا کہ کل اولاد سے نکاح نادرست و ناجائز ہے۔ اور اگر خود مسماۃ زاہدہ نے اپنے بھائی زید کے کسی لڑکے کو دودھ پلایا ہو تو زاہدہ و زید کی کسی اولاد سے باہم نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۵۷) صورت مسئولہ میں اگر زید کے ایک لڑکے اور عمرو کی ایک لڑکی نے کسی غیر دائی کا دودھ پیا ہے تو صرف ان دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہو سکتا۔ زید کے اس لڑکے کا عمرو کی دوسری لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ نیز عمرو کی اس لڑکی کا زید کے دوسرے لڑکے سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح زید اور مسماۃ زاہدہ کی اولاد کا حکم ہو گا کہ جن دو لڑکی لڑکا نے ایک مشترک دائی سے دودھ پیا ہے ان دونوں کا آپس میں نکاح نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر مسماۃ زاہدہ نے اپنے بھائی زید کے کسی لڑکے کو دودھ پلایا ہے تو جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے اس کا زاہدہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر زید کی لڑکی کو دودھ پلایا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ زاہدہ کے کسی لڑکے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ زید کی اس لڑکی یا لڑکے کے علاوہ اوروں کا نکاح زاہدہ کی اولاد سے ہو سکتا ہے۔ **كل من تحرم بالقرابة والصهرية تحرم بالرضاع على ماعرف فى كتاب الرضاع كذافى محيط السرخسى هندية**(۱) ج ۱ ص ۲۹۴ **يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل اوغيره قبل هذا الا رضاع او بعده اوارضعت رضيعا او ولد لهذ ا الرجل من غير هذه المراء ة قبل هذا الارضاع او بعده اوارضعت امراة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته وا ولادهم اولا د اخوته واخواته واخوالرجل عمه واخته عمته واخوالمرضعة خاله واختها خالته و كذا فى الجد والجدة انتهى** (هنديه(۲) ج ۱ ص ۳۶۵)

کیا خاوند کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا جائز ہے؟

(سوال) ایک عورت نے اپنے خاوند کی اجازت نہ لے کر دودھ پلایا۔ خاوند بہت غصہ ہوا۔ خاوند کی بلا اجازت دودھ پلانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۵۸) رضاعت کے لئے خاوند کی اجازت ضروری نہیں۔ کیونکہ مرضعہ کا دودھ خاوند کی ملک نہیں۔ اور اسی وجہ سے خاوند کو یہ حق نہیں کہ زوجہ کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے پر مجبور کرے۔ سوائے خاص صورتوں کے کہ ان میں جبر کا حق ہے۔ پس خاوند کو ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں۔(۳) ہاں چوں کہ رضاعت کی وجہ سے نکاح وغیرہ کے

---

(۱) الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات، ۱ /۲۷۷، ماجدية

(۲) الهندية، كتاب الرضاع، ۱ /۳۴۳، ماجدية

(۳) عام حالت میں خاوند کی اجازت کے بغیر مکروہ ہے، ممنوع نہیں۔ فى رد المحتار: تكره للمراء ة ان ترضع صبياً بلا اذن زوجها الا اذا خافت هلاكه۔ (رد المحتار، کتاب النکاح باب الرضاع ۳ / ۲۱۳، سعید)

بوجہ مختلف ہوتے ہیں اس لئے عورتوں کو مناسب ہے کہ دوسرے بچوں کو دودھ پلانے کے وقت خاوند سے اجازت لے لیا کریں اور اس کو اطلاع کر دیں تاکہ تعلقات رضاعت کا خاوند کو بھی علم رہے۔ اور نکاح کی ولایت اور اختیار چونکہ والد کو ہے تو نکاح کرتے وقت اس کو ان تعلقات رضاعت کا معلوم ہونا مفید ہوگا۔

رضاعی بہن کے حقیقی بھائی سے نکاح درست ہے

(سوال) ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا دو دن یا چند دن۔ دودھ پینے والی لڑکی کی عمر شش ماہی تھی۔ بعد ہ وہ لڑکی گزر گئی۔ جس لڑکی نے دودھ پیا اس کا بھائی ہو گا جس کی عمر چودہ سال کی ہے اور اس دودھ پلانے والی کی لڑکی موجود ہے۔ اس صورت میں ان دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ان دونوں نے اپنی اپنی والدہ کا دودھ پیا ہے۔

(جواب ۲۵۹) جس لڑکی نے دودھ پیا ہے اس کا نکاح مرضعہ کے کسی لڑکے سے جائز نہیں۔ لیکن اس کے بھائی کا نکاح مرضعہ کی لڑکی سے جائز ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں کوئی تعلق رضاعت کا نہیں۔ وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة وبالمضاف الیه کان یکون لاخیه رضاعا اخت نسبا وبهما وهو ظاهر انتهی (در مختار ج ۲ ص ۲۴۲)(۱)

رضیع کے لئے مرضعہ کی سب لڑکیاں حرام ہیں

(سوال) حقیقی دو بہنیں ہیں اور ان دونوں کے پاس لڑکے ہیں دودھ پیتے ہوئے۔ ایک موقع پر دونوں بہنیں شادی میں گئیں اور وہاں فرش پر سو گئیں۔ لیکن بھول سے ایک بہن نے دوسری بہن کے لڑکے کو دودھ پلا دیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے تو اس نے اپنی بہن سے کہا کہ میں نے تیرے لڑکے کو بھول سے دودھ پلا دیا ہے۔ جس نے دودھ پلایا تھا اس کے دو تین حمل کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اب اس لڑکے کا جس نے دودھ پیا تھا اس لڑکی کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۶۰) صورت مسئولہ میں جس لڑکے نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے وہ اپنی خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ خالہ کی تمام اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی ہیں۔ جس طرح کہ حقیقی بھائی بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی بہن بھائی سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع و اصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا الخ (هندیه)(۲)

بیوی بچپن میں شوہر کی ماں کا دودھ پی لے تو شوہر پر حرام ہو جائے گی

(سوال) زید کی زوجہ ایام رضاعت میں زید کی والدہ کی گود میں لیٹی تھی۔ اب زید کی والدہ کہتی ہے کہ میں جب بیدار ہوئی تو زید کی زوجہ کو اپنی پستان سے دودھ پیتے دیکھا۔ اس صورت میں زوجہ زید مذکور کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۶۱) صورت مسئولہ میں جب کہ زوجہ زید نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے تو اس پر قطعی حرام ہو گئی۔ کیونکہ یہ زید کی رضاعی بہن ہو گئی اور رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے۔ یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا الخ (هندیه) زید کے لئے تورع کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/۲۱۷، ط سعید (۲) الہندیہ، کتاب الرضاع، ۱/۳۴۳، ط ماجدیہ

زوجہ کو چھوڑ دے۔ لیکن اگر وہ نہ چھوڑنا چاہے تو قضاءً اس پر کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔(۱)

رضاعت کا خرچہ عدت کے شروع سے ہے یا پورا ہونے کے بعد سے

(سوال) رضاعت کا خرچہ عدت کے شروع سے ہے یا پوری ہو جانے کے بعد سے ؟ خالد کہتا ہے کہ جب عدت پوری ہو جائے جب سے اجرت رضاعت دینی چاہئے۔ کیونکہ ابھی تو عدت کے پورے ہونے تک زید ہی کا خرچہ ہے۔

(جواب ۲۶۲) چونکہ یہ عورت مطلقہ ثلثہ ہے اس لئے اگر یہ شوہر سے اولاد کی رضاعت کی اجرت مانگے تو اس کو دینا ہوگی اور یہ اجرت اس نفقہ کے علاوہ ہوگی جو ایام عدت کے زید کے ذمہ ہے۔ **المعتدة عن طلاق بائن او طلقات ثلث في رواية ابن زياد تستحق اجر الرضاعة وعليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاطي (هنديه)**(۲)

بچہ جتنے دن دودھ پئے گا اتنے دنوں کی اجرت دینا ہوگی

(سوال) کسی بچے نے ایک سال تک دودھ پیا اس کے بعد اناج کھانے لگا۔ لیکن ماں مطلقہ کے پاس تین سال رہا تو ایک ہی سال کی اجرت رضاعت دینی ہوگی یا تینوں سال کی ؟

(جواب ۲۶۳) بچہ جتنے دنوں تک دودھ پئے گا اتنے ہی دنوں کی اجرت رضاعت دینا ہوگی۔(۳) اس کے بعد اس کے کھانے کا خرچہ باپ کے ذمہ ہوگا۔(۴)

صرف چھاتی منہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی

(سوال) ہندہ لیٹی ہوئی تھی اور احمد بی (ہندہ کی دختر) ہندہ کا دودھ پی رہی تھی۔ احمد بی نے دودھ چھوڑا اتنے میں ہندہ منہ موڑ کر کسی عورت سے باتیں کرنے لگی کہ اچانک حمیدہ نے (جو ہندہ کی سگی بہن کی لڑکی ہے) ہندہ کی چھاتی منہ میں لے لی۔ ہندہ نے فوراً اپنی چھاتی حمیدہ کے منہ سے نکال لی اور پھر حمیدہ کا منہ کھولا اور دیکھا تو کچھ دودھ نظر نہ آیا اور ہونٹوں کو کپڑے سے پونچھ دیا۔ کیا ایسی حالت میں رضاعت ثابت ہوگئی اور حمیدہ کا نکاح پسر ہندہ سے جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۶۴) محض چھاتی منہ میں لے لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ دودھ حلق سے اترنے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو جائے۔ **القم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن في حلقه ام لا لم يحرم الخ** (در مختار)(۵)

بوڑھی عورت کے پستانوں سے اگر سفید پانی نکلے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی ؟

(سوال) ایک عورت جس کی عمر ساٹھ برس کی ہو اور اس کے پستان سے بجائے دودھ خالص پانی نکلتا ہو اگر کوئی بچہ مدت رضاعت کے اندر پی لے تو رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں ؟

---

(۱) والرضاعة حجة حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل و عدلتين ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۲۴، سعید)
(۲) الهندية، کتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات، ۱/ ۵۶۱، ماجدیہ
(۳) المعتدة عن طلاق بائن او طلقات ثلاث في رواية ابن زياد تستحق اجر الرضاعة وعليه الفتوى ۔ (الهندية ، کتاب الطلاق ، الباب السابع عشر، ۱/ ۵۶۱، ماجدیہ)
(۴) وبعد الفطام يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الاب وتدفع الى الام حتى تنفق على الاولاد (ايضاً)
(۵) الدر المختار ، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۱۲، سعید

(جواب ۲۶۵) صورت مسئولہ میں اس عورت کی چھاتی کے پانی سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ بشرطیکہ بچہ نے دو برس کی عمر کے اندر پیا ہو۔ وهو مص من ثدی آدمية ولو بكرا او ميتة او آئسة فی وقت مخصوص الخ (در مختار)(۱)

زنا سے پیدا شدہ دودھ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال) زید کی دو بیویاں ہیں ایک منکوحہ اور دوسری غیر منکوحہ یعنی یونہی ڈال رکھی ہوئی۔ عمرو نے اس دوسری غیر منکوحہ کا دودھ پیا ہے۔ اب عمرو زید کی دوسری منکوحہ بی بی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۶۶) غیر منکوحہ عورت کا دودھ اگرچہ وطی زانی سے پیدا ہوا ہے لیکن زنا سے پیدا شدہ دودھ رضیعہ کو خود زانی پر بھی حرام نہیں کرتا۔ اس کی اولاد پر پس عمرو جو زنا کے دودھ کا رضیع ہے اس پر زانی کی اولاد جو دوسری بیوی سے ہے حرام نہ ہو گی۔ اور عمرو کا نکاح اس سے جائز ہے۔ وحاصله ان في حرمة الرضيعة بلبن الزنا على الزاني وكذا على اصوله وفروعه روايتين وان الا وجه رواية عدم الحرمة (در المختار)(۲)

بیوی کا دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی لیکن ایسا کرنا گناہ ہے

(سوال) اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کا دودھ پی لے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی یا نہیں؟ اور بے ضرورت دودھ پینے سے گناہ گار ہو گیا نہیں؟

(جواب ۲۶۷) اپنی زوجہ کا دودھ پینے سے وہ حرام نہیں ہوتی۔ ہاں اس کا دودھ پینا حرام ہے جو ایسا کرے گا گناہ گار ہو گا۔ مص رجل ثدی زوجة لم تحرم (در مختار)(۳) ولم يبح الا رضاع بعد مدته لا نه جزء آدمی والا نتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح (در مختار)(۴)

کیا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح درست ہے؟

(سوال) مولانا مولوی محمد حسین خاں ندوی جھجری جب دیول گھاٹ میں تشریف فرما تھے اس وقت رضاعت کے متعلق استفسار کرنے پر منجملہ کئی طریقوں کے ایک اس طریقے اور مضمون و مفہوم کا فتویٰ مولانا مذکور نے تحریر ارسال فرمایا کہ رضاعی بھائی کی حقیقی بہن کو نکاح کرنا درست ہے۔ مثلاً زید کی ماں زہرہ ہے اور خالد کی ماں عصمت ہے۔ پس زید اور خالد دونوں نے عصمت کا دودھ پیا تو اب زید اور خالد دونوں رضاعی بھائی ہوئے۔ پس زید کے حق میں عصمت کی لڑکی اور خالد کے حق میں زہرہ کی لڑکی کو نکاح کرنا درست ہے۔

مذکورہ فتویٰ خاکسار کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ میرے خیال ناقص سے اگر مذکورہ بالا مسئلہ درست ہے تو میری لڑکی کا نکاح میری ہمشیرہ کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میری حقیقی بہن کے تین لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ لڑکوں کی اس وقت عمر ۲۷۔ ۲۵۔ ۲۲ سال کی اندازاً ہو گی اور لڑکیوں کی عمر اندازاً ۱۷۔ ۱۵۔ ۹ سال ہو گی۔ میری لڑکی کی عمر تخمیناً چودہ سال کی ہو گی۔ میری لڑکی نے اپنی عمر شیر خوارگی میں جب کہ میری ہمشیرہ کی پندرہ سالہ لڑکی دودھ

---

(۱) در مختار، ... النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۱۲، سعید
(۲) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۲۰، سعید
(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۲۲، سعید
(۴) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۲۵، سعید

بچی تھی اس زمانے میں ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے۔ میری لڑکی کا نام خدیجہ اور ہمشیرہ کی لڑکی کا نام لطیفہ ہے۔ یعنی خدیجہ اور لطیفہ نے اپنی عمر شیر خوارگی میں میری ہمشیرہ یعنی لطیفہ کی والدہ کا دودھ پیا ہے۔ اس طرح لطیفہ اور خدیجہ دونوں رضاعی بہنیں ہوتی ہیں۔ چونکہ میری لڑکی خدیجہ نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہے لہذا میری ہمشیرہ کے مذکورہ لڑکے بھی بالحاظ عمر میری لڑکی کے رضاعی بھائی بہن ہوتے ہیں اور اس وجہ سے میری مذکورہ لڑکی ہمشیرہ کے کسی بھی لڑکے کو نکاح میں دینا جائز نہیں۔ ایسا میرا خیال تھا اور فتوی کی کتابوں سے یہی اخذ ہو سکا۔ اگر مولانا موصوف کا فتوی صحیح ہے تو کیا اس فتوے کی قوت پر میں اپنی لڑکی بنام خدیجہ ہمشیرہ کے تینوں لڑکوں میں سے کسی لڑکے کو نکاح میں جائز طریقے سے دے سکتا ہوں؟

(جواب ۲۶۸) رضاعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جو بچہ جس عورت کا دودھ پی لیتا ہے اس عورت کی تمام اولاد اس بچے کی رضاعی بہن بھائی ہو جاتی ہے۔ پس جب کہ زید نے عصمت کا دودھ پیا تو عصمت کی تمام اولاد زید کے بہن بھائی بن گئے اس لئے زید کا نکاح عصمت کی کسی لڑکی سے جائز نہیں۔(۱) اسی طرح جب کہ خدیجہ نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تو پھوپھی کی تمام اولاد خدیجہ کی بہن بھائی ہو گئی اور خدیجہ کا نکاح پھوپھی کے کسی لڑکے سے جائز نہیں۔(۲) فتوی محولہ میں جو قاعدہ لکھا ہے کہ رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح درست ہے۔ وہ بھی صحیح ہے۔(۳) مگر اس میں اتنی شرط اور ہے کہ رضاعی بھائی کی اسی حقیقی یا رضاعی بہن سے نکاح درست ہے جو نکاح کرنے والے لڑکے کی رضاعی بہن نہ ہوتی ہو۔ پس پہلی مثال میں جو فتوی محولہ میں مذکور ہے یہ قاعدہ ایک طرف سے جاری ہوگا یعنی خالد کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اپنے رضاعی بھائی زید کی حقیقی بہن سے نکاح کرلے کیونکہ زید کی حقیقی بہن خالد کی رضاعی بہن نہیں ہے۔ مگر زید کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے رضاعی بھائی خالد کی حقیقی بہن سے نکاح کرے(۴) کیونکہ عصمت کی تمام اولاد زید کی رضاعی بہن بھائی بن چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

رضاعی بھائی بہن کا نکاح آپس میں کر دیا گیا کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک لڑکے لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے کئی مہینے متواتر۔ اب جاہل ماں باپ نے ان کا نکاح کر دیا۔ لیکن لڑکی اس مسئلہ سے واقف ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میرا اس کا شرعاً نکاح نہیں ہو سکتا میں اس کے گھر رہ کر اولاد حرام کی نہیں جنتی اور دوزخی نہیں بنتی۔ غرضیکہ تیرہ سال سے کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا۔ عورت سائلہ اپنا گزارہ مصیبت بھر کر کرتی رہی اب کیا کیا جائے؟

المستفتی نمبر ۸۴۳ مولوی عبداللہ ریاست فرید کوٹ۔ ۵ رجب المرجب سن ۱۳۵۴ھ م ۴ اکتوبر سن ۱۹۳۵ء

---

(۱) يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا۔ (الهندية، كتاب الرضاع، ۱ / ۳۴۳، ماجدية)

(۲) ايضاً

(۳) وتحل اخت اخيه رضاعا يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبي له اخت رضاعية، وبالمضاف اليه كان يكون لاخيه رضاعا اخت نسبا وبهما وهو ظاهر۔ (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳ / ۲۱۷، سعيد)

(۴) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة۔ (سنن ابي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة ۱ / ۲۸۰، سعيد)

(جواب ۲۶۹) اگر زوجین نے حالت شیر خوارگی میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حرام ہے۔(۱) اگر نکاح ہو چکا ہے تو دونوں میں تفریق کرانی لازم ہے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

دودھ پلانے والی کی تمام اولاد دودھ پینے والے پر حرام ہے

(سوال) ہندہ کے چھ لڑکے مسمیان اکبر، احمد، حسین، یعقوب، انور، غوث ہیں۔ ہندہ کے بھائی مسمی زید کی دو لڑکیاں مسماۃ سلمیٰ، زینب ہیں۔ غوث اور سلمہ نے ہندہ کا دودھ ساتھ پیا ہے تو ہندہ کے اول الذکر پانچ لڑکوں میں سے کوئی ایک لڑکا مسماۃ سلمہ سے عقد شرعی کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۲۲ احمد علی خاں۔ کاچیگوڑہ حیدر آباد دکن۔ یکم شعبان سن ۱۳۵۲ھ م ۲۰ نومبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۷۰) مسماۃ سلمہ ہندہ کی رضاعی بیٹی ہو گئی اور ہندہ کی تمام اولاد سلمہ کی رضاعی اخوت میں شامل ہو گئی۔ اس لئے ہندہ کے کسی لڑکے سے سلمہ کا نکاح جائز نہیں ہو گا۔(۱) ہاں ہندہ کے لڑکوں کا نکاح زینب سے جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

رضاعت میں صرف ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں

(سوال) نصیر نے مسماۃ حلیمہ کی بیٹی قریشہ سے عقد کیا جس سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے۔ اب مسماۃ حلیمہ یہ کہتی ہیں کہ میں نے مسماۃ نصیبا کا دودھ پیا ہے اور نصیر کو بھی کہتی ہیں کہ اس نے بھی مسماۃ مذکور کا دودھ پیا ہے۔ لیکن دودھ پینے کی صورت یہ بیان کرتی ہیں کہ پہلے مسماۃ نصیبا کی بتول نامی ایک بیٹی ہوئی جس کا جھوٹا دودھ مسماۃ حلیمہ نے پیا اور اس کی آٹھ دس برس بعد اسی مسماۃ نصیبا کے عبدالکریم نامی ایک بیٹا ہوا جس کا جھوٹا دودھ نصیر نے پیا۔ یعنی دونوں نے ایک دودھ نہیں بلکہ آٹھ دس برس کے فرق سے الگ الگ دودھ پیا ہے تو ایسی صورت میں مسماۃ حلیمہ کی بیٹی اور نصیر کا رشتہ رضاعت ثابت ہو گا۔ اور نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۷۰ عبدالرحمن (دارجلنگ) ۱۰ ربیع الثانی سن ۱۳۵۳ھ م ۲۳ جولائی سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۷۱) ثبوت حرمت رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ بچے نے اپنی دو سال کی عمر کے اندر دودھ پیا ہو۔(۳) دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(۵) یہ ضروری نہیں کہ ایک زمانہ ہو(۶) اور ایک ہی بچے پر کا دودھ دونوں نے پیا ہو۔ بلکہ اگر لڑکے نے ایک عورت کا دودھ ایک وقت میں پیا اور لڑکی نے اس کے دس سال بعد اسی عورت کا دودھ پیا تو یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہو جائیں گے۔ اگر صورت واقعہ میں حلیمہ

---

(۱) حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم من الرضاعۃ (النساء: ۲۳) (۲) ایضاً
(۳) وتحل اخت اخیہ رضاعاً یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ، وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعاً اخت نسباً وبھما وھو ظاھر۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳: ۲۱۷، سعید)
(۴) ھو مص من ثدی آدمیۃ ولو بکراً او میتۃ او آیسۃ فی وقت مخصوص وھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح وبہ یفتی۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع ۳: ۲۰۹، سعید) (۵) واذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم لقولہ علیہ السلام "لا رضاع بعد الفطام" (الھدایۃ، کتاب الرضاع، ۲: ۳۵۰، شرکت علمیہ)
(۶) ولا یشترط الاجتماع علی ثدیھا ھنا۔ (تبیین الحقائق، کتاب الرضاع، ۲: ۱۸۲، امدادیہ)

کے بیان کے ساتھ اور کوئی شہادت دودھ پینے کی نہیں ہے تو یہ بیان لغو ہوگا اور نصیر و قریشہ میں تفریق نہیں کی جائے گی نہ قضاءً نہ دیانۃً۔ قضاءً اس لئے کہ ثبوت رضاعت کے لئے دو گواہ (مرد) یا ایک مرد دو عورتیں درکار ہیں۔(۲) اور دیانۃً اس لئے کہ اس قدر طویل مدت تک بیبہ کا خاموش رہنا اور اس تعلق کو ظاہر نہ کرنا اس کے موجودہ بیان کا مکذب ہے۔ البتہ اگر بیبہ کے سوا اور بھی گواہ اس واقعہ کے موجود ہوں اور رضاعت ثابت ہو جائے تو نصیر و قریشہ میں تفریق لازم ہو جائے گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا شوہر بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور کر سکتا ہے؟

(سوال) مرد اپنی زوجہ کو بچے کے دودھ پلانے پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۹۲ محمد انور (ضلع جالندھر) ۲۰ ربیع الاول سن ۱۳۵۴ھ م ۲۳ جون سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۲) مرد کو یہ حق نہیں کہ منکوحہ عورت پر بچے کو دودھ پلانے کے لئے جبر کرے۔ بشرطیکہ وہ اتنی استطاعت رکھتا ہو کہ بچے کے لئے دایہ کا انتظام کر سکے ورنہ ماں پر بچے کو دودھ پلانا لازم ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بیوی کا دودھ پینا حرام ہے

(سوال) زید اپنی بیوی کا دودھ پینا جائز سمجھتا ہے۔

المستفتی نمبر ۹۱۱ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی) ۷ جمادی الثانی سن ۱۳۵۴ھ م ۱۲ ستمبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۳) بیوی کا دودھ پینا حرام ہے سوائے مدت رضاعت کے عورت کا دودھ استعمال کرنا خواہ شوہر کرے یا اور کوئی، حرام ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

رضاعی بھائی کے حقیقی بہن بھائیوں کا مرضعہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے

(سوال) اگر کسی نے ایک عورت کا دودھ پیا تو پینے والے کے لئے اس کی لڑکی حرام ہوگی یا پینے والے کے اور بھائی بہن کے لئے بھی حرام ہوگی؟

المستفتی نمبر ۷۲۶ عبدالاحد (ضلع رہتک) ۱۴ رجب سن ۱۳۵۴ھ م ۱۳ اکتوبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۴) پینے والے کے لئے اس کی لڑکی حرام ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۲) وهي شهادة عدلين اي من الرجال وفاد انه لا يثبت بخبر الواحد امرأة كان او رجلا قبل العقد او بعده (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳ / ۲۲۴، سعید)

(۳) والولد الصغير اذا كان رضيعا فان كانت الام في نكاح الاب والصغير يأخذ لبن غيرها لا تجبر الام على الرضاع وان لم يأخذ الولد لبن غيرها قال شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى: لا تجبر ايضا وقال شمس الائمة السرخسي تجبر ولم يذكر فيه خلافا وعليه الفتوى وان لم يكن للاب ولا للولد مال تجبر الام على الرضاع عند الكل (الفتاوى الہندیہ علی ہامش الخانیہ، کتاب الرضاع، ۱ / ۳۹۱، ماجدیہ)

(۴) ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح شرح الوهبانية (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳ / ۲۱۱، سعید)

دودھ پینے والے کے لئے دودھ پلانے والی کی سب لڑکیاں حرام ہیں۔

(سوال) زید کی کئی حقیقی خالہ زاد بہنیں ہیں۔ ان بہنوں میں سے صرف ایک بہن کے ساتھ زید نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے۔ ایک اس بہن کو چھوڑ کر باقی بہنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۱ محمد حسین بی اے۔ بی ٹی ملیگ (دہلی) شعبان سن ۱۳۵۴ھ م ۹ نومبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۵) جس خالہ کا دودھ زید نے پیا ہے اس کی تمام لڑکیاں زید کی رضاعی بہنیں ہو گئیں۔ ان میں سے کسی کے ساتھ زید کا نکاح جائز نہیں۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

(سوال) رضاع الکبیر قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۳ مولوی رحمت اللہ۔ اجمیری دروازہ دہلی۔ ۱۲ رمضان سن ۱۳۵۴ھ م ۹ دسمبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۷۶) ھوالموفق۔ حرمت رضاعت دو سال کی عمر سے مخصوص ہے۔ دو سال کی عمر کے بعد کی رضاعت محرم نہیں ہے اور عمر رضاعت قرآن مجید سے ثابت ہے۔(۲) اور حرمت کا عمر رضاعت کے ساتھ مخصوص ہونا حدیث انما الرضاعة من المجاعة(۳) وغیرہ سے ثابت ہے۔ سالم کا واقعہ مخصوص ہے کیونکہ وہ مخصوص صریحہ کتابیہ کے خلاف ہے۔(۴) اس لئے مورد پر مخصوص رکھا جائے گا۔ جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی شہادت معتبر نہیں

(سوال) کچھ عرصے سے زینب کی والدہ کی خشایہ تھی کہ زینب کا نکاح زید کے ساتھ کرے۔ لیکن زید نے بوجہ منکوحہ بیوی کے زندہ ہونے کے پہلو تہی کی۔ اب بعد وفات اپنی منکوحہ بیوی کے زید نے زینب سے نکاح کرنے کی رضامندی ظاہر کی تو والدہ زینب نے یہ ظاہر کیا کہ زید نے اس کا دودھ پیا ہے جب کہ اس کا لڑکا عمرو شیر خوار تھا۔ نیز ظاہر کرتی ہے کہ زید بوقت پیدائش عمرو دو دو سال کی عمر کا تھا اور جب کہ عمرو کی عمر آٹھ نوماہ کی تھی اس وقت زید نے دودھ پیا تھا۔ لیکن کوئی شہادت کسی قسم کی بابت رضاعت نہیں ہے نیز فی الحقیقت زید عمرو سے تین سال بڑا ہے۔ حسب بیان والدہ زینب اگر زید نے دو سال گیارہ مہینے کی عمر میں والدہ زینت کا دودھ پیا ہو تو کیا زید زینب اور عمرو کا رضاعی بھائی ہوگا؟ المستفتی نمبر ۶۹۸ مولوی عبدالستار (خورجہ) ۹ شوال سن ۱۳۵۴ھ م ۲ جنوری سن ۱۹۳۶ء

---

(۱) عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاعة، ۱ / ۲۸۰، سعید)
(۲) ایضاً
(۳) والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة۔ (البقرة: ۲۳۳)
(۴) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا رضاع بعد الحولین ۲ / ۷۶۴، قدیمی
(۵) واجابوا عن قصة سالم باجوبة منها انه حکم منسوخ ... ومنها دعوی الخصوصیة بسالم ... والاصل فیه قول ام سلمة وازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نری ھذا الا رخصة ارخصھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصة۔ (فتح الباری، کتاب النکاح، ۹ / ۱۴۹، دار الفکر بیروت)

(جواب ۲۷۷) دو سال کی عمر کے بعد رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوتے۔(۱) اور صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی۔(۲) اگر فی الحقیقت زید عمر میں تین سال بڑا ہے اور زید نے اپنی دو سال کی عمر کے اندر والدہ کا دودھ نہیں پیا ہے اور سوائے والدہ زینب کے اور کوئی شہادت بھی نہیں ہے تو زید اور زینب کے نکاح کے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(سوال) زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہونے کی تجویز ہے۔ صرف دو عورتیں مختلف یہ بیان کرتی ہیں کہ ہندہ کو زید کی علاتی بہن مونس النساء نے دودھ پلایا ہے۔ بیان کرنے والی ایک تو ہندہ کی والدہ شبیر جہاں بیگم ہیں۔ دوسری زید کی دوسری علاتی بہن سعید النساء بیگم ہیں۔ یہ دونوں اس بیان پر متفق ہیں کہ ہندہ کو چھاتی سے لگاتے ہوئے اور چوستے ہوئے تو ہم نے دیکھا۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندہ کے منہ میں دودھ گیا یا نہیں۔ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی مرد یا عورت اس دودھ پلانے کا شاہد نہیں ہے۔ خلاف اس کے خود مونس النساء متوفیہ کی خواہش یہ تھی کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہو اور وہ مسئلہ مسائل سے واقف بھی تھیں۔ اگر دودھ پلانے کا واقعہ صحیح ہوتا تو ان کی ذات سے بعید تھا کہ وہ ہندہ کے نکاح کا رشتہ زید کے ساتھ تجویز کرتیں۔ پس اس صورت میں جب کہ مونس النساء کی اس خواہش اور رشتہ تجویز کرنے کی شہادتیں بھی موجود ہیں ہندہ کا نکاح شرعاً زید کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۰۹۵ محمد عبدالرشید صاحب وکیل ہائی کورٹ (ریاست گوالیار) ۱۴ جمادی الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۳ اگست سن ۱۹۳۶ء

---

(۱) و یثبت التحریم فی المدۃ فقط (الدر المختار) و فی الرد : و فی المدۃ فقط اما بعدھا فانہ لا یوجب التحریم (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳ / ۲۱۱ ط سعید)

(۲) ولا یقبل فی الرضاع الا شہادۃ رجلین او رجل و امرأتین عدول کذا فی المحیط (الہندیۃ، کتاب الرضاع، ۱ / ۳۴۷ ط ماجدیۃ)

(جواب ۲۷۸) چونکہ وہ مذکورہ انساء جن کے دودھ پلانے کا ذکر کیا جاتا ہے وفات پا چکی ہیں ان کی طرف سے تو کوئی بیان حاصل نہیں ہو سکتا بخلاف اس کے اگر ان کی یہ خواہش نہ زید و ہندہ کا رشتہ ہو جائے ثابت ہو تو عدم رضاعت کی تائید ہو گی۔ اور دو عورتیں جو رضاعت کا ذکر کرتی ہیں وہ بھی یقینی طور پر دودھ حلق سے اترنے کا دعویٰ نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ ثبوت رضاعت کے لئے شہادت کا نصاب بھی لازمی ہے وہ بھی موجود نہیں (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) اس لئے صورت واقعہ میں رضاعت کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۱) اور زید و ہندہ کا رشتہ ازدواج روکا نہیں جا سکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

(سوال) اگر کسی شخص نے قصداً یا سہواً اپنی زوجہ کا دودھ پی لیا تو کیا حکم ہے؟ کیا اس کی وجہ سے نکاح پر کچھ اثر ہو گا؟

المستفتی نمبر ۱۱۸۰ سید جلال الدین (ضلع آرہ۔ شاہ آباد) ۲۲ جمادی الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۱۰ ستمبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۹) دودھ زوجہ کا پینا حرام ہے (۲) لیکن بالغ شوہر کے اس عمل سے زوجہ اس کے نکاح سے نہیں نکلتی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دادی کا دودھ پینے والے کا پھوپھی اور چچا کی اولاد سے نکاح حرام ہے

(سوال) ایک لڑکا ہے جس نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اور اس کی پھوپھی کی لڑکی ہے مگر وہ پھوپھی اس سے بڑی ہے اور چچا کی بھی لڑکی ہے۔ وہ بھی اس سے بڑا ہے تو وہ ان کی لڑکیوں سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ جس پھوپھی کے ساتھ اس نے دودھ پیا ہے اس سے اس کا چچا اور پھوپھی بڑے ہیں ان کی لڑکیوں سے شادی کر سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۳۹۹ عبدالستار صاحب انصاری (سندھ) ۲۷ محرم ۱۳۶۵ھ م ۱۰ اپریل سن ۱۹۳۷ء

---

(۱) ولا في الرضاع الا شهادة رجلين او رجل و امرأتين عدول (الهندية ، كتاب الرضاع، ۱/ ۳۴۷، ماجدية)

(۲) ولم يبح الارضاع بعد مدته ، لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح (الدر المختار، كتاب النكاح باب الرضاع ۳/ ۲۱۱، سعيد

(۳) اذا مص الرجل ثدي امرأته و شرب لبنها لم تحرم عليه امرأته لما قلنا انه لا رضاع بعد الفصال (الخانية على هامش الهندية، كتاب النكاح ، باب الرضاع، ۱/ ۴۱۷ ، ماجدية)

(جواب ۲۸۰) جس لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے وہ اپنی کسی پھوپھی اور کسی چچا کی لڑکیوں سے شادی نہیں کر سکتا(۱) کیونکہ تمام پھوپھیاں اور تمام چچا اس کے بھائی بہن ہو گئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بچی کے منہ میں چھاتی دی مگر دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے؟

(سوال) زید کی ماں نے زید کی چچازاد بہن کے منہ میں اپنی چھاتی دی مگر اس میں دودھ نہیں نکلا تو زید اور زینب کی شادی آپس میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۱۴ محمد عبدالسلام صاحب (الہ آباد) ۱۱ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ ۲۱ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸۱) اگر یہ بات یقینی ہے کہ دودھ نہیں نکلا اور زینب نے زید کی ماں کا دودھ نہیں پیا تو ان دونوں کا باہم نکاح جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

(سوال) زید نے اپنی چچیری بہن ہندہ کا دودھ چھ مہینے کی عمر میں ایک ماہ تک پیا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کی لڑکی کا ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۴۳ عبدالعزیز بلیاوی۔ ۲۸ رجب سن ۱۳۵۶ھ م ۴ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸۲) زید کی لڑکی اور ہندہ کے لڑکے کا نکاح آپس میں جائز نہیں۔(۳) کیونکہ زید ہندہ کے لڑکے کا رضاعی بھائی ہو گیا ہے اور زید کی لڑکی اس کی بھتیجی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایضاً

(سوال) زید کے والدین کا انتقال ہو جاتا ہے۔ زید کے حقیقی ماموں کی ایک لڑکی ہے۔ اب زید بالغ ہے اور ماموں کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر زید کی نانی حقیقی نے زید کو اپنے دودھ سے پرورش کیا ہے جب کہ زید اپنی نانی کا دودھ پی چکا ہے تو کیا اس کے ماموں کی لڑکی اس کے لئے جائز ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۷۰ شیخ شفیع احمد (دہلی) ۲ ذیقعدہ سن ۱۳۵۶ھ م ۵ جنوری سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۸۳) زید کے ماموں کی لڑکی زید کی رضاعی بھتیجی ہے اس لئے زید کا نکاح جائز نہیں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة (سنن ابي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة ۱: ۲۸۰، سعيد)

(۲) ولو ادخلت الحلمة في في الصبي وشكت في الارضاع لا تثبت الحرمة بالشك (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع، ۳: ۲۱۲، سعيد)

(۳) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة (سنن ابي داؤد، كتاب النكاح، باب ما يحرم من الرضاعة، ۱: ۲۸۰، سعيد)

(۴) ايضاً

رضاعی بہن سے نکاح

(سوال) کسی لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا۔ جس عورت کا دودھ پیا گیا اس عورت کے لڑکے کے ساتھ دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۷۴ اے۔ بی منصوری (بمبئی) ۲ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۲۸٤) دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے لڑکے سے ناجائز ہے۔(۱) کیونکہ یہ لڑکی اور لڑکا آپس میں رضاعی بھائی اور بہن ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۲۸۵) جس لڑکی نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے اس لڑکی کی شادی دودھ پلانے والی کے بیٹے یا پوتے سے جائز نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلایا تو بھی حرمت ثابت ہوگی

(سوال) مسمی زید مسمی بکر کا ماموں زاد بھائی ہے اور ایام رضاعت میں بکر اور زید نے اکٹھا دودھ پیا ہے یعنی رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اب بکر کے چھوٹے حقیقی بھائی مسمی عمرو کے ساتھ زید اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ کا سلسلہ مناکحت قائم کرنا چاہتا ہے۔ شرعی طور پر کیا یہ نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ قریباً بیس علمائے کرام نے فیصلہ دیا ہے کہ موجودہ صورت مسئلہ میں نکاح جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اب چند ایسے لوگوں نے جو نکاح کرنے کے حق میں ہیں یہ وجہ جواز پیش کی ہے کہ دودھ بلا اجازت خاوند پلایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ دودھ پلانے کی میعاد تین اڑھائی ماہ ہے۔

المستفتی نمبر ۲۳۱۶ رسول شاہ صاحب لائل پور۔ ۱۴ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ ۱۳ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۸۶) زید اور بکر نے اگر بکر کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو بکر کے کسی بھائی کے ساتھ زید کی لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔(۳) خواہ دودھ خاوند کی اجازت سے پلایا ہو یا غیر اجازت۔ فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا دایہ کا قول ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہے؟

(سوال) (۱) ایک دایہ نے اپنی ایام رضاعت میں مسماۃ سکینہ کو دودھ پلایا ہے۔ اس کے دس بارہ سال بعد زید کو بھی دودھ پلایا ہے۔ مسماۃ سکینہ کی لڑکی فاطمہ سے زید کا نکاح کیا گیا ہے اور ان کے بطن سے ایک دو اولاد بھی ہوئی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ رضاعی ہمشیرہ زادی ہے نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔ دایہ اقرار کرتی ہے میں نے ان دونوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔ زید اس بات سے انکار کرتا ہے میں نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اس لئے کہ فاطمہ سے والہانہ محبت ہے اور اپنے اقربا میں ننگ و عار سمجھ کر اس پر راضی نہیں ہے۔ زید کی والدہ اس کی رضاعت کو تسلیم کرتی تھی۔ مگر سکینہ کو دودھ پلانے کا اس کو علم نہ تھا۔ افسوس اس دنیا سے زید کی والدہ کوچ کر گئی۔

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح

(۲) زید و کلثوم حقیقی بہنیں ہیں۔ زہرہ نے اپنے چوتھے لڑکے کا دودھ کلثوم کے پہلے لڑکے کو پلایا ہے اور کلثوم نے اپنے دوسرے لڑکے کا دودھ زہرہ کے چھوٹے لڑکے کو پلایا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زہرہ کے کسی لڑکے کو کلثوم کی لڑکی سے

---

(۱) ایضاً .... صفحہ نمبر ۱۶۹ پر حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیے شکریہ

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب (جامع الترمذی ابواب الرضاع والطلاق ، باب ماجاء یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب ۱ / ۲۱۷، سعید) (۳) ایضاً

یا کلثوم کے لڑکے کو زہرہ کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں رضاعت سے کون سی چیز شرعاً ممنوع قرار پاتی ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۵ ایم۔ عبداللطیف صاحب دیلوری (بنگلور کینٹ)

(جواب ۲۸۷) (۱) اگر زید اور سکینہ کو دایہ مذکورہ کا دودھ پلانا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو تو دونوں کا آپس میں نکاح ناجائز تھا۔ اب تفریق کرا دینی لازم ہے۔(۱) لیکن اگر اس کی شہادت موجود نہ ہو اور ان دونوں (زید اور سکینہ) کو اپنی رضاعت کا یقین نہ ہو تو صرف دایہ کے بیان سے ان دونوں میں قضاءً تفریق نہیں کرائی جا سکتی۔ البتہ احتیاط اور تقویٰ کی رو سے ان کو خود ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لینا بہتر ہے۔(۲)

(۲) زہرہ کے کسی ایسے لڑکے کا جس نے کلثوم کا دودھ نہیں پیا ہے کلثوم کی ایسی لڑکی سے جس نے زہرہ کا دودھ نہ پیا ہو نکاح جائز ہے۔ اسی طرح کلثوم کے ایسے لڑکے کا جس نے زہرہ کا دودھ نہیں پیا ہے زہرہ کی ایسی لڑکی سے جس نے کلثوم کا دودھ نہ پیا ہو نکاح جائز ہے۔(۳) زہرہ کے اس لڑکے کا یا لڑکی کا جس نے کلثوم کا دودھ پیا ہے کلثوم کے کسی بچے کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح کلثوم کے اس بچے کا جس نے زہرہ کا دودھ پیا ہے زہرہ کے کسی بچے کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

(سوال) زید کی عمر تخمیناً دو سال چار ماہ کی تھی اور زید کچھ کھانے پینے بھی لگا تھا مگر دودھ ضرور پیتا تھا۔ دفعتہً والدہ زید بیمار ہو گئی۔ بریں وجہ زید کو ہمشیرہ حقیقی ہندہ نے چند دن وقتاً فوقتاً اپنا دودھ پلایا ہے۔ دریں صورت زید اپنی دختر کا نکاح ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۰۰۸ حاجی محمد سلیمان صاحب دہلی۔ ۲۲ صفر سن ۱۳۶۱ھ م ۱۱ مارچ سن ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۸۸) دو سال کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاع قول راجح کے موافق ثابت نہیں۔(۵) لہٰذا زید کا رشتہ رضاعت بہن کے ساتھ قائم نہیں ہوا پس زید کی لڑکی کا نکاح ہندہ کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی کے کسی لڑکے سے صحیح نہیں

(سوال) ہندہ نے اپنے بچے شیر خوار کے زمانے میں جمیلہ کی بچی کو جس کی عمر $2\frac{1}{2}$ سال سے کم تھی دودھ پلایا تو کیا ہندہ اور جمیلہ کی اولاد رضاعت میں کیا بھائی بہن شمار ہوں گی یا نہیں دونوں میں باہم شادی حرام ہے؟

المستفتی نمبر ۲۸۰۹، ۲۵ صفر سن ۱۳۶۶ھ

(۱) ولا يقبل في الرضاع الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول ، كذا في المحيط ، ولا تقع الفرقة الا بتفريق القاضي . (الهندية، كتاب الرضاع ۱/ ۳۴۷ ماجدية)

(۲) ولكن في محرمات الخانية ان كان قبله والمخبر عدل ثقة لا يجوز النكاح ، وان كان بعده وهما كبيران فالاحوط التنزه (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع ۳/ ۲۲۴ سعيد)

(۳) وتحل اخت اخيه رضاعاً (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع ۳/ ۲۱۷ سعيد)

(۴) عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب (جامع الترمذي، ابواب الرضاع، باب ما جاء يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب ۱/ ۲۰۰ سعيد)

(۵) ويثبت التحريم في المدة فقط اما بعدها فانه لا يوجب التحريم (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع ۳/ ۲۱۱ سعيد)

(جواب ۲۸۹) ہندہ نے جمیلہ کی بچی کو جب کہ بچی کی عمر دو سال سے زیادہ تھی دودھ پلایا تو جمیلہ کے بچے کی رضاعت قول مفتیٰ بہ کے موافق ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن چونکہ امام صاحب ڈھائی سال تک مدت رضاعت کے قائل ہیں(۱) تو اگر جمیلہ کی بچی ابھی تک دودھ پیتی تھی۔ اور اس کا دودھ اس کی کمزوری یا بیماری کی وجہ سے دو برس میں چھڑایا نہیں گیا تھا تو احتیاطاً ثبوت رضاعت کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس بچی کا نکاح ہندہ کے کسی لڑکے سے جائز نہ ہوگا۔ اور اگر دو برس میں دودھ چھڑا دیا گیا تھا اور پھر اتفاقاً ہندہ نے اسے دودھ پلا دیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دودھ سفید پانی کی طرح ہو تو بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) کسی لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ کچھ مدت تک پیا ہو اور دودھ بھی کچھ کے ساتھ اترا ہو۔ اور لڑکی کی عمر اس وقت ڈیڑھ سال سے زائد ہو۔ اور دودھ کیا تھا ایک قسم کا پسینہ سا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا کے لڑکے یا پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۹۰) جس لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ دو سال کی عمر کے اندر پیا ہے اس کا نکاح اپنے چچا کے لڑکے یا پھوپھی کے لڑکے سے ناجائز ہے۔(۲) دودھ کتنا ہی کم اور کسی کیفیت و صورت کا ہو۔ حکم یہی ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲ اکتوبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک شخص نے زمانہ شیر خوارگی میں اپنی نانی کا ایک دو مرتبہ دودھ پیا ہے۔ اب وہ شخص اپنی حقیقی خالہ زاد لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔

(جواب ۲۹۱) جس بچے نے شیر خوارگی کی عمر میں اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا ہے۔ اس کی شادی حقیقی خالہ کی لڑکی سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ لڑکی اس کی رضاعی بھانجی ہو گئی ہے۔(۳)		محمد کفایت اللہ غفر لہ،

شادی کے بعد پتہ چلا کہ میاں بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے اب کیا کرنا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) زید نے زینب بنت حمیدہ سے عقد کیا۔ جس کو کئی برس گزر گئے اور ان دونوں میں ایک لڑکا بھی ہوا۔ مگر زید اور حمیدہ نے ایک عورت آمنہ کا دودھ پیا ہے۔ جس کا ان لوگوں کو علم شادی کے قبل ایک دوسرے کے پینے کا نہ تھا۔ حمیدہ نے آمنہ کا دودھ اس وقت پیا جب اس کی ایک لڑکی ہتول پیدا ہوئی۔ اور زید نے دودھ اس وقت پیا جب آمنہ کے ہاں

---

(۱) ھو حولان و نصف عندہ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع ۳/ ۲۰۹ ط سعید)

(۲) عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعۃ ۱/ ۲۸۰ ط سعید)

(۳) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب۔ (جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب ۱/ ۲۱۴ ط سعید)

ابوالنجم پیدا ہوئی۔ بعد دو لڑکا پیدا ہونے آمنہ کے بعد بتول کے ۔ اس کی گواہی اس صورت میں ہے کہ ابوالنجم حقیقی آمنہ کا لڑکا جو مسلمان تعلیم یافتہ شخص ہے۔ اور جس کا جھوٹا دودھ زید نے پیا ہے کہتا ہے کہ میری والدہ مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ زید اور حمیدہ نے میرا دودھ پیا ہے۔ اور وہ لوگ ہمارے رضاعی بھائی بہن ہیں۔ زید کی دادی جو ابھی زندہ ہے اور حمیدہ کی نانی بھی ہوتی ہے اور برابر رمضان شریف وغیرہ کا روزہ رکھتی ہے کہتی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے آمنہ کو زید اور حمیدہ کو دودھ پلاتے دیکھا ہے جب حمیدہ چار مہینے کی تھی اور زید دو یا پونے دو برس کا۔ ایک عورت ہے جو برابر پنجگانہ نماز ادا کرتی ہے اور زید اور حمیدہ کی عزیز بھی ہوتی ہے کہتی ہے کہ میرے سامنے آمنہ نے مرتے وقت زید اور حمیدہ کا دودھ بخشا ہے۔ زید کی پھوپھو کہتی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے زید کو آمنہ کا دودھ پیتے دیکھا ہے دو برس کی عمر کے اندر۔ حمیدہ کی چھوٹی خالہ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ آمنہ نے باتوں باتوں میں یہ کہا کہ میں نے حمیدہ کو دودھ پلایا ہے۔ زید جو خود ایک عالم وقت ہے اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے دو برس کی عمر میں دودھ پیا ہے۔ حمیدہ جو ایک پڑھی لکھی عورت ہے اور تہجد گزار ہے کہتی ہے کہ برابر میری ہمجولیاں مجھے انگریزن انگریزن کہہ کر چڑایا کرتی تھیں۔ آخر کار میں نے ایک دن اپنی ماں سے شکایت کی اور اس کی وجہ پوچھی۔ میری ماں نے جواب دیا کہ چونکہ مسماۃ آمنہ ذات کی انگریزن ہے اور اس کے ایک لڑکی بتول پیدا ہوئی تھی اس کا جھوٹا دودھ تم نے پیا ہے جب چار ماہ کی تھی۔ اس صورت میں زید کا عقد زینب سے جائز ہوا یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۲) رضاعت ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور بصورت ثبوت رضاعت زید اور زینب کا نکاح صحیح نہیں ہوا ان دونوں میں علم رضاعت ہوتے ہی تفریق لازم ہے۔(۱) بچے ثابت النسب ہوں گے اور زید سے ان کا نسب ثابت ہوگا۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

دودھ پینے والا دودھ پلانے والی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ جنوری سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک ممانی ہے اس نے اپنے بھانجے کو اس کی والدہ کی وفات ہونے سے اپنے شوہر کی اجازت سے دودھ پلایا ہے۔ لیکن ممانی کا بھانجہ حقیقی نہیں۔ اب وہ ممانی کی لڑکی ہے جس کی عمر بھانجے سے ایک سال کم ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۳) اس عورت نے جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے اس لڑکے کی شادی اس عورت کی کسی لڑکی سے خواہ وہ لڑکی اس لڑکے سے پہلے کی ہو یا بعد کی جائز نہیں ہے۔(۲) کیونکہ جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لیتا ہے اس عورت کی تمام اولاد اس بچے کے رضاعی بھائی بہن ہو جاتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

رضاعی بہن بھائی سے نکاح

(سوال) مہتاب بیگم نے اپنے خالہ زاد بھائی صغیر کا جھوٹا دودھ صغیر کی والدہ خیراتی بیگم سے پیا ہے۔ اب صغیر کے بھائی

---

(۱) ولا يقبل في الرضاع الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول ، كذا في المحيط ، ولا تقع الفرقة الا بتفريق القاضي.(الهندية ، كتاب الرضاع ۱/ ۳۴۷ ماجدية)

(۲) ولا حل بين رضيعي امرأة لكونهما اخوين وان اختلف الزمن .(الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۱۷ سعيد)

اکبر سے مہتاب بیگم کا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹٤) مہتاب بیگم کا نکاح اپنی رضاعی والدہ خیراتی بیگم کے کسی لڑکے کے ساتھ جائز نہیں ۔(۱) کیونکہ خیراتی بیگم کی تمام اولاد مہتاب بیگم کے بہن بھائی ہو گئے ہیں۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

دودھ شریک بھائی کس کو کہا جاتا ہے

(سوال) دودھ شریک بھائی کس کو کہا جاتا ہے ؟

(جواب ۲۹۵) جس عورت کا دودھ کوئی بچہ پی لے اس عورت کی تمام اولاد خواہ پہلے کی ہو یا دودھ پلانے کے بعد کی، اس بچہ کے ساتھ دودھ شریک بھائی بہن ہو جاتی ہے اور اس دودھ پینے والے بچے کی شادی اس عورت کی کسی اولاد سے جائز نہیں ہوتی۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

ولدالحرام کی ماں کا دودھ کسی بچے کو پلانا جائز نہیں

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰ ستمبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) کسی ولد الحرام بچے کی ماں کا دودھ دوسرے بچے کو پلوانا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹٦) ایسی عورت کا دودھ پلوانا جس نے حرام کا بچہ جنا ہو تا جائز نہیں ہے۔(۳) اور اس دودھ کے پلانے سے وہ عورت بچہ کی رضاعی ماں ہو جائے گی۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ بچہ کو ایسی عورت کا دودھ پلایا جائے جو اخلاق (چال چلن) اور نسب کے اعتبار سے بہتر ہو۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

عورت دودھ پلانے کا انکار کرتی ہے اور برادری کے لوگ کہتے ہیں پلایا ہے، کیا حکم ہے ؟

(اخبار الجمعیۃ مورخہ یکم اگست سن ۱۹۳۳ء)

(سوال) زید نے اپنے ایک یتیم بھتیجے کو جس کی پرورش خود زید نے کی ہے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کے واسطے تجویز کیا۔ لیکن نکاح سے قبل برادری کے چند آدمیوں نے ظاہر کیا کہ زید کا بھتیجا جس کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح ٹھہرایا گیا ہے وہ اس لڑکی کا رضاعی بھائی ہے۔ زید سے دریافت کیا گیا تو اس نے حلفیہ بیان کیا کہ ہاں مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اپنی بی بی کو اجازت دی کہ وہ اس لڑکے کو اپنا دودھ پلائے۔ زید کی بی بی اس بیان کے وقت موجود تھی۔ اس نے اس بیان کی تردید نہیں کی سکوت اختیار کیا۔ پھر زید نے اپنی بی بی کا بیان حلفیہ اپنے مکان پر خفیہ طور سے لکھوا کر مولانا کے یہاں پیش کیا۔ مولانا نے ارقام فرمایا کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو نکاح میں شک نہیں۔ اس کے بعد جب بارات آنے کو ہوئی تو زید نے اپنا مکان مع اپنی بی بی اور لڑکی کے خالی کر کے محلہ میں کسی جگہ پوشیدگی اختیار کی۔ اور ایک رپٹ بھی تھانہ پولیس میں تحریر کرائی۔ باراتیوں کو معلوم ہوا کہ زید مع بی بی کے روپوش ہے تو انہوں نے دروازے پر قیام کیا اور بعد تلاش زید کے اوپر دباؤ پنچایتی منجانب باراتیوں کے پڑا تو زید نے پھر اپنی بی بی سے کہا کہ وہ خوب یاد کر کے بتائے کہ آیا

---

(۱) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ حرم من الرضاعة ما حرم من النسب ۔ (جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب ۱/ ۲۱۷، سعید)

(۲) ایضاً

(۳) ولبن الزانی کالحلال ، فاذا ارضعت بہ بنتاً حرمت علی الزانی و آبائہ وابنائہ وان سفلوا۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/ ۲۲۱، سعید)

اس نے اس لڑکے کو دودھ پلایا یا نہیں ؟ تو اس کی بی بی نے دودھ پلانے سے انکار کیا۔ اور دو عورتوں نے بھی اس کے بیان کی تائید کی۔ اس پر قاضی صاحب نے حسب دستور ایجاب و قبول کرا کر نکاح پڑھادیا۔ دو عورتیں جنھوں نے زید کی بی بی کے بیان کی تائید کی اور وکیل و گواہ یہ سب منجانب برا تیوں کے تھے۔ قاضی محلے کی مسجد کا امام ہے اور اس کے علم میں یہ سب قضیہ آچکا تھا۔ اب محلے کے لوگ جو زید کے اور زید کی بی بی کے آخری حلف پر اعتبار نہیں کرتے اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ لڑکی جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے وہ اس لڑکے کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں تھی کہتے ہیں کہ یہ نکاح ناجائز ہے اور قاضی کی امامت بھی ناجائز ہے۔

(جواب ۲۹۷) سوال سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ رضاعت کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ زید کا پہلے صرف یہ اقرار مذکور ہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو اجازت دی تھی کہ اس لڑکے کو دودھ پلائے" اور اس بیان پر بیوی کی خاموش رہنی تو اس سے دودھ پلانے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب تک کوئی ثبوت نہ ہو اس وقت تک زید اور اس کی بیوی کے حلف بیان کو غلط کہنا صحیح نہیں۔ (۱) اور قاضی کی امامت ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا ہو تو البتہ نکاح کی صحت میں خلل ہوگا۔ (۲) یہ لڑکی سے دریافت کر لیا جائے۔　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

دو سال چار ماہ کی لڑکی نے کسی کا دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی

(سوال) رابعہ خاتون اور محمد ابو بکر کی ماں دونوں ایک چارپائی پر سو رہی تھیں۔ اس وقت رابعہ خاتون کی عمر دو سال چار ماہ کی تھی۔ اس نے محمد ابو بکر کی ماں کا دودھ پی لیا۔ اب محمد ابو بکر اور رابعہ خاتون کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۸) صاحبینؒ کے نزدیک مدت رضاع دو برس ہے۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک ڈھائی برس۔ صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ پس اگر رابعہ کا نکاح ابو بکر سے نہ کیا جائے تو احوط ہے اور کر دیا جائے تو حرمت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (۳)　　　　محمد کفایت اللہ،

حقیقی بھائی کی رضاعی بھتیجی سے نکاح کیسا ہے ؟

(سوال) عمر نے اپنے حقیقی بھانجے زید کے ساتھ اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے جس سبب سے عمر اور زید رضاعی بھائی ہوئے اس سے عمر کی لڑکی کا نکاح بواسطہ رضاعت زید (رضیع عمر) کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سوال یہ ہے کہ ازروئے قرآن حدیث و فقہ زید کے حقیقی برادر خورد کا نکاح عمر کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۹) عمر نے اپنی جس حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے اس بہن کی تمام اولاد خواہ وہ دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی عمر کی رضاعی بھائی بہن ہو گئی اور عمر کی لڑکی کی نکاح دودھ پلانے والی بہن کے کسی لڑکے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ (۴)　　　　محمد کفایت اللہ

---

(۱) ولا یقبل فی الرضاع الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول کذا فی المحیط (الہندیۃ، کتاب الرضاع، ۱ / ۳۴۷، ماجدیۃ)
(۲) وھذا کبیرا ان فاد حوط التنزہ (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳ / ۲۲۳، سعید)
(۳) فی وقت مخصوص ھو حولان ونصف عندہ و حولان فقط عندھما ، وھو الاصح ، وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳ / ۲۰۹، سعید)
(۴) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب۔ (جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب، ۱ / ۲۱۷، سعید)

گیارھواں باب

حرمت مصاہرت

داماد ساس کے ساتھ زنا کا اقرار کرتا ہے اور ساس انکار کرتی ہے، کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے ایک مجمع کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے اپنی ساس سے زنا کیا ہے۔ لیکن ساس منکر ہے اور کہتی ہے کہ یہ محض دشمنی سے اور میری لڑکی کو چھوڑنے کی غرض سے یہ تہمت لگاتا ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی قطب الدین شیر کوٹی پنجابی

(جواب ۳۰۰) جب کہ زید اپنی ساس سے زنا کرنے کا اقرار کرتا ہے تو اس کا یہ اقرار خود اس کے حق میں معتبر سمجھا جائے گا اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ کی جائے گی۔ ہاں اس کے اقرار سے ساس کے ذمہ زنا کا الزام قائم نہ ہوگا۔ لیکن وہ اپنی بیوی کو اس اقرار کے بعد اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ لو اقر بحرمة المصاهرة يؤاخذ به ويفرق بينهما و كذلك اذا اضاف ذلك الى ما قبل النكاح بان قال لا مراته كنت جامعت امك قبل نكاحك يؤاخذ به ويفرق بينهما الخ (فتاویٰ عالمگیری)(۱) واللہ اعلم۔

شہوت میں غلطی سے لڑکی کو چھو لیا تو بیوی حرام ہو گئی

(سوال) زید سے بحالت شہوت غلطی سے مساس بنت واقع ہوا۔ معلوم ہوتے ہی تائب و نادم ہوا۔ ہاں مساس مع الثوب ہوا اور ثوب نہ رقیق محض نہ غلیظ بلکہ متوسط درجہ کا تھا۔ وہ ثوب ایسا تھا کہ ہاتھ لگاتے ہی حرارت محسوس ہو جائے۔ براہ مہربانی اس مسئلہ کا جواب باصواب مع حوالہ کتب معتبرہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ ارسال فرمائیں۔ غلطی اور غیر غلطی کا بھی کچھ فرق ہے یا نہیں۔ بر تقدیر حرام ہونے ام ممسوسہ کے اس مسئلے میں احناف کے نزدیک کوئی حیلہ شرعی معتبر متصور ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۰۱) مس بالشہوۃ میں غلطی اور قصد اور سہو کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ثم لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامدا او ناسيا او مكرها او مخطئا كذا في فتح القدير (عالمگیری)(۲) لیکن جب کہ مساس کپڑے پر سے ہوا ہے اور کپڑا ایسا نہیں تھا کہ بدن کی گرمی لامس اور ممسوسہ کے مابین محسوس ہو سکے تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہیں ہوتی۔ ثم المس انما يوجب حرمة المصاهرة اذا لم يكن بينهما ثوب اما اذا كان بينهما ثوب فان كان صفيقا لا يجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة (عالمگیری)(۳)

محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ

---

(۱) الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الثاني ۱/ ۲۷۵ ماجدية
(۲) الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني ۱/ ۲۷۴ ماجدية
(۳) ايضاً

مراہق بیٹے سے سوتیلی والدہ کا ہاتھ اپنے آلہ تناسل پر رکھا اور انکار کے چند سال بعد اقرار کیا، کیا حکم ہے؟

(سوال) عرصہ آٹھ سال کا ہوتا ہے کہ ہندہ اپنے خاوند کے ہاں بیمار بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی اچانک جو اس کی آنکھ کھلی تو دیکھتی ہے کہ اس کے خاوند کا لڑکا (پہلی بیوی سے) پلنگ پر پیر لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ اور پاجامہ اپنا کھولے ہوئے ہندہ کا ہاتھ اپنے آلہ تناسل پر رکھے ہوئے ہے۔ لڑکے کی عمر اس وقت بعضوں کے قول پر گیارہ برس اور بعض کے قول پر بارہ برس اور بعض کے قول پر تیرہ برس تھی۔ ہندہ کو ہوش آنے پر جب اس امر کا احساس ہوا تو گھبرا کر کہنے لگی کہ یہ کیا کرتا ہے لڑکے نے کچھ جواب نہیں دیا اور پریشان سا ہو کر فوراً باہر چلا گیا۔ (اگرچہ لوگوں کو اس کی عمر میں اختلاف ہے مگر ہندہ کا ظن غالب یہی ہے کہ اس وقت اس کی عمر تقریباً تیرہ یا سوا تیرہ برس تھی مگر یقیناً وہ بالغ نہیں ہوا تھا) ہندہ نے اس واقعہ کو اپنے خاوند سے بیان کیا۔ خاوند نے ہندہ کو جھٹلایا کہ تو اس پر تہمت لگاتی ہے۔ ابھی اس کی عمر اس قابل نہیں جو ایسی حرکت کرے۔ اور پھر اپنے لڑکے کو بلا کر ہندہ کے سامنے پوچھا۔ لڑکے نے صاف انکار کر دیا اور قرآن اٹھالیا۔ خاوند کو سخت غصہ آیا اور ہندہ پر بے جا تشددات کئے۔ اور اس تمام واقعہ کو بادری کی دشمنی پر محمول کرتے ہوئے ہندہ ہی کو قصوروار ٹھہرالیا۔ اب بیٹے نے جوان ہو کر اس کی تصدیق کی اور اقرار کر لیا کہ ہاں مجھ سے یہ حرکت ہوئی تھی۔ مادر نے غلط نہیں بیان کیا تھا۔ اس امر کو سن کر خاوند کو یقین آیا وہ سخت پریشانی میں ہے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ لہذا آپ سے دریافت طلب ہے کہ مندرجہ بالا صورت میں ہندہ کا نکاح اپنے خاوند سے قائم رہے گا یا نہیں؟

اگر بالفرض صورت مندرجہ بالا میں حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی ہے اور حسب قول احناف کوئی طریقہ زن وشوئی کے قیام کا باقی نہیں رہا ہے تو کیا ضروریات دجیہ و دینیہ موجودہ زمانے پر نظر ڈالتے ہوئے خاوند کو اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ کسی شافعی المذہب سے فتویٰ لے کر علاقہ نکاح کو بر قرار رکھے۔ جب کہ مفقود الخبر وغیرہ مسائل میں بوجہ ضروریات و فتن حاضرہ تقلید غیر کی اجازت دی جاتی ہے تو کیا مسئلہ مذکور الصدر میں اجازت نہ دی جائے گی حالانکہ مختلف فتن کے وقوع کا صورت مسئولہ میں بھی خوف ہے۔

(جواب ۳۰۲) اگرچہ فقہائی تصریحات کے موافق حرمت مصاہرۃ میں بالغ اور مراہق کا حکم ایک ہے اور بارہ تیرہ برس کا بچہ مراہق ہو سکتا ہے اس لئے عمر میں جو اختلاف ہے وہ چنداں مفید نہیں ہے۔ **مس المراھق کالبالغ وفی البزازیۃ المراھق کالبالغ حتی لو جامع امرأۃ اولمس بشھوۃ تثبت حرمۃ المصاھرۃ اھ** (ردالمحتار)(۱) مگر ہندہ کا نکاح اپنے خاوند کے ساتھ ابھی تک قائم ہے۔ **وبحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بھا لا یکون زنا** (رد المحتار)(۲) **قولہ الا بعد المتارکۃ ای وان مضی علیھا سنون کما فی البزازیۃ** (رد المحتار)(۳) **قولہ والوطی بھا ای الوطی الکائن فی ھذہ الحرمۃ قبل التفریق والمتارکۃ لا یکون زنا لانہ مختلف فیہ و علیہ مھر المثل بوطئھا**

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، فصل المحرمات، ۳/ ۳۵، سعید
(۲) الدر المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۳۷، سعید
(۳) رد المحتار، النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۳۷، سعید

بعد الحرمة ولا حد علیه ویثبت النسب اھ (رد المحتار)(۱) ان عبارتوں کا صریح مفاد یہ ہے کہ نکاح کا تعلق ابھی تک باقی ہے مرتفع نہیں ہوا ہے۔ اور وقت اخبار عورت سے وقت اقرار پسر تک جو وطیات واقع ہوئیں وہ موجب اثم و مواخذہ بھی نہیں۔ کیونکہ خاوند کو واقعہ کا یقین نہیں ہوا تھا اور ثبوت کے لئے کوئی کافی وجہ نہیں تھی۔ اب جب کہ پسر نے بالغ ہونے کے بعد اقرار کیا۔ یہ اقرار اگر بفور بلوغ ہوا ہو تو ممکن ہے کہ زوج کو یقین آجائے اور ممکن ہے کہ وہ اسے سوتیلی ماں کے ساتھ عداوت کا ایک کرشمہ اور تفریق کی ایک کارگر تدبیر قرار دے کر یقین نہ کرے۔ اور اس کا اسے حق ہے۔ واضح رہے کہ زوجہ کا اخبار زوج کے لئے نہ مستلزم یقین ہے نہ موجب متارکت۔ رجل تزوج امرأة علی انها عذراء فلما اراد وقاعها وجدها قد افتضت فقال لها من افتضك فقالت ابوك۔ ان صدقها الزوج بانت منه ولا مهر لها وان كذبها فهي امراته كذافي الظهيرية (عالمگیری)(۲) اور اگر بالغ ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد یہ اقرار کیا گیا ہو تو قطعاً ناقابل اعتبار ہے اور اس پر زوج کے ذمہ متارکت لازم نہیں ہے اور چونکہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے اس لئے زوج کو اس فیصلے میں (کہ وہ لڑکے کے بیان کو مسترد کردے) ملامت نہیں کی جاسکتی۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی

لڑکی کہتی ہے سوتیلے باپ نے میرے ساتھ زنا کیا اور باپ منکر ہے، کیا حکم ہے؟

(سوال) مسماۃ ہندہ زید کی زوجہ ہے اور ہندہ کی ایک لڑکی زینب دوسرے شوہر سے ہے۔ لڑکی کا بیان ہے کہ زید نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور زید منکر ہے۔ اور لڑکی کے بیان کے سوا اور کوئی ثبوت نہیں۔

المستفتی نمبر ۶۷۹ پیر بخش (کوہ ڈگنائی) ۲۶ شعبان سن ۱۳۵۴ھ م ۲۴ نومبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۰۳) اگر زید منکر ہے تو صرف زینب کے کہنے سے حرمت مصاہرۃ ثابت نہیں ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

باپ بہت عرصہ بعد یہ کہتا ہے کہ ایسا ہوا ہے، میں نے بہو کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا ہے، اب کیا کرنا چاہئے؟

(سوال) زید نے اپنے لڑکے عمرو کو بحالت پیری اطلاع دی کہ مجھ کو شبہ ہوتا ہے بلکہ ضرور ایسا ہوا ہے کہ میں نے کبھی بہو کو بدنیتی سے ہاتھ لگادیا ہے اور بہو کو اس کی اطلاع نہیں۔ زید نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی پڑھتا ہے یا ایها الذین آمنوا قوا (۴) الخ اور حرمت علیکم (۵) الخ پوچھا گیا کہ تم نے زنا تو نہیں کیا۔ کہا کہ نہیں، لیکن بدنیتی ضرور تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ اس اطلاع نے عمرو کی نگاہوں میں دنیا کو تاریک کردیا۔ کیونکہ عمرو ایک غریب آدمی ہے اور صاحب اولاد ہے۔ اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ انتہائی کلفتوں اور مصیبتوں کے ساتھ گزار چکا ہے۔ بال بچوں کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا چکا ہے۔ بحالت موجودہ بھی نہایت افلاس کی حالت میں ہے۔ اکثر بیمار بھی رہتا ہے۔ نہ اس کے بچوں کا کوئی پرورش کرنے والا ہے۔ نہ وہ کوئی دوسرا انتظام کرسکتا ہے۔

---

(۱) ایضاً

(۲) الہندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث ۱/ ۲۷۶، ماجدیہ

(۳) وان ادعت الشهوة ... وانكرها الرجل فهو مصدق، لاهي۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۳۷، سعید)

(۴) التحریم: ۶ (۵) النساء: ۲۳

المستفتی نمبر ۱۴۸۶ مولوی محمد یوسف سلطان پور (اودھ) ۳۰ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۰ جون سن ۱۹۳۷ء
(جواب ۳۰۴) زید کی یہ بات کہ میں نے کبھی بہو کو بدنیتی سے ہاتھ لگادیا ہے۔ یعنی ہاتھ لگانے کے ایک عرصہ دراز کے بعد گویا خبر دے رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ عمرو پر اس کی بیوی حرام ہو جانے کے بعد وہ ان کے تعلقات زوجیت دیکھتا رہا اور حرمت کی اطلاع نہ کی۔ اور یہ بات اس کے لئے موجب فسق ہے اور اس کا یہ قول ناقابل اعتبار ہے عمرو پر اس کی بیوی زید کے اس قول سے حرام نہیں ہوئی۔(۱)　　فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے زنا کا اقرار کیا تو اس پر بیوی حرام ہو گئی

(سوال) (شہادت شاہد اول) میں گواہی دیتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ جو کہوں گا سچ کہوں گا۔ کالو نے مولوی محمد سعید سے کہا کہ مجھے معافی دو۔ اور مولوی محمد سعید نے دریافت کیا کاہے کی معافی دوں۔ کالو نے کہا کہ مجھے جو الزام لگایا ہوا ہے کہ میں نے ساس سے زنا کیا وہ جرم مجھ سے واقع ہوا ہے اس کی معافی چاہتا ہوں مجھے مسلمان کرو۔ بعد ازاں اس نے تین بار کہا کہ راجو (منکوحہ کالو) میری ماں، بہن، مولوی صاحب نے کہا کہ تین طلاق دے۔ پھر کالو نے تین بار طلاق طلاق طلاق کہہ دیا۔

(شہادت شاہد ثانی) میں گواہی دیتا ہوں کہ کالو نے معافی مانگی۔ مولوی محمد سعید نے دریافت کیا کہ کاہے کی معافی ؟ کالو نے کہا کہ میں نے رحمون (کالو کی ساس) سے زنا کیا ہے۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ تین بار اس بات کا کالو نے اقرار کیا۔ پھر راجو منکوحہ کو کالو نے تین بار طلاق دی۔

(شہادت شاہد ثالث) میں گواہی دیتا ہوں کہ کالو نے کہا کہ مجھے معافی دو اور مولوی محمد سعید نے کہا کہ کاہے کی معافی۔ اس نے کہا کہ مجھ پر لوگوں نے جھوٹی قسمیں اٹھائی ہیں اور جھوٹے قرآن اٹھائے ہیں اس کی معافی دو۔ اور اس نے زنا کا اقرار نہیں کیا۔ پھر اس نے اپنی عورت کو تین طلاق دیں۔

(شہادت شاہد رابع) میں گواہی دیتا ہوں کہ کالو نے آکر کہا کہ مجھے معافی دو اور مسلمان کرو۔ اور جو شریعت کی تعزیر ہے لگاؤ۔ پھر مولوی صاحب محمد سعید نے دریافت کیا کہ کاہے کی معافی۔ کالو نے کہا کہ جو لوگوں نے مجھ پر بہتان گناہ کا لگایا ہوا ہے اس کی معافی دو اور کالو نے تو زنا کا اقرار نہ کیا اور پھر مولوی صاحب نے تین بار طلاق طلاق طلاق کہلوایا۔

(شہادت شاہد خامس) میں گواہی دیتا ہوں کہ کالو نے آکر معافی مانگی اور کہا کہ شریعت کی تعزیر لگاؤ اور کالو نے خود بخود زنا کا اقرار کیا اور مولوی محمد سعید نے دریافت کیا اور تین بار اقرار زنا کیا۔ جو کہ ساس کے ساتھ زنا کی تہمت لگی ہوئی ہے وہ واقعی میں نے زنا کیا ہے اور اس کی معافی دو اور ہر ایک گواہوں سے اقرار کرایا بعدہ کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا اور پھر کالو نے راجو (منکوحہ کالو) کو تین بار طلاق دے دی۔

المستفتی نمبر ۱۶۷۰ بدست محمد انور پنجابی متعلم مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۶ جمادی الثانی سن ۱۳۵۶ھ
(جواب ۳۰۵) اقرار زنا سے ثبوت زنا کے لئے یہ شرط ہے کہ اقرار مجلس قاضی میں ہو اور مقر چار مرتبہ چار

---

(۱) وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا ویقع فی اکبر رایہ صدقہا وعلی ہذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایاہا، لا تحرم علی ابیہ او ابنہ الا ان یصدقہا او یغلب علی ظنہ صدقہا۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۱۰۷ ط دار المعرفۃ بیروت)

مجلسوں میں اقرار کرے۔ مجلس قضا کے باہر اقرار ہو تو وہ معتبر نہیں۔ اور اقرار پر شہادت مقبول نہیں۔ ولا یعتبر اقرارہ عند غیر القاضی ممن لا ولا یۃ لہ فی اقامۃ الحدود ولو کان اربع مرات حتیٰ لا تقبل الشہادۃ علیہ بذلک کذافی التبیین ولا بد ان یکون الا قرار صریحاً (عالمگیری) (۱) والا قرار ان یقرالبالغ العاقل علی نفسہ بالزنا اربع مرات فی اربعۃ مجالس المقر کذا فی الھدایۃ (۲) (عالمگیری) (۳) لیکن اقرار زنا کے لئے یہ شرائط ثبوت حد زنا کے لئے ہیں اور حرمت زوجہ یا ثبوت حرمت مصاہرت کے لئے یہ شرائط نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ کے اقرار سے بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور اس کے لئے مجلس قضا بھی شرط نہیں۔ قیل لرجل ما فعلت بام امراتک قال جامعتھا قال تثبت حرمۃ المصاہرۃ قیل ان کان السائل والمسئول ھازلین قال لا یتفاوت ولا یصدق انہ کذب کذافی المحیط (عالمگیری) (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیٹے نے سوتیلی ماں سے زنا کیا تو وہ باپ پر حرام ہو گئی

(سوال) ایک شخص کی دو عورتیں ہیں۔ ایک عورت کے شکم سے لڑکا پیدا شدہ بعمر جوان ہے۔ اگر وہ لڑکا اپنی سوتیلی والدہ سے زنا کرے اور لڑکے کا باپ اس فعل کو دیکھ لیوے تو شریعت کے مطابق کیا فتویٰ ہے۔ لڑکے کی سوتیلی والدہ اپنے خاوند پر طلاق حاصل کرنے کے لئے فسخ نکاح کی عدالت میں نالش دائر کرتی ہے۔ خاوند کہتا ہے کہ لڑکے کا یہ فعل ہونے پر بھی تو جب کہ خاوند سے ہم بستری کرتی رہی تو نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ لہذا مسئلہ کو حل فرمائیں تاکہ عدالت میں پیش ہو۔ المستفتی نمبر ۱۸۲۶ مستری عبدالرحمن (ریاست بلاسپور) ۲۳ رجب سن ۱۳۵۶ھ

(جواب ۳۰۶) اگر خاوند کے لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ زنا کر لیا ہے تو سوتیلی ماں اپنے خاوند یعنی لڑکے کے باپ پر حرام ہو گئی۔ ان دونوں کے درمیان تفریق واجب ہے۔ اگر عورت اس واقعہ کے بعد بھی خاوند کے ساتھ رہی اور ہم بستری بھی ہوتی رہی تو اس سے وہ خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی یہ ہم بستری حرام واقع ہوئی ہے اور آئندہ بھی یہ حرام ہے۔ ان دونوں کے درمیان تفریق یعنی فسخ نکاح ضروری ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی عرصہ بعد کہتی ہے کہ خسر نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، اب کیا کرنا چاہئے؟

(سوال) زید کی زوجہ نے اپنے خسر پر الزام لگایا کہ اس نے مجھ سے جماع ناجائز کیا اور پنچایت میں دو آدمیوں نے گواہی دی کہ وہ شاہد ہیں کہ انہوں نے ایسا فعل کرتے دیکھا ہے اور مسماۃ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

(۲) مسماۃ مذکورہ مدعیہ اپنے گھر میں رہتی تھی جہاں اور اس کے رشتہ دار اور خاوند رہتے تھے۔ مسماۃ نے اس سے فعل ناجائز کے وقوع کے وقت کوئی مزاحمت نہیں کی اور نہ شور و غل اس فعل کی روک کے واسطے کیا۔ سوال یہ ہے کہ بروئے شرع شریف ایسی زوجہ اپنے خاوند کے نکاح جائز میں رہتی ہے یا نہیں۔ مدعیہ عورت نے اس فعل کی شکایت

---

(۱) الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا ۲/ ۱۴۳ ماجدیہ
(۲) الھدایۃ، کتاب الحدود، ۲/ ۴۸۲ شرکت علمیہ
(۳) الھندیۃ، کتاب الحدود، ۲/ ۱۴۳ ماجدیہ
(۴) الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثانی ۱/ ۲۷۶ ماجدیہ
(۵) قال فی البحر: اراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المراۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی۔ (درالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۳۲، سعید)

س وقت کی جب کہ فریقین میں کچھ عرصہ بعد تنازعہ ہوا۔ دونوں کی نسبت اور ان لوگوں کی نسبت جو اب شاہد ہیں اور محل وقوع پر خاموش رہے ان سب کی نسبت شریعت کیا حکم دیتی ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۳ حافظ غلام رسول صاحب۔ صدر بازار۔ دہلی۔ ۲۰ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۷) اگر عورت اور گواہوں نے واقعہ کے فوراً بعد اس امر کا اظہار نہیں کیا تو وہ بھی فاسق اور اس کے گواہ بھی جھوٹے قرار دیئے جائیں گے اور اس کے کہنے اور گواہوں کے کہنے سے نکاح میں خلل نہ آئے گا۔(۱) ہاں اگر عورت کے خاوند کو کسی بنا پر اس واقعہ کی صحت کا یقین ہو جائے اور وہ اس کی تصدیق کرے تو پھر وہ اس عورت کو اپنے پاس بحیثیت بیوی کے نہ رکھ سکے گا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خسر جب بہو سے زنا کرے تو کیا وہ دوسرا عقد کسی کے ساتھ کر سکتی ہے

(سوال) خسر اپنی بہو کے ساتھ زنا کا مرتکب ہوا جس کی تصدیق عدالت مجازے و نیز پنچان سے کی گئی جس کا فتویٰ دہلی سے مورخہ ۲۱ جولائی سن ۱۹۳۶ء کو لیا گیا ہے جو ہمرشتہ فتویٰ ہذا ہے۔ اب چونکہ مسماۃ جوان عمر ہے۔ کیا اس کا دوسرا عقد کر دیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۲۱۷۴ وزیر خاں۔ آگرہ ۷ ذیقعدہ سن ۱۳۵۶ھ ۱۰ جنوری سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۰۸) زوجین کی متارکت کے بعد عدت گزار کر عورت دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زید نے بہو سے زنا کیا تو طلاق کے بعد اس کا نکاح زید کے داماد کے ساتھ ہو سکتا ہے

(سوال) زید کا ناجائز تعلق اپنے بیٹے کی بیوی سے ہو گیا اور دو تین بچے بھی ہو گئے۔ اب عرض ہے کہ چونکہ مسماۃ مذکورہ زید کے لڑکے پر تو حرام ہو چکی اگر بعد طلاق زید کے داماد سے نکاح کرے تو درست ہے کہ نہیں۔ جو زید کے نطفہ سے بچے ہیں ان کا خرچ خوراک کس کے ذمہ ہو گا۔ ایسے بچے نابالغوں کی جو نطفہ حرام سے ہیں نکاح کی کون اجازت دے اور لڑکے کی طرف سے کون ایجاب و قبول کرا دے۔ نکاح خواں نکاح پڑھاوے تو گنہگار تو نہ ہو گا۔

المستفتی نمبر ۲۲۵۷ جناب فضل الرحمٰن صاحب (ریاست جنید) ۲۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۳۰۹) اگر زید کا لڑکا یہ تسلیم کرے کہ زید کا تعلق ناجائز بہو سے تھا تو عورت کو اس کے شوہر سے جدا کر دیا جائے گا۔(۴) اور بچے سب شوہر کے بچے قرار دیئے جائیں گے۔(۵) تاوقتیکہ باقاعدہ لعان نہ ہو بچوں کا نسب منتفی نہ

(۱) لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وان لم يشرب (رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، ۵/۴۷۳، سعید)
(۲) رجل قبل امراة ابيه بشهوة او قبل الاب امراة ابنه بشهوة وهي مكرهة و انكرها الزوج ان يكون بشهوة فالقول قول الزوج وان صدقه الزوج وقعة الفرقة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، ۱/۲۷۶، ماجدية)
(۳) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳/۳۷، سعید)
(۴) قبل الاب امراة ...... وانكر ها الزوج ان يكون بشهوة فالقول قول الزوج وان صدقه الزوج وقعت الفرقة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني، ۱/۲۷۶، ماجدية)
(۵) حدثنا محمد بن زياد قال سمعت اباهريرة قال النبي صلى الله عليه وسلم : الولد للفراش وللعاهر الحجر (صحيح البخاري، كتاب المحاربين، باب للعاهر الحجر، ۲/۱۰۰۷، قديمي)

ہوگا(۱) عورت بعد تفریق و انقضاء عدت زید کے داماد سے نکاح کر سکے گی۔(۲)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زانی اپنے ناجائز لڑکے کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال)(۱) مسمی شیر محمد کا مسماۃ روشن ایک عورت سے بلا نکاح ناجائز تعلق تھا اس حالت میں اس کے بطن سے باقر نامی لڑکا پیدا ہوا۔ بعد ازاں شیر محمد مذکور کا ایک دوسری عورت مسماۃ نشان کے ساتھ بلا نکاح ناجائز تعلق ہوا۔ پھر باقر کا دوسری عورت مسماۃ نشان کے ساتھ نکاح ہوا۔ بدیں وجہ شیر محمد اور باقر کے درمیان جب جھگڑا ہوا تو باقر نے طلاقیں دی گئیں۔ بعد انقضائے عدت شیر محمد اس مزنیہ مسماۃ نشان کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ از روئے شرع شریف مطابق اہل سنت والجماعت فتویٰ دیں کہ شیر محمد کا مسماۃ روشن کے ساتھ نکاح ثابت ہونے کی صورت میں مسماۃ نشان کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) روشن کے عدم نکاح کا فیصلہ دینے کے لئے شریعت غراء میں کس ثبوت کی ضرورت ہے کیونکہ اہل بصیر پور کو نکاح یا عدم نکاح کا کوئی پتہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ باہر شہر سے کچھ عرصہ لئے پھر اور بصیر پور میں نکاح نہیں ہوا۔ نیز یہ عرض ہے کہ شیر محمد پر جب ناجائز تعلق کرنے کے الزام پر مقدمہ کیا گیا تو حاکم کے روبرو شیر محمد اور روشن نے اپنے نکاح کا اعتراف کیا تھا اس کا جواب شیر محمد یہ دیتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔

المستفتی نمبر ۲۳۴۲ محمد شریف بصیر پور (منٹگمری) ۲۶ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۱۰) جس طرح مسماۃ نشان باقر کے لئے حرام تھی۔(۳) اسی طرح وہ اب شیر محمد کے لئے (زوجہ موطوءۃ الابن ہونے کے) حرام ہو گئی۔(۴) ثبوت النسب کے باب میں اگرچہ باقر کا نسب شیر محمد سے ثابت نہ ہو مگر ثبوت حرمت نکاح میں اس کی ابنیت معتبر ہوگی۔

اگر شیر محمد پہلے اپنے اور روشن کے نکاح کا اعتراف کر چکا ہے تو اب اس کا انکار باقر کے نفی نسب کے حق میں قبول نہیں ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خسر نے ۶۰ سال کی عمر میں بہو کا شہوت کے بغیر بطور محبت بوسہ لیا، کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک شخص عمر تقریباً ۶۵ سال بطور محبت بلا ارادہ صحبت اپنے لڑکے کی بیوی کو پیار کیا یعنی بوسہ لیا فقط بائن کوئی دوسرا نہیں اور نہ ارتکاب کیا ہے۔ اس کے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے اور اگر اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی تو اس کا نان و نفقہ اور رہائش کا کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۳۵۳ محمد بہار علی صاحب (کرنال) ۴ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۳۱۱) اگر لڑکے کی بیوی کا بوسہ لیتے وقت اس شخص کو شہوت نہ تھی اور دل میں بھی شہوت کا خیال نہ تھا تو یہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی لیکن اگر یہ بوسہ شہوت سے لیا گیا تو یہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو گئی۔

---

(۱) عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاعن بین رجل و امرأته فانتفی من ولدها ففرق بينهما والحق الولد بالمرأة ۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب یلحق الولد بالملاعنۃ ۲ : ۸۰۱، قدیمی)

(۲) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ : ۳۷، سعید)

(۳) وحرمت المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ : ۳۲، سعید)

(۴) وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وام زوجته وان لم توطأ وزوجة اصله و فرعه مطلقا۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ : ۳۰، سعید)

(۱) اگر یہ شخص قسم کے ساتھ کہہ دے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا اعتبار کر لیا جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نابالغ لڑکے اور لڑکی نے ایک دوسرے کو شہوت سے چھولیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی

(سوال) بکر کی عمر تقریباً آٹھ سال اور عابدہ کی تقریباً ۹ سال۔ ایک روز عابدہ کو بد خیال آیا اور عابدہ نے بکر کو بد فعلی کی طرف بلایا دونوں مباشرت کے لئے آمادہ تھے اتنے میں ایک اجنبی شخص کے آنے سے بالفعل زنا تو نہیں ہوا لیکن مس ونظر الی الفرج البتہ ہوا رسو گذر گیا۔ بکر عابدہ کی بیٹی آمنہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے نکاح جائز ہو گا یا ناجائز؟
واضح رہے کہ اس وقت بکر بالغ ہونا تو درکنار قریب البلوغ بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً اس واقعہ کے چند برس بعد بالغ ہوا اور عابدہ بھی اس وقت بالغہ نہیں تھی اس کے دو سال بعد بالغہ ہوئی۔

المستفتی نمبر ۲۶۲۲ محمد ارشاد علی صاحب ۲۴ پرگنہ بنگال ۷ جمادی الاول سن ۱۳۵۹ھ م ۴ جولائی سن ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۱۲) آٹھ سال کی عمر کا لڑکا یقیناً مراہق نہیں۔ پس اگر لڑکی جس کی عمر تقریباً ۹ سال کی لکھی ہے مراہقہ بھی ہو تاہم لڑکے کے غیر مراہق ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے باہمی مساس ونظر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (۲) پس صورت مسئولہ میں عابدہ کی لڑکی سے بکر کا نکاح جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے زنا کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دینے کی ضرورت ہے

(سوال) ایک شخص نے اپنی بیوی کی والدہ کے ساتھ اس وقت زنا کیا جب کہ اس کی بیوی بطور اس کی بیوی کے عرصہ تک رہ چکی۔ اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ اس کا نکاح فاسد ہوا یا باطل؟ نکاح خود بخود فسخ ہو گیا یا طلاق یا حکم قاضی کی ضرورت ہے؟

المستفتی نمبر ۲۸۰۷ ولایت حسین بازار شنبہ بجنور مورخہ ۱۳ اکتوبر سن ۱۹۴۳ء

(جواب ۳۱۳) یہ حرمت حرمت مصاہرت ہے۔ جس عورت کے ساتھ زنا کیا جائے اس کی لڑکی اور اس کی ماں زانی پر حرام ہو جاتی ہے۔ خواہ پہلے سے نکاح میں ہو یا نہ ہو۔ فمن زنی بامرأۃ حرمت علیه امها وان علت وبنتها وان سفلت کذا فی فتح القدیر (فتاویٰ (۳) عالمگیری مصری ج ۱ ص ۲۹۱) فلو ایقظ زوجة لیجامعها فوصلت یده الی بنته منها فقرصها بشهوۃ وهی ممن تشتهی یظن امها حرمت علیه الام حرمة مؤبدۃ کذا فی فتح القدیر (فتاویٰ (۴) عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲) نکاح فاسد ہوتا ہے باطل نہیں ہوتا۔ ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاهرۃ والرضاع بل یفسد (فتاویٰ عالمگیری (۵) ج ۱ ص ۲۹۴) متارکت یا تفریق قاضی سے نکاح ختم ہوتا ہے۔ وبحرمة المصاهرۃ لا یرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باخر الا بعد المتارکة

---

(۱) وما الحرمة بدواعی الوطیء اذا مسها او قبلها بشهوۃ ثبتت الحرمة المصاهرۃ وان انکر الشهوۃ کان القول قوله الا ان یکون ذلک مع انتشار الآلة۔ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ، کتاب النکاح باب فی المحرمات ۱ / ۲۶۱، امجدیہ)
(۲) فلو جامع غیر مراهق زوجة ابیه لم یحرم (الدر المختار) وفی الشامیة: التعلیل بعدم الاشتهاء یفید ان من لا یشتهی لا تثبت الحرمة بجماعه۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳ / ۳۵، سعید)
(۳) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثانی ۱ / ۲۷۴، ماجدیہ
(۴) بعینہ (۵) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثانی ۱ / ۲۷۷، ماجدیہ

والقضاء العدة (۱)(در مختار) وعبارۃ الحاوی الا بعد تفریق القاضی اوبعد المتارکۃ (رد المحتار شامی (۲) ج ۲ ص ۴۰۷ مصری) متارکت کے معنی یہ ہیں کہ زوج کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا علیحدہ کر دیا ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

لڑکی سے نکاح کے بعد اس کی ماں سے نکاح جائز نہیں

(سوال) شیر محمد اور مہدی ساکنان کول پور ضلع منٹگمری میں کچھ عرصے اکٹھے رہے۔ اندریں اثنا مہدی نے اپنی لڑکی مسماۃ راجاں نابالغہ کا نکاح شیر محمد کے ساتھ کر دیا اور تقریباً ایک سال کے بعد مہدی فوت ہو گیا اب شیر محمد اور مسماۃ زوجہ مہدی نے اکٹھا ہونے کے لئے نکاح کے جواز و عدم جواز کی بابت اپنے علماء سے دریافت کیا۔ ان کے امام نے ان کو بتلایا کہ لڑکی کے ساتھ صرف نکاح سے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے۔ باوجود اس کے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے نکاح کر لیا۔ اور ایک فتویٰ اندریں باب حاصل کر لیا جس کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے :-
ایک شخص مسمی شیرا ساکن کول پور مقیم کلاس مورکا ناجائز تعلق مسماۃ سینا زوجہ مہدی کے ساتھ تین چار سال رہا۔ اس کے بعد مہدی نے اپنی لڑکی مسماۃ صغیرہ عمر یک سال کا نکاح شیرا سے کر دیا۔ اب مہدی فوت ہو گیا ہے۔ اور عدت کے بعد سینا نے خود شیرا کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے؟ جواب۔ شیرا کے ساتھ ناجائز تعلق نے مسماۃ راجاں کو شیرا پر حرام کر دیا ہے۔ اور راجاں کا نکاح شیرا کے ساتھ نکاح فاسد کے حکم میں ہے اور نکاح فاسد کی وجہ سے حرمت مصاہرۃ نہیں ہوتی۔ فقط اس جواب پر ایک دوسرے مولوی صاحب نے یہ تنقید فرمائی ہے۔ "صورت مسئلہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیرا سے صحت نکاح کے لئے اجازت طلب کی گئی ہے اور شیرا نے اجازت دے دی ہے کہ میرا نکاح مہدی کی لڑکی سے ہر وجہ سے صحیح ہے اور اس اجازت سے شیرا کا نکاح صحت کی بنا پر ثابت ہوا۔ اور مہدی کی عورت شیرا پر ابدی حرام ہو گئی۔ اب جو شیرا نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ شیرا کا دعویٰ نہیں جو شہادت کی ضرورت ہو۔ دعویٰ ہونے کو شیرا کا نکاح کے لئے اجازت دینا باطل کرتا ہے۔ شہادت شیرا کی اپنے نفس کے لئے ہے۔ اصول کا قاعدہ ہے کہ جو شہادت اپنے نفس کے نقصان کے لئے ہو وہ صحیح ہے اور جو نفع کے لئے ہو وہ غیر صحیح نیز اگر مہدی کی حیاتی میں شہادت دیتا تو صحیح ہوتی کیونکہ مہدی کی لڑکی شیرا پر حرام ہو جاتی وہ جدا کر دیتے اب مہدی کے فوت ہونے کے بعد شہادت شیرا کے نفع کے لئے ہے۔ کیونکہ شہادت شیرا کی جواز نکاح کے لئے ہے وہ غیر صحیح ہے۔ شیرا کا نکاح صحیح اور مہدی کی عورت شیرا پر ابدی حرام ہے۔" فقط غرض کہ جو صورت استفتا کے اندر دکھائی گئی ہے وہ کہاں تک درست ہے۔ ممکن ہے کہ شیرا کا ناجائز تعلق مسماۃ سینا کے ساتھ ہو لیکن اس وقت کا نکاح مسماۃ راجاں کے ساتھ اس ناجائز تعلق کے خلاف ہے۔ اگر اس ناجائز تعلق کو مانا جائے تو کیا شرعاً اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت ہے یا صرف عام افواہ اور زوجین کے اقرار کافی ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷۹۳ مولوی اللہ دین صاحب ضلع جہلم ۱۶ ربیع الثانی سن ۱۳۴۳ھ
(جواب ۲۱۴) شیرا کا سینا کے ساتھ نکاح ناجائز اور حرام ہے۔ (۳) کیونکہ وہ اس کی خوش دامن ہے۔ اور اگر شیرا

---

(۱) الدر المختار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ۳ / ۳۷ ، سعید
(۲) رد المحتار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ۳ / ۳۷ ، سعید
(۳) وامھات نسائکم (النساء : ۲۳)

بیٹا کے ساتھ زنا کا اقرار کرتا ہے تو اس کے اقرار کی وجہ سے راحیل بھی اس پر حرام ہو گئی۔ مگر بیٹا کی حرمت بدستور قائم رہے گی۔ لہذا اب اس اقرار کی صورت میں دونوں عورتیں اس پر حرام ہوں گی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے زنا کرنے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۶ دسمبر سن ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید کا ہندہ کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے بعد نکاح زید نے ہندہ کی ماں یعنی اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا۔ اس سے ہندہ کا کیا حکم ہے ؟ اگر حرام ہو چکی ہے تو ایسے نکاح کی شرعی تنسیخ کے لئے اسلامی حکومت کے مقرر قاضی کا فتویٰ ضروری ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۱۵) ہاں جب کہ زید اپنی ساس کے ساتھ زنا کرنے کا اقرار کرے یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو اس کی بیوی اور اس کے درمیان تفریق کرادی جائے گی۔ کیونکہ عورت مزنیہ کی ماں اور بیٹی زانی پر حرام ہو جاتی ہیں۔ اور جب کہ وہ سبب حرمت (یعنی زنا) کا اقرار کرتا ہے یا شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے تو پھر تفریق لازم ہو جاتی ہے۔ یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ اور یہی حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت جابر، حضرت ابی بن کعب، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت حسن بصری، حضرت امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت امام اوزاعی، حضرت طاؤس، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سلیمان بن یسار، حضرت حماد، حضرت سفیان ثوری، حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔(۲)

فقہ حنفی کی عبارتیں یہ ہیں۔

وتثبت بالوطء حلالا كان اوعن شبهة اوزنا كذافي فتاوى قاضي خان (عالمگیری)(۳) یعنی حرمت مصاہرت وطی حلال اور وطی بالشبہ اور زنا سے ثابت ہو جاتی ہے۔ والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (کنز)(۴) یعنی زنا اور مس اور نظر بشہوت سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ لو اقربحرمة المصاهرة يواخذ به ويفرق بينهما (عالمگیری)(۵) یعنی خاوند اگر حرمت کا اقرار کرے تو اپنے اقرار سے ماخوذ ہو گیا اور زوجین میں تفریق کرادی جائے گی۔ ایسے زوجین میں جن کے درمیان حرمت مصاہرت واقع ہوتی ہے تفریق کرانے سے تفریق ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کی انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج کا حکم بھی کافی ہوگا۔ اسی طرح ثالث کا فیصلہ بھی کافی ہوگا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(۱) كما في البحر: اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع، حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳/۳۲، سعید)
(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳/۳۲، سعید
(۳) الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني ۱/۲۷۴، ماجدیہ
(۴) كنز الدقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ص ۹۸، امدادیہ
(۵) الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني ۱/۲۷۵، ماجدیہ

مس بشہوت غلطی سے بھی ہو تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۵ پر مسئلہ۔ رات کو اپنی بی بی کے جگانے کے لئے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس پر ہاتھ پڑ گیا اور بی بی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو اب وہ مرد اپنی بی بی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔ اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے۔ اور لازم ہے کہ یہ مرد اس عورت کو طلاق دے دے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب دونوں اس میں بے قصور ہیں تو طلاق دینے کی کیا وجہ ہے ؟

(جواب ۳۱۶) بہشتی زیور سے جو مسئلہ آپ نے نقل کیا یہ مسئلہ حنفیہ کے نزدیک اسی طرح ہے کہ اگر غلطی سے یا قصداً کوئی شخص اپنی لڑکی یا اپنی ساس کے بدن کو بغیر حائل ہاتھ لگا دے اور اس وقت اس کو خواہش (شہوت) ہو تو اس کی لڑکی کی ماں یا ساس کی بیٹی (یعنی ہاتھ لگانے والے کی بیوی) اس پر حرام ہو جاتی ہے۔(۱) اس میں اگرچہ بیوی کا قصور نہیں اور غلطی ہو جانے کی صورت میں مرد کا بھی قصور نہیں مگر حرمت کی وجہ دوسری ہے جس میں قصور ہونے نہ ہونے کو دخل نہیں ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

لڑکی سوتیلے باپ سے زنا کا اقرار کرتی ہے اور باپ منکر ہے، کیا حکم ہے ؟

(الجمعیۃ مورخہ ۳ مارچ سن ۱۹۳۶ء)

(سوال) مسماۃ ہندہ زید کی زوجہ ہے اور ہندہ کے دوسرے شوہر سے لڑکی ہے جس کا نام زینب ہے۔ زینب کا یہ قول ہے کہ زید نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور زید منکر ہے اور زینب کے قول کے سوا کوئی ثبوت زنا کا نہیں ہے۔

(جواب ۳۱۷) اگر زید منکر ہے تو صرف زینب کے کہنے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) واما الحرمۃ بدواعی الوطء اذا مسہا او قبلہا بشہوۃ تثبت حرمۃ المصاہرۃ وان انکر الشہوۃ کان القول قولہ الا ان یکون ذلک مع انتشار الآلۃ (الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ ، کتاب النکاح ، باب فی المحرمات ، ۱ / ۳۶۱ ، ماجدیۃ)
(۲) وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہ ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لاہی (الدر المختار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ۳ / ۳۷ ، سعید)

بارھواں باب

کفاءت

چچا نے نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی کی رضامندی کے بغیر آوارہ سے کر دیا، کیا حکم ہے؟

(سوال) ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا تھا۔ صورت اس کی یہ ہے کہ بھائی حقیقی ہندہ کا بالغ جائز ولی تھا وہ وقت نکاح موجود تھا۔ والدہ ہندہ کی مسلوب الحواس ہے۔ اس کے چچا نے بغیر اجازت بھائی حقیقی بالجبر ایک غیر محترم آدمی سے نکاح کر دیا تھا۔ جس کا حال قابل بیان نہیں ہے۔ زید نہایت آوارہ ہے اور صحبت زنانوں کی رکھتا ہے۔ جس وقت ہندہ کا نکاح ہوا تھا اس وقت عمر ہندہ کی تخمیناً گیارہ سال کی تھی۔ اس وقت بالغ نہ تھی اب بالغ ہے جس کو عرصہ تخمیناً چار سال کا ہو گیا۔ بھائی اس کا اس رشتہ سے ہرگز راضی نہیں ہے بلکہ ہندہ بھی سخت ناراض ہے اور کسی قسم کا آج تک لین دین نہیں ہوا اور زید اپنی رذالت سے باز نہیں آتا۔ ہندہ کا کسی قسم کا خبر گیراں نہیں۔ سخت دھوکا دیا ہے۔ جو شخص اتنے عرصے تک خبر گیراں نہ ہو اور دھوکا دہی کرے اور مجبور کرے۔ اس کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۱۸) اگر زید نے اول یہ بیان کیا تھا کہ میں خلاف شرع امور کا مرتکب نہیں ہوں اور چچا کو اس کی ان حرکات کا علم نہیں تھا تو اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ رجل زوج ابنته الصغیرة من رجل علی ظن انه صالح لا یشرب الخمر فوجده الاب شریبا مدمنا و کبرت الابنة فقالت لاارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوها یشرب الخمر و غلبة اهل بیته الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وهذه المسئلة بالاتفاق کذافی الذخیرة (هندیه(۱) ج ۱ ص ۳۱۰) اور اگر بھائی حقیقی اسی شہر میں یا ایسی جگہ موجود تھا کہ اس سے اجازت لی جا سکتی تھی اور پھر بھی چچا نے بغیر استیذان اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح بھائی کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر بھائی نے اطلاع نکاح ہونے پر ناراضی ظاہر کر دی تو نکاح باطل ہو گیا۔ وان زوج الصغیر او الصغیرة ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته (هندیه(۲) ج ۱ ص ۳۰۳) اور اگر بھائی نے اجازت دے دی یا خبر ہونے پر ناراضی ظاہر نہ کی ہو تو نکاح صحیح ہو گیا لیکن ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ لیکن فسخ نکاح کے لئے قضائے قاضی یعنی حکم حاکم مجاز کی ضرورت ہے۔ ولکن لهما ای لصغیر وصغیرة وملحق بهما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء (در مختار ج ۲ ص ۳۳۲)(۳)

لونڈی زادہ نے نسب غلط بتا کر سیدزادی سے نکاح کیا، کیا حکم ہے؟

(سوال) ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ناعلمی اور دھوکے سے اس صورت پر ہوا کہ اول زید نے اپنے آپ کو شریف النسب، ذی وقار، صاحب حشمت بیان کیا حالانکہ بعد نکاح معلوم ہوا کہ وہ ذی اقتدار، شریف النسب اور صاحب مقدرت نہ تھا بلکہ زید لونڈی زادہ تھا اور ہندہ سیدزادی شریف النسب تھی۔ وہ قوم مطلق نہ تھا۔ چونکہ کہنا اس نے پہلی

(۱) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الخامس ۱: ۲۹۱، ماجدیة
(۲) الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع ۱: ۲۸۵، ماجدیة
(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳: ۶۹، سعید

زیورات و نقرئی پر ملمع کرا کر سونے کا بیان کر کے چڑھایا۔ وقت شام کا تھا۔ دوسرے روز معلوم ہوا کہ اس نے دھوکہ فاش کیا۔ چنانچہ چند آدمی اس کے شاہد موجود ہیں۔ ہندہ اس وقت بالغ نہ تھی۔ عمر اس کی تخمیناً ۱۳ سال کی تھی۔ اب بالغ ہے۔ وہ اس عقد کو نہیں چاہتی۔ ہندہ کے باپ کو سخت دھوکہ ہوا۔ عرصہ تخمیناً دو ۲ سال کا ہوا کہ دلہن کی سب چیزیں اپنے قبضہ میں کر کے گھر سے باہر نکال دیا۔ جب سے وہ اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے۔ جوان عمر ہے نہ روٹی ہے نہ کپڑا ہے نہ خرچ بیماری وغیرہ۔ لڑکی کو امید نہیں کہ وہ نباہ کر سکے۔ اور بسبب آوارگی اور قوم کے ارذل ہونے کے ہندہ چاہتی ہے کہ علیحدگی کر دی جائے۔ از روئے شرع شریف کے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۹) چونکہ زید نے اول یہ بیان کیا تھا کہ میں محارم شرعیہ کا مرتکب نہیں ہوں اور بعد میں اس کے بیان کا خلاف ظاہر ہوا اس لئے یہ نکاح باطل ہے۔ رجل زوج ابنة الصغيرة من رجل ذكرانه لا يشرب المسكر فوجده شريبا مدمنا فبلغت الصغيرة وقالت لا ارضى قال الفقيه ابو جعفرؒ ان لم يكن ابو البنت يشرب المسكر و كان غالب اهل بيته الصلاح فالنكاح باطل لان والد الصغيرة لم يرض بعدم الكفاءة وانما زوجها منه على ظن انه كفؤ انتهى (خانیہ ۱ ص ۳۲۳ على هامش الهنديه)[1] اور اگر اس کی آوارگی سے قطع نظر کر لی جائے تاہم اس کا اپنے آپ کو شریف النسب ظاہر کرنا اور بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ باپ اور لڑکی دونوں کو خیار فسخ حاصل ہو۔ ولو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفؤ فحق الفسخ ثابت للكل وان كان كفوا فحق الفسخ لها دون الا ولياء (عالمگیری ۱ ج ۱ ص ۳۱۲)[2]

غلام زادہ نے دھوکہ دے کر سیدہ سے نکاح کیا، اس کے فسخ کی کیا صورت ہے؟

(سوال) ایک غلام زادہ نے دھوکہ دے کر سید کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ جب مسماۃ کو پتہ لگا تو وہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ رہی اور اس غلام کے گھر آنے سے انکاری ہے۔ کہتی ہے کہ میں اس کے گھر رہنا پسند نہیں کرتی۔ آیا سیدانی کا نکاح غلام زادہ سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۲۰) اگر شخص مذکور نے دھوکہ دے کر اپنے کو خلاف واقعہ کسی اعلیٰ نسب کا ظاہر کیا اور بعد میں وہ اس سے کمتر درجہ کا ظاہر ہوا تو اس صورت میں باپ اور لڑکی دونوں کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ وان كان ماظهر شرا مما ذكر وليس بكفؤ لها بما ظهر بان تزوج علوية على انه عربي فاذا هو عجمي كان لها حق الفسخ وان رضيت كان للاولياء حق الفسخ الخ (قاضی خان)[3]

حنفی لڑکی کا نکاح قادیانی سے جائز نہیں

(سوال) زید ایک سنی المذہب اور حنفی المشرب شخص ہے۔ اس کے ایک دختر نیک اختر ہے جو تا حال اپنے باپ کے مذہب پر ہے۔ اور ایک شخص بکر احمدی مذہب کا ہے اور نئے پیدا شدہ فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی رسول برحق مانتا ہے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام تسلیم کرتا ہے جن کا ذکر

(۱) الخانية على هامش الهندية ، كتاب النكاح ، فصل في الكفاءة ۱ / ۳۵۳ ، ماجدية

(۲) الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الخامس في الاكفاء ۱ / ۲۹۳ ، ماجدية

(۳) الخانية على هامش الهندية ، كتاب النكاح ، فصل في الكفاءة ۱ / ۳۵۳ ، ماجدية

احادیث میں ہے کہ قریب قیامت کے آسمان سے نازل ہوں گے۔ مگر قرآن مجید کو منزل من اللہ اور حضرت رسول مقبول ﷺ کو سچا رسول یقین کرتا اور اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے۔ باقاعدہ طور سے نماز پڑھتا اور اسلام کے دیگر تمام احکام کو بجالاتا ہے۔ اس کا کوئی نیا کلمہ بھی نہیں۔ بلکہ ان کا امام اپنے آپ کو نہایت سچا اور بڑا پکا مسلمان سمجھتا ہے اور لکھتا ہے کہ ۔

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

ایک دوسری جگہ ان کا امام بڑے زور شور سے لکھتا ہے کہ ۔

مومنوں پر کفر کا کرنا گمان ہے یہ کیا ایمان والوں کا نشاں۔ کیا یہی تعلیم فرقان ہے بھلا۔ کچھ تو آخر چاہئے خوف خدا ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین۔ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین۔ شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں۔ خاک راہ احمد مختار ہیں۔

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے۔ دے چکے دل اب تن خاکی رہا ہے۔ یہی خواہش کہ ہو یہ بھی فدا

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب۔ کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

اس کا ایک لڑکا ہے جو اپنے باپ ہی کے دین پر ہے اور فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شرع شریف کے بموجب اور قرآن مجید کے ماتحت ان ہر دو کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اور یہ رشتہ مناکحت شریعت محمدی کی رو سے جائز ہوگا یا نہیں ؟ نہایت ادب سے عرض ہے کہ جواب باصواب نہایت جلد مرحمت فرمائیں۔ ساتھ ہی گزارش ہے کہ ضرورت صرف اس قدر ہے کہ اس معاملے میں خدا اور رسول کیا فرماتے ہیں کسی کی ذاتی رائے درکار نہیں۔ براہ کرم قرآن و حدیث سے جو کچھ اس معاملے میں حق ہو خدا کو حاضر و ناظر جان کر وہی تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں۔ اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک روز ضرور ایسا آنے والا ہے جس دن سب کو خداوند کریم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی اور وہ دن بڑا سخت ہوگا اور موت سے خوف کھا کر کہ ایک روز مرنا یقینی ہے آپ فتویٰ دیں۔ حق بات کے کہنے میں کسی کا خوف یا ڈر یا مذہبی تعصب آپ کو نہ روکے ورنہ خوب سمجھئے کہ قیامت میں خداوند کریم کا غصہ سب سے زیادہ انہیں لوگوں پر نازل ہوگا جو دانستہ حق کو چھپائیں گے۔

(جواب ۳۲۱) اللھم ربنا الھمنا الصدق والسداد واتباعہ وجنبنا الکفر والا لحاد وورزقنا اجتنابہ لک الحمد حمد اتر تضیہ و الصلوۃ علی نبیک صلوۃ ترضیہ وعلی مقتفی اثارہ و صحبہ اجمعین اما بعدہ ۔ مستفتی کی نصیحت کہ حق بات صاف صاف ظاہر کردی جائے۔ بسر و چشم مقبول و منظور ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی باوجود اتباع قرآن و حدیث کے طویل و عریض دعوں کے قرآن و حدیث کے منکر محرف و مبدل ہیں۔ انبیاء کی توہین قرآن پاک کی توہین، رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی توہین علمائے مجتہدین پر سب و شتم ان کے کلام میں اس قدر ہے کہ آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے۔ اجماع کے وہ مخالف ہیں اور جو شخص کہ قرآن و حدیث کے احکام منصوصہ صریحہ کا خلاف کرے، انبیاء علیہم السلام کی توہین کرے، قرآن پاک کی اہانت کرے، قرآن مجید کے مضامین متفق علیہا کو بدل دے، اجماع کا خلاف کرے وہ یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا کتنا ہی لمبا چوڑا دعوی کرے۔

مرزا صاحب خود اپنی تصنیفات میں تمام مسلمانوں کو جو ان کے دعوں کو نہیں مانتے بلکہ منکر یا مستردد بھی ہیں کافر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مرزائیوں کے لئے ناجائز و حرام بتاتے ہیں۔ (دیکھو حاشیہ تحفہ گولڑویہ) ان کے جانشین خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب نے اخبار "فاروق" میں جو قادیان سے نکلتا ہے اپنا مضمون شائع کرلیا ہے۔

اس میں احمدیوں کو فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے قطعی حرام ہے کہ مرزا صاحب کے منکروں کے جنازے کی نماز پڑھو اور ان کے ساتھ مناکحت یعنی رشتے ناطے کرو۔

پھر تعجب ہے کہ مرزائی کس منہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کو باوجود اقرار قرآن و حدیث و توحید ور سالت کے کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ انہوں نے کروڑوں مسلمانوں کو جو توحید و رسالت و ضروریات اسلام کے معتقد و مقر ہیں اور ان میں ہزاروں لاکھوں علماء و مشائخ اور صوفیہ ہیں کیسے کافر بنادیا۔

اس سوال کے جواب کے لئے جو مستفتی نے دریافت کیا ہے مرزا محمود صاحب کا فتویٰ کافی ہے کہ کسی احمدی لڑکے کا غیر احمدی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا قطعی حرام ہے۔(۱) اور مرزائیوں پر اس فتوے کا تسلیم کرنا لازم ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنے تمام منکرین اور متر ددین کو کافر بتا چکے ہیں۔ واللہ اعلم

شیعوں کا فتحہ کھانا اور ان سے رشتہ کرنا کیسا ہے ؟

(سوال) شیعوں کے ہاتھ کا فتحہ اور ان کے ساتھ کھانا اور رشتہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ نیز سلام علیک کرنا اور جواب سلام دینا کیسا ہے ؟

(جواب ۳۲۲) رافضیوں کا وہ فرقہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ خدا یا اور کچھ اسی طرح جو شرعاً کفر ہو مانتا ہو ان کے ہاتھ کا فتحہ کھانا درست نہیں۔(۲) اور جو لوگ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلثہ پر صرف افضل مانتے ہوں ان کے ہاتھ کا فتحہ جائز ہے اور ان لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح کر لینا بھی جائز ہے۔(۳) مگر انہیں اپنی لڑکیاں نہیں دینی چاہییں۔(۴) بلا ضرورت ان سے سلام کرنا یا خلا ملا رکھنا بھی اچھا نہیں۔

قادیانی لڑکے کا نکاح حنفی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں

(سوال) زید فرقہ قادیان سے اور بکر حنفی ہے۔ زید کا لڑکا ہے اور بکر کی لڑکی ہے ان کا نکاح باہم شرعاً جائز اور درست ہے یا ناجائز ہے اور نکاح کرنے میں کوئی نقصان عائد ہو گا یا نہیں ؟

(جواب ۳۲۳) قادیانیوں کو اپنی لڑکی دینا یا ان کی لڑکی خود کرنا جائز نہیں۔(۵)

ایضاً

(سوال) مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق میں ہوں (ازالہ اوہام طبع اول ص ۶۷۳)۔

---

(۱) لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذلک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط ۔ (الهندیة کتاب النکاح، الباب الثالث ، القسم السابع، ۱ / ۲۸۲ ، ماجدیة)

(۲) ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة ، بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر ۔ (رد المحتار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات، ۳/ ۴۶، سعید)

(۳) یجوز مناکحة المعتزلة ، لانه لا تکفر احد من اهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۴۵، سعید)(۴) ففی الفتح ویجوز تزوج الکتابیات ، والاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتهم الا للضرورة ۔ (ردالمحتار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات، ۳/ ۴۵، سعید)(۵) لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة وکذلک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد ، کذا فی المبسوط (الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الثالث ، القسم السابع ، ۱/ ۲۸۲ ، ماجدیة) وحرم اعت محدثة والمجوسیة بالاجماع والوثنیة (البحر الرائق، کتاب النکاح فصل فی المحرمات ، ۳/ ۱۱۰ ، دار المعرفة بیروت)

(۲) مسیح موعود جن کے آنے کی خبر احادیث میں آئی ہے میں ہوں (ازالہ وہام طبع اول ص ۶۹۵-۶۹۶) (۳) میں مہدی مسعود اور بعض نبیوں سے افضل ہوں (معیار الاخیار ص ۱۱) (۴) ان قدمی علی منارة ختم علیه کل رفعة (خطبہ الہامیہ ص ۳۵)۔ (۵) لا تقیسونی باحدولا احد ابی (خطبہ الہامیہ ص ۱۹)۔ (۶) میں مسلمانوں کے لئے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۳) (۷) میں امام حسین سے افضل ہوں (دافع البلاء ص ۱۳)۔ (۸) وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدیٰ فالفرق اجلی واظهر۔ (اعجاز احمدی ص ۸۱) (۹) یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نانیاں زناکار تھیں (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵) (۱۰) یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)۔ (۱۱) یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے۔ اس کے پاس بجز دھوکہ کے اور کچھ نہ تھا (ازالہ اوہام ص ۳۲۲-۳۰۳) (۱۲) میں نبی ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے (حقیقۃ الوحی ص ۳۹)۔ (۱۳) مجھے الہام ہوا۔ یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا (معیار الاخیار ص ۱۱) (۱۴) میرا منکر کافر ہے (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳) (۱۵) میرے منکروں بلکہ متاملوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں (فتاویٰ احمدیہ جلد اول) (۱۶) مجھے خدا نے کہا۔ اسمع ولدی، اے میرے بیٹے سن! (البشریٰ ص ۴۹) (۱۷) لولا ك لما خلقت الا فلاك (حقیقۃ الوحی ص ۹۹)۔ (۱۸) میرا الہام ہے وما ینطق عن الهوی (اربعین ص ۳)۔ (۱۹) وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (حقیقۃ الوحی ص ۸۲)۔ (۲۰) انک لمن المرسلین۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۷)۔ (۲۱) اتانی ما لم یوت احداً من العلمین (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۷) (۲۲) اللہ معک یقوم اینما قمت (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۷)۔ (۲۳) مجھے حوض کوثر ملا ہے۔ انا اعطیناک الکوثر (ضمیمہ انجام آتھم ص ۸۵) (۲۴) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں۔ رایتنی فی المنام عین الله وتیقنت انی هو فخلقت السموات والارض (آئینہ کمالات مرزا ص ۵۶۵، ۵۶۴) (۲۵) میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں (فتاویٰ احمدیہ ص ۷)

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال میں مصدق ہو اس کے ساتھ مسلم غیر مصدق کا رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے یا نہیں اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۲٤) مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ اقوال جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں اکثر ان میں سے میرے دیکھے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ان کے بے شمار اقوال ایسے ہیں جو ایک مسلمان کو مرتد بنانے کے لئے کافی ہیں۔ پس خود مرزا صاحب اور جو شخص ان کا ان کلمات کفریہ میں مصدق ہو سب کافر ہیں۔ اور ان کے ساتھ اسلامی تعلقات مناکحت وغیرہ رکھنا حرام ہے۔ (۱) تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے جانشین تو اپنے مریدوں کو غیر مرزائی کا جنازہ پڑھنا بھی حرام بتائیں اور غیر احمدی انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ رشتے ناطے کریں۔ آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے۔

یہود و نصاریٰ (جو اپنے دین پر قائم ہوں) سے مسلمان کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(سوال) آج کل جو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ موجود ہیں ایسی حالت میں کہ وہ اپنے دین پر رہیں کسی مسیحی یا یہودی عورت سے مسلمان کو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) وحرم الخت معتدته ..... والمجوسیة بالا جماع والوثنیة (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۱۱۰، دار المعرفۃ بیروت)

(جواب ۳۲۵) اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو اس زمانے میں موجود ہیں دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ اپنے دین پر قائم اور انجیل و توریت کو آسمانی کتاب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واجب الاحترام پیغمبر یا خدا کا بیٹا یا خدا مانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقدس رسول سمجھتے ہیں ایسے یہود و نصاریٰ سے مسلمانوں کو مناکحت جائز ہے خواہ وہ اپنے دین ہی پر رہیں۔ کیونکہ کلام ربانی میں ان کے یہ عقائد مذکور ہیں (۱) اور باوجود ان عقائد کے ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ (۲)

دوسرے وہ کہ تعلیم یافتہ سائنس داں ہیں۔ نہ وہ خدا کے قائل نہ انجیل و توریت کے نہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام کی کسی عظمت و بزرگی کے معتقد۔ صرف رسمی اور آبائی طور پر عیسائی بنے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں سے مناکحت ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اہل کتاب نہیں ہیں۔ دہریہ ہیں۔ (۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ سنہری مسجد دہلی۔ الجواب صواب بندہ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔
الجواب صواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ مہر دارالافتاء۔

والدین کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں بالغہ کا نکاح

(سوال) ایک عورت بالغہ کے والدین ایک شریف اور اس کی ہم عمر قریشی رشتہ دار سے شادی کررہے ہوں مگر وہ عورت بد چلنی سے ایک اور رشتہ دار کے ساتھ نکل کھڑی ہو اور جاکر کہیں غیر رضامندی اور بغیر موجودگی والدین کے وہ نکاح کرالیں مگر والدین جاکر اس عورت کو واپس گھر لے آئیں۔ اس عورت کا خاوند ایک قریشی ذات کا مقدمہ چھیڑ دے۔ اس عورت کے والدین عدالت میں ایک بطلانی نکاح اپنے کفو سے عورت کی رضا پر پیش کریں جس پر عورت والدین کو مل جائے۔ اب والدین اس بطلانی خاوند کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرنا چاہیں اور پہلے شخص سے طلاق چاہیں وہ کسی صورت نہ دے اور وہ شخص اخلاق میں کمزور اور صوم و صلوٰۃ کا پابند نہ ہو۔ اب عورت کے والدین پانچ سال بعد ایک مفتی مولوی محمد عبدالعلیم صاحب ملتانی کو حالات عرض کریں اور وہ یہ فتویٰ دیں کہ بغیر رضا ولی یا والدین کے کوئی بالغہ یا نابالغہ عورت کہیں بھی نکاح کرے وہ باطل ہے۔ اس عورت کا نکاح مجوزہ آدمی سے پڑھ دیا جاوے۔ والدین نے اب وہ نکاح پڑھ دیا ہو تو کیا وہ نکاح درست ہے؟ المستفتی نمبر ۲۷۳۳ شاہ محمد صاحب چشتی مظفر آباد ضلع ملتان۔

(جواب ۳۲۶) پہلا نکاح جس شخص کے ساتھ عورت نے خود کیا تھا اگر وہ کفو تھا تو نکاح صحیح منعقد ہو گیا تھا اور بدون طلاق کے دوسرا نکاح درست نہیں ہوا۔ لیکن اگر وہ عورت کا کفو نہ تھا تو اس کی گنجائش ہے کہ پہلے نکاح کو باطل قرار دے کر دوسرا نکاح جائز سمجھا جائے۔ (۴)

---

(۱) وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ مسیح ابن اللہ۔ (التوبۃ ۳۰)
(۲) والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن۔ (المائدۃ ۵)
(۳) ورجحہ فی فتح القدیر بان القائل بذلک طائفتان من الیہود والنصاریٰ انقرضوا لاکلھم مع ان مطلق لفظ الشرک اذا ذکر فی لسان الشرع لا ینصرف الی اہل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ او طوائف لما عہد من ارادتہ بہ من عبد مع اللہ تعالیٰ غیرہ ممن لا یدعی اتباع نبی وکتاب الی آخر ماذکرہ۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ / ۴۵، سعید)
(۴) فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ، وما لا فلا، ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی۔ (رد المحتار، کتاب النکاح باب الولی، ۳ / ۵۶، سعید)
وفی المبسوط واذا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینہما، لانہا الحقت العار بالاولیاء۔ (المبسوط للسرخسی، باب الاکفاء ۵ / ۲۵، بیروت)

لاعلمی میں رافضی سے نکاح ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا بکر کے لڑکے کے ساتھ عقد کر دیا۔ بعد چار پانچ سال کے معلوم ہوا کہ بکر قوم رافضی ہے۔ اب زید اپنی لڑکی کو نہیں بھیجتا۔ کہتا ہے کہ لاعلمی میں نکاح کر دیا گیا اب نہیں بھیجوں گا۔ تو ہندہ جو مذہب حنفی رکھتی ہے اس کا نکاح رافضی کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۹۳ ابو محمد بڑودہ والے (ضلع بڑلی)

(جواب ۳۲۷) اگر لڑکے نے یا اس کے اولیاء نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا تھا اور در حقیقت شیعہ تھے۔ تو زید کو اور اس کی لڑکی کو حق ہے کہ اس دھوکہ دینے کی بنا پر اپنی لڑکی کے نکاح کو فسخ کرا لے۔(۱) اور اگر دھوکہ دینے کی نوبت نہیں آئی تو اگر خود لڑکا ایسے شیعوں میں سے ہے جو موجودہ قرآن مجید کو نہیں مانتے یا اس میں تحریف یا کمی زیادتی کے قائل ہیں یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افک کی صحت کے مؤید ہیں یا حضرت علی کو خدا مانتے ہیں یا کسی قسم کے کسی اور عقیدے کے قائل ہیں تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوا۔(۲) اور اگر وہ تبرائی غالی شیعوں میں سے ہیں تو بوجہ فسق اور عدم امکان موافقت کے وہ نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(سوال) زید ایک قادیانی عقائد کے باپ کا بیٹا ہے جس نے قادیانی عقائد میں پرورش پائی اور قادیانی رہا۔ اس کی والدہ حنفی العقیدہ ہے۔ زید کا نکاح بھی ایک حنفی العقیدہ لڑکی سے ہوا اور ایک ہزار روپیہ مہر مؤجل مقرر ہوا۔ اس کے بعد زید قادیانی لوگوں کی بعض حرکات سے اس قدر متنفر ہوا کہ وہ نہ صرف قادیانی مذہب سے بلکہ اسلام سے ہی بدظن ہو گیا اور آخر آریہ بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد مشرف بہ سلام ہوا اب بحمد اللہ وہ عقائد حقہ رکھتا ہے اور قادیانیت سے متنفر ہے مندرجہ بالا واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سسرال والوں نے بوجہ ارتداد اس کے نکاح کو فسخ شدہ قرار دے کر مہر کا مطالبہ کیا اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) حنفی لڑکی کا قادیانی سے نکاح ہوا تو مہر واجب ہو گیا یا نہیں؟
(۲) قادیانی اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو ہو جائے تو کیا یہ ارتداد عن الاسلام ہو گا؟
(۳) ہندو ہونے کے بعد زوجین نکاح کو برقرار رکھنا چاہیں تو تجدید نکاح ضروری ہے
(۴) تجدید نکاح کی صورت میں حلالہ ضروری نہیں۔
(۱) آیا ایک حنفی العقیدہ لڑکی کا نکاح ایک قادیانی شوہر سے شرعاً جائز ہے یا فاسد و باطل؟
(۲) اگر فاسد و باطل ہے تو آیا مہر پھر بھی واجب ہے؟ (تعلقات زناشوئی کئی سال تک جاری رہے)
(۳) یہ دیکھ کر کہ حضرات علماء نے قادیانی لوگوں کے ارتداد اور خارج عن الاسلام ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے آیا کسی قادیانی کا اپنے مذہب کو (خواہ وہ بزعم خود اس کو اسلام سمجھتا ہو) ترک کر کے آریہ ہو جانا ارتداد عن الاسلام ہے اور اس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟

---

(۱) ولو انتسب الزوج لها نسباً غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل ۔ (الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء ۱ / ۲۹۳، ماجدية)

(۲) وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة ۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات ۳ / ۴۶، سعيد) وفي البدائع: فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر ۔ (البدائع الصنائع، كتاب النكاح، باب شرط اسلام الرجل ۲ / ۲۷۱، سعيد)

مرزائی کہتا ہے اور مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی سمجھتا ہے اب اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۰۸ حکیم نبی بخش (ضلع جالندھر) ۱۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۴ھ م ۱۲ ستمبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۳۰) زید کے قادیانی ہو جانے سے اس کا نکاح فسخ ہو گیا۔ کیونکہ قادیانی ہونے سے وہ مرتد ہو گیا اور ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ عورت بذریعہ کسی مسلمان حاکم کے اس سے علیحدگی اور تفریق کا فیصلہ حاصل کر سکتی ہے۔(۱)

فقط محمد کفایت اللہ

تفضیلی شیعہ سے سنی لڑکی کا نکاح کیسا ہے ؟

(سوال) ایک شیعہ لڑکا سنی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہ شیعہ تفضیلی ہے یعنی حضرت علیؓ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ لڑکی کے رشتہ دار صرف اس وجہ سے یہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ یہ عورت خراب ہے یا ہونے کا خطرہ ہے روزی حاصل ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ شیعہ آدمی کے نکاح میں دے دیں۔ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۶۴ میں ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین او یلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم الله وجهه علی ابی بکر الصدیق لا یکون کافرا الا انه هو مبتدع۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنی لڑکی کا ان کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۱۳۴۰ ماما محمد اسحاق (لاہور) ۲۹ جمادی الثانی سن ۱۳۵۴ھ

(جواب ۳۳۱) شیعہ اگر حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی بات کفر کی شیعیت کی نہیں ہے تو یہ کافر نہیں ہے اور ایسے شیعہ کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر شیعہ غلطی وحی یا الوہیت علیؓ یا افک صدیقہ کا قائل ہو یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو یا صحبت صدیق کا منکر ہو تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا(۲) اور چونکہ شیعوں میں تقیہ کا مسئلہ شائع اور معمول ہے اس لئے یہ بہت معلوم کرنا مشکل ہے کہ فلاں شیعہ قسم اول میں سے ہے یا قسم دوم میں سے اس لئے لازم ہے کہ شیعوں کے ساتھ مناکحت کا تعلق نہ رکھا جائے شیعہ لڑکی کے ساتھ سنی مرد کا نکاح درست ہے(۳) لیکن یہ تعلق پیدا کرنا بعض حالات میں مضر ہوتا ہے اس لئے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نصرانی عورت سے نکاح

(سوال) ایک مسلم مرد اگر کسی اہل کتاب یہودی یا نصاری عورت سے عقد کرلے تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر ایک مرد

---

(۱) شوہر کے مرتد ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں البتہ قانونی دشواری سے بچنے کے لئے حاکم کی اجازت حاصل کر لینا بہتر ہے جیسا کہ سوال نمبر ۳۳۲ کے تحت آ رہا ہے۔ وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار) ای بلا توقف علی قضاء القاضی (رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ۳/۱۹۳، ط سعید)

(۲) ویکفر من اراد بغض النبی صلی الله علیه وسلم وبقذف عائشة رضی الله عنها من نسائه فقط وبانکاره صحبة ابی بکر رضی الله تعالی عنه بخلاف غیره وبانکاره امامة ابی بکر رضی الله عنه علی الاصح کانکاره خلافة عمر رضی الله عنه علی الاصح (البحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ۵/۱۳۱، دار المعرفة بیروت)

(۳) جب ایسے ضروریات دین کا منکر نہ ہو وفی الهدایة ویجوز تزویج الکتابیات (الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۲/۳۱۰، شرکت علمیہ) لیکن اگر ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو تو سنی کا نکاح جائز نہیں۔ وبهذا ظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۶، ط سعید)

(۴) والاولی انه لا یتزوج کتابیة ولا یاکل ذبیحتهم الا للضرورة (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۱۱۱، دار المعرفة)

اسلامیت پر اور عورت نصرانیت پر قائم رہے فقط

المستفتی نمبر ۸۰۵ اے۔ آر۔ جان (بمبئی) ۷ ذی الحجہ سن ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۲) ہاں مسلمان کے لئے کتابیہ عورت یعنی یہودی یا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔(۱) کتابیہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکتی ہے مگر بچے مسلمان ہوں گے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سنی لڑکی کا نکاح قادیانی سے ہوا، کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک شخص کا باپ احمدی ہے اور وہ خود بھی احمدی ہے۔ اس شخص کی شادی ایک اہل سنت والجماعت لڑکی سے ہوئی ہے۔ شادی ہونے سے پہلے اس شخص کے احمدی خیالات پوشیدہ تھے۔ شادی ہونے کے بعد اس نے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اس کا باپ اپنی حمایت میں چھوڑتا ہے مگر وہ شخص توبہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور علمائے دین کے فتوے کو بھی ماننے کے لئے تیار ہے مگر اپنی زبان سے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا ہے۔ اب اگر وہ اپنا قادیانی عقیدہ چھوڑ کر دائرہ اسلام میں آتا ہے اور اپنی زبان سے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا اس کو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں اور اس کے ساتھ رشتہ داری رکھی جائے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۸۲۳ عبدالظہور خان (ریاست جنید) ۲۲ ذی الحجہ سن ۱۳۵۴ھ

(جواب ۳۳۳) قادیانی کا نکاح اہل سنت والجماعت لڑکی سے درست نہیں ہوتا۔ اگر ایسا نکاح ہو گیا ہے تو وہ ناجائز و باطل ہے۔(۳) اب اگر خاوند قادیانی مذہب اور اس کے عقائد سے تائب ہو کر مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کرے اور مرزا غلام احمد کو کاذب اور ضال و مضل سمجھنے لگے تو جب بھی از سر نو نکاح کی تجدید کرنی ہوگی۔ مرزا صاحب کو اپنی زبان سے کافر کہے تو بہ کے طور پر اقرار کرنا لازم ہوگا کہ جو علماء مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ اس کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے عقائد کو مانے اور ان کے اعمال میں شریک رہے تو دوبارہ نکاح کر دیا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

غیر مقلدوں کا ذبیحہ کھانا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے بیاہ کرنا کیسا ہے؟

(سوال) غیر مقلد جو وہاں اہل حدیث کے نام سے مشہور ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ احناف کو کھانا جائز ہے یا نہیں اور غیر مقلدوں کے پیچھے احناف نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور ان سے شادی بیاہ لین دین جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۸۵۶ قاضی حکیم محمد نور الحق (جامراج نگر) ۲۱ محرم سن ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۴) اہل حدیث غیر مقلدوں کا ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے۔(۴) ان کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے۔(۵) ان سے بیاہ شادی لین دین سب جائز ہے۔(۶) ہاں اگر حنفی کسی اختلاف یا جھگڑے کے خیال سے رشتہ ناتہ نہ

---

(۱) وصح نکاح کتابیۃ مؤمنۃ بنبی مقرۃ بکتاب منزل (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۴۵، سعید)

(۲) والولد یتبع خیر الابوین دیناً (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر ۱/۳۶۹، ماجدیۃ)

(۳) ولا یجوز تزوج المسلمۃ من مشرک ولا کتابی (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السابع ۱/۲۸۲، ماجدیہ)

(۴) واما شرائط الذکاۃ فانواع، ومنہا ان یکون مسلما (الہندیۃ، کتاب الذبائح، الباب الاول ۵/۲۸۵، ماجدیۃ)

(۵) غیر مقلد امام اگر اس امر کی رعایت کرتا ہے کہ وہ ایسا فعل نہ کرے جس سے حنفی کی نماز فاسد یا مکروہ ہو اور وہ متعصب نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، کتب فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے کما فی الدر: ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ، او عدمہا لم یصح وان شک کرہ (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ ۱/۵۶۳، سعید)

(۶) ومنہا الاسلام فی نکاح المسلم والمسلمۃ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل ومنہا الاسلام ۲/۲۵۳، سعید)

کریں تو انہیں اختیار ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

غیر کفو کے ایک شخص نے لڑکی کو اغواء کر کے اس سے نکاح کر لیا، یہ فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال) ایک بالغہ عورت جو اعوان قوم سے ہے جو اپنے آپ کو قریشی سمجھتے ہیں اس کو ایک غیر کفو کا آدمی جو اعوان قریشی نہیں اور نہ ان سے اعلیٰ نسب کا ہے اغوا کر کے لے گیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر درست ہے تو اس کو فسخ کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا مسلمانوں کی پنچایت اس کو فسخ کر سکتی ہے؟ یا حاکم مجاز کی ضرورت ہے؟ اگر پنچایت نکاح فسخ کر دے لیکن اس عورت کو مرد سے واپس لینے پر قادر نہ ہو اور وہ مرد اس سے وطی کرے تو وہ حلال ہوئی یا حرام؟

المستفتی نمبر ۱۱۰۱ نور محمد صاحب (ضلع گوجرانوالہ) یکم ربیع الثانی سن ۱۳۵۵ھ م ۲۲ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۵) اعوان کا اپنے آپ کو قریشی سمجھنا قریشی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کا ثبوت ضروری ہے کہ اعوان قریشی ہیں۔ پھر دوسرے شخص نے جو اعوان میں سے نہیں ہے۔ اگر اعوان عورت سے بدون اجازت اولیا کے نکاح کر لیا اور عورت بالغہ تھی تو نکاح ظاہر روایت کی بنا پر منعقد ہو گیا۔(۱) پھر اگر یہ شخص عورت کے خاندان سے اس قدر کم درجے کا ہو کہ عام طور پر ان میں مناکحت نہ ہوتی ہو اور عار سمجھی جاتی ہو تو اولیائے عورت کو اعتراض کا حق ہے۔ وہ نکاح کو بذریعہ حاکم مجاز کے یا ایسی پنچایت کے جس کے فیصلے اس بارے میں عام طور پر مقبول و نافذ ہوتے ہوں فسخ کرا سکتے ہیں۔(۲) اگر ایسی پنچایت موجود نہ ہو تو انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا۔ اس فیصلہ فسخ کے بعد اگر خاوند عورت کو علیحدہ نہ رکھے تو حرام کا مرتکب ہوگا۔ فیصلہ فسخ سے پہلے وہ زنا کا مرتکب نہیں ہے۔ متاخرین کا فتویٰ کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا معلل بعلت فساد زمان ہے۔(۳) جو خود بتاتا ہے کہ وہ ایک زجر و انتظام کا فتویٰ ہے۔ ندیہ کہ حلت و حرمت کی بنیاد اس پر قائم کی جا سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خلفاء ثلاثہ کو کافر کہنے والے شیعہ سے نکاح جائز نہیں

(سوال) زید کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ یہ تمام کافر تھے۔ نعوذ باللہ اور منافق تھے اور اس کا عقیدہ تمام اہل شیعہ کا ہے۔ اس کے ساتھ اہل سنت عورت کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کی لڑکی بالغہ ہو یا غیر بالغ؟

المستفتی نمبر ۱۰۸۵ قاضی اللہ بخش صاحب (ملتان) ۱۰ جمادی الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۶) جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔(۴) ہاں اس کی لڑکی سے سنی

---

(۱) فینفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/ ۵۵ ط سعید)

(۲) وله ای للولی اذا کان عصبة الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخه القاضی (ایضاً)

(۳) ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوی لفساد الزمان (ایضاً)

(۴) وبهذا ظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة ... او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۶ ط سعید)

مرد نکاح کر سکتا ہے۔(۱) لیکن ایسے غالی شیعوں کے ساتھ تعلقات مناکحت رکھنا مصلحت نہیں ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اپنے کو اہل سنت کہنے والے نے اگر شیعہ سے شادی کی ہو تو اس کی اولاد سے نکاح کیسا ہے؟

(سوال) زید کے دادا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ میں اہلسنت والجماعت ہوں۔ مگر انہوں نے اپنا نکاح ایک عورت شیعہ یعنی عورت رافضی سے کیا ہوا ہے اور اس رافضی عورت سے چار بچے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی لڑکیوں کی شادیاں بھی شیعہ لوگوں میں کر رکھی ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں سنت جماعت ہوں۔ حالانکہ اس نے اپنی شادی بھی ایک عورت شیعہ سے کر رکھی ہے اور رہنا جانا خط و کتابت سب کا اسی طرح ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ زید کہتا ہے کہ میں اہلسنت والجماعت ہوں۔ اور ایک سنت جماعت حنفی المذہب کے ہاں رقعہ اپنی شادی کا بھیجا ہے اور شادی سنت جماعت میں کرنی چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں اس لڑکے سے سنت جماعت کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ جو اولاد رافضی کے تخم سے پیدا ہوئی اور دین پرورش پائی وہ کون ہوئی۔ رافضی ہوئی یا اہلسنت والجماعت ہوئی۔ شیعہ لوگوں میں جھوٹ بولنا جائز کر رکھا ہے۔ اپنی مطلب براری کے واسطے جس کو وہ لوگ تقیہ کہتے ہیں۔ کیا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۳۵۳ محمد دین صاحب دہلوی۔ ۲۸ ذی قعدہ سن ۱۳۵۵ھ م ۱۱ فروری سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۷) شیعوں کے بہت فرقے ہیں۔ بعض فرقے کافر ہیں۔ مثلاً جو حضرت علیؓ کی الوہیت یا حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں یا غلطی وحی یا قذف عائشہ صدیقہؓ یا قرآن مجید میں کمی زیادتی کے قائل ہیں۔ ایسے شیعوں کے ساتھ رشتہ کرنا ناجائز ہے اور جو لوگ کہ حد کفر تک نہیں پہنچتے ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔(۳) یہ صحیح ہے کہ شیعوں کے یہاں تقیہ کا مسئلہ ہے اور اس بناء پر ان کے خیالات اور عقائد کا پتہ لگنا مشکل ہے۔ اور جو شخص اس بات سے واقف ہے وہ شیعوں میں رشتہ قائم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رشتہ کے بعد معلوم ہوا کہ اپنے کو سنی کہنے والا غالی شیعہ ہے، کیا کیا جائے؟

(سوال) ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے ایک شخص سے کیا جو شیعہ تھا اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ میں سنی ہو گیا ہوں۔ اس کے اس کہنے پر کہ میں سنی ہو گیا ہوں ہندہ کے والد نے نکاح کر دیا۔ لیکن ہندہ ابھی رخصت بھی نہ ہونے پائی تھی کہ معلوم ہوا وہ شخص سنی نہیں ہوا بلکہ شیعہ ہی ہے اور سخت قسم کے شیعہ ہیں۔ اب جبکہ لڑکی بالغ ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کے یہاں جانے سے اس بناء پر انکار کیا کہ وہ شیعہ ہیں اور اختلاف مذہب رکھتے ہیں۔ نیز ایسی حالت میں کہ جب کہ وہ لوگ قرآن شریف کے پندرہ پاروں کو مانتے ہیں اور پندرہ سپاروں کو نہیں مانتے اور شیعہ بھی سخت قسم کے ہیں۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح شیعہ کے ساتھ ہوا کہ نہیں۔ اگر ہو گیا تو اب چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

(۱) اکثر شیعہ زمانہ حال کے جو تفضیلیہ ہیں ... ان سے نکاح جائز ہے۔ تجوز مناکحة المعتزلة لانا لا نکفر احدا من اهل السنة وان وقع الزاما في المباحث (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۱۰۵ ط سعید) ... وفي الرد: بخلاف من ادعى ان عليا اله وان جبريل غلط لان ذلك ليس عن شبهة واستفراغ وسع في الاجتهاد بل محض هوى ... وكذا يكفر قاذف عائشة ومنكر صحبة ابيها لان ذلك تكذيب صريح القرآن (رد المحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد ۴/ ۲۳۷ ط سعید)
(۲) یجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم الا لضرورة (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۵ ط سعید)
(۳) وفي النهر تجوز مناكحة المعتزلة لانا لا نكفر احدا من اهل القبلة (ایضاً)

المستفتی نمبر ۱۵۴۴ عبداللہ خاں (ضلع میانوالی) ۱۸ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۲۸ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۸) اگر یہ صحیح ہے کہ وہ شخص قرآن مجید کے پندرہ پاروں کو کلام الٰہی نہیں مانتا تو ایسے شخص کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح درست ہی نہیں ہوا(۱) اور اس کو حق ہے کہ وہ بغیر طلاق حاصل کئے دوسرا نکاح کرے۔ ہاں قانونی مواخذہ سے محفوظ رہنے کے لئے حاکم سے اجازت حاصل کر لینا لازم ہے اور اگر وہ اس بات سے انکار کرے یعنی یہ کہ میں سارا قرآن کلام خدا سمجھتا ہوں جب بھی لڑکی کو حق ہے کہ وہ اختلاف مذہب اور دھوکہ (۲) ہونے کی وجہ سے اپنا نکاح فسخ کرالے کیونکہ سنی عورت اور غالی شیعہ کے درمیان نباہ نہیں ہو سکتا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

ماں نے بالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا بعد میں پتہ چلا کہ شوہر شیعہ ہے، فسخ کی کوئی صورت ہے؟

(سوال) ایک عورت بالغہ ہے اس کی ماں نے اس عورت کا نکاح باوجود باپ کے ہوتے ہوئے بلا اس کا ذکر کئے ہوئے کہ خاوند کس مذہب کا ہے قاضی سے پڑھوا دیا۔ اس نکاح کے ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ خاوند شیعہ مذہب کا ہے اور سب شیخین کرتا ہے عورت نے انکار کر دیا ہے اور کسی طرح بھی رضامند نہیں ہے اور باپ بھی عورت منکوحہ کے ساتھ ہے۔ موجودہ صورت میں نکاح قائم رہے گا یا فسخ ہو گا۔

المستفتی نمبر ۱۵۸۸ محمد احمد صاحب (علی گڑھ) ۳ جمادی الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۹) ماں کو بالغہ لڑکی کا نکاح کر دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔(۴) اور اگر بالغہ لڑکی کو اس کے ہونے والے خاوند کے مذہب سے ناواقف رکھا گیا اور اس سے اذن حاصل کر لیا گیا تو یہ نکاح بھی لڑکی کے انکار کر دینے پر واجب الفسخ ہے۔(۵) بذریعہ عدالت فسخ کرا لینا چاہئے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شیعہ سنی کا آپس میں نکاح

(سوال) شیعہ لڑکی کا نکاح اہل سنت مرد سے اور سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۲۴۰) شیعہ لڑکی کا نکاح اہل سنت مرد سے جائز ہے۔ اگرچہ مناسب اور بہتر نہیں ہے۔(۱) سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي ... فهو كافر لمخالفته القواطع من الدين بالضرورة۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۴۶، سعید)

(۲) ولو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه فلها الفسخ ثابت للكل۔ (الهندیہ، کتاب النکاح، الباب الخامس، ۱/ ۲۹۳، ماجدیہ)

(۳) ومنها الاسلام اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح المومنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل ومنها الاسلام، ۲/ ۲۷۱، سعید)

(۴) ولا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح۔ (الهدایہ، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء والاکفاء، ۲/ ۳۱۴، شرکۃ علمیۃ)

(۵) واجب الفسخ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا

وفي الهندية الوكيل بالنكاح من قبل المرأة اذا زوجها ممن ليس بكفء لها ، قال بعضهم لا يصح على قول الكل وهو الصحيح۔ (الهندیہ، کتاب النکاح، الباب السادس، ۱/ ۲۹۵، ماجدیہ) (نوٹ) حاشیہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ اگلے صفحہ کے حاشیہ نمبر ۱-۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

سنی لڑکی کا مرزائی سے نکاح جائز نہیں

(سوال) ایک شخص مسلمان اہل سنت والجماعت نے اپنی لڑکی مسلمان اہل سنت کا عقد ایک مرزائی قادیانی کے مرزائی لڑکے کے ساتھ دیدہ و دانستہ باوجود منع کرنے ایک عالم کے کر دیا۔ برادری کے تمام لوگ مرد و زن اس شادی میں شریک ہوئے اور عقد پڑھایا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عقد نکاح جائز ہے اور نکاح ہو گیا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۷۶ مولوی محبوب عالم صاحب (بھٹنڈہ) ۲ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۲ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۱) حنفی سنی لڑکی کا نکاح مرزائی مرد کے ساتھ جائز نہیں۔(۱) نکاح کرنے والے اور شریک ہونے والے سب گنہگار ہوئے۔ اس نکاح کی تفریق کرانی لازم ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

باپ نے نابالغہ قریشیہ کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا بعد میں پتہ چلا کہ شوہر قریشی نہیں، کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا ایک دوسرے گاؤں کے باشندے عمرو کے نابالغ لڑکے سے بلا ایت عمرو نکاح کر دیا۔ زید کا نسبی تعلق قریشی خاندان سے ہے۔ بعد میں زید کو جب یقینی طور پر ثابت ہوا کہ عمرو قوم میراثی سے ہے تو اس نے لڑکی دینے سے انکار کر دیا۔ اب لڑکی اور لڑکا دونوں بالغ ہیں۔ لڑکے اور لڑکے کے باپ کی طرف سے اصرار ہے اور لڑکی اور اس کے والدین کی طرف سے برابر انکار ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۴۳ سید الطیف صاحب۔ چکوال (جہلم) ۱۳ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۲) اگر لڑکے والوں نے اپنا نسب قریشی بتایا تھا اور بعد میں ظاہر ہو کہ وہ قریشی نہیں ہیں یعنی ان کا سلسلہ نسب قبیلہ قریش کے کسی خاندان تک نہیں پہنچتا تو اس صورت میں لڑکی اور اس کے اولیاء کو حق ہے کہ اس نکاح کو فسخ کرالیں کیونکہ لڑکے والوں کی طرف سے دھوکہ دیا گیا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شیعہ کا نکاح مسلمان ہونے کے بعد سنی لڑکی سے درست ہے

(سوال) (۱) زید مذہباً شیعہ تھا اور ہندہ جو اس کی بیچا زاد ہے وہ مذہب اہل سنت ہے اور زید نے مذہب شیعہ سے روبرو گواہان کے توبہ کر لی ہے۔ اور رشتہ دار اس کے جو شیعہ تھے انہوں نے بھی توبہ کر لی ہے اور کلمہ کی تجدید بھی کرالی ہے اور زید کو قرآن سر پر اٹھا کر حلف کو کہا گیا ہے جس نے منظور کر لیا ہے۔ بعد کو صرف حلف منظور کرنے اور آئندہ

---

(۱) اس سے وہ شیعہ لڑکی مراد ہے جو ضروریات دین کی منکر نہ ہو۔ کما فی البحر وفی النھر: تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لانکفر احداً من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۵، سعید) جو شیعہ عورت ضروریات دین میں سے کسی چیز کی منکر ہو اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ وبھذا ظھر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی، او ان جبریل غلط فی الوحی، او کان ینکر صحبۃ الصدیق، او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفتہ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۶، سعید)

(۲) وفی الفتح: ویجوز تزوج الکتابیات، والاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۵، سعید)

(۳) اس لئے کہ قادیانی کافر ہے۔ دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع (شرح فقہ الاکبر ص ۲۰۲) اور کافر سے مسلمات کا نکاح جائز نہیں۔ وفی البدائع: اذا کانت المرأۃ مسلمۃ فلا یجوز انکاح المؤمنۃ الکافر (البدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل واما شرائط الجواز، ۲/۲۷۱، سعید)

(۴) وان نسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ، فان ظھر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الخامس، ۱/۲۹۳، ماجدیہ)

ہوجانے پر اعتبار اور یقین کر لیا ہے اور اس مجلس میں زید کے توبہ کرنے کے متعلق اور تجدید کرانے کے متعلق دعا کے خیر اس نے مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مذہب اہل سنت والجماعت پر مستقیم رکھے بعد توبہ وغیرہ کے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ رو برو دو گواہان جو کہ پہلے شیعہ تھے بعد کو سنت والجماعۃ ہوئے ہوں کہ زید کے رشتہ دار تھے مطابق شرع شریف کے کیا گیا۔ کیا نکاح زید کا ہندہ سے درست ہے یا نہیں ؟

ایک مولوی صاحب عدم اعتماد کی وجہ سے مذکورہ نکاح کو صحیح نہیں کہتے، کیا حکم ہے؟

(۲) صورت مذکورہ میں بعد نکاح ہو جانے کے ایک مولوی قادیان والے نے شور مچایا کہ نکاح زید و ہندہ کا نہیں ہوا۔ کیونکہ زید شیعہ ہے اور گواہ بھی شیعہ ہیں۔ پھر اس مولوی صاحب کو کہا گیا کہ انہوں نے شیعیت سے توبہ کر لی ہے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ اگر توبہ کرتے ہیں تو میرے سامنے حلف اٹھاؤ پھر زید نے اس کے سامنے حلف اٹھائی۔ اس مولوی نے زید کی قسم پر اور توبہ پر اعتبار نہیں کیا۔ المستفتی نمبر ۲۱۰۲ مولوی مولا بخش (ملتان) ۸ شوال سن ۱۳۵۶ھ

(جواب ۳۴۳) (۱) اگر زید نے فی الحقیقت شیعہ مذہب سے توبہ کر لی ہے اور مذہب اہل سنت والجماعۃ قبول کر لیا تو اس کا نکاح ہندہ سنیہ سے درست ہو گیا اور اگر تعدا خواستہ بعد میں وہ پھر شیعہ ظاہر ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔(۱)

(۲) اگر ان لوگوں نے حلف کر کے توبہ کر لی ہے تو ان کا اعتبار کر لینا جائز تھا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسلمانوں کے باہمی رشتہ میں رخنہ ڈالنے والے گناہگار ہیں

(سوال) میں پہلے غیر قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن عرصہ ۳۵ سال کا ہوا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اب تک اسلام کی خدمت کرتا چلا آیا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوں اور میری بیوی بھی ایک مسلمان صاحب ایمان اللہ بخش کی لڑکی ہے جو صوم و صلوٰۃ کی پابند ہے۔ میرا ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی ہے جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہے اور قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ میں اپنے لڑکے کی شادی ایک جگہ کرنا چاہتا ہوں اور لڑکی والے بھی بالکل تیار ہیں لیکن ان کے کچھ رشتہ دار کچھ ایسے جاہل ہیں جو ان کو ورغلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ نو مسلم ہے ان کو لڑکی نہیں دینی چاہئے تو ایسے لوگ جو اس نیک کام میں رخنہ ڈالیں ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۰۸ شیخ عبدالرحمن صاحب (ڈیرہ دون) ۸ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۱۲ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۴) نو مسلم جو نیک صالح اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں ان کو لڑکی دینا جائز اور باعث موجب اجر و ثواب ہے۔ جو لوگ کہ اس نیک کام میں رخنہ اندازی کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مقلد کا نکاح غیر مقلد کے ساتھ جائز ہے

(سوال) مقلد کا نکاح غیر مقلد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں اور نیز غیر مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں۔ معروض یہ

(۱) اور شیعہ بھی وہ جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو یعنی جس صورت میں نکاح اور تو فسخ ہو جائے گا۔ وارتداد احدهما ای الزوجين فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار) وفي الرد بلا قضاء ای بلا توقف علی قضاء القاضی۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر ۳/ ۱۹۳ ط سعید) (۲) واسلامه ان یاتی بکلمة الشهادة ويتبرأ عن الاديان كلها سوى الاسلام وان تبرأ عما انتقل اليه كفى له کذا في المحیط (ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین ۲/ ۲۵۳ ط ماجدیہ) (۳) فمن له ادب وحد فی الاسلام او الحرية كعدل ليس له ذلك قال في فتح القدير والحق ابو يوسف الواحد بالمثنی كما هو مذهبه في التعريف اى في الشهادات والدعوى۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءة ۳/ ۸۹ ط سعید)

والدہ کی حرام کاری اور عفت و عصمت فروشی میں ایک طویل عرصے تک اپنے والدین کا ممد و معاون رہا اور خود بھی وہی حرام کی کمائی کھاتا رہا۔ زید چونکہ نہایت شریف اور نجیب الطرفین خاندان کا فرد ہے اس کی دختر نیک اختر اپنی خاندانی روایات سے متاثر ہو کر بکر کے گھر جانے کے لئے مطلق رضامند نہیں ہے۔ اس کا یہ ظن غالب ہے کہ جس شخص نے دیدہ و دانستہ باصحت نفس و ثبات عقل جب اپنی حقیقی والدہ کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیا تو وہ اپنی بیوی کو بھی یقیناً حرام کاری پر مجبور کرے گا اور اس کی آمدنی سے اپنا دوزخ شکم پر کرے گا۔ لہذا موجب حکم شرع شریف کے ان واقعات و حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے زید کی دختر کو بکر کے ساتھ رخصت کرنا جائز ہو گا یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۲۵۱۵ شیخ عبد الحمید صاحب (دہلی) ۱۸ جمادی الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۶ جولائی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۴۷) اگر کوئی شخص نشہ کی حالت میں اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے یہ سمجھ کر کہ زوج صالح ہے بعد میں ثابت ہو کہ زوج فاسق ہے اور لڑکی بالغ ہو کر اس نکاح سے ناراضی ظاہر کرے تو یہ نکاح فسخ کرایا جا سکتا ہے۔

رجل زوج بنته الصغيرة من رجل على ظن انه صالح لا يشرب الخمر فوجده الاب شريبا مدمنا وكبرت الابنة فقالت لا ارضى بالنكاح ان لم يعرف ابوها بشرب الخمر وغلبة اهل بيته الصالحون فالنكاح باطل اى يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق (کذا فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۲۱۰) پس صورت مسئولہ میں لڑکی اور اس کے اولیاء اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں کیونکہ عدم کفاءت کی بنا پر جو تفریق کرائی جائے اس کے لئے قضا شرط ہے۔ ولا يكون التفريق بذلك اى بعدم الكفاءة الا عند القاضي اما بدون فسخ القاضي فلا ينفسخ النكاح بينهما عالمگیریہ (۱) فقط وهذا معنى قوله اى يبطل فى العبارة المقدمة اى يبطل بفسخ القاضي۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سیدہ کا نکاح مغل پٹھان سے

(سوال) آیا سیدزادی غیر سید سے منسوب ہو سکتی ہے یعنی شیخ مغل پٹھان سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۵۷۷ احسان علی بخاری (لاہور) ۷ صفر سن ۱۳۵۹ھ م ۱۷ مارچ سن ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۴۸) سیدزادی نسباً قریش کے قبیلہ سے ہے اور قریش باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں اس لئے سیدزادی کا نکاح صدیقیوں، فاروقیوں، عثمانیوں، عباسیوں اور زبیریوں جعفریوں اور دیگر قبائل قریش کی طرف منسوب ہونے والوں کے افراد سے ہو سکتا ہے۔ قریش کے علاوہ کسی دوسرے عربی یا عجمی مسلمان سے اگر خود عورت (سیدزادی) اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو ہو سکتا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نومسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان سے جائز ہے

(سوال) محمد دین کو شرح اللہ صدرہ اسلام قبول کئے ہوئے ۳۳ سال ہوئے۔ اس مدت میں محمد دین کے دو لڑکے ہوئے جن کی عمر ۱۶ ۱۴ سال کی ہے۔ ان کی شادی کے لئے مسلمانوں میں پیدائشی مسلمان ہونے کے دعویدار [illegible]

(۱) الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الاكفاء، ۱ / ۲۹۱، ماجدية
(۲) ايضاً
(۳) وان زوجها من غير كفو فعند ابي حنيفة رحمه الله تعالى يجوز لان الاب كامل الشفقة وفور الرأي، فالظاهر انه تأمل غاية التأمل [illegible] (الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الاكفاء، ۱ / ۲۹۱، ماجدية)

حضرات جن کو اپنی علمیت دینی کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ نو مسلم کی اولاد کا نو مسلم کی اولاد سے ہی رشتہ ہونا چاہئے۔
چنانچہ اس فتویٰ سے شادی کا انعدام ہو گیا۔

المستفتی نمبر ۲۵۸۲ عبدالرحمن مدرس مدرسہ عثمانیہ
(حیدرآباد دکن) ۲۲ صفر سن ۱۳۵۹ھ م یکم اپریل سن ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۴۹) نو مسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان کی اولاد سے ہو سکتی ہے۔(۱) یہ بات نہیں ہے نو مسلم کی اولاد کی شادی نو مسلم کی اولاد کے ساتھ ہو۔ جو مسلمان یہ کہتا ہے کہ نو مسلم کی اولاد کی شادی نو مسلم کی اولاد سے ہونا چاہئے، وہ جاہل اور اسلامی احکام سے ناواقف ہے۔ شریعت مقدسہ اسلام نے ہر مسلمان کو خواہ وہ موروثی مسلمان ہو یا نو مسلم بھائی بھائی قرار دیا ہے۔(۲) اور مسلم اور نو مسلم ایک دوسرے سے مناکحت کا رشتہ کر سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جو مسلمان اپنے نو مسلم بھائی کو رشتہ دے گا وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہو گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قوم حجام کی لڑکی قصاب سے نکاح کر سکتی ہے

(سوال) ایک عورت ہندہ نے خلاف واقعہ باغوائے چند اشخاص جو بدنیتی سے اپنے کسی عزیز کے پاس عقد کرنا چاہتے ہیں اپنے شوہر پر مظالم و عدم ادائے حقوق زوجیت کا دعویٰ عدالت منصفی میں کر کے فسخ نکاح کی درخواست کی ہے جب کہ عورت اس دعوے میں بالکل خلاف واقع اور جھوٹ کہتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا حکم حاکم فسخ نکاح شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دوم در صورت فسخ نکاح اگر وہ عورت از قوم حجام ہو پھر وہ اپنا نکاح بلا مرضی اولیاء غیر کفو مثلاً قصاب سے کرے ایسی صورت میں اولیاء کو فسخ نکاح کا حق ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۶۳ چودھری عبدالعزیز صاحب امروہہ۔ مراد آباد ۲۴ صفر سن ۱۳۶۰ھ م ۲۳ مارچ سن ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۵۰) اگر عورت کا دعویٰ غلط اور خلاف واقع ہے تو شوہر کو لازم ہے کہ وہ حاکم پر وجوہات واضح کر دے اور عورت کے بیان کی غلطی ثابت کر دے تاکہ حاکم عورت کو ڈگری نہ دے لیکن اگر حاکم پر عورت کے بیان کی غلطی واضح نہیں ہوئی اور اس نے عورت کو سچی سمجھتے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا تو قضاءً یہ فسخ صحیح ہو گا۔(۳) مگر خدا کے نزدیک عورت اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور اغوا کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔ اور اگر فسخ کے بعد عورت عدت گذار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو نکاح بشرط کفاءت و مہر مثل صحیح ہو گا۔ پیشہ کے لحاظ سے کفاءت کا فقہاء نے گرچہ اعتبار کیا ہے مگر متقارب پیشوں کو باہم کفو بھی مانا ہے۔(۴) اور اس صورت میں عورت کے اولیاء عدم کفاءت کے عذر سے نکاح کو فسخ نہ کر سکیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) العجمي له اب واحد في الاسلام او الحرية كفوء لمن له آباء. قال في فتح القدير والحق ابو يوسف الواحد بالمثنى كما هو مذهبه في التعريف اي في الشهادات والدعوى. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة ۳/ ۸۷ - ۸۸، سعيد)
(۲) انما المؤمنون اخوة (الحجرات: ۱۰)
(۳) وينفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا وباطنا حيث كان المحل قابلا والقاضي غير عالم بزورهم في العقود كبيع ونكاح والفسوخ كاقالة وطلاق لقول علي رضي الله تعالى عنه للمرأة "شاهداك زوجاك" وقالا وزفر باطنا... ظاهرا فقط وعليه الفتوى. (الدر المختار) وفي الرد: ظاهرا فقط اي ينفذ ظاهرا لا باطنا، لان شهادة الزور حجة ظاهرا لا باطنا فينفذ القضاء كذلك، لان القضاء ينفذ بقدر الحجة. (رد المحتار، كتاب القضاء ۵/ ۴۰۵ سعيد)
(۴) ان الحرف متى تقاربت لا يعتبر التفاوت وتثبت الكفاءة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الاكفاء ۱/ ۲۹۲ ماجدية)

سنی عورت سے فسخ نکاح کے بیس برس بعد شیعہ شوہر کا یہ دعویٰ کہ میں سنی تھا اور ہوں کیا معتبر ہے؟

(سوال) ایک بالغہ کنواری لڑکی اہل سنت کو ایک شیعہ نے ورغلا کر اغوا کر لیا اور دوسری کسی گمنام جگہ لے جا کر نکاح کیا۔ تین چار مہینوں کے بعد لڑکی کے وارث ممکن ذرائع سے لڑکی کو واپس لائے۔ شریعت کی طرف رجوع کرنے پر پیر مہر علی شاہ مرحوم وغیرہ ہم جیسی ہستیوں اور دو تین علماء کرام نے متفقہ حکم دیا کہ اہل سنت اور شیعہ کا نکاح جائز نہیں۔ اس واقعہ کو عرصہ تقریباً بیس سال کا ہو گیا جب کہ اس عورت کا نکاح پڑھا گیا دیگر اہل سنت کے ساتھ۔ اب اس وقت اس عورت سے اہل سنت مسلمان کے (جس کے ساتھ سنت طریقے پر روبرو گواہان کے نکاح خواں نے بعد ہر طرح تسلی اور حلف ازروئے قرآن مجید کے نکاح پڑھا تھا) پانچ بچے ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی بھی بالغہ ہو گئی ہے۔ اب پہلا شخص بطور ضد اور شرارت کے کہتا ہے یا واللہ اعلم اس کا ایمان کیا ہے لیکن اب وہ مدعا یہ کہتا ہے کہ میں اہل سنت والجماعت ہوں اور اس وقت بھی میں اہل سنت والجماعت تھا۔ تو اب اتنے عرصے کے بعد اس کے حمایت کرنے والے دیگر علماء لا کر فیصلہ کراتے ہیں کہ یہ دوسرا نکاح ناجائز ہے۔ اب چونکہ جن علمائے کرام نے اس وقت حکم جدید یا نکاح ثانی کا دیا تھا وہ انتقال کر چکے ہیں اور بچوں کا باپ سخت نالاں اور پریشان ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ یہ کسی شریعت ہے اور اسلام کا کیا حکم ہے کہ جب ایک دفعہ وہی شریعت حکم دیتی ہے اور شیعہ کے ساتھ نکاح ناجائز قرار دے کر بعد تحقیقات کے مجھے نکاح کا حکم ملتا ہے۔ اب جب کہ میں پانچ بچوں کا باپ ہوں تو پھر وہی شریعت میرا نکاح ناجائز بتاتی ہے اس لئے مجبور ہو کر جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ فتنہ ارتداد کا ڈر ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۶۷ جناب ملک امام دین صاحب (کراچی) ۷ ربیع الثانی سن ۱۳۶۰ھ م ۵ مئی سن ۱۹۴۱ء

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) شیعہ مذہب تبرائی والے کا سکوت دعوے سے اس قدر طویل زمانہ تک کہ پہلی اولاد ثانی زوج کی بالغہ بھی ہو گئی ہے دلیل و سند ہے اس بات کی کہ یہ شخص شیعہ ہی ہے اگر اہل سنت والجماعۃ ہوتا تو نکاح ثانی کی خبر سنتے ہی دعویٰ کرتا اپنے نکاح کے منعقد ہو جانے کا اور دوسرے نکاح کے باطل ہو جانے کا لیکن جب اس نے دعویٰ نہیں کیا تو یہ سکوت و دعویٰ نہ کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے اپنے مذہب کے شیعہ ہونے کا لہذا اس کا دعویٰ اہل سنت والجماعۃ ہونے کا غیر معتمد ہے بوجہ تناقض کے اور اس کا دعویٰ قابل سماعت نہیں اور اس عورت کا نکاح ثانی صحیح ہے اور اس کی اولاد شوہر ثانی سے حلال کی ہے۔ رآہ یبیع عرضاً اودارا فتصرف فیہ المشتری زمانا وھو ساکت تسقط دعواہ۔ ردالمحتار (۱) جلد ثالث ص ۳۸۶ فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۳۵۱) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جس وقت شریعت کا فیصلہ ہوا تھا اور ثالثوں نے اس کو شیعہ قرار دے کر عدم جواز نکاح کا حکم دیا تھا اسی وقت اس کو لازم تھا کہ اپنا سنی ہونا ثابت کرتا اور شیعیت سے تبری کرتا۔ مگر اس وقت وہ خاموش رہا اور اس کی بیوی کا دوسرا نکاح ہوا اور ایک زمانہ گذر گیا مگر یہ نہ بولا تو اب اس کا اپنے کو سنی بتانا اور بقاء نکاح سابق کا دعا کرنا ناقابل قبول ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) رد المحتار، کتاب الوقف، ۴/ ۴۸۲، سعید

(۱) بیوہ سیدہ اپنی مرضی سے غیر سید سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
(۲) دیور بھاوج کو نکاح ثانی سے جبراً نہیں روک سکتا

(سوال)(۱) ایک بیوہ سیدزادی اپنی رضا اور رغبت سے ایک غیر سید سے شرعاً نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
(۲) ایک بیوہ سیدزادی زندگی کی مجبوریوں سے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس کا دیور محض تعصب نسلی اور دنیا کو تکلیف دینے کے لئے مانع ہے۔ کیا وہ بھاوج کو نکاح ثانی سے جبراً روکنے کا حق رکھتا ہے اور تعصب نسلی مشروع ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۰۳ جانو ... شاہ صاحب جہلم (پنجاب) ۹ محرم سن ۱۳۶۱ھ م ۲۷ جنوری سن ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۵۲)(۱) سیدزادی کے لئے تمام غیر سید غیر کفو نہیں ہیں۔ بلکہ سیدزادی کے لئے تمام صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی، زبیری، ہاشمی، نوفلی، قریشی کفو ہیں، ان میں سے وہ کسی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اور سیدزادی بالغہ غیر کفو میں اولیاء کی رضامندی سے یا اس کے اولیاء نہ ہوں یا ولی نہ ہو تو اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔(۱)
(۲) دیور ولی نہیں ہے اور اس کی رضامندی یا نارضامندی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ولی سے مراد عورت کے باپ دادا، بھائی بھتیجے، چچا یا غیر ہم چچا باپ کے خاندان کے عصبات ہیں۔(۲) اور ان میں سے جو قریب تر ہو اس کی اجازت اور عدم اجازت پر حکم ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ناجائز طور پر پیدا ہونے والی لڑکی سے سید کا نکاح

(سوال) ایک کسبی کی ایک لڑکی حرام سے ہے۔ جو اب قریب سن بلوغ کو پہنچنے کو ہے۔ لیکن ابھی معاملہ پاک ہے۔ اس کی ماں کا قصد ہے کہ اس لڑکی کو اس فعل سے بچائے اور یہ بھی جو اس کی ماں مع اپنی لڑکیوں کے بالکل بد فعلی سے نہیں باز رہ چکے تھے چند سال سے تائب ہو چکی ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک شریف مسلمان سید نے اس لڑکی سے عقد کر لیا ہے۔ اب اس کی برادری والے اس غریب سید کو اس لئے کہ اس نے حرام کی لڑکی سے نکاح کر لیا ہے اپنی برادری سے نکالنا چاہتے ہیں اور تنگ کر رہے ہیں۔ لہذا سوال اس لئے کا ہے کہ یہ فعل خلاف شرع ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ سید اس کو طرح طرح سے تنگ کرنے مجبور کرتے ہیں کہ وہ یا تو طلاق دے دے ورنہ اور کئی لوگوں کی جانیں تباہ ہوتی ہیں وہ چند دن باقی ہیں۔ ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(جواب ۳۵۳) لڑکی جو حرام سے پیدا ہوئی ہے اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یعنی زنا کا گناہ اس کے والدین سے ہوا ہے اور وہی اس کے مواخذہ دار ہیں۔ ہاں لڑکی کے نسب میں قصور ضرور ہے کہ وہ ولد الزنا ہے اس لئے اگر کوئی شریف النسب اس سے نکاح نہ کرے تو اس کو اس کا اختیار ہے لیکن اگر کوئی شریف لڑکا اس سے نکاح کرلے تو وہ نکاح جائز ہے۔(۳) چونکہ زوجہ کے شریف نہ ہونے سے نسب میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ لان النسب للآباء۔ اور جب کہ

---

(۱) ان تزوجت المرأة غیر الکفو ورضی به احد الاولیاء جاز ذلک ... وان تزوجت المرأة غیر کفء ثم جاء الولی ... فقبض مهرها وجهزها فهذا رضی بالنکاح۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب النکاح [illegible])
(۲) العصبة بنفسه وهو من یتصل بالمیت حتی المعتقة ... علی ترتیب الارث والحجب۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی ۳/[illegible])
(۳) الکفاءة معتبرة ... من جانبه ای الرجل ... ولا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح۔ (الدر المختار، باب الکفاءة ۳/۸۴ سعید)

لڑکے کا قصد اس کے ساتھ نکاح کرنے سے یہ بھی ہو کہ وہ زنا اور برے افعال سے عفیفہ ہو جائے گی تو لڑکے کے لئے ثواب کی بھی امید ہے۔ پس نکاح مذکور جائز اور نافذ ہے۔(۱) اور جو لوگ کہ اس نکاح کو فسخ کرانے کی سعی کرتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ اور اگر ان کا مقصد کوئی اور امر مذموم ہو تو وہ گنہگار بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

عدالتی کارروائی کے ذریعہ ہندو اپنی نو مسلمہ بیوی کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا

(سوال) ہندہ ایک ہندو مرد کی زوجہ تھی۔ اس نے اپنے مرد کی زیادتیوں کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا ترک کر کے دوسرے شہر میں سکونت اختیار کی۔ بعدہ دین اسلام قبول کیا۔ جس کو زمانہ قریب ڈیڑھ سال سے زیادہ کا ہوتا ہے۔ اب وہ ہندو شوہر عدالت سے قبضہ عورت کی استدعا کرتا ہے۔ کیا وہ ہندو شوہر اس مسلمان عورت کا قبضہ پا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۱۰۳۳ [illegible] محمد (رتلام) ۱۲ ذی قعدہ سن ۱۳۵۴ھ م ۶ فروری سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۴) مسلمان عورت ہندو مرد کی زوجہ نہیں رہ سکتی۔ اسلامی احکام اس کے متعلق بہت صاف اور واضح ہیں۔ جب کہ عورت کے اسلام لانے پر ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے تو عدت بھی گزر چکی ہوگی۔ اور عدت کے گزر جانے کے بعد غیر مسلم مرد کو مسلمہ عورت پر کوئی حق زوجیت باقی نہیں رہتا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ملحد، زندیق اور فاسد العقیدہ لوگوں سے رشتہ

(سوال) ایک پیر صاحب اپنے دادا پر اس طرح درود پڑھتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد الزمان السندی اللواری۔ اپنے دادا کے نام کے ساتھ جل جلالہ شانہ لکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک قصبہ کو مکہ اور اس کے نزدیک ایک گاؤں کو مدینہ اور ایک کنوئیں کو چاہ زمزم اور ایک میدان کو عرفات اور ایک قبرستان کو جنت البقیع کے نام سے موسوم کر کے ۹ ذی الحجہ کے دن ۳ بجے ایک کثیر اشخاص کے سامنے ایک اونچے ممبر پر خطبہ حج پڑھتے ہیں اور [illegible] مریدوں کو حج مبارک کا سر[illegible] دیتے ہیں۔ اور اپنے دادا کے مقبرہ کا طواف و سجدہ کراتے ہیں وغیرہ۔
(۱) ایسے پیر اور ان کے مریدوں سے رشتہ ناتا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) اور جن سے رشتہ ناتا ہو چکا ہے ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۲۹۱ احمد صدیق مدیر اخبار "رہبر سندھ" کراچی ۵ اگست سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۵) یہ پیر اور اس کے مرید جو ان عقائد شنیعہ کے معتقد ہوں ملحد اور زندیق ہیں۔ ان کا ناتا تعلق سے علیحدہ رہنا واجب ہے اور ایسے فاسد العقیدہ لوگوں سے رشتہ ناتا کرنا ناجائز ہے۔(۱) لیکن ان کے اقرب میں سے اگر کوئی شخص ان عقائد شنیعہ کا معتقد نہ ہو تو محض پیر کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس پر یہ حکم عائد نہ ہوگا۔

(۱) ولذا لا نعجز تعجيل للمفهوم ... وهو أن الشريف لا يأبى أن يكون مستفرشا لخسيسة كالأمة والكتابية ... وفيه إشعار بأن نكاح الشريف الوضيعة لازم فلا اعتراض للولي (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءة، ۳/۸۶-۸۵ ط سعید)
(۲) وإذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابي عرض الإسلام على الآخر، فإن أسلم فبها وإلا بان أبى أو سكت فرق بينهما (الدر المختار) وفي الرد: والمراد بالمجوسي من ليس له كتاب سماوي (رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ۳/۱۸۸ ط سعید) وفي المبسوط: إن الخلاف بينهم فيما إذا كانت المراهقة أو الإسلام والعدة قائمة أما إذا كان بعد انقضائها فلا يفرق بالاجتماع ... (کتاب النکاح، باب نکاح اهل الحرب ۵/۴۴ [illegible])

شیعہ تفضیلیہ اہل سنت کے مذہب پر نہیں

(سوال) آپ کا فتویٰ موصول ہوا تھا اس کو دیکھ کر ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کو یہ فتویٰ دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ چونکہ اہل سنت کے نزدیک ہر مسلم مومن ہے اور ہر مومن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مومن یا مسلم کی شناخت یہ ہے کہ وہ تین اصول کا قائل ہو۔ توحید، رسالت، قیامت۔ شیعہ علی العموم تین اصول کے قائل ہیں۔ لیکن اس فتوے میں مفتی صاحب نے صاف نفی کیا ہے۔ چونکہ شیعہ غالی نصیری کو کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے جس مذہب سے اصل میں معاملہ درپیش ہے اس کو بالکل اڑا دیا ہے۔ شیعہ اثناء عشری اور علاوہ ازیں کوئی شیعہ اثناء عشری اپنے آپ کو نصیری یا غالی نہیں کہتا۔ چونکہ زمانہ موجودہ میں تقیہ جائز نہیں ہے۔ اور تین اصول مذہب اہل سنت سے کسی طرح بھی مانع نکاح نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۲۲۵ مشتاق حسین ضلع میرٹھ۔ ۲۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۲۵ مئی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۵۶) مذہب اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے۔ یہ شیعہ مذہب کی ایک شاخ ہے اور غالی سے مراد وہ شیعہ ہیں جو کسی ایسے عقیدے کے قائل ہوں جس سے کفر لازم آتا ہے۔ مثلاً قذف عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا قرآن مجید میں تحریف واقع ہونے کا عقیدہ یا غلط فی الوحی یا الوہیت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا مطلق تمام اصحاب پر سب و شتم صحابہ وغیرہ۔ اور جواب سابق جو میں نے لکھا تھا وہ صحیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کفو ہونا صحت نکاح کے لئے شرط نہیں

(سوال) ایک معروف النسب سیدزادی نے غیر قریشی میں سے ایک نو مسلم یا جولاہہ یا تیلی یا پٹھان یا راجپوت سے بلا رضا ولی کے نکاح کر لیا۔ اب صورت مذکورہ میں زید اور بکر کا اختلاف ہے۔ زید کہتا ہے کہ کفو باعتبار اسلام کے جواز نکاح کے لئے کافی ہے۔ لہذا یہ نکاح جائز اور درست ہے۔ کفو باعتبار نسب اور مال اور حرفہ کے امر مستحسن ہے۔ ضروری نہیں۔ حسب الارشاد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے۔ کل مؤمن تقی فھو آلی۔ اور حسب الارشاد باری عز اسمہ۔ انما المومنون اخوۃ۔ اور رشتہ کرنا نبی کریم ﷺ کا ساتھ اصحاب کرام کے مفید جواز نکاح مذکور کا ہے۔ بلکہ اگر کوئی جولاہہ اور خوار مسلمان ہو کر عالم ہو جائے تو معروف النسب سیدزادی کو نو مسلم مذکور کے ساتھ نکاح کرنا بہتر ہے بہ نسبت سید معروف النسب جاہل سے۔ کیونکہ شرافت علم پر آیت او تو العلم درجات شاہد ہے۔ اور فقہائے کرام بھی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں ان شرف العلم فوق شرف النسب۔ بخلاف سادات کے کہ ان کی شرافت نصی وارد نہیں ہوئی۔ اور بکر کہتا ہے کہ سیدزادی معروف النسب کا نکاح غیر قریشی سے خواہ وہ شریف ہو بلا رضا ولی کے ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔ الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء۔ نیز اس میں بے ادبی سادات کرام کی پائی جاتی ہے۔

(جواب ۳۵۷) صحت نکاح کے لئے مرد و عورت کا مسلمان ہونا اور عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا فی حد ذاتہ کافی

(۱) وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۳/ ۴۶)

ہے۔ قرآن مجید کے نصوص صریحہ اس پر دال ہیں۔ واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم(۱) الآیۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔(۲) اور سنت سنیہ نبویہ نے عملی طور سے اس کی تصدیق کردی۔ کہ آنحضرت ﷺ نے زینب ہاشمیہ کا عقد زید معتق سے باوجود زینب کی طرف سے انشراح قلب نہ ہونے کے کردیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں صحابہ کرام کے افعال اور طرز عمل میں موجود ہیں کہ نسبی تفاوت ہونے کے باوجود نکاح ہوگئے۔(۳) یہ نصوص قرآنیہ اور تعامل صحابہ وسلف صالحین اس امر پر دلیل قاطع ہیں کہ کفاءت نسبی فی حد ذاتہ صحت انعقاد نکاح کی شرط نہیں ہے۔ اسی وجہ سے غیر کفو کا نکاح جب کہ منکوحہ اور ولی منکوحہ راضی ہوجائے صحیح ونافذ ہوتا ہے۔(۴) یعنی مثلاً کوئی حائک ہاشمیہ سے اس طرح نکاح کرے کہ ہاشمیہ کا والد اور خود ہاشمیہ راضی ہو تو نکاح صحیح ونافذ ہوگا۔ حالانکہ نسبی تفاوت اور عدم کفاءۃ نسبیہ بحالہا موجود اور قائم ہے اور اگر کفاءۃ نسبیہ شرط صحت نکاح ہوتی تو نکاح ولی اور منکوحہ کی رضامندی سے بھی صحیح نہ ہوتا۔ جیسے محرم کا نکاح محرم سے باوجود اس کی رضامندی اور ولی کی اجازت کے صحیح نہیں ہوتا۔ (ناتمام)

مسلمان لڑکی کا شیعہ سید سے نکاح

(الجمعیۃ مورخہ ۸ افروری سن ۲۷ء)

(سوال) ایک سنی مسلمان اپنی دختر بالغ کا نکاح ایک شیعہ سید سے کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً یہ نکاح جائز ہوگا؟

(جواب ۳۵۸) شیعہ اگر غالی تبرائی ہو تو اس کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوتا۔(۵) اور اگر غالی نہ ہو تو نکاح جائز ہوجاتا ہے۔(۶) مگر اختلاف عقائد زوجین کی وجہ سے بسا اوقات آپس میں رنجش اور منافرت رہتی ہے۔ اس لئے مناسب نہیں کہ لڑکی کو ہمیشہ کے لئے ایک عذاب میں مبتلا کردیا جائے۔(۷) محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

(سوال) ایک عورت قوم چمار سے تھی اور ایک سید سے اس کی قریب بیس سال سے ملاقات تھی۔ اور اسی کے گھر میں رہتی تھی۔ اس کے بلا نکاح سات بچے پیدا ہوئے۔ اب ایک ماہ سے اس کی ناراضگی ہوگئی تھی۔ اب اس کے حمل بھی موجود ہے۔ اب اس کا نکاح اسی شخص سے ہوگیا۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ نکاح ہونا ہمارے مذہب میں جائز ہے یا ناجائز؟ (الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر سن ۱۹۳۷ء)

(جواب ۳۵۹) اگر یہ عورت مسلمان ہوگئی ہے اور بیس سال سے کسی مسلمان کے پاس تھی تو اس کا نکاح اس

---

(۱) النساء: ۲۴

(۲) النساء: ۳

(۳) وخطب بلال رضی اللہ تعالی عنہ الی قوم من العرب فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قل لھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرکم ان تزوجونی، وان سلمان خطب بنت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فھم ان یزوجھا منہ ثم لم یتفق۔ (المبسوط، کتاب النکاح باب الکفاءۃ ۵ : ۲۳، بیروت)

(۴) واذا تزوجت المرأۃ غیر کفء، ورضی بہ احد الاولیاء جاز ذلک۔ (المبسوط، کتاب النکاح باب الاکفاء ۵ : ۲۶، بیروت)

(۵) اس لئے کہ وہ کافر ہیں۔ کمافی الرسائل: واما قذف عائشۃ فکفر بالاجماع وکذا انکار صحبۃ الصدیق لمخالفۃ الصدیق نص الکتابۃ۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱ : ۳۶۷، سہیل اکیڈمی)

(۶) یجوز مناکحۃ المعتزلۃ، لانا لا نکفر احداً من اہل القبلۃ وان وقع الزاماً فی المباحث۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ : ۴۵، سعید)

(۷) وفی الرد: ففی الفتح ویجوز تزوج الکتابیات، والاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳ : ۴۵، سعید)

مسلمان سے خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو جائز ہے۔(۱) یعنی صرف اس وجہ سے کہ وہ قوم کی چماری ہے نکاح ناجائز نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی وجہ عدم جواز کے شبہ کی ہو تو اس کو بیان کر کے حکم دریافت کیا جائے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ

ولد الزنا کو لڑکی کا رشتہ دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء)

(سوال) ایک شخص نے بلا نکاح ایک عورت کو خانہ انداز رکھا اس کے بطن سے اس کا لڑکا جوان ہے۔ آیا اس لڑکے کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۶۰) اگر وہ لڑکا نیک صالح ہو تو اس کو لڑکی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۲) یعنی اس کا ولد الزنا ہونا جواز نکاح سے مانع نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

(۱) موجودہ توراۃ و انجیل اور اس کو ماننے والے یہود و نصاریٰ کے متعلق چند سوالات
(۲) موحد جو رسالت کا قائل نہ ہو اس سے عقد کرنا کیسا ہے؟
(۳) قرآن کو ناقص کہنے والے اور خلفاء ثلاثہ کی توہین کرنے والے شیعہ سے نکاح

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اگست سنہ ۲۸ء)

(سوال) (۱) موجودہ انجیل و توراۃ کے مضامین قبل کے مطابق ہیں یا نہیں؟ (۲) موجودہ انجیل و توراۃ کے عامل اہل کتاب کہلائیں گے یا نہیں؟ (۳) موجودہ انجیل و توراۃ کے عامل کو مشرک، کافر، فاسق کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) موجودہ انجیل و توراۃ کے عاملان مذکورہ بالا سے احناف ان کے قاعدہ و ترکیب سے عقد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵) اگر موجودہ یہود و نصاریٰ سے عقد کریں تو احناف اپنے طریقے سے کریں یا ان کے طریقے سے؟ (۶) موحد سے جو رسالت کا قائل نہیں ہے اس سے احناف عقد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۷) شیعہ جو حضرت خلیفہ اول و دوم و سوم اور بعض دیگر صحابہ کی شان میں خلاف تہذیب الفاظ استعمال کرتے ہیں اور قرآن پاک کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دس پارے کم ہیں۔ ان سے احناف عقد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۳۶۱) (۱) موجودہ انجیل و توراۃ محرف ہیں۔ ان کے اندر تحریف و تبدیل کا وقوع قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔(۳) اس لئے ان کے مضامین پر یہ بھروسہ نہیں رہا کہ کون سی عبارت منزل من اللہ ہے اور کون سی تحریف شدہ۔ (۲) ہاں موجودہ توراۃ و انجیل کو ماننے والے اور ان پر عمل کرنے والے اہل کتاب کہلائیں گے کیونکہ باوجود تحریف دیئے کے بھی قرآن مجید اور احادیث میں ان کو اہل کتاب کہا گیا۔(۴) اور اہل کتاب کے احکام ان پر زمانہ نبوی میں جاری کئے گئے۔ (۳) ہاں انجیل و توراۃ پر ایمان رکھنے والے اور عمل کرنے والے جو امور شرکیہ کے قائل ہوں مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا کہتے ہوں یا حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کا شریک بتاتے ہوں وہ

(۱) فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ (النساء: ۳) (۲) وانکحوا الایامیٰ منکم۔ (النور: ۳۲)
(۳) فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (البقرۃ: ۷۹)
(۴) قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم۔ (آل عمران: ۶۴)

مشرک بھی اور کافر بھی ہیں اور فاسق ہیں۔(۱) (۴) موجودہ اہل کتاب سے بھی مناکحت یعنی کتابیہ عورت کے ساتھ مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے۔(۲) (۵) اسلام کے طریقے سے۔ (۶) اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے تو نہیں کر سکتے۔(۳) (۷) شیعہ جو غالی تبرائی ہیں ان کا حکم اہل کتاب کا ہے کہ شیعہ عورت سے سنی مرد کا نکاح جائز ہے مگر سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

بدھ مذہب کی عورت سے نکاح جائز نہیں

(سوال) ملک برہما کی عورتیں جو کہ بدھ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں ان سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ان کو ایک دفعہ چھے کلمے صفت ایمان اور خطبہ پڑھ کر نکاح کیا۔ مرد کے پیچھے وہ بت کو پوجتی ہیں مرد کو معلوم نہیں۔

(جواب ۳۶۲) بدھ مذہب کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے(۵) کیونکہ وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ ایک دفعہ کلمے کے معنی سمجھ کر کلمہ پڑھ لیں تو وہ مسلمان ہوں گی اور ان کے ساتھ نکاح جائز ہو جائے گا لیکن اگر اس کے بعد وہ بت پرستی کریں گی تو پھر کافر ہو جائیں گی اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔(۶)

شیعہ سنی کے نکاح کے فسخ کی کیا صورت ہو گی؟

(سوال) جب کہ زوجین کے درمیان تفرقہ کرنا ضروری ہے شوہر کے غالی شیعہ ہونے کی وجہ سے۔ اور علما کہتے ہیں کہ کافر حاکم کا فسخ کرنا معتبر نہیں۔ تو اب فسخ کرانے کے لئے کون سی صورت اختیار کی جائے۔ اگر شوہر شیعی عقائد کو لاعلمی کی وجہ سے صحیح اور ضروری جانتا ہے تو بیوی کو اس کے ماتحت رہنے کی شرعی گنجائش ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۶۳) اگر شوہر غالی شیعہ ہے یعنی اس کے عقائد ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو۔ مثلاً قرآن مجید کو صحیفہ عثمانی بتاتا ہو، منزل من اللہ نہ مانتا ہو، یا اس میں کمی بیشی کا قائل ہو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو خدا یا مظہر خدا یعنی اوتار مانتا ہو، ان کے اندر خدائی قوتیں ہونے کا معتقد ہو یا غلط فی الوحی کا عقیدہ رکھتا ہو۔ یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وحی حضرت علیؓ پر آئی تھی جبرئیل علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور وہ محمد ﷺ کو دے گئے۔ یا افک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ رکھتا ہو یا ان کے مثل اور کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو(۷) تو ایسے شخص کے ساتھ سنیہ مسلمہ کا نکاح صحیح نہیں ہوتا۔(۸) اور جب نکاح صحیح نہیں ہوا تو شرعاً فسخ کی ضرورت نہیں مگر قانونی مواخذہ سے بچنے کے لئے عدالتی کاروائی لازم ہوتی ہے۔ پس اگر صورت یہی ہو تو اس میں مسلمان حاکم اور غیر مسلم حاکم دونوں

---

(۱) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح بن مریم۔ (المائدۃ: ۷۲)
(۲) والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب۔ (المائدۃ: ۵)
(۳) وحرم نکاح الوثنیة بالاجماع (الدر المختار) وفی الرد: الوثنیة نسبة الی عبدة الاوثان ...... ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس ...... وکل مذہب یکفر بہ معتقدہ۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۵، سعید)
(۴) جو شیعہ ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر ہے اس لئے ایسے شیعہ سے نکاح مطلقاً ناجائز و حرام ہے۔ واما قذف عائشة فکفر بالاجماع وکذا انکار صحبة الصدیق لمخالفتہ نص الکتاب۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱/۳۶۷، سہیل اکیڈمی)
(۵) وان کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لہم لم تجز مناکحتہم، لانہم مشرکون۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۱۱۱، دار المعرفہ بیروت)
(۶) وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ ...... عاجل بلا قضاء۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۵، سعید)
(۷) وبہذا ظہر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوہیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فہو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۴۶، سعید)
(۸) ولا یجوز تزوج المسلمة من مشرک۔ (الہندیة، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرک، ۱/۲۸۲، ماجدیة)

یکساں ہیں کیونکہ عورت فی الحقیقت اس کے نکاح میں نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ صرف قانونی گرفت سے بچنے کے لئے ہے۔ نہ ایک قائم اور ثابت نکاح کو فسخ کرانے کے لئے کہ مسلمان حاکم اسے فسخ کرے۔ البتہ اگر شوہر غالی شیعہ نہ ہو اور نکاح فی حد ذاتہ منعقد ہو چکا ہو مگر اس کو بوجہ اختلاف عقائد و منازعت باہمی یا اعتداء زوج کی بنا پر فسخ کرانا ہو تو بے شک مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے۔ غیر مسلم حاکم کا فیصلہ ایک قائم شدہ نکاح کو فسخ کرانے کے لئے کافی نہیں ہے۔
زوج کا لاعلمی سے کفریہ عقائد رکھنا کوئی عذر شرعی نہیں ہے اور اگر پہلی صورت ہے تو عورت کو اس کی مطاوعت ناجائز ہے اور ہر صورت سے اس کو اس سے علیحدگی کر لینی لازم ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بازاری عورت سے نکاح

(سوال) زید ایک بازاری رنڈی لے آیا ہے اور نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مولوی صاحب سے جب نکاح پڑھانے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ نکاح درست نہیں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان کی لڑکی ہے یا ہندو کی۔ اگر مسلمان کی لڑکی ہو تو اس کا شوہر ہے یا نہیں ؟ بشرط موجودگی شوہر نکاح درست نہیں ہے۔
(جواب ۳٦٤) رنڈی اگر مسلمان یا عیسائی یا یہودی ہو اور گمان غالب ہو جائے کہ اس کا کوئی خاوند نہیں ہے تو اس کے ساتھ نکاح درست ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

مسلمان عورت قادیانی شوہر سے جدا ہونے کے لئے نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(سوال) ایک عورت کا عقد ایک شخص کے ساتھ ہوا جس کو عرصہ نو سال کا ہوا اور چار لڑکیاں بھی ہو گئیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اور لڑکیوں کو قادیان میں دینا چاہتا ہے۔ عورت علیحدہ ہونا چاہتی ہے۔
(جواب ۳٦٥) ہاں اس صورت میں عورت کو حق ہے کہ وہ اپنا نکاح فسخ کرا لے۔ کیونکہ قادیانی فرقہ جمہور علمائے اسلام کے فتوے کے بموجب اسلام سے خارج ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

شیعہ اور سنی کے باہمی نکاح کا حکم

(سوال) سنی اور شیعہ کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۳٦٦) غالی شیعوں اور سنیوں میں مناکحت فساد پر منتج ہوتی ہے۔ نیز اگر لڑکی سنیہ اور لڑکا غالی شیعہ ہو تو نکاح ہی درست نہیں ہوتا۔(۳) ہاں لڑکا سنی اور لڑکی شیعہ ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔(۴)

---

(۱) وانکحوا الایامی منکم۔(النور ۳۲) قال ابن کثیر فی تفسیرہ : الایامی جمع ایم و یقال ذلک للمرأۃ التی لا زوج لھا وللرجل الذی لا زوجۃ لہ ، سواء قد تزوج ثم فارق اولم یتزوج واحد منھا۔(تفسیر ابن کثیر، ۳، ۲۸٦، سہیل اکیڈمی)
(۲) اگر شوہر نکاح سے قبل قادیانی تھا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ کما فی البدائع : ومنھا اسلام الرجل اذا کانت المرأۃ مسلمۃ فلا یجوز انکاح المؤمنۃ الکافر۔(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، ۲ / ۲۷۱، سعید)
اور اگر نکاح کے بعد قادیانی ہوا ہو تو نکاح خود بخود ٹوٹ گیا ہے، فسخ کی ضرورت نہیں۔ وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳ / ۴۵، سعید)
(۳) ولا یجوز تزوج المسلمۃ من مشرک ولا کتابی۔(الھندیۃ، کتاب النکاح، ۱ / ۲۸۲، ماجدیۃ)
(۴) یجوز مناکحۃ المعتزلۃ ، لانا لا نکفر احدا من اھل القبلۃ ، النھر المختار ، کتاب النکاح (فصل فی المحرمات، ۳ / ۴۵، سعید) لیکن بہتر ہے کہ ایسا نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ کما فی الرد : ویجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ۔(ایضاً رد المحتار)

سیدزادی کا امتی سے نکاح

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جون سن ۳۴ء)

(سوال)(۱) کیا ایک سید زادی ایک امتی کے عقد میں آسکتی ہے ؟(۲) اگر نہیں آسکتی تو کیوں ؟(۳) اگر آسکتی ہے تو پھر سید کا امتی سے نسب ہونا کیسے ہو سکتا ہے ؟(۴) اگر سید زادی امتی کے نکاح میں آسکتی ہے تو خدائے کریم نے رسول کریم کی ازواج مطہرات کو امت پر کیوں حرام فرمایا اور ان کو امت کی مائیں کیوں کہا ؟(۵) جب رسول اکرم فداہ امی وابی کی ازواج مطہرات امتی کے نکاح میں نہیں آسکتیں تو آپ کی اولاد امتی کے نکاح کے لئے کیسے حلال ہو گئی ؟ (۶) اگر امتی کے نکاح میں سید زادی نہ آسکتی ہو اور ایک امتی نے ایک سید زادی سے نکاح کر لیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟(۷) اگر سید زادی امتی کے لئے حلال نہیں تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں ؟(۸) اگر طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی تو بغیر طلاق لئے نکاح ثانی ہو سکتا ہے ؟(۹) اگر سید زادی مذہباً شیعہ اور امتی حنفی ہو یا امتی شیعہ اور سید زادی حنفی ہو ؟(۱۰) اگر امتی کے ساتھ نکاح جائز ہے تو کیوں بڑے بڑے عالم بھی رشتہ نہیں کرتے ؟

(جواب ۳۶۷)(۱) سید زادی کسی امتی کے عقد میں آسکتی ہے۔ خواہ وہ امتی سید ہو یا نہ ہو۔(۱)(۲) آسکتی ہے۔ کیونکہ کفاءت شرائط صحت نکاح میں داخل نہیں ہے۔(۲)(۳) سید کا غیر سید سے نسب کے لحاظ سے اشرف ہونا مسلّم لیکن شرف کی کمی زیادتی اور نسب میں تفاوت ہونا اس کا موجب نہیں ہے کہ نکاح درست نہ ہو۔(۳)(۴) آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے حضور ﷺ کے بعد دوسرے لوگوں سے نکاح ناجائز تھا۔ اس کی وجہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے۔ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً ۔(۴) ایسا حکم حضور کی اولاد کے لئے موجود نہیں۔ نہ قرآن پاک میں نہ حدیث میں۔ نیز ازواج کے لئے دوسرے سے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور کا نکاح حضور کی وفات سے ٹوٹنے والا نہ تھا تو آپ کی ازواج آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے نکاح میں تھیں اس لئے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کی وفات ظاہری تھی ویسے آپ حیات ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو بعد وفات بھی ایک زندگی حاصل ہے جو شہداء کی زندگی سے اقویٰ ہے۔ اس لئے آپ کی ازواج گویا زندہ خاوند کی بیویاں تھیں جو دوسرا نکاح نہیں کر سکتی تھیں۔ امت کی مائیں احترام کے طور پر کہا گیا۔(۵) جیسے کہ حضور ﷺ امت کے باپ تھے۔ مگر یہ وجہ عدم جواز نکاح کے لئے نہیں۔ ورنہ حضور کی بیویاں بھی بیٹیاں تھیں ان سے نکاح کیسے ہو سکتا تھا۔ (۵) نمبر ۴ میں وجہ بیان کی گئی ۔ (۶) آسکتی ہے اور جائز ہے جیسے کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت عثمان

(۱) فانکحوا ما طاب لکم من النساء (النساء : ۳)

(۲) واذا تزوجت المرأۃ من غیر کفء و رضی بہ احد الاولیاء جاز ذلک۔ (المبسوط، کتاب النکاح ، ۵ /۲۶ بیروت)

(۳) جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کرایا تھا۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(۴) الاحزاب : ۵۳

(۵) وازواجہ امہٰتہم۔ (الاحزاب : ۶) ای فی الحرمۃ والاحترام والتوقیر والاکرام و الاعظام ، ولکن لا تجوز الخلوۃ بہن ولا ینتشر التحریم الی بناتہن واخواتہن بالاجماع۔ (تفسیر ابن کثیر ، ۳ /۴۶۸ ، سہیل اکیڈمی) وفی احکام القرآن : قیل فیہ وجہان : انہن کامہٰتہم فی وجوب الاجلال والتعظیم ، والثانی تحریم نکاحہن ، ولیس المراد انہن کالامہات فی کل شیئی لانہ لو کان کذلک لما جاز لاحد من الناس ان یتزوج بناتہن وقد زوج النبی صلی اللہ علیہ بناتہ۔ (احکام القرآن للجصاص ، ۵ /۳۵۵ بیروت)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں باوجود یہ کہ حضرت عثمان ہاشمی نہ تھے۔(۷) محض اس وجہ سے کہ خاوند غیر ہاشمی ہے نکاح نہیں ٹوٹتا۔(۸) نہیں بغیر طلاق کے سیدزادی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔(۱)۔(۹) اگر سیدزادی شیعہ ہو اور شوہر غیر ہاشمی سنی ہو تو نکاح جائز ہے۔(۲) اور اگر سیدزادی سنی ہو اور شوہر غالی شیعہ ہو خواہ ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی ناجائز ہے۔(۳) غالی سے مراد یہ ہے کہ اس پر حکم کفر عائد ہو سکے۔(۱۰) عالموں کا سیدزادیوں سے احتراماً نکاح نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ نکاح ناجائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

اہل کتاب کے ساتھ نکاح

(سوال) کیا اہل کتاب (عیسائی و یہودی) کے ساتھ بموجب شرع محمدی عقد نکاح جائز ہے؟

(جواب ۳۶۸) اہل کتاب یعنی یہودی اور نصرانی عورتوں سے مسلمان شادی کر سکتے ہیں۔(۴) لیکن کوئی مسلمان لڑکی یہودی یا نصرانی مرد کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بے نکاحی عورت رکھنے والے سے میل جول اور اس کی اولاد سے صحیح النسب کا نکاح کیسا ہے

(سوال) زید نے ایک عورت بغیر نکاح کے اپنے گھر میں ڈال رکھی ہے۔ اس سے عام مسلمانوں کو میل جول رکھنا کیسا ہے؟ نیز اس کی اولاد کا نکاح صحیح النسب مسلمانوں سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۶۹) بے نکاحی عورت کو گھر میں ڈال رکھنا حرام ہے۔ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے۔ اس سے میل جول اور معاشرتی اسلامی تعلقات قطع کر لینا بغرض زجر و توبیخ جائز ہے۔(۶) بے نکاحی عورت سے جو اولاد ہو وہ اگرچہ ولدالزنا ہے مگر اس کا نکاح صحیح النسب مسلمانوں کے ساتھ ناجائز نہیں۔ اگر کر دیا جائے تو صحیح ہو جائے گا۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

اہل سنت لڑکی کا نکاح مرزائی سے جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ یکم جنوری سن ۱۹۳۹ء)

(سوال) اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح ایک مرزائی سے جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۷۰) اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح مرزائی سے جائز نہیں۔ کیونکہ مرزائی باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔(۷)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، ۱: ۲۸۰، ماجدیہ)

(۲) اس سے وہ شیعہ مراد ہے جو تفضیلی ہو۔ وفی الدر: تجوز مناکحۃ المعتزلۃ، لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳: ۴۵، سعید) اور اگر ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو تو پھر سنی سیدزادی کا اس سے نکاح ناجائز ہے۔ واما قذف عائشۃ فکفر بالاجماع وکذا انکار صحبۃ الصدیق لمخالفۃ نص الکتاب۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ لابن عابدین ۱: ۹۲، مکتبہ حبیبیہ)

(۳) والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب۔ (المائدۃ: ۵) (۴) ایضا

(۵) فلا یجوز انکاح المسلمۃ الکتابیۃ۔ (البدائع الصنائع، کتاب النکاح، ۲: ۲۷۱، سعید)

(۶) فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین۔ (الانعام: ۶۸)

(۷) لا یجوز نکاح المجوسیات والوثنیات ... وکل مذہب یکفر بہ معتقدہ۔ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، ۱: ۲۸۱، ماجدیہ)

تیرھواں باب

نفقہ وسکونت

نفقہ کے لئے لئے ہوئے قرض کا شوہر سے مطالبہ

(سوال) خاوند اپنی بیوی سے اس قدر غافل رہا کہ اس کے نان ونفقہ کی بھی خبر نہ لی اور عورت نے قرض خام کر کے اپنی گزر اوقات کی تو بعد طلاق عورت اپنے اس قرضے کے لینے کی دعویدار ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۷۱) اگر ایام ماضیہ کا نفقہ قرض وغیرہ سے عورت نے بطور خود پورا کیا قضائے قاضی یا باہمی تراضی سے یہ بات نہ تھی تو خاوند سے نہیں لے سکتی۔(۱) واللہ اعلم

شوافع کے ہاں محدود مدت تک نفقہ نہ دینے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

(سوال) اگر کوئی شخص چار سال اپنی زوجہ کو نفقہ نہ دے تو کیا وہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے؟

(جواب ۳۷۲) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب نہیں ہے کہ چار سال نفقہ نہ دینے کی صورت میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان کا صحیح معتمد مذہب یہ ہے کہ زوج کے نادار ہونے پر زوجہ کو قاضی سے نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے لیکن اگر زوج مستطیع ہو اور نفقہ نہ دے تو اس صورت میں اختیار فسخ نہیں خواہ موجود ہو یا غائب۔(۲) فی الشامی لکن الا صح المعتمد عند ھم ان لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من مالہ کما صرح بہ فی الام(۳) ج ۲ ص ۱۱۷

نفقہ کے لئے دی ہوئی رقم عورت کی ملکیت ہے، شوہر کے ترکہ میں شامل نہیں۔

(سوال) زید اپنی زوجہ کو ماہواری خرچ کے لئے ایک رقم دیا کرتا تھا۔ اس کی زوجہ نے اس رقم میں سے کچھ پس انداز کر کے اشیاء ضروریات خرید لیں۔ اب زوج یعنی زید فوت ہو گیا۔ لہذا وہ اشیاء جو زوجہ زید نے اپنی اس مقررہ رقم سے خریدی ہیں وہ زید کے ترکہ میں شمار کی جائیں گی یا زوجہ زید ہی اس کی مالک ہے۔

(جواب ۳۷۳) خاوند اپنی زوجہ کو خرچ کے لئے جو رقم اپنی رضامندی سے دے وہ زوجہ کی ملک ہو جاتی ہے۔ لہذا زید کے مرنے کے بعد جو اشیاء کہ زوجہ زید نے اس رقم سے خریدی تھیں زید کے ترکہ میں شمار نہ ہوں گی بلکہ وہ زوجہ زید کی ملکیت ہے۔(۴)

خاوند کے تنگ دست ہونے پر شافعی المسلک سے نکاح فسخ کروانا

(سوال) زید نے اپنے خسر کے گھر [illegible] زیور طلائی کی چوری کی اس کے بعد بہانہ سے ایک طلائی زیور اپنی زوجہ سے لے گیا اور اس کو رہن کر کے فرار ہو [illegible] یعنی خیانت کی اور عرصہ ساڑھے چار سال تک اپنی زوجہ کو نان نفقہ نہیں دیا زید

---

(۱) اذا خاصمت المرأۃ زوجہا فی نفقۃ ما مضی من الزمان قبل ان یفرض القاضی لہا النفقۃ وقبل ان یتراضیا علی شیء فان القاضی لا یقضی لہا بنفقۃ مامضی عندنا۔ (التاتار خانیۃ، کتاب النفقات، ۳/ ۲۰۷، ادارۃ القرآن)

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۳/ ۵۹۰، سعید (۳) وفی الام: اذا لم یجد ما ینفق علیہا ان تخیر المرأۃ بین المقام معہ او فراقہ۔ (الام، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ، ۵/ ۹۱، بیروت)

(۴) واصل المسئلۃ ان نفقات الزوجات تصیر دینا بقضاء القاضی او بتراضیہما علی شیء معلوم بکل شہر بالا تفاق، وفی الحجۃ ولا ترجع بہا الی ترکۃ (التاتار خانیۃ، کتاب النفقات، ۴/ ۲۰۷، ادارۃ القرآن)

کے قرار ہونے کے بعد ہندہ (زوجہ زید) کا لڑکا پیدا ہوا جو اب چار سال کا ہے۔ اس کے پیدا ہونے میں صرف آٹھ روپے لگے تھے اور خرچ تیس روپے ہونے تھے۔ اس خرچ میں سے بھی بارہ روپے باقی ہیں۔ اس کے بعد چار سال ہو گئے۔ کوئی حق پرورش اس بچے کا بھی نہیں دیا۔ اور زید کا غیر مستطیع ہونا اس سے ثابت ہوا کہ ہندہ کا مہر معجل تھا لہذا نصف مہر ہندہ نے بذریعہ عدالت طلب کیا۔ عدالت سے ہندہ کی مع خرچہ کی ڈگری ہوئی۔ چونکہ زید کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ لہذا اجرا وصول نہ ہوا۔ پھر زید نے ناداری کی درخواست دی جو منظور ہو گئی اور زید کی نامردگی اس امر سے ثابت ہے کہ تین آدمیوں سے محلّے کے کچھ کچھ سامان خرید کیا تھا۔ ساڑھے چار سال سے ان کو بھی نہیں دیا۔ چونکہ زید کی بد چلنی و نامردگی اور غیر مستطیع ہونا مذکورہ حالات سے یعنی چوری کرنا، خیانت کرنا، قرض خواہوں کو نہ دینا، ہندہ کو ساڑھے چار سال تک نان و نفقہ نہ دینا، بچے کا حق پرورش چار سال تک نہ دینا۔ مہر معجل نصف طلب کرنے پر بھی نادار ہو جانا یہ تو کافی طور سے ثابت ہیں۔ اور کوکین کھانا، شراب نوشی، قمار بازی و زنا یہ چاروں واقعات بھی سنے گئے ہیں۔ ہندہ و وارثان ہندہ نے مہر معاف کرنے پر طلاق لینی چاہی۔ زید نے منظور نہیں کیا۔ پھر مبلغ تین سو روپے علاوہ مہر معاف کرنے کے وارثان ہندہ نے بطور خلع کے دینا چاہے جب بھی زید نے طلاق دینا منظور نہیں کیا۔ وارثان ہندہ نہایت پریشان ہیں کہ ساڑھے چار سال ہندہ کو بٹھائے ہوئے گزر گئے۔ اب اور کب تک بٹھائے رکھیں۔ اور زید کی مذکور الصدر بد چلنیوں سے کسی طرح امید فرح نہیں ہوتی۔ لہذا گزارش ہے کہ کیا شرع شریف میں کوئی صورت اس قید سے خلاصی کی بھی ہے یا نہیں؟

(جواب ٣٧٤) حنفیہ کے نزدیک زوج کے نفقہ نہ دینے یا نہ دے سکنے کی صورت میں تفریق کا حکم نہیں دیا جاتا مگر امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر زوج کی تنگدستی ثابت ہو جائے تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ عورت کی طلب پر تفریق کر دے۔ (۱) متاخرین مشائخ حنفیہ سے منقول ہے کہ اگر ضرورت ہو تو ایسے موقع پر حاکم کسی شافعی کو مقرر کر کے اس کے ذریعے سے نکاح فسخ کرا دے۔ پس آج کل سخت ضرورت ثابت ہو جانے پر ممکن ہے کہ کسی شافعی المذہب سے جواز فسخ کا فتویٰ حاصل کر کے اس کو کسی مسلم جج یا منصف کی عدالت سے جاری کرا لیا جائے۔ غیر مسلم کا حکم کافی نہ ہوگا۔ واصحابنا لما شاهدوا الضرورة في التفريق استحسنوا ان ينصب القاضي نائبا شافعي المذهب يفرق بينهما (شرح وقایہ مختصر (۲) ج ۲ ص ۷۰ مطبع مجتبائی دہلی)

شوہر کے گھر نہ جانے کے باوجود بیوی مہر کی حق دار ہے

(سوال) زید نے مسماۃ عاصمہ سے نکاح کیا۔ اس سے دو بچے تولد ہونے کے بعد چار برس کے اس کے والدین نے مسماۃ عاصمہ کو ورغلایا اور زید کے ساتھ بھیجنے سے انکار کیا۔ زید نے عدالت سے چارہ جوئی کی اور وہاں سے مسماۃ عاصمہ اور اس کے والدین پر ڈگری ہوئی اور عدالت نے مسماۃ کو ہدایت کی کہ تم اپنے خاوند کے ساتھ جاؤ۔ مگر وہ اپنے والدین کے کہنے سے نہیں گئی۔ اس صورت میں وہ زید سے اپنا مہر لینے کی حق دار ہو سکتی ہے یا نہیں جب کہ اس کا خاوند لے جانے کو رضا مند ہے بینوا توجروا

(۱) ومن اعسر بنفقة امرأته لم يفرق بينهما، وقال الشافعي يفرق، لانه عجز عن الامساك بالمعروف فينوب القاضي منابه۔ (الهدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ۲ / ۴۳۹، ط: مکتبہ شرکت علمیہ)
(۲) شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۲ / ۱۵۲، سعید

المستفتی نمبر ۶۰ چاند خاں (مہو) ۲۱ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۷۵) مہر تو اس کا خاوند کے ذمہ ہے۔ اس بات سے مہر ساقط نہیں ہوا(۱) البتہ نفقہ خاوند سے اس وقت تک لینے کی حق دار نہیں جب تک کہ خاوند کے مکان پر نہ آجائے۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

خاوند رکھتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، کیا کیا جائے

(سوال) ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہندہ کے باپ کی ولایت کے ساتھ زید سے ہوا اس وقت ہندہ کی عمر بیس سال ہے۔ زید ہندہ کو اس کے باپ کے گھر سے رخصت نہیں کراتا نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دے کر اس کو آزاد کرتا ہے۔

المستفتی نمبر ۸۱ جمیل الدین (صوات) ۲ رجب سن ۱۳۵۲ھ م ۲۳ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۷۶) ایسی صورت میں قاضی شرعی کی عدالت میں دعویٰ کر کے خاوند کو نفقہ دینے اور زوجہ کو اپنے پاس رکھنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا قاضی فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔ اگر قاضی شرعی میسر نہ ہو تو انگریزی عدالتوں کے مسلمان حکام قاضی کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نکاح کے بعد داماد پر شرائط عائد کرنا

(سوال) بعد از نکاح والدین کو داماد پر شرطیں عائد کرنے کا حق ہے یا نہیں ؟ (۲) کیا زید کے ان الفاظ سے جو اس نے پڑھ کر فاطمہ کے میکہ جاتے وقت کہے تھے طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ تھی۔ (۳) کیا فاطمہ کا نفقہ زید کے ذمہ اس صورت میں واجب ہے جب کہ وہ بلا رضا زید کے میکہ چلی گئی ہو اور اس کے والدین زید کی غیر موجودگی میں اس کو لے گئے ہوں ؟ (۴) اگر مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی تو فاطمہ کا نان نفقہ زید سے طلب کرنا چاہئے یا نہیں ؟ نیز ولی کا طلب مہر کا حق ہے یا نہیں ؟ کیا فاطمہ اپنے مہر موجل کو معجل طریقے پر زید سے طلب کرنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں ؟ زید کی نیت طلاق دینے کی نہیں اور فاطمہ اپنے خیال میں سمجھ رہی ہے کہ میں مطلقہ ہو چکی ہوں۔ اگر شوہر حنفی المسلک ہو اور بیوی غیر مقلد ہو تو مسئلہ طلاق و نکاح میں مرد کے مسلک کا اعتبار کیا جائے گا یا عورت کے مسلک کا ؟ المستفتی نمبر ۲۹۴ سعید الدین بک بائنڈر بارہ بنکی۔ ۴ اصفر سن ۱۳۵۳ھ

(جواب ۳۷۷) عورت کا یہ حق تو ہے کہ وہ علیحدہ مکان میں رہنے کا زوج سے مطالبہ کرے۔ اور اس مطالبے کو پورا ہونے تک اگر وہ زید کے گھر نہ آئے تو نفقہ کی مستحق ہو گی۔(۴) علیحدہ مکان سے مطلب یہ ہے کہ ایسی کوٹھڑی جو عورت اور بچوں کے رہنے کے لئے کافی ہو اس کو دی جائے کہ اس میں زوج کے ماں باپ یا دیگر اعزا شریک نہ ہوں۔(۵) باقی بدعات سے اجتناب کرنا تو خالد یہ بات بطور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے زید کو کہہ سکتا ہے۔ اور زید پر خالد

(۱) والمهر يتاكد باحد معان ثلاثة : الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك الا بالا براء من صاحب الحق . (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر ۱/ ۳۰۳ ماجدية)

(۲) وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله ، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة منه۔ (الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر ۱/ ۵۳۵ ماجدية)

(۳) حواله سابقه شرح الوقاية

(۴) فان طلبه فامتنع لحق لها كمهرها لا تسقط النفقة ايضاً ۔ (فتح القدير، كتاب الطلاق باب النفقة ۴/ ۳۹۷ مصر)

(۵) وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن اهله۔ (الدر المختار) وفي الرد: لانها تتضرر بمشاركة غيرها فيه ، لانها لا تامن على متاعها ويمنعها ذلك من المعاشرة مع زوجها ومن الاستمتاع الا اذا تحتا ذلك ، لانها رضيت بانتقاص حقها۔ (رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، ۳/ ۶۰۰ سعيد)

سے کہنے کے بغیر بجائے خود بھی لازم ہے کہ سنت کے موافق عمل کرے اور بدعات سے بچے۔ لیکن خالد کو ان باتوں کی بنا پر اپنی بیٹی کو زید کے گھر بھیجنے سے انکار کرنا جائز نہیں اور اس بنا پر روکنے کی صورت میں اس کی بیٹی نفقہ نہیں پائے گی۔ بشرطیکہ زید بھی بیوی کو اس کے عقیدہ اتباع سنت کے خلاف کرنے پر مجبور نہ کرے (۱) زید یہ الفاظ جو اس نے بیوی کو کہے تھے صریح طلاق کے نہیں ہیں۔ ان میں نیت طلاق ضروری ہے۔ اگر زید نے طلاق کی نیت سے کہے ہوں تو طلاق ہوئی ورنہ نہیں (۲) اور زید کا قول مع قسم کے اس بارے میں مقبول ہوگا کہ طلاق کی نیت نہ تھی۔ مہر موجل جو بغیر تعیین مدت کے ہو معجل کے حکم میں ہو جاتا ہے اس لئے زوجہ اپنے ایسے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے جو صرف موجل بلا تعیین مدت کے لکھا گیا ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت میکے رہ کر نفقہ کی مستحق نہیں، مہر کی مستحق ہے

(سوال) اگر زید کی منکوحہ بیوی بلا اجازت اپنے شوہر کے اور اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں بھاگ کر میکے چلی جائے اور وہاں سے واپس نہ آنا چاہتی ہو تو اس حالت میں وہ نان نفقہ یا مہر وغیرہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۲۵ مرزا عزت اللہ بیگ (بارہ ٹی) ۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۷۸) اگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جائے اور واپس نہ آئے تو اس زمانے کا نفقہ پانے کی مستحق نہیں ہے۔ مہر چونکہ یہ جدا حق ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

خاوند نے طلاق کو نفقہ کی عدم ادائیگی کے ساتھ معلق کیا تو نفقہ نہ دینے سے کیا طلاق واقع ہوگئی؟

(سوال) محمد یوسف کی شادی محمد علی کی لڑکی سے ہوئی۔ کچھ عرصہ زن و شوہر کے درمیان محبت رہی اور محمد یوسف سسرال میں مع بیوی رہنے لگے اور اپنا گھر بار بالامرمت چھوڑ دیا۔ بعد محمد یوسف سفر میں چلے گئے اور جب کچھ عرصہ بعد یعنی ایک سال بعد سفر سے واپس آئے تو محمد علی نے بحیثیت خلاف کہ یوسف علی میری لڑکی کو کھانا خرچ نہیں دیتے۔ اس بات پر پنچ نے محمد یوسف کو تنبیہ کی اور محمد علی نے اپنی رضامندی اس بات پر ظاہر کی کہ محمد یوسف ماہ بماہ خرچ دینے کا ایک شرائط نامہ لکھ دے۔ چنانچہ محمد یوسف نے شرائط نامہ لکھ دیا۔ (جس کی نقل منسلک استفتاء ہذا ہے) اور محمد یوسف پھر سسرال ہی میں رہنے لگے۔ چند روز بعد محمد یوسف اور ان کی سسرال والوں کے درمیان نااتفاقی ہوگئی اور محمد یوسف نے دو ماہ کی مہلت لی۔ محمد علی نے کہا کہ محمد یوسف اپنا مکان بنوالے تو دو ماہ میں بھیج دوں گا۔ چنانچہ محمد یوسف نے مکان بنوا لیا۔ اس کے بعد رخصتی ہوئی اور محمد یوسف اپنی بیوی کو لے آیا اور [illegible] لڑکی کے میکے والے محمد یوسف کے خلاف رہے۔ آخر ۲۵ مئی سن ۱۹۳۱ء کو جب کہ محمد یوسف گھر پر تشریف نہیں لائے ہوئے تھے تو اس کے غائبانہ محمد یوسف کی خوشدامن صاحبہ بغیر اجازت محمد یوسف کے

(۱) تجب النفقة ولو هي في بيت أبيها ... لا لناشزة خرجت من بيته بغير حق ... [illegible] (۱۵۰/۳، ط سعيد)
(۲) الكنايات لا تطلق بها قضاء إلا بنية ... [illegible] (۲۹۶/۳، ط سعيد)
(۳) والمؤجل إلى أجل ... [illegible] (۱۵۳/۳، ط سعيد)
(۴) ... لا نفقة لها حتى تعود ... [illegible] (۵۷۵/۳، ط سعيد)

اس کی بیوی کو میکے لے گئیں۔ جب محمد یوسف گھر آیا اور بیوی کو غیر حاضر پایا تو سسرال گئے وہاں جاکر تکرار ہوئی اور میکے والوں نے رخصتی سے انکار کردیا۔ اور لڑکی ابھی تک میکے میں روکی ہوئی ہے۔ اس کے بعد محمد یوسف نے پنچایت میں ایک عرضی دی۔ اس پر پنچ نے رخصتی دلانے کی کوشش کی اور بہت اصرار کیا۔ لڑکی والوں نے نہ معلوم کس بنا پر رخصتی دینے سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ لڑکی محمد یوسف کی بیوی نہیں رہی۔ حالانکہ لڑکی کو میکے گئے ہوئے پورا ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا۔ آخر کار پنچ نے مجبور ہو کر محمد یوسف کی عرضی و شرائط نامہ مع مناسب سوالات کے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جس کی نقل مع جواب مشمول استفتا ہذا ہے۔ اس ہیر پھیر میں شرائط نامہ کے مطابق مہینہ پورا ہو رہا تھا اس لئے محمد یوسف نے مبلغ پانچ روپے خرچ کے لئے اپنی بیوی کو بھیج دیا لیکن اس نے لینے سے انکار کردیا اور نہیں لیا۔ اس کے بعد استفتاء کا جواب آیا کہ میکے میں خرچ دینا واجب نہیں۔ اس بنا پر محمد یوسف نے میکہ میں خرچ دینا بند کردیا۔ البتہ رخصتی کے لئے کئی مرتبہ تقاضا کیا اور ہنوز کر رہا ہے۔ لیکن خسر صاحب رخصتی نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ لڑکی مطلقہ ہو گئی۔

نقل اقرار نامہ

میں شیخ یوسف علی پسر شیخ کلن خلیفہ ساکن گھر پور آگے ہم پنچان کے سامنے اقرار کرتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں کہ ہم اپنی بیوی کو برابر ماہ بماہ خرچ خانہ داری دیں گے اگر دینے میں کسی طرح کی کوتاہی کریں تو ایک ماہ انتظار دیکھ کر آخری دو ماہ تک نہیں دیں تو ہمارا تینوں طلاق واقع ہو جائے گا۔ اس لئے اقرار نامہ پر انگشت نشان دیا کہ وقت پر کام آوے۔ کاتب شیخ میر علی۔ ۳۔ ۱۰۔ ۳۱۔ المستفتی نمبر ۲۳۲ قادر بخش خواجہ (ضلع مونگھیر) ۲۳ ذی الحجہ سن ۱۳۵۳ھ

(جواب ۳۷۹) اقرار نامہ میں اس کی تصریح نہیں کہ محمد یوسف اپنی بیوی کو نفقہ اس صورت میں دے گا کہ بیوی اس کے گھر رہے۔ اس لئے محمد یوسف کو دونوں صورتوں میں نفقہ دینا لازم ہے۔ (۱) خواہ بیوی محمد یوسف کے گھر رہے خواہ محمد یوسف کی رضامندی یا کسی عذر صحیح شرعی کی وجہ سے میکے میں رہے۔ البتہ اگر بیوی محمد یوسف کی اجازت کے بغیر اور بغیر کسی حق شرعی کے میکے میں رہے گی تو نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔ (۲) پس اگر صورت واقعہ میں اس کی بیوی ناحق میکے میں چلی گئی اور بغیر کسی عذر صحیح شرعی کے وہاں رہتی تو نفقہ کی مستحق نہیں۔ لیکن اگر وہ محمد یوسف کی کسی ایسی حرکت کی وجہ سے چلی گئی ہے جس پر اسے جانا اور میکے میں رہنا جائز تھا تو وہ نفقہ کی مستحق ہے۔ (۳) پہلے مہینے کا نفقہ محمد یوسف نے مدت کے اندر بھیجا مگر زوجہ نے نہیں لیا تو اس عورت کا مطالبہ تو ساقط ہو گیا اور اقرار نامہ اس مدت کے لئے غیر مئوثر ہو گیا کیونکہ محمد یوسف نے نفقہ بھیج دیا۔ نہ لینا عورت کا قصور ہے۔ محمد یوسف کی جانب سے خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ نفقہ کم ہونے کا عذر عورت کی جانب سے صحیح نہیں۔ کیونکہ اقرار نامہ میں کوئی مقدار مذکور نہیں۔ اس کے بعد محمد یوسف نے نفقہ نہیں دیا تو اگر عورت میکے میں کسی عذر صحیح شرعی کی بنا پر مقیم ہے تو محمد یوسف نے

(۱) النفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ۳/۵۹۴ ط سعيد)
(۲) واذا [illegible] المرأة على زوجها او ابت ان تتحول معه الى منزله او حيث يريد من البلدان وقد اوفاها مهرها فلا نفقة لها كذا في [illegible] ولا نفقة للناشزة (الهندية، كتاب الطلاق، باب النفقة ۱/۵۴۹ [illegible])
(۳) تجب النفقة ولو هي في بيت ابيها او مرضت في بيت الزوج ... لا لناشزة خرجت من بيته بغير حق احتراز عن خروجها بحق (الدر المختار، باب النفقة ۳/۵۷۵ ط سعيد)

نفقہ نہ دینے سے طلاق ہوگئی۔ (۱) اور پہلی مرتبہ واپس کر دینے کو محمد یوسف اپنے نہ دینے کے عذر میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر عورت ناحق میکے میں مقیم ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ نفقہ کی مستحق ہی نہیں۔ (۲) محمد یوسف کے نفقہ نہ دینے سے اس پر طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ اقرار نامہ استحقاق نفقہ کی صورت سے ہی متعلق ہو سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عورت بیماری کی حالت میں والدین کے گھر رہے تو نفقہ کی مستحق نہیں

(سوال) مسماۃ اختری کا نکاح اشتیاق علی سے ہوا عمر ۱۳ سال۔ دو ڈھائی سال کے بعد رخصتی ہوئی۔ بعد رخصتی کے صرف پانچ یا چھ ماہ خاوند کے گھر رہی۔ جب زید ہ مارپیٹ و نان نفقہ نہ ہونے سے بیمار ہو گئی خاوند نے اس کے باپ کے گھر بحالت بیماری بھیج دیا۔ اس کے چار پانچ یوم کے بعد لڑکا پیدا ہوا جو کہ فوراً ہی مر گیا۔ جب سے وہ اپنے باپ کے گھر ہے۔ کیونکہ ۱۸ سال میں قانون انگریزی کے مطابق بالغ سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ۱۷ سال میں دعویٰ دائر کر دیا گیا بولایت والد کے۔ اگر وہ ۱۸ سال کی ہوتی تو خود دعویٰ دائر کر سکتی تھی۔ یہ نقل اقرار نامہ جو ارسال خدمت ہے یہ فتویٰ عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ المستفتی نمبر ۲۲۳ عصمت اللہ (آگرہ) ۲ ذی قعدہ سن ۱۳۵۴ھ م ۲۹ جنوری سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۸۰) عورت نان نفقہ لینے کی مستحق ہے۔ لیکن خاوند کے گھر رہ کر لے سکتی ہے۔ اپنے والدین کے گھر رہ کر شرعاً نفقہ لینے کی حق دار نہیں۔ (۳) نیز گزشتہ زمانے کا نفقہ بھی طلب نہیں کر سکتی۔ (۴) یہ اقرار نامہ شرعی طور پر گزشتہ زمانے کا نفقہ دلانے کے لئے کافی نہیں۔ البتہ عورت خاوند کے گھر پر رہنے کے آئندہ کا نفقہ لینے کی مجاز ہے۔ اگر خاوند مارپیٹ کرتا ہے تو اس کو تنبیہ یا سزا دی جا سکتی ہے یا ضمانت لی جا سکتی ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شادی کے وقت نابالغہ بیوی کو نفقہ دینے کا وعدہ کرنے والا بعد میں انکار کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

(سوال) ایک بیوہ نادار کی لڑکی ہے جس کی عمر گیارہ سال کی ہے۔ دھوکے سے ورغلا کر اس کی شادی کر لی اور پچاس روپیہ کھا گئے۔ والدہ سے شادی کے وقت حلفیہ قسم کھا کر کہا تھا جب تک بالغ ہو گی نان نفقہ لڑکی کے مکان پر دیں گے۔ عدالت میں لڑکی کا شوہر روٹی کپڑا دینے سے انکار کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں کہیں نوکر نہیں ہوں اور کچھ کام نہیں کرتا ہوں اور لڑکی کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتا ہوں۔ عدالت میں شوہر کے خلاف گواہ گزرے کہ یہ تیس روپے ماہوار کا ملازم ہے رنڈی بازی کرتا ہے۔ لڑکا ملازمت پر ہے مزدوری سے منکر ہے۔ اس لئے عدالت فتویٰ چاہتی ہے۔

(۱) وإذا أضافه (الطلاق) إلى وجود شرط وقع عقيب وجود الشرط وذلك مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق، وهذا بالاتفاق، لأن الملك قائم في الحال والظاهر بقاؤه إلى وقت الشرط كالمتكلم بالطلاق في ذلك الوقت. (اللباب [illegible] كتاب الطلاق ۳/ ۵۰ ط امدادیہ)

(۲) وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه (الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات ۱/ ۵۴۵ ط ماجدیہ)

(۳) [illegible] تو خاوند سے نفقہ نہیں لے سکتی ہے۔ وفي الخانية: مرضت عند الزوج فنقلت لدار أبيها إن لم يكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة وإلا لا (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ۳/ [illegible] ط سعید)

(۴) إذا خاصمت المرأة زوجها في نفقة ما مضى من الزمان قبل أن يفرض القاضي لها النفقة وقبل أن يتراضيا على شيء فإن القاضي لا يقضي لها بنفقة ما مضى عندنا (الهندية، باب النفقات [illegible] ۲۰۰)

المستفتی نمبر ۷۶۸ مسماۃ منظور بیوہ دین محمد (آگرہ) ۲۴ ذی قعدہ سن ۱۳۵۴ھ م ۱۸ فروری سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۸۱) اگر عدالت کے نزدیک یہ ثابت ہو کہ اس کے پاس مال ہے تو اس پر نفقہ لازم کردے۔(۱) اور اگر یہ ثابت ہو کہ وہ ظلماً زوجہ کو تنگ کرتا ہے اور نفقہ نہیں دیتا تو اس کو تنبیہ کرکے کہ نکاح فسخ کردیا جائے گا۔(۲) مناسب مہلت دے۔ اگر پھر بھی وہ باز نہ آئے تو نکاح فسخ کردے۔ہاں عدالت مسلمان حاکم کی ہونی لازم ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ناشزہ عورت نفقہ کی مستحق نہیں۔

(سوال) زید کے نکاح کو صرف ایک دو سال ہوا تھا کہ زید کی منکوحہ کسی باہمی خفگی کے باعث زید کی بلا اجازت وبلا رضا اور غیبت گھر سے باہر چلی گئی۔ پھر زید نے اس کو بسیار منت و سماجت کے بعد بلایا۔ پھر چند روز کے بعد زید کی منکوحہ بلا کسی وجہ بلا کسی سبب کے گھر سے باہر چلی گئی اور چار سال تک نہ آئی۔ اب چار سال کے بعد منکوحہ کے لواحقین اور رشتہ دار اس کے نان و نفقہ کے عوض بدلا مانگ رہے ہیں۔ کیا قوانین ملت اسلامیہ واحکام شرعیہ الہیہ کی رو سے نکاح قائم رہ سکتا ہے جب کہ عورت منکوحہ بلا اجازت شوہر گھر سے باہر چلی گئی جس کے سبب نامعلوم ہیں۔ اور کیا مذکورہ بالا صورت میں اس کے اخراجات نان و نفقہ کا کفیل اس کا شوہر ہو سکتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۳۳۴ مولانا آزاد افغانی (بمبئی نمبر ۳) ۲۲ ذی قعدہ سن ۱۳۵۵ھ م ۶ فروری سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۸۲) شوہر کے گھر سے عورت کا بلاوجہ اور بغیر سبب چلا جانا نشوز ہے اور ایسی صورت میں نکاح تو قائم رہتا ہے مگر عورت نان نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی جب تک وہ خاوند کے گھر واپس نہ آجائے۔ نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں رکھتی۔(۳) جس وقت خاوند کے گھر واپس آجائے گی اس وقت سے نفقہ آئندہ زمانے کے لئے طلب کر سکے گی۔ گزشتہ غیر حاضری کے زمانے کا نفقہ آنے کے بعد بھی نہ مانگ سکے گی۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ناشزہ عورت نفقہ کی مستحق نہیں

(سوال) ایک عورت اپنے شوہر کے مکان سے ناشزہ ہو کر نکل کر دس میل دور کسی دوسرے مرد سے مل گئی اور اس سے زنا کراتی رہی۔ کئی مہینے کے بعد شوہر نے اس بستی میں جا کر کسی جلسہ میں ایک عالم متدین اور ذوی الاقتدار کمیٹی کے ممبروں کے پاس اپنی بیوی کو اس فعل شنیع سے باز رکھنے کا اور اپنے مکان میں لے جانے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس کو اس زناکار سے تفرقہ کرا دیا۔ وہ عورت اپنے شوہر کے آدمی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئی۔ راہ میں پانچ میل کے فاصلہ پر ایک بستی میں ٹھہر گئی۔ ہر چند اس کے شوہر کے آدمی اور اس کمیٹی کے بعض ممبروں نے اس عورت کو اس کے شوہر کے گھر اور بستی میں لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکامیاب ہو گئے۔

---

(۱) والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۳/ ۵۹۴، سعید)

(۲) ومن اعسر بنفقۃ امرأتہ لم یفرق بینہما، وقال الشافعی یفرق، لانہ عجز عن الامساک بالمعروف فینوب القاضی منابہ (الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۲/ ۳۹۰، شرکۃ علمیۃ) وفی شرح الوقایۃ. واصحابنا لما شاہدوا الضرورۃ فی التفریق استحسنوا ان ینصب القاضی نائبا شافعی المذہب یفرق بینہما (شرح الوقایۃ، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۲/ ۱۵۴، سعید)

(۳) لا نفقۃ لاحد عشر: ومنہا خارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۳/ ۵۷۶، سعید)

(۴) اذا خاصمت المرأۃ زوجہا فی نفقۃ ما مضی من الزمان قبل ان یفرض القاضی لہا النفقۃ وقبل ان یتراضیا علی شیء فان القاضی لا یقضی لہا بنفقۃ ما مضی عندنا۔ (التاتارخانیۃ، کتاب النفقات ۴/ ۲۰۰)

چند روز کے بعد کئی شریروں کی سازش سے پھر وہ عورت اس زانی سائق کی بستی میں واپس چلی گئی اور اس زانی سے مل کی اور ناجائز تعلق کرتی رہی اب اس صورت میں سوال یہ ہے کہ مذکورہ عورت کو اپنے شوہر سے نفقہ وغیرہ حاصل کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اپنے شوہر سے نفقہ وغیرہ نہ دینے کی وجوہات پیش کر کے قاضی شریعت یا کسی ذی اقتدار پنچایت کے صدر کو اس نکاح کے اس وجہ سے فسخ ہونے کا فتویٰ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۲۶ محمد روشن الدین صاحب (کلکتہ) ۲۰ شعبان سن ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۳) اس عورت کو اپنے شوہر سے ان حالات کی صحت کی صورت میں نفقہ مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۱) اور ان وجوہات سے نفقہ نہ دینے کی بنا پر فسخ نکاح کا حکم بھی نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں اگر فسخ نکاح اس بنا پر ہو کہ خاوند اور پنچایت کے قبضے سے عورت نکل چکی ہے اور زنا میں مبتلا ہے فسخ نکاح کرنے سے وہ زنا سے بچ جائے گی تو اور بات ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تنگ دستی کی بنا پر فسخ نکاح

(سوال) تقریباً چودہ سال ہوئے کہ میری شادی مسماۃ لطیف النساء بنت شیخ برکت اللہ ساکن دہلی سے ہوئی تھی اس عرصے میں تین بچے مسماۃ مذکورہ کے بطن سے پیدا ہوئے جن میں سے دو فوت ہوگئے۔ ایک لڑکا مسمیٰ محمد سلطان عمر سات سال کے حیات ہے اور اپنی والدہ کے پاس ہے۔ میری مالی حالت، کل میں اچھی تھی مگر گزشتہ آٹھ سال سے بتدریج خراب ہوتے ہوتے اب عسرت سے زندگی بسر کرتا ہوں۔ میری اہلیہ اکثر میرے ساتھ کلکتہ میں رہا کرتی تھی مگر جب سے میری حالت خراب ہونے لگی ہے میرے خسر نے اس کو اپنے گھر روک رکھا ہے اور اب تک رکھے ہوئے ہے۔ خط و کتابت کے ذریعہ، خود جا جا کر، اپنے حقیقی بھائی اور بھاوج کو بھیج بھیج کر بیسیوں دفعہ خصوصاً تیسرے چوتھے مہینے بھی اپنے خسر سے التماس کی کہ وہ میری اہلیہ اور بچے کو رخصت کر دیں۔ جس طرح سے میں بسر اوقات کر رہا ہوں اسی طرح وہ دونوں بھی کریں گے مگر میرے خسر نے ایک نہ سنی اور اب وہ جبراً و قہراً از روئے شریعت و عدالت میری اہلیہ کو مجھ سے علیحدہ کر کے اس کا عقد ثانی کر دینا چاہتے ہیں اور مہر کے علاوہ چالیس روپے ماہوار کے حساب سے تین سال کا خرچ خوراک وغیرہ وصول کرنا چاہتے ہیں۔ اب صورت سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے محض میری سابقہ مالی حالت اچھی نہ رہنے کی وجہ سے میری بیوی کو مجھ سے علیحدہ قرار دے کر اس کا نکاح ثانی کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور کیا جب میری حالت دس روپے ماہوار بھیجنے اور بیوی پر خرچ کرنے کی نہیں ہے اور اپنی رضا یا میرے خسر کے دباؤ سے میری اہلیہ اپنے والدین کے گھر رہتی ہے۔ تو کیا اس صورت میں بھی مجھ پر میری حسب استطاعت ان کا خرچ واجب الادا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۱۲۹ شیخ محمد عثمان دہلوی مقیم حال کلکتہ۔ ۳ ذی قعدہ سن ۱۳۵۶ھ

(جواب ۳۸۴) نفقہ کی نوعیت اور مقدار معین کرنے میں زوجین کی حالت اور حیثیت کی رعایت رکھنی ہوتی ہے۔ یعنی اگر زوج دس روپے ماہوار قدرت رکھتا ہے اور زوجہ بیس روپے ماہوار کی حیثیت رکھتی ہے تو زید پر پندرہ روپے ماہوار ڈالے جائیں گے۔ دوسرا اگر زید نفقہ واجب ادا نہ کرے تو زوجہ کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے ساتھ فقر و فاقہ

(۱) لما شزة المرأة التي تخرج من بيت زوجها بدون اذنه بغير حق شرعي فلا يجب نفقتها الى ان تعود و تترك النشوز (عمدة الرعاية على شرح الوقاية، باب النفقة، ۲/ ۱۵۰، سعيد)

کی زندگی بسر کرے زوجہ اپنی خوشی سے قناعت کرے تو وہ اس کی رعایت اور شرافت ہے اور وہ مستحق تحسین ہو گی۔

گذشتہ زمانے کا نفقہ طلب کرنے کا زوجہ کو بھی حق نہیں ہے۔(۲) اگر کوئی مسلمان حاکم عدم وصولی نفقہ کی بنا پر نکاح فسخ کر دے گا۔(۳) تو بعد انقضائے عدت وہ دوسرا نکاح کر سکے گی لیکن جب تک کہ مسلمان حاکم کا ایسا فیصلہ صادر نہ ہو دوسرا نکاح ناجائز ہو گا۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نفقہ کی رقم وصول کرنے سے پہلے بیوی کی ملکیت نہیں

(سوال) شوہر حج کو جاتا ہے اور اپنی واپسی تک زوجہ کے نان و نفقہ کے لئے ایک معتبر شخص کے پاس کچھ رقم رکھوا جاتا ہے اور زوجہ کو کہہ جاتا ہے کہ اپنے اخراجات کے لئے فلاں شخص سے بر ضرورت منگالیا کرے لیکن زوجہ بوجہ شرم اس سے کچھ نہیں منگاتی اور اپنے والدین سے لے کر خرچ کرتی رہی۔ چنانچہ شوہر کا بوالپسی حج جہاز میں انتقال ہو جاتا ہے۔ اور زاں بعد شخص مذکور اس رقم سے ۸/۱ حصہ شرعی متوفی کی زوجہ کو دے دیتا ہے اور بقیہ رقم اس کے شوہر مرحوم کی پہلی مرحومہ زوجہ کے لڑکے کو دے دیتا ہے۔ اب سوال صرف اس قدر ہے کہ زوجہ شوہر کے حج کی روانگی سے تاوقت اس کے انتقال اور اس کے انتقال سے تا اختتام اپنی عدت اس کی متروکہ جائداد سے علاوہ اپنے ۸/۱ حصہ کے نان و نفقہ بھی لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۵۲۱ سید عبدالجبار صاحب ۲۸ جمادی الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۷ اجولائی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۸۵) نفقہ کی جو رقم زوجہ نے وصول نہیں کی اور عدت کے زمانہ کا نفقہ زوجہ کو نہیں ملے گا۔ اگر وہ نفقہ کی رقم لیتی رہتی تو بے شک وہ اس کا حق تھا۔ نہ لینے کی صورت میں یہ رقم شوہر کے مودع یعنی امین کے پاس شوہر کی ملک پر باقی رہی اور اس کے انتقال پر اس کے ترکہ میں شامل ہو گی۔(۵) اور موت کی عدت کا نفقہ متوفی شوہر کے ترکہ میں واجب نہیں ہوتا(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معذور بیوی کا نفقہ اور مہر کس کے ذمہ ہے؟

(سوال) زید کی منکوحہ بلا اجازت اپنے شوہر کے اپنے اعزا کے اغوا سے فرار ہو گئی اور شوہر سے علیحدہ رہ کر نان و نفقہ

---

(۱) وکذا تجب سکنی فی بیت خال عن اہلہ و اہلہا بقدر حالہا لطعام و کسوۃ (الدر المختار) وفی الرد : بقدر حالہما ای فی الیسار والاعسار ، فلیس مسکن الاغنیاء کمسکن الفقراء کما فی البحر ۔(رد المحتار، کتاب الطلاق باب النفقۃ ۳/ ۶۰۰، سعید)

(۲) والنفقۃ لا تصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء۔(الدر المختار، کتاب الطلاق باب النفقۃ ۳/ ۵۹۴، سعید)

(۳) یہ مذہب شوافع رحمہم اللہ کا ہے، حنفیہ کے ہاں اس صورت میں نکاح نہیں فسخ کیا جا سکتا البتہ متاخرین احناف نے ضرورت کی بنا پر اس کی اجازت دی ہے کہ حاکم مسلم تحقیق کر کے شافعی المسلک جج سے نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔ کما فی شرح الوقایۃ : واصحابنا لما شاہدوا الضرورۃ فی التفریق استحسنوا ان ینصب القاضی نائباً شافعی المذہب یفرق بینہما۔(شرح الوقایۃ، کتاب الطلاق باب النفقۃ ۲/ ۱۵۲، سعید)

(۴) ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ۔(الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث ۱/ ۲۸۰، ماجدیۃ)

(۵) وتسقط نفقۃ مدۃ مضت الا اذا سبق فرض قاض او رضیا بشیء فتجب لما مضی ماداما حیین فان مات احدہما او طلقہا قبل قبض ای قبل قبض المراۃ تلک النفقۃ سقط المفروض۔(شرح الوقایۃ، کتاب النکاح باب النفقۃ ۲/ ۱۵۳، سعید)

(۶) ولا نفقۃ للمتوفی عنہا زوجہا ، لان احتباسہا لیس لحق الزوج بل لحق الشرع فان التربص عبادۃ منہا۔(الہدایۃ باب النفقۃ ۲/ ۴۴۳، شرکۃ علمیۃ)

اور زر مہر طلب کرتی ہے۔ زید اس کے چال چلن سے مشتبہ ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ کہاں تک حقوق پانے کی مستحق ہے۔ زید کے والدین اس امر کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ زبردستی طلاق دلوائیں حالانکہ زید اپنی منکوحہ کو طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ کیا قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بطور خود شوہر پر دباؤ ڈال کر عورت کو طلاق دلوائے یا تفریق کر دے۔

(جواب ۳۸۶) عورت خاوند کے گھر سے بلا اجازت چلے جانے کی صورت میں اس وقت تک نفقہ کی مستحق نہیں ہے جب تک کہ خاوند کے گھر واپس نہ آجائے۔(۱) اگر زید کی جانب سے عورت کے ساتھ کوئی زیادتی اور بد سلوکی نہیں کی جاتی ہے تو عورت طلاق مانگنے میں گنہگار ہے۔(۲) اور قاضی کو زبردستی طلاق دلوانے کا حق نہیں ہے اور نہ وہ بلا وجہ تفریق کرانے کا اختیار رکھتا ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

(۱) واذا تغیبت المرأۃ عن بیت زوجها او ابت ان تتحول معه الی منزله ... فلا نفقة لها ، لا نهاناشزۃ ، ولا نفقة للناشزۃ ۔ (المبسوط، کتاب الطلاق باب النفقہ، ۵ / ۱۸۶ بیروت)

(۲) عن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ایما امرأۃ سئلت زوجها طلاقاً فی غیر مابأس فحرام علیها رائحة الجنة۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق باب الخلع، ۱ / ۳۰۳، سعید)

چودھواں باب

حقوق زوجین

شوہر بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جانے کا مجاز ہے

(سوال) عمرو زید کے خالو ہوتے ہیں اور ان کا وطن قدیم اضلاع خطہ اودھ ہے۔ ان کے تعلقات ملازمت حیدر آباد دکن میں ہوئے۔ زید اصل باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطہ متوسط میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدر آباد میں ہوا۔ اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر اور آمد و رفت سے متعلق نہیں ہوئی۔ بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطہ متوسط پر اس کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ تھی۔ زید کی طلب سے ہندہ دختر عمرو کی تین اولادیں ہوئیں۔ نکاح سے چھ سال کے بعد مسماۃ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں۔ کیونکہ ان کا بیان ہے کہ زید کو شرعاً ایسا کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ ہندہ کو اپنے ساتھ سفر میں لے جائے۔ مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں۔ قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت و سکونت پر لے جانے کا شرعاً حق ہے یا نہیں اگر ہندہ عذر اذیت و تکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو علامت نہ کر سکے یا یہ ثبوت پیش کرے و اگر ثابت سمجھی جائے تو زید بعد اوخال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

(جواب ۳۸۷) زوج کو اختیار ہے کہ اپنی منکوحہ کو جہاں چاہے رکھے۔ سفر میں جائے تو اس کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ قال اللہ تعالی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجد کم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔(۱) اور زوجہ کا یہ دلیل دے بے ثبوت یہ کہنا کہ زوج مجھے تکلیف و اذیت دیتا ہے غیر معتبر ہے جب کہ زوج کے ظاہر حالات سے اس بات کا گمان نہ ہوتا ہو اور وہ حسن سلوک کی ضمانت بھی دے دے۔ قالوا للزوج ان یسکنھا حیث احب ولکن بین جیران صالحین ولو قالت انہ یضربنی ویوذینی فمرہ ان یسکنني بین قوم صالحین فان علم القاضی ذلک زجرہ ومنعہ عن التعدی فی حقھا والا یسئل الجیران عن صنیعہ فان صدقوھا منعہ عن التعدی فی حقھا ولا یترکھا ثمہ وان لم یکن فی جوارھا من یوثق بہ او کانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانھا بین قوم صالحین (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۲)(۲) البتہ اگر زوج کی جانب سے ضرر رسانی و ایذا دہی کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں اسے زوجہ کو ساتھ لے جانے کا استحقاق نہیں ہے اور زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ سفر میں جانے سے انکار کر دے۔ ثم ذکر عن الفقیھین ابی القاسم الصفار وابی اللیث انہ لیس لہ السفر مطلقا بلا رضاھا لفساد الزمان لانھا لا تأتمن علی نفسھا فی منزلھا فکیف اذا خرجت وانہ صرح فی المختار بان علیہ الفتوی

(۱) الطلاق: ۶
(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۳/ ۶۰۲، سعید

وفی المحیط انہ المختار (رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۹)(۱)

بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر چلی جائے تو نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا

(سوال) ہندہ منکوحہ زید کی ہے جو بے اذن اپنے خاوند کے اپنے میکہ بوقت شب بساعت ۳ بجے مع نقدو جنس روپوش ہو کر چلی گئی۔ ہندہ کا میکہ زید کے مکان سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر ہے قبل بھاگ جانے ہندہ کے برادر ہندہ واسطے لے جانے اپنی ہمشیرہ ہندہ کے آیا تھا لیکن زید و والدہ زید نے بہ سبب حاملہ ہونے ہندہ کے رخصت کرنے سے انکار کیا۔ دو ہفتے بعد یہ واقعہ ہوا بدیں وجہ زید و متعلقین زید کا خیال ہے کہ برادر ہندہ ہی مخفی طور سے اس کو اپنے ہمراہ لے گیا ہے۔ ایسی حالت میں نکاح میں کوئی خلل واقع ہو گا یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۳۹ غلام رسول کول مرچنٹ ۲۶ ذی قعدہ سن ۱۳۵۲ھ م ۱۳ مارچ سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۸) ہندہ خواہ اپنے بھائی کے ساتھ گئی ہو یا کسی اور مرد یا عورت کے ساتھ یا تنہا بہر صورت نکاح میں کوئی خلل نہیں آیا۔ نکاح بدستور قائم ہے۔ ہندہ بلا اجازت بھاگ جانے میں خطاکار اور گنہگار ضرور ہے(۲) مگر کوئی کفارہ اس کے ذمہ لازم نہیں۔ سوائے توبہ اور معافی طلب کرنے کے اس کو چاہئے کہ توبہ کرے اور خاوند سے معافی مانگے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی تقریب میں شریک ہونا

(سوال) ہندہ اپنے شوہر زید کی اجازت سے میکے گئی ہوئی ہے وہاں اس کے والدین نے بلا اجازت زید کے اس کو ایک تقریب میں شریک کر دیا بلکہ زید نے ممانعت کا خط بھی لکھ دیا تھا مگر اس کی تحریر پر عمل نہیں کیا گیا۔ اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۳۲۴ حاجی حافظ علی محمد علی (مرار ریاست گوالیار)

(جواب) ہندہ کو بغیر اجازت اپنے شوہر کے تقریب میں شریک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اگر وہ شریک ہو گئی تو اس کو اپنے شوہر سے معافی مانگنا چاہئے اور شوہر کو مناسب ہے کہ وہ معاف کر دے۔(۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، ... المهر ... [illegible]

(۲) او حمد علیها ان تطیعه فی کل مباح ... [illegible] ... علیها کامر السلطان الرعیة ... (رد المحتار، باب ... [illegible])

(۳) ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (النور: ۲۲)

بیوی کو ترک وطن پر مجبور کرنا

(سوال) زوج ترک وطن کرتا ہے اور زوجہ ترک وطن پر رضامند نہیں ہوتی اور سفر پر اس کے ہمراہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوتی اور اپنے حقیقی بھائیوں اور باپ وغیرہ کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اس صورت میں زوج اپنی زوجہ کو اپنے ہمراہ جبرا سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟ زوجہ کے انکار پر زوج جبر و تشدد کرتا ہے۔ آیا یہ فعل اس کا جائز ہے؟ زوجہ باعصمت ہے۔ اپنے بھائیوں کے نہ چھوڑنے کے علاوہ اور کوئی وجہ انکار کی نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۳۲۲ مجید چپراسی (دہلی) ۲۰ رجب سن ۱۳۵۳ھ م ۳۰ اکتوبر سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۹۰) جب کہ زوج شریف الطبع اور حسن سلوک میں آزمودہ ہو اور اس کی غرض اضرار یا ایذائے زوجہ نہ ہو اور وہ مہر بھی کلا معجلا یعضا علی الشروط او العرف ادا کر چکا ہو تو وہ سفر معتدل متعارف میں جہاں زوجہ کو کوئی ناواجبی تکلیف پہنچنے کا احتمال نہ ہو اپنے ہمراہ لے جانے اور رکھنے پر جبر کر سکتا ہے۔ اور یہ جبر ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی غرض اضرار یا ایذا ہو یا اس کا قرینہ ظاہر و شبہ کیا جائے یا مہر کی مقدار واجب الادا ادا نہ کی گئی ہو یا سفر معتدل متعارف نہ ہو بلکہ دور دراز مقام یا بالکل غیر ملک میں لے جانا چاہے یا زوجہ کو وہاں کوئی ناواجبی تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو ان صورتوں میں جبرا لے جانے کا حق نہیں اور جبر کرنا ظلم قرار دیا جائے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر بیوی کو دودھ پلانے اور روٹی پکانے پر مجبور نہیں کر سکتا

(سوال) مرد اپنی زوجہ کو بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز روٹی پکانے کے لئے مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۴۹۶ محمد انور (ضلع جالندھر) ۲۰ ربیع الاول سن ۱۳۵۴ھ م ۲۳ جون سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۹۱) مرد کو یہ حق نہیں کہ منکوحہ عورت پر بچے کو دودھ پلانے کے لئے جبر کرے بشرطیکہ وہ اتنی استطاعت رکھتا ہو کہ بچے کے لئے دایہ کا انتظام کر سکے۔ ورنہ ماں پر بچہ کو دودھ پلانا لازم ہے۔(۲) روٹی پکانے کے لئے بھی جبر نہیں کر سکتا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

غیر مرد کے ساتھ جانے سے عورت کا نکاح نہیں ٹوٹتا

(سوال) عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے مرد کے ساتھ چلی گئی۔ تو شوہر کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اب شوہر اس کو بلانا چاہتا ہے۔ المستفتی نمبر ۵۴۱ الہی خاں (گوے) ۱۲ ربیع الثانی سن ۱۳۵۴ھ

(جواب ۳۹۲) عورت کے چلے جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔(۴) اگر خاوند اس فعل سے ناراض ہو کر اسے رکھنا نہ چاہے تو اسے طلاق دے سکتا ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) ویسافر بها بعد اداء كله مؤجلا و معجلا اذا كان مامونا عليها والا يؤدى كله وملم يكن مامونا لا يسافر بها وبه يفتى (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۴۶، سعید)

(۲) ولا تجبر من لها الحضانة عليها الا اذا تعينت لها بان لم يؤ خذ ثدى غيرها ولم يكن للاب ولا للصغير مال، به يفتى (الدر المختار، باب الحضانة، ۳/۵۵۹، سعید)

(۳) وان قالت لا اطبخ ولا اخبز قال في الكتاب : لا تجبر على الطبخ والخبز۔ (الهندية، ۱/۵۴۸، ماجدیہ)

(۴) والزنى لا يحرم على زوجها (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/۵۰، سعید)

(۵) واما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظور الا لعارض يبيحه وهو معنى قولهم الاصل فيه الحظر والاباحة للحاجة الى الخلاص۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، ۳/۲۲۸، سعید)

نافرمان بیوی کا حکم

(سوال) کوئی بیوی شوہر کا کہنا نہ مانے یعنی اس سے نماز روزہ وغیرہ کے لئے کہا جائے اور وہ اس کے خلاف کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۷۸۵ حاجی محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۶ ربیع الثانی سن ۱۳۵۴ھ م ۲۸ جولائی سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۹۳) نافرمان بیوی جب کہ کسی طرح نہ مانے اور باز نہ آئے تو خاوند کو حق ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) خاوند اور بیوی کے حقوق
(۲) شرعی حاکم کو شادی کے جھگڑوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ دینا فرض ہے

(سوال) (۱) عورت کے کیا کیا حقوق مرد پر ہوتے ہیں اور اسے عورت کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ (۲) عورت کا خاوند کے لئے کیا فرض ہے اور خاوند کا عورت کے لئے کیا فرض ہے؟ (۳) ایک فرماں بردار عورت کے حق میں خاوند کی طرف سے زیادتی ہونا کہاں تک درست ہے؟ (۴) حاکم شرع کو شادی کے جھگڑوں کے بارے میں مطابق شرع فیصلہ دینا چاہئے یا نہیں؟

(جواب ۳۹۴) (۱) عورت کا نفقہ کھانا، لباس، مکان مہیا کرنا مرد کے ذمہ ہے۔(۲) (۲) خاوند کی اطاعت(۳) اور اس کے مال کی حفاظت، اولاد کی پرورش، عصمت کی حفاظت۔(۴) (۳) زیادتی اگر فی الحقیقت زیادتی ہو تو ناجائز اور ظلم ہے۔(۵) (۴) شرع کے مطابق فیصلہ دینا فرض ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بیویوں کے درمیان امتیازی سلوک کا حکم

(سوال) (۱) زید کی دو بیویاں ہیں۔ ایک سے محبت زیادہ ہے دوسری سے کم۔ نیز ایک سے مباشرت کرتا ہے دوسری سے کبھی اتفاقیہ بادل ناخواستہ صحبت کی نوبت آتی ہے۔ جس سے باہمی نزاع اور منافرت پھیل کر یہاں تک نوبت آگئی کہ مذکورہ بیوی زنا پر آمادہ ہو گئی۔ زید کا عذر یہ ہے کہ کھانا کپڑا تو مساوی طور پر دے سکتا ہوں کیونکہ واجب ہے لیکن صحبت کرنی واجب نہیں۔ لہذا مجھے اختیار ہے کہ صحبت کروں یا نہ کروں۔ عورت یہ کہتی ہے کہ کھانا کپڑا تو باپ کے گھر بھی تھا۔ نکاح تو صحبت کی ضرورت کے لئے کیا تھا۔ جب میری صحبت سے نفرت ہے تو مجھے آزاد کر دے میری

---

(۱) الا اذا خافا الا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا (الدر المختار) وفی الرد: الا اذا خافا استثناء منقطع ، لان التفریق حینئذ مندوب لقرینۃ قولہ فلا باس لکن سیاتی اول الطلاق انہ یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلاۃ ، ویجب لوفات الا مساک بالمعروف۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۵۰، سعید)

(۲) النفقۃ ھی لغۃ ماینفقہ الا نسان علی عیالہ وشرعا ھی الطعام والکسوۃ والسکنی ونفقۃ الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلاثۃ زوجۃ وقرابۃ و ملک، فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح علی زوجھا. (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، ۳/ ۵۷۲، سعید)

(۳) وحقہ علیھا ان تطیعہ فی کل مباح یامرھا۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب القسم، ۳/ ۲۰۸، سعید)

(۴) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ والا میر راع والرجل راع علی اھل بیتہ والمراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ، فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ راعیۃ، ۲/ ۷۸۳، قدیمی)

(۵) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذی جارہ واستوصوا بالنساء خیرا۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۲/ ۷۷۹، قدیمی)

(۶) عن ابن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: القضاۃ ثلثۃ: واحد فی الجنۃ و اثنان فی النار، فاما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فقضی بہ ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فھو فی النار ورجل قضی للناس علی جھل فھو فی النار۔ (سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطی، ۲/ ۱۴۷، امدادیہ)

کیوں راہ مار رکھی ہے اس معاملہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟ ان میں مفارقت کر لی جائے یا اسی حالت میں رہنے دیا جائے جب کہ عورت زنا پر مستعد ہے۔

زنا کی عادی عورت کو طلاق دینا زیادہ بہتر ہے

(۲) بکر کی بیوی بکر سے ناخوش اور متنفر ہے اور دوسری جگہ ناجائز تعلق کر رکھا ہے۔ باوجود ہر طرح کی خاطر کی بکر کی بیوی بکر کو منہ نہیں لگاتی اور نہ بکر سے ورتی ہے نہ اس کا کہنا تی ہے۔ بکر کو ہر طرح کی مجبوری درپیش ہے۔ عورت کی طرف سے بے حد تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اس لئے مجبور ہو کر سبکدوش ہونا چاہتا ہے۔ بکر کی مالی حالت یہاں تک گری ہوئی ہے کہ پاس ایک پیسہ نہیں جو عدالت سے چارہ جوئی کر سکے یا عورت کا مہر ادا کر سکے۔

المستفتی نمبر ۹۳۱ محمد قاسم، گنگوہ۔ ۲۸ صفر سن ۱۳۵۵ھ م ۲۰ مئی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۹۵) (۱) اگرچہ قضاءً یہ لازم نہیں کہ ہر عورت سے اس کی باری پر جماع بھی کیا جائے لیکن دیانۃً مرد پر واجب ہے کہ اتنی مدت تک ترک جماع نہ کرے جس کی برداشت عورت سے نہ ہو سکے یا اس پر شاق ہو۔ (۱) اور جب کہ عورت خدانخواستہ زنا پر آمادہ ہو اور شوہر پھر بھی اس کی حاجت پوری نہ کرے تو مفارقت کر دینی لازم ہے۔ (۲)

(۲) بکر کو ان حالات میں کہ بیوی اعلانیہ زنا کرتی ہے اور کسی طرح نہیں مانتی اس کو طلاق دے دینی چاہئے۔ (۳) اور مہر کی ادائگی جب ممکن ہو اس وقت کر دے یا عدم ادائگی کی وجہ سے جو تکلیف پہنچے اسے برداشت کرے معلق چھوڑے رکھنا صحیح نہیں۔ (۴) اور اگر بیوی بکر کے گھر میں نیک عورتوں کی طرح پابندی اور پردے سے نہیں رہتی تو اس کا نفقہ بکر کے ذمہ واجب نہیں۔ (۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) نیکی کی نصیحت والدین کو بھی کی جا سکتی ہے
(۲) بہو پر ساس اور خسر وغیرہ کی خدمت لازمی نہیں

(سوال) (۱) کیا اللہ پاک نے قرآن شریف میں کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ تم اپنے والدین کو جو کہ خلاف شرعی کام کرتے ہیں نصیحت و ہدایت کیا کرو۔ بیٹا ماں باپ کو نصیحت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) زید اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ میرے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کا حق خدمت شرعی حکم سے اگر تمہارے ذمہ ہے تو ادا کرنا چاہئے۔ زید کی زوجہ کہتی ہے کہ اللہ کا حکم قرآن شریف میں اور اللہ کے رسول کا حکم حدیث شریف میں مجھے دکھلائیے کہ میں بدل و جان حکم بجالاؤں۔

المستفتی نمبر ۹۸۰ عبدالوحید صاحب (ضلع بلند شہر) ۵ اربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۶ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۹۶) (۱) برے کاموں سے بچنے اور نیک راہ اختیار کرنے کی نصیحت بیٹا بھی والدین کو نرمی اور ادب کے

---

(۱) في الدر المختار : لا في المجامعة كالمحبة بل يستحب ويسقط منها بمرة ويجب ديانة احياناً ولا يبلغ مرة الايلاء الا برضاها

(۲) ان سببه الحاجة الى الخلاص عند تباين الاخلاق و عروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، ۳ / ۲۲۸، سعید)

(۳) جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : ان عندي امرأة هي من احب الناس الي وهي لا تمنع يد لامس، قال : طلقها ، قال : لا اصبر عنها، قال استمتع بها۔ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب تزویج الزانیة ۲ / ۵۹، سعید)

(۴) فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ البقرة

(۵) واذا نعيت المرأة عن بيت زوجها او ابت ان تتحول معه الى منزله فلا نفقة لها ، لانها ناشزة ولا نفقة للناشزة۔ (المبسوط، کتاب الطلاق باب النفقة، ۵ / ۱۸۲، بیروت)

ساتھ کر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت اپنے باپ کو قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے۔(۱)(۲) زید کے والدین کا ادب اور احترام اور معمولی عرفی خدمت جس میں زوجہ پر کوئی مشقت اور تکلیف نہ ہو کرنی بہتر ہے۔ اس سے زیادہ زوجہ کے ذمہ لازم نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) زوجہ پر شوہر کی تابعداری ضروری ہے یا والدین کی
(۲) بیوی کو الگ رہائش مہیا کرنا

(سوال) (۱) زوجہ کو شوہر کی تابعداری ضروری ہے یا والدین کی اور دونوں اس صورت میں کہ والدین کی فرماں برداری عورت کو شوہر کے جائز حقوق کی ادائیگی میں مانع ہو جس کی وجہ سے شوہر اور زوجہ میں نباہ دن بدن مشکل ہوتا جارہا ہے۔ (۲) شوہر کے مکان میں شوہر کی والدہ برادر کلاں وخود بھی رہتے ہیں اور حیثیت اتنی نہیں ہے کہ دوسرے مکان میں رہیں لیکن زوجہ اور اس کے والدین ان کے سامنے آنے کو حرام سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس حال میں عورت کا تشدد کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۸۲ قاری خادم علی مراد آبادی مدرس مدرسہ نئی سڑک (دہلی) ۱۰ جمادی الاول سن ۵۵ ۱۳ھ م ۳۰ جولائی سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۸۹۷) (۱) زوجہ کو شوہر کی تابعداری لازم ہے۔(۲) اور والدین کی خدمت اور اطاعت اس حد تک لازم ہے کہ وہ شوہر کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔(۳) (۲) عورت کا حق ہے کہ اس کو ایسے مکان میں رکھا جائے جس میں شوہر کے اقارب نہ ہوں۔(۴) دیور اور جیٹھ کے سامنے ہونے سے اگر زوجہ انکار کرتی ہے تو اس انکار میں وہ حق بجانب ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیٹی کے علاج اور تجہیز و تکفین کے اخراجات کا داماد سے مطالبہ

(سوال) زید کی لڑکی شادی شدہ زیادہ تر اپنے پدر زید کے پاس رہی۔ اخیر مرتبہ صدمہ ہو کر اپنے شوہر کے یہاں سے زید کے یہاں آگئی اور یہیں اس کا معالجہ شروع ہوا۔ اس علاج میں زید نے کثیر مصارف کئے ایک عرصہ تک بیمار رہ کر وقت آپکا تھا انتقال ہو گیا۔ اس کے مرنے پر تمامی مصارف بڑی تعداد کے ساتھ زید کے یہاں ہی ہوئے۔ اس نے ایک بچہ شیر خوار دو ڈھائی سالہ چھوڑا۔ اس کی پرورش بھی بہت سے دنوں تک زید کے یہاں ہوئی۔ اس کی خالہ نے اس

---

(۱) اذ قال لابيه يا ابت لم تعبد ما لا يسمع ولا يبصر ولا يغني عنك شيئا ٭ يا ابت اني قد جاء ني من العلم ما لم يأتك فاتبعني اهدك صراطا سويا ٭ يا ابت لا تعبد الشيطان ان الشيطان كان للرحمن عصيا ٭ يا ابت اني اخاف ان يمسك عذاب من الرحمن فتكون للشيطن وليا۔ (سورہ مریم: ۴۲ تا ۴۵)

(۲) عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها۔ (جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ۱/ ۲۱۹، سعید)

(۳) ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين في كل جمعة ان لم يقدرا على اتيانها ... ولو ابوها زمنا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرا وان ابى الزوج۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، ۳/ ۶۰۲، سعید)

(۴) وفي الهداية : وعلى الزوج ان يسكنها في دار مفردة ليس فيها احد من اهله الا ان تختار ذلك۔ (الهدایة، کتاب الطلاق، باب النفقة، ۲/ ۴۴۳، سعید)

(۵) عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : اياكم والدخول على النساء ، فقال رجل من الانصار : يا رسول الله افرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۲/ ۷۸۷، قدیمی)

کو دودھ پلایا ایک نوکرانی بھی دودھ پلانے کے لئے رکھی گئی۔ اس کی خدمت و پرورش میں زر کثیر صرف ہوا اور اس وقت تک وہ زید کے یہاں موجود ہے۔ جب عمر اس کی ساڑھے تین سال کی ہوئی تو اس کی تعلیم شروع ہونے پر جملہ مصارف اچھی صورت میں ہوتے رہے۔ بچہ کی عمر اس وقت دس سال کی ہے۔ اب بکر اس کا باپ تعلیم کے نام سے اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔ بکر نے عقد ثانی بھی کر لیا ہے۔ اس کی بھی اولاد ہے۔ بچہ بکر کے پاس رہنا نہیں چاہتا ہے بکر پکڑ پکڑ کر لے جاتا ہے اور وہ پھر بھاگ کر آجاتا ہے۔ اس کو سمجھایا بھی جاتا ہے تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ بکر کو اس کے ملنے والوں کے ذریعہ سے سمجھوایا گیا کہ بقول تمہارے بچہ کو تم اپنے پاس رکھ کر تعلیم کرانا چاہتے ہو تو جس معیار پر تعلیم کرانے کا خیال ہے وہ لکھ کر دے دیا جائے اس معیار سے دو چند پیمانہ پر زید اس کا نانا اپنے مصارف سے تعلیم کرانے کے لئے تیار ہے مگر بکر اس کا باپ کسی اغراض یا ضد کی وجہ سے اس کو نہیں مانتا۔ زید اس کے نانا کو بچہ کے رکھنے میں سوائے اس کے کہ بچہ آرام سے رہے اور دختر مرحومہ کی یادگار ہے خدا قائم رکھے اور اس کی نسل کا سلسلہ خدا بڑھائے اور اپنی حیات میں ہی اگرچہ دختر مرحومہ شرعاً محروم الارث ہے۔ اس دختر کے حقوق اپنے سامنے خوشی سے دے دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ اور اس کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ کوئی غرض وابستہ نہیں ہے۔ اور جس قدر صرف زید نے زوجہ بکر کی بیماری اور تجہیز و تکفین میں کیا ہے اس کی ادائیگی کا بکر شرعاً ذمہ دار ہے یا نہیں اور اسی طرح سے زید نے پسر بکر کی پرورش میں جو کچھ صرف کیا ہے اس کی واپسی بکر پر لازم ہے یا نہیں۔ اور عدم ادائیگی مطالبات مذکورہ مانع سپردگی پسر ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۶۱ ہدایت محمد خاں صاحب سر رشتہ دار نظامت پرگنہ سرونج ۱۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۵ھ م یکم ستمبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۸) زید نے اپنی مرحومہ لڑکی کے علاج اور تجہیز و تکفین اور بچہ کی پرورش اور تعلیم میں بغیر امر واذن بکر جو مصارف کئے ہیں ان کا بکر سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔(۱) یہ سب تبرع سمجھے جائیں گے۔ بچہ کی عمر جب سات سال سے متجاوز ہو گئی تو باپ کو یہ حق ہے کہ بچہ کو اپنی نگرانی میں لے لے۔ اور اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ اگر بچہ کی تعلیم و تربیت نانا کے یہاں قابل اطمینان طریق پر ہو رہی ہے اور بچہ نانا کے یہاں رہنے میں خوش ہے تو اس کے باپ کو حسن و رضامندی کے ساتھ اس پر آمادہ کیا جائے کہ بچہ کو نانا کے یہاں چھوڑ دے۔ جبراً بچہ کو اپنے یہاں رکھنے کا نانا کو حق نہیں۔(۲) بالغ ہونے کے بعد بچہ نانا کے یہاں رہنا پسند کرے تو اسے یہ اختیار حاصل ہوگا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) شوہر پر بیوی کا علاج معالجہ لازم نہیں
(۲) نابالغ کی رضامندی معتبر نہیں

(سوال) (۱) بعض سوالات کا جواب بالتصریح نہ ملنے سے تسکین نہیں ہوئی۔ اگر بکر اپنی اہلیہ کا علاج کرتا تو زید کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بکر کے مصارف روک کر اپنے مصارف شروع کر دیتا۔ کیا شوہر کے یہ فرائض میں نہیں کہ بحالت

---

(۱) اور تبرع میں رجوع نہیں ہو سکتا لہذا زید بکر سے مصروفہ رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا لا رجوع فیما تبرع عن الغیر۔ (قواعد الفقہ، رقم القاعدۃ: ۲۱۵، ص: ۱۰۶، صدف پبلشرز) اور قال محشیہ تحتہ: فمن انفق علی زوجۃ الغیر بغیر اذنہ ولا قضاء القاضی لا یرجع علیہ۔ (ایضاً)
نوٹ :- حاشیہ نمبر ۲، ۳، اگلے صفحہ کے حاشیہ نمبر ۱ - ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

معہ ماری اہلیہ اس کا علاج کرائے اور علاج میں جو مصارف ہوں ان کو برداشت کرے۔ کیا یہ شوہر کے فرائض میں نہیں کہ اہلیہ کے مرنے پر اس کی تجہیز و تکفین کرے اور اس کے مصارف برداشت کرے۔ مصارف کا بار اس وقت بکر پر نہیں پڑ سکتا۔ جب بکر مصارف کر رہا ہو اور زید اس کو روک کر اپنے مصارف شروع کرے۔ یہی صورت پرورش بچہ کے مصارف کی ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی ان مصارف پر تبرع ہو سکتا ہے۔

(۳) زید یعنی نانا کو کیا ضرورت ہے کہ جبراً بچہ کو اپنے پاس رکھے یا مصارف برداشت کرے۔ سوال تو یہ ہے کہ بچہ کسی تکلیف سے باپ کے پاس نہ رہنا چاہے اور اپنے نانا کے پاس خود رہنا پسند کرے تو کیا باپ اس کو جبراً بلا رضامندی اس کی لے جا سکتا ہے۔ کیا اس کے باپ کے دعوے پر عدالت بلا رضامندی بچہ اس کو جبر کے ساتھ سپرد کر سکتی ہے۔ کیا یہ بات اخلاقاً بھی درست ہو سکتی ہے؟

المستفتی نمبر ۱۲۴۹ ہدایت محمد خاں صاحب سررشتہ دار نظامت سرونج ۱۹ رمضان سن ۱۳۵۵ھ م ۵ دسمبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۹) (۱) شوہر پر زوجہ مریضہ کا علاج لازم نہیں۔(۳) ہاں شوہر پر تجہیز و تکفین لازم ہے۔(۴) لیکن فاتحہ ایصال ثواب وغیرہ لازم نہیں۔ تجہیز و تکفین میں غالباً زیادہ سے زیادہ تیس ۳۰ روپے خرچ ہوتے ہیں اور وہ بھی اگر متوفیہ کے اقارب بغیر امر زوج کر دیں تو ان کی طرف سے یہ تبرع ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ روک کر کرے بلکہ بغیر امر کرنے کی صورت بھی تبرع ہوگا۔ (۳) جب بچہ نابالغ ہے تو اس کی سمجھ اور ناسمجھی ظاہر ہے اس لئے اس کی اپنی مرضی غیر معتبر قرار دی گئی ہے(۱) ابھی اس کا احساس معتبر نہیں ہے کیونکہ ناسمجھی کی عمر ہے۔ بے شک شارع نے اخلاق کو پیش نظر رکھ کر ضابطے بنائے ہیں اور ضابطہ کلیہ یہی ہے کہ بلوغ سے پہلے بچوں کی مرضی کا اعتبار نہ ہو ورنہ تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) والام والجدة احق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين ، وقال القدوري حتى ياكل وحده ويشرب وحده ويستنجي وحده وقدره ابو بكر الرازي بتسع سنين والفتوى على الاول وبعد ما استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولى يقدم الاقرب فالاقرب .(الهندية، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانۃ ۱/ ۵۴۲ ماجدیہ)

(۲) عن هلال بن اسامة ان ابا ميمونة سلمى مولى من اهل المدينة رجل صدق قال : بينما انا جالس مع ابي هريرة جاء ته امرأة فارسية معها ابن لها فادعياه وقد طلقها زوجها فقالت يا ابا هريرة ورطنت بالفارسية ، زوجي يريد ان يذهب بابني ، فقال ابو هريرة استهما عليه ورطن لها بذلك فجاء زوجها فقال من يحاقني في ولدي فقال ابو هريرة : اللهم اني لا اقول هذا الا اني سمعت امرأة جاء ت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا قاعد عنده فقالت يا رسول الله ان زوجي يريد ان يذهب بابني وقد سقاني من بئر ابي عنبة وقد نفعني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استهما عليه ، فقال زوجها من يحاقني في ولدي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : هذا ابوك وهذه امك فخذ بيد ايهما شئت فاخذ بيد امه فانطلقت .(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد ۱/ ۳۱۸ امدادیہ) وکذا فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب بلوغ الصغیر ۱/ ۲۹۳ سعید) وفی مرقات المفاتیح : واما عندنا فلولد اذا صار مستغنياً بان ياكل وحده ويشرب وحده فالاب احق به واجيب عن الحديث بوجهين احدهما انه عليه السلام دعا ان يوفق لاختيار الانظر على ما رواه ابو داود في الطلاق والنسائي في الفرائض ثانيهما انه كان بالغا بدليل الاستقاء من بئر ابي عنبة ومن هو دون البلوغ لا يرسل الى الآبار للاستقاء للخوف عليه من السقوط فيه لقلة عقله وتحيره عنه غالبا و نحن نقول اذا بلغ فهو المخير بين ان ينفرد بالسكنى وبين ان يكون عند ايهما اراد الا اذا بلغ سفيها .(مرقات المفاتیح، باب بلوغ الصغیر ۶/ ۳۴۰، ۳۴۳، امدادیہ)

(۳) في الدر : كما لا يلزمه مداواتها اي اتيانه لها بدواء المرض ولا اجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ۳/ ۵۷۵ سعید)

(۴) واختلف في الزوج والفتوى على وجوب كفنها عليه .(الدر المختار، کتاب الجنائز ۲/ ۲۰۶ سعید)

(۵) حاشیہ نمبر ۵ اگلے صفحہ کے حاشیہ نمبر ۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

شوہر بیوی کو تعلیم قرآن سے نہیں روک سکتا

(سوال) ایک نومسلمہ عورت جو دین اسلام حاصل کرنے کی غرض سے ایمان لائی اس کا مسلمان خاوند جس نے اس کی تعلیم قرآن شریف کا معمم عہد بھی کر لیا تھا اب تعلیم حاصل کرنے سے روکتا ہے اور اس کو لویت بھی دیتا ہے اور تنبیہ بھی کرتا ہے تو شخص مذکور کو شریعت کیا حکم دیتی ہے اور جب کہ عورت مذکورہ کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہے کہ اس کی منشاء کے خلاف کیا جاوے تو بیعت ممکن ہے کہ وہ اسلام سے پھر جائے۔

المستفتی نمبر ۱۳۹۸ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ شمس العلوم۔ (ضلع مراد آباد)
۹ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۱۶ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰۰) تعلیم قرآن مجید سے روکنے کا خاوند کو حق نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شریر بیوی کو ساتھ رکھنے کی گنجائش ہے

(سوال) میں نے ایک شادی عرصہ ۲۵ سال ہوا جب کی تھی۔ اس عورت سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ بلکہ ایک لڑکا خدا کے فضل سے بعمر ۲۲ سال اب بھی موجود ہے مگر عورت مذکور میں دماغی طاقت بالکل نہیں ہے۔ نہ نیک وبد کی پہچان ہے۔ خاص طور سے گھر کی بربادی اور اپنا نقصان خیال کر کے بدرجہ مجبوری میں نے ایک دیگر عورت سے نکاح کر لیا کیونکہ بغیر اس کے میری زندگی بیکار تھی۔ خیر میں نے نکاح کر کے پھر دو عورتوں کو علیحدہ علیحدہ رکھ دیا۔ مگر عورت سابقہ نے کچھ دن کے بعد کچھ لڑائی جھگڑا خود میرے ساتھ شروع کر دیا۔ میں دھولپور رہتا تھا وہاں اس قدر نوبت پہنچائی کہ باآواز بلند جھوٹا اتہام مجھ کو لگانا شروع کیا کہ میرا شوہر مجھ کو تلوار سے مارنا چاہتا ہے آخر کار یہ بات ہمسایوں کے کان میں پڑی اور پولیس تک کو معلوم ہوئی۔ میں بہ خوف گرفتاری وہاں سے دوسری عورت کو ساتھ لے کر جے پور گیا۔ تب اس نے دھولپور سے خطوط روانہ کئے اور خرچ طلب کیا۔ خیر میں نے خرچ بھی بھیجنا شروع کر دیا تو پھر اس نے لکھا کہ میں جے پور آنا چاہتی ہوں تو میں نے جے پور بھی بلوا لیا اور یہاں پر بھی اس کو بہت آرام سے رکھا مگر کچھ دن رہنے کے بعد اس نے مجھ کو جھوٹا الزام لگانا شروع کر دیا ہے کہ میرا خاوند مجھ کو زہر دے کر مارنا چاہتا ہے۔ آخر کار بخوف بدنامی کے ڈر سے بوجہ مجبوری میں نے اس کو اس کی والدہ کے پاس ریاست گوالیار میں بھیج دیا۔ اب آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہئے تاکہ مجھ کو مذہبی کسی قسم کا عذاب نہ ہو۔ میں نے ہر طرح سے کوشش کی اس کو سمجھانے کی اور اس کو اب بھی نان ونفقہ دینے کو تیار ہوں مگر اس کی خراب عادت کی وجہ سے پاس رکھنے سے مجبور ہوں۔

المستفتی نمبر ۲۰۳۰ اسماعیل لوہار (جے پور) ۴ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۷ نومبر سن ۱۹۳۷ء

---

(۱) سئل في بيعة عمرها عشر سنوات ... تزوج ... يريد اخذها ... فهل له ذلك ولا خيار لها، الجواب نعم والحالة هذه، لا خيار للولد عندنا مطلقاً ذكراً و انثى (الحامدية، باب الحضانة ۱/ ۲۰۹، قندهار افغانستان)

(۲) وان امتنع الزوج عن السؤال كان لها ان تخرج بغير اذنه، لان طلب العلم فيما يحتاج اليه فرض على كل مسلم ومسلمة فيقدم على حق الزوج (الخانية على هامش الهندية، فصل في حقوق الزوجية ۱/ ۴۲۰، ماجدية)

(جواب ۴۰۱) اگر وہ تہمتیں تراشتی ہے اور اس کے رویہ سے مرد کو تکلیف پہنچے بلکہ قید وبند کی مصیبت پیش آنے کا خطرہ ہے تو پھر وہ اس کو اپنے پاس نہ بلانے اور نہ رکھنے میں گنہگار نہ ہوگا۔(۱) ہاں بہتر یہ ہے کہ کچھ خرچ بھیج دیا کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی والدین کے گھر سے آنے کو تیار نہیں تو کیا طلاق دینے میں کوئی حرج ہے؟

(سوال) ایک شخص عادل انصاف پسند اہل علم نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا۔ بارہ سال تک عورت اس کے گھر میں آباد رہی۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ اس عورت نے اپنے بھائی اور بچوں سے ملنے کی خواہش کی۔ خاوند خود اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں پہنچ کر عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں بہت مدت کے بعد آئی ہوں اس لئے آپ چلے جائیں میں ایک ماہ یا ڈیڑھ ماہ کے بعد آجاؤں گی۔ اب ساڑھے چھ ماہ کا عرصہ ہو چکا شوہر نے متواتر کئی ایک خط تحریر کئے ہیں۔ وہاں سے کبھی تو جواب آتا ہے کہ اسی روپے روانہ کردو کبھی جواب آتا ہے کہ تیس روپے یا تیس روپے روانہ کردو تو آجائے۔ دراصل اب اس کی آنے کی نیت نہیں۔ مجبور ہو کر خاوند نے شرعی طور پر استفتا کیا ہے اور خاوند کا یہ منشا نہیں کہ باوجود طلاق دی جانے اور عورت اپنے بیٹے بچوں کے پاس رہنا چاہتی ہے نکاح ثانی کے اس خاوند کے پاس ہونے کی نیت نہیں۔ اس فیصلہ کی نسبت جو شرعی حکم ہو صادر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۰۳۰ حکیم محمد بخش صاحب جالندھری ۱۴ رمضان سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰۲) اگر عورت خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور مرد اس کو اس وجہ سے طلاق دے دے تو اس میں مرد کے ذمہ کوئی مواخذہ اور گناہ نہیں ہے۔(۱)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حاملہ عورت سے کب تک جماع درست ہے؟

(سوال) حاملہ عورت سے کس مدت تک شوہر جماع کر سکتا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۳۲۰ نبی احمد خاں۔ آگرہ

(جواب ۴۰۳) جب تک عورت کو تکلیف اور حمل کو نقصان نہ پہنچے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) بیوی کو والدین اور اقارب سے ملانے کے متعلق چند استفسارات
(۲) تعمیل حکم اور خدمت میں شوہر مقدم ہے یا باپ؟

(سوال) (۱) خالد بسلسلہ روزگار و معاش اپنے وطن سے بہت دور قیام پذیر ہے اور بیوی بچے بھی ساتھ رکھتا ہے چونکہ اس کی بیوی کے والدین اور قریبی رشتہ دار وطن میں رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں خالد پر شرعاً کس قدر عرصہ میں بیوی کو اس کے والدین سے ملا دینا ضروری و لازمی ہے۔

(۲) مدینے میں پنجوقتہ وردوں کی تعداد شریعت میں ہے یا سال دو سال میں دو چار روز کے لئے بھی ملا دینا کافی ہے۔

(۳) خالد کو اس صورت میں نہایت آرام و راحت ہے کہ جب اس کی بیوی کا ماں باپ سے یا ماں باپ کا بیٹی سے ملنے کو دل چاہے تو خالد آمد و رفت کا خرچ ان کو بھیج دے خسر خوش دامن دونوں یا ایک آجائیں اور جب تک دل چاہے قیام کریں اور پھر چلے جائیں۔ یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۱) (۲) (۳) اس صفحہ کا مکمل حاشیہ صفحہ نمبر ۲۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) دوسرے قریبی رشتہ دار و اولاد وی، نانا نانی، چچا، پھوپی، خالہ، بہن، بھائی ان سب سے کس قدر عرصہ میں ملا دینا چاہئے اور یہ شرعاً ضروری ہے یا غیر ضروری امور میں سے ہے؟
(۵) بیوی پر شوہر کے کیا کیا حقوق ضروری و لازم ہیں؟
(۶) ایک کام شوہر بیوی کو بتادے جب تک کہ وہ خلاف شرع نہ ہو اور ایک کام اسی قبل سے اسی وقت بیوی کا باپ اپنی لڑکی کو بتادے تو بیوی کو کس کے حکم کی تعمیل ضروری ہے اور خدا اور رسول کی خوشنودی کس شق میں ہوگی؟
(۷) شوہر بیمار بیوی بھی بیمار اور دونوں خدمت کے محتاج بیوی پر کس کی خدمت آیا شوہر کی یا باپ کی لازم ہوگی؟

المستفتی نمبر ۲۲۱۸ مولوی محمد جمیل کا ٹھیاواڑ ۲۵ رجب سن ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۰۴) خاوند کے ذمہ یہ لازم نہیں کہ وہ بیوی بچوں کو بیوی کے ماں باپ و اولاد وی سے ملانے کے لئے وطن پہنچائے (۱) البتہ سفر میں لے جانے کے وقت اگر کوئی وعدہ کیا تھا تو اس وعدہ کو پورا کرنا دیانۃً لازم ہے اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ بیوی کے ماں باپ کو بلانے کے لئے مصارف سفر ادا کرے۔(۲) اگر دیدے تو اس کی یہ رواداری اور موجب اجر و نیکی ہے۔ بیوی پر شوہر کی اطاعت اور حفظ عصمت اور اس کے گھر کی حفاظت لازم ہے اگر باپ اور شوہر دونوں محتاج خدمت ہوں تو شوہر کی خدمت مقدم ہے(۸) جو کام کہ شوہر نے بتایا ہے اگر وہ بیوی کے ذمہ لازم ہو تو بیوی کو اطاعت بھی لازم نہیں۔(۹ - ۱۰ - ۱۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نماز جمعہ اور تعلیم قرآن کے لئے عورتوں کا گھر وں سے نکلنا

(سوال)(۱) کیا عورت پر شوہر کی اطاعت واجب ہے؟(۲) عورتوں کو نماز جمعہ کے لئے مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں؟(۳) عورتوں کے لئے قرآن کی تعلیم اور اس کا ترجمہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟(۴) عورت کو کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے؟(۵) ترجمہ قرآن سیکھنے کے لئے عورت کو کسی جگہ جانا درست ہے یا نہیں؟(۶) جمعہ کی نماز کو

(۱) العصر و [illegible] في المصاحف [illegible]
(۲) ولو هي في بيت أبيها إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى (الدر المختار) وفي الرد: ولو هي في بيت أبيها متعلق بقوله فتجب للزوجة ، وهذا ظاهر الرواية ، فتجب النفقة من حين العقد الصحيح وإن لم تنتقل إلى بيت الزوج إذا لم يطالبها (رد المحتار ، باب النفقة ٣ / [illegible]) [illegible] لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة [illegible] الطلاق [illegible] أو تاركة صلاة ، ويجب لو فاته الإمساك بالمعروف (رد المحتار ، كتاب الطلاق ٣ / [illegible] سعيد)
(۳) ولو تضررت من كثرة حضورهم [illegible] (الدر المختار) وفي [illegible] [illegible] لا يحل له [illegible] يؤدي إلى الضرر [illegible] (رد المحتار ، باب [illegible] ٣ / [illegible] سعيد)
(۵) [illegible] [illegible] [illegible] بالمعروف (رد المحتار ، باب [illegible] ٣ / [illegible] سعيد)
(۶) وأوفوا بالعهد (بني إسرائيل : ٣٤) [illegible] عن حكيم بن معاوية القشيري عن أبيه قال : قلت يا رسول الله ما حق زوجة أحدنا عليه قال أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت [illegible] الحديث (أبو داود [illegible] ١ / ٢٩١ [illegible])
(۷) قال عليه السلام : لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها [illegible] (الترمذي ، [illegible] ٢١٩)(۹) قوله تعالى : قانتات حافظات للغيب (النساء : ٣٤)
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فاتقوا الله في النساء ، فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه [illegible] (مسلم ، [illegible] ٣٩٧ [illegible])
(۱۰) [illegible] عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته [illegible] والمرأة راعية على بيت زوجها وولده فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته (الصحيح للبخاري ، كتاب النكاح ، باب المرأة راعية في بيت زوجها ، ٢ / ٧٨٣ ، قديمي) (۱۱) قال عليه السلام : لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت النساء أن يسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم عليهن من الحق (سنن أبي داود ، باب في حق الزوج على المرأة ، ١ / ٢٩٨ ، امدادية)

جانے سے شوہر عورت کو روک سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۷۵ مستری نور محمد (سیالکوٹ) ۲۶ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۶ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰۵) (۱) ہاں عورت پر شوہر کی اطاعت امور جائزہ میں واجب ہے۔(۱) کسی ناجائز حکم کی اطاعت جائز نہیں۔(۲) (۲) عورتوں کو نماز جمعہ کے لئے مسجد میں جانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت۔ صرف مباح تھا اور وہ بھی عدم غلبہ فساد کی وجہ سے حضور ﷺ کے زمانے تک لیکن صحابہ اپنے زمانے میں ہی عورتوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے سے منع فرمانے لگے تھے۔(۳) (۳) عورتوں کو بقدر ضرورت قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنا لازم ہے۔(۴) (۴) عورت کی نماز گھر میں افضل ہے۔(۵) (۵) ترجمہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے عورت گھر سے باہر جانا چاہے اور کوئی بے پردگی اور فتنہ کا خوف نہ ہو تو شوہر کو روکنا نہیں چاہئے۔(۶) اور فتنہ کا خوف ہو تو روکنے کا حق ہے۔(۷) (۶) جمعہ کی نماز سے عورت کو روکنے کا یہی حکم ہے جو نمبر ۵ میں لکھا گیا۔ اور باوجود شوہر کی ممانعت کے چلی جائے تو ثواب کی مستحق نہ ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیٹے پر باپ کے حقوق

(سوال) باپ کے حقوق کیا ہیں فرزند پر۔ یہاں لوگ اپنے فرزندوں سے چرائی کا کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں فرزندوں پر ہمارا حق ہے۔ علم سے محروم کر رہے ہیں۔ عورت مرد کے کیا حقوق ہیں۔ یہاں لوگ عورتوں سے پانی لکڑی ڈھونا پر دوش دینا اور علم سے محروم نماز روزہ سے سستی کراتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم عورتوں کو نفقہ دیتے ہیں یہ کام لینا ہمارا حق ہے۔

المستفتی نمبر ۱۹۵۱ حاجی با وقتا ملہمزی پرنس ڈاکخانہ یار خان۔ ضلع لورالائی (بلوچستان) ۲۴ جمادی الاولیٰ سن ۱۳۵۶ھ م ۳ اگست سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰۶) باپ کو فرزند کے مال میں فرزند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں۔ باپ کسی سخت حاجت کے وقت بقدر حاجت فرزند کا مال خرچ کرے تو مضائقہ نہیں۔(۱) عورت سے زبردستی پانی بھروانا لکڑیاں منگوانا بھی

---

(۱) عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من اى ابواب الجنة شاءت . رواه ابو نعيم في الحلية (مشكوة المصابيح ، كتاب النكاح ، باب عشرة النساء ، الفصل الثاني ص ۲۸۱ ، سعيد)

(۲) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فان امر بمعصية فلا سمع عليه ولا طاعة (جامع الترمذي ، ابواب الجهاد ، باب ما جاء لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ۱: ۳۰۰ ، سعيد)

(۳) عن عائشة قالت : لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل قلت لعمرة او منعهن ؟ قالت نعم (صحيح البخاري ، كتاب الاذان ، باب خروج النساء الى المساجد ۱: ۱۲۰ ، قديمي)

(۴) [illegible] ... طلب العلم فريضة ... ما يحتاج اليه لامر لا بد منه من احكام الوضوء والصلوة وسائر الشرائع ولامور معاشه وما وراء ذلك ليس بفرض (رد المحتار ، مقدمة ، [illegible])

(۵) عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرتها وصلوتها في مخدعها افضل من صلوتها في بيتها (سنن ابي داود ، كتاب الصلوة ، باب التشديد في ذلك ۱: ۸۳ ، سعيد)

(۶) وان لم تقع لها نازلة وارادت الخروج لتعلم مسائل الوضوء والصلوة ان كان الزوج يحفظ ذلك ويعلمها له منعها والا فالاولى ان ياذن لها (رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ۳: ۶۰۲ ، سعيد)

(۷) وحيث ابحنا لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغير الهيئة الى ما لا يكون داعية لنظر الرجال واستمالتهم . اهـ

(۱) المختار انه يسرق من ابيه المؤسر ما يكفيه ان ابى ولا قاضي ثمه والا اثم (رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ۳: ۶۲۲ ، سعيد)

جائز نہیں۔(۱) اولاد کو یا عورت کو علم سے محروم کرنا بھی ناجائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کا شب باشی سے انکار سخت گناہ ہے

(سوال) ماہ دسمبر ایک شب کو خمرو اپنی زوجہ رشیدہ سے خواہش مند مواصلت کا ہوتا ہے۔ رشیدہ یہ کہہ کر انکاری ہوتی ہے کہ تم تو مجھ کو روز کے روز ستاتے ہو۔ میں آج ہی تو نہائی ہوں۔ میری صبح کی نماز قضا ہو جائے گی۔ سردی میں مجھ سے سویرے نہیں نہایا جاتا۔ جاؤ تم آوارہ عورتوں کے ساتھ خراب ہو میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ چنانچہ خمرو عاجز ہو کر اپنے بستر پر سو رہتا ہے۔ رشیدہ اس کہنے سے گنہگار ہوئی یا نہیں؟ اور اگر خمرو رشیدہ کے اس فعل سے ناراض ہو کر مرتکب حرام ہو تو اس کی ذمہ داری رشیدہ پر ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۰۷) اگرچہ خاوند کے لئے بھی مناسب ہے کہ زوجہ کی صحت اور موسم کی شدت اور غسل کے وقت کا لحاظ رکھے۔ تاہم زوجہ کا انکار بغیر کسی سخت مجبوری کے جائز نہیں۔ اگر فی الحقیقت نماز فجر سے پہلے غسل کرنے میں کوئی شرعی عذر ہو تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتی تھی۔(۳)
حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عورت خاوند کی ناراضی میں رات گزارے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔(۴) اور رشیدہ کے یہ الفاظ کہ "جاؤ تم آوارہ عورتوں کے ساتھ خراب ہو" سخت گناہ کے الفاظ ہیں۔(۵) رشیدہ کو توبہ کرنی چاہئے۔ لیکن اگر ان الفاظ سے متاثر ہو کر خاوند حرام کاری کا مرتکب ہو تو اس کی ذمہ داری رشیدہ پر نہ ہو گی۔ بلکہ خاوند اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہو گا۔(۶) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا روپیہ صرف کرنا اور خاوند کے ساتھ تکرار اور ناشائستہ الفاظ بولنا جائز نہیں۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲ فروری سن ۱۹۲۷ء)

(سوال)(۱) خاوند کے منع کرنے کے باوجود اس کی زوجہ خاوند کا روپیہ اپنی والدہ وغیرہ کو دے دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ سب عورتیں ایسا ہی کرتی ہیں۔ (۲) زوجہ مذکورہ بالا امر میں حجت و تکرار کرتی ہے اور خاوند کو دق کرتی ہے جس سے وہ ناراض رہتا ہے۔ الفاظ ناشائستہ بھی بولتی ہے۔ (۳) وہ سمجھتی ہے کہ مجھ پر ماں کا حق ہے۔ ماں کے پیر تلے جنت ہے۔ (۴) انہیں حالات میں وہ تکرار کر کے ایک روز شوہر کے گھر سے بغیر اجازت شوہر اپنی ماں کے گھر چلی گئی بعد میں آگئی۔ (۵) مذکورہ بالا حالات میں عورت گنہگار ہے یا نہیں اور اب تلافی کی کیا صورت ہے؟

---

(۱) وان قالت لا اطبخ واخبز قال في الكتاب لا تجب عليها الطبخ والخبز وعليه من الماء ما تغتسل به ثيابها وبدنها من الوسخ۔ (الهندية، باب النفقة ۱/ ۵۴۹، ماجدية)
(۲) کیونکہ ضروری مسائل کا علم ہر مسلمان مرد، عورت پر فرض ہے، جیسا کہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵ نمبر ۳ میں ابھی گذر چکا ہے، اور فرض سے روکنا جائز نہیں۔
(۳) التيمم لمحدث و جنب وحائض ونفساء لم يقدر على الماء اى على ماء يكفي لطهارته ـــ او لمرض لا يقدر معه على استعمال الماء او ان استعمل اشتد مرضه حتى لا يشترط خوف التلف۔ (شرح الوقاية، كتاب الطهارة باب التيمم ۱/ ۸۷۔۸۸، سعيد)
(۴) عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : اذا دعا الرجل امرأة الى فراشه فابت ان تجئ لعنتها الملائكة حتى تصبح۔ (صحيح البخاري، باب اذا ابت المرأة مهاجرة فراش زوجها، ۲/ ۷۸۲، قديمي)
(۵) عن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر۔ (صحيح البخاري باب ما ينهى من السباب واللعن ۲/ ۸۹۳، قديمي) (۶) ولا تزر وازرة وزر اخرى۔ (الفاطر: ۱۸)

(جواب ۴۰۸)(۱) جو روپیہ اور سامان کہ خاوند نے عورت کو اس غرض سے دیا ہے کہ وہ گھر میں خرچ کرے اور خاوند نے عورت کی تملیک نہیں کی اس میں سے عورت کو بغیر اجازت خاوند کے خیرات کرنا بھی جائز نہیں۔ اپنے ماں باپ بھائی کو دے دینا تو کسی طرح مباح نہیں۔(۱) اگر عورت ایسا کرے گی تو یہ دیا ہوا روپیہ اس کے ذمہ رہے گا اور مواخذہ دار مرے گی۔(۲) ہاں اجازت کے لئے ضروری نہیں کہ صریحی ہو بلکہ یہ بھی کافی ہے کہ خاوند کو علم ہو اور وہ منع نہ کرے۔(۳) اور تملیک کے بعد پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (۲) جب کہ خاوند اس کے اس فعل سے ناراض ہوتا ہے تو عورت کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس کا مال بغیر اس کی اجازت کے خرچ کر کے اسے ناراض کرے اور الفاظ ناشائستہ بولنا تو اور بھی برا ہے۔(۴) (۳) بے شک ماں کا حق ہے اور ماں باپ کی خدمت اور ان کی رضا جنت کا دروازہ ہے لیکن خاوند کی اطاعت زوجہ پر مقدم ہے۔(۵) خاوند کو راضی رکھ کر ماں باپ کی خدمت کرے۔ (۴) بلا اجازت خاوند کے بغیر کسی حاجت کے جانا جائز نہیں ہے۔(۶) (۵) جو باتیں کہ خاوند کے حق کے خلاف ہو چکی ہیں ان کی معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے ان کے ارتکاب سے احتراز کرے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

شادی کے بعد عورت کا انکار معتبر نہیں

(سوال) زید اپنی بی بی کا عاشق ہے۔ اپنی بی بی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ مرجانا پسند کرتا ہے مگر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور زوجہ شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور اس کے والدین بھی بھیجنا نہیں چاہتے۔ مگر عقد اور رخصتی ہو چکی ہے اور کچھ عرصے تک وہ زید کے پاس رہ چکی ہے۔

(جواب ۴۰۹) جب نکاح اور خلوت و صحبت ہو چکی ہے تو اب بلاوجہ عورت جدائی کا مطالبہ کرنے میں اور اس کے والدین اس کی حمایت کرنے میں حق جانب نہیں ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عورت بغیر کسی وجہ کے خاوند سے خلع چاہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گی۔(۷) پس زوجہ کو لازم ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ نباہ کرے اور خواہ مخواہ جدائی کا مطالبہ نہ کرے۔ اور مرد کو بلاوجہ طلاق دینا ضروری نہیں ہے۔(۸) محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

بیوی شوہر کے ہاں نہیں آتی تو کیا وہ جہیز اور مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

(سوال) زید کا نکاح ایک بالغہ لڑکی سے پانچ سال پیشتر ہوا۔ بعد نکاح دلہن صرف نوروز دولہا کے گھر رہی۔ دوسری مرتبہ پھر دولہا کے گھر میں ہفتہ عشرہ رہ کر میکے چلی گئی تب سے آج تک دولہا کے گھر نہیں آئی۔ کئی مرتبہ دولہا

(۱) ولیس لها ان تعطی شیئاً من بیته بغیر اذنه ۔ (الکفایۃ علی ہامش الہندیہ، کتاب النکاح، فصل فی حقوق الزوجیۃ ، ۳/۳۳۳ ماجدیہ)
(۲) ولا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنه ۔ (قواعد الفقہ ، رقم القاعدۃ ۲۹۹ ، ص ۱۱۰ الصدف)
(۳) والاذن عام سواء کان صراحۃ او دلالۃ ۔ (ایضاً)
(۴) عام مسلمان کو برا کہنا گناہ ہے اور خاوند کی اطاعت تو بیوی پر ضروری ہے لہذا خاوند کے لئے ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا تو بطریق اولیٰ منع ہے۔ عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : سباب المسلم فسوق و قتاله کفر ۔ (صحیح البخاری، باب ماینہی عن السباب واللعن ۲/۸۹۳)
(۵) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لو کنت آمر احداً ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجها (جامع الترمذی ، کتاب النکاح باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ ، ۱/۲۱۹ ، سعید)
(۶) ولیس لها ان تخرج بلا اذنه اصلاً ۔ (رد المحتار ، کتاب النکاح باب المہر ، ۳/۱۴۶ سعید)
(۷) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ایما امرأۃ سألت زوجها طلاقاً فی غیر ما بأس فحرام علیها رائحۃ الجنۃ (سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الخلع ۱/۳۰۳ سعید)
(۸) فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلاً ۔ (النساء : ۳۴)

نے جاکر دلہن کو بلایا نہیں آئی۔ اس کے باپ نے دولہا کے سامنے دلہن کو گوشہ گزار کھا تھا۔ یہاں تک کہ دولہا کے باپ کے سامنے بھی گوشہ کرادیا تھا۔ قریب ایک سال کے ہوا دلہن کے باپ نے خط لکھا کہ دلہن بالغ ہوگئی ہے اب تم آکر لے جاسکتے ہو۔ اس کے بموجب دولہا اور اقرباء وغیرہ دلہن کے یہاں گئے توضیافت وغیرہ دھوم دھام سے ہوئی اور تمام رات خوشی میں گراموفون وغیرہ کے گانے ہوتے رہے۔ صبح کو دولہا والوں نے دلہن کی رخصتی چاہی تو بلا قصہ و فساد روانہ کرنے سے انکار کردیا۔ دولہا اور اس کے اقرباء سب مایوس واپس گئے بعد چند دن کے دولہا نے مجبوراً دوسرا نکاح کرلیا۔ اس خبر کو سن کر دلہن کے باپ نے عدالت میں دولہا کے نام پر دعویٰ مہر اور جہیز کے لئے کر رکھا ہے۔

(جواب ۴۱۰) دلہن کی طرف سے بلاوجہ خاوند کے یہاں جانے سے انکار کرنا صریح طور پر زیادتی ہے۔ مہر اگر معجل قرار پایا تھا تو دلہن کو طلب کرنے کا حق ہے۔(۱) اور دولہا کو یہ حق ہے کہ وہ دلہن کو اپنے گھر لے جائے۔(۲) جہیز تو دلہن کی ملکیت ہے جہاں چاہے رکھے اور جب چاہے طلب کرے۔(۳) مہر اگر معجل نہیں تھا بلکہ مؤجل تھا تو دلہن کو طلب کرنے کا حق نہیں جب تک کہ طے شدہ اجل (مدت) پوری نہ ہو جائے۔(۴) اور خاوند کو ہر وقت حق ہے کہ دلہن کو اپنے گھر لے آئے۔(۵)

فقط واللہ اعلم محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ، مدرسہ امینیہ دہلی

بیوی پر زنا کا شک ہونے کی وجہ سے کیا شوہر اس کو حلف دے سکتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ مارچ سن ۱۹۳۲ء)

(سوال) ایک شخص کو اپنی بی بی پر شک ہے کہ کسی غیر شخص سے زنا کیا ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ بی بی کو حلف دے۔ بی بی حلف لینے کے لئے تیار ہے۔ مرد کا شک بغیر حلف کے دور نہیں ہو سکتا۔ کیا حلف دینا درست ہے؟

(جواب ۴۱۱) اس صورت میں مرد کو اپنے اطمینان کے لئے بی بی سے حلف لے لینے کا مضائقہ نہیں۔ قضاء بی بی پر حلف لازم نہ ہونا دوسری بات ہے۔ ہاں مرد کو یہ لازم ہے کہ اگر بی بی حلف سے انکار کردے تو محض اس وجہ سے اس پر طوشیا لزنا ہونے کا یقین نہ کرے۔(۶)

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(۱) ولها منعه من الوطئ ... والسفر بها ولو بعد وطئ وخلوة رضيتهما لاخذ ما بين تعجيله من المهر كله او بعضه (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/ ۱۴۴ - ۱۴۵، سعيد)
(۲) وللزوج ان يسكنها حيث احب ولكن بين جيران صالحين (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳/ ۶۰۲، سعيد)
(۳) يقال في الولوالجية: اذا جهز الاب ابنته ثم مات وبقية الورثة يطلبون القسمة منها، فان كان الاب اشترى وسلم اليها ذلك في صحته فلا سبيل لورثته عليه ويكون للابنة خاصة (تنقيح الحامدية، مسائل الجهاز، ۱/ ۲۶، قندهار)
(۴) لا خلاف لاحد ان تاجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح (الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، ۱/ ۳۱۸، ماجدية)
(۵) واذا كان المهر مؤجلا اجلا معلوما فحل الاجل ليس لها ان تمنع نفسها (ايضاً) وقال تعالى اسكنوهن من حيث سكنتم (الطلاق: ۶)
(۶) وان الظن لا يغني من الحق شيئاً (النجم: ۲۸)
وقال تعالى في مقام آخر لولا جاؤوا عليه باربعة شهداء فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون (النور: ۱۳)
عن عمر بن الخطاب قال ان الله بعث محمداً بالحق وانزل عليه الكتاب ... الا وان الرجم على من زنى اذا احصن وقامت البينة او كان حمل او الاعتراف (جامع الترمذي، كتاب الحدود، باب ما جاء في تحقيق الرجم، ۱/ ۲۶۴، سعيد)

پندرھواں باب

حقوق والدین و اولاد

والدین کا نفقہ اولاد پر اس کی حیثیت کے موافق واجب ہے

(سوال) ایک بیوہ عورت کے چار بیٹے ہیں۔ ایک نابالغ اور تین بالغ۔ بالغوں میں سے دو لڑکے بہت غریب ہیں مشکل سے تین تین آنے روز کی مزدوری کرتے ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک تو اکثر ہوا میر کے مرض میں مبتلا رہتا ہے۔ بہر حال یہ دونوں بہت غریب ہیں۔ تیسرا لڑکا خوش حال ہے پچیس روپے ماہوار کا سرکاری ملازم ہے اور بھی چھپوں کو پڑھالیتا ہے۔ اس کو مہینہ میں معقول یافت ہوتی ہے۔ وہ دونوں غریب لڑکے اپنی بیوہ ماں اور نابالغ بھائی کو دو روپے ماہوار نفقہ کے لئے دیتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سے اکثر خدمت کرتے ہیں۔ اب گزارش ہے کہ تیسرا لڑکا جو خوش حال ہے اس پر بھائی نابالغ اور والدہ کا کیا حق ہے۔ ان دونوں غریبوں کے برابر ہی حق ہے یا کچھ زائد؟

(جواب ٤١٢) اگر وہ دونوں مالک نصاب نہیں ہیں یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال ان کی ملک میں نہیں ہے اور تیسرا اتنے مال کا مالک ہے تو والدہ اور چھوٹے بھائی کا نفقہ صرف تیسرے کے ذمہ واجب ہے۔ اور اگر یہ دونوں بھی مالک نصاب ہوں تو پھر تینوں کے ذمہ واجب ہے۔ لیکن چونکہ ان کی آمدنی میں تفاوت فاحش ہے اس لئے ان دو غریبوں پر ان کی حیثیت کے موافق اور تیسرے مالدار پر اس کی حیثیت کے موافق واجب ہوگا۔ وان کان للفقیر ابنان احدھما فائق فی الغنی والاخر یملک نصابا کانت النفقة علیھما علی السواء (عالمگیری)(۱) قال الامام شمس الائمة قال مشائخنا رحمھم الله تعالی انما تکون النفقة علیھما علی السواء اذا تفاوتا فی الیسار تفاوتا یسیرا واما اذا تفاوتا تفاوتا فاحشا فیجب ان یتفاوتا فی قدر النفقة انتھی (عالمگیری)(۲)
محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ شہری مسجد دہلی

بہن کے حقوق کی نوعیت

(سوال) بہن کے حقوق فرض ہیں یا واجب یا سنت؟

(جواب ٤١٣) حقوق سے مراد اگر باپ کے ترکہ میں سے بہن کا حق میراث مراد ہے تو اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ جو نہ دے گا فاسق ہوگا۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ بہن مسکین ہو اور اس کو ضرورت ہو تو اس صورت میں اس کی مدد کرنا واجب ہے۔ وتجب نفقة الاناث الکبار من ذوی الارحام وان کن صحیحات البدن اذا کان بھن حاجة الی النفقة کذافی الذخیرة۔ (ھندیہ)(۳) لیکن اگر اس کو ضرورت نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب نہیں تاہم اس کے ساتھ سلوک کرتے رہنا ایک اچھا کام اور موجب اجر ہے۔(۴) شریعت مقدسہ میں صلہ رحمی کی بہت تعریف آئی ہے۔(۵)

---

(۱) الھندیة ۔ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، ۱/ ٥٦٥، ماجدیہ۔ (۲) ایضاً
(۳) الھندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، ۱/ ٥٦٦، ماجدیہ
(۴) عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لا یکون لاحدکم ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی الله فیھن فله الجنة ۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة علی البنات، ۲/ ۱۳، سعید)
(۵) عن ابی سلمة قال اشتکی ابوالرداد فعاده عبدالرحمن ۔ سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : قال الله تبارک وتعالی : انا الرحمن، خلقت الرحم وشققت لھا اسمی فمن وصلھا وصلته ومن قطعھا قطعته۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، ۲/ ۱۲، سعید)

بیٹے کی شادی میں اپنی مرضی سے خرچ کی ہوئی رقم کا مطالبہ باپ نہیں کر سکتا

(سوال) زید نے اپنی حسب خواہش اور دستور زمانہ کے موافق خیر رائے لڑکے لڑکی کے خرچ کر کے شادی کرائی۔ مذکور شادی کا خرچ لڑکے اور لڑکی سے لیا جائے یا نہیں ؟

(جواب ٤١٤) باپ نے جو روپیہ اپنی مرضی سے لڑکے اور لڑکی کی شادی میں خرچ کر دیا وہ لڑکے اور لڑکی سے وصول نہیں کر سکتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، مدرسہ امینیہ دہلی

کیا باپ بیٹے کی جائیداد پر قبضہ کر سکتا ہے ؟

(سوال) زید کا باپ ایک دوسری شادی کرتا ہے اور اپنی جائداد فروخت کرنے کے بعد زید کی پیدا کردہ جائداد قیمتی چھ ہزار قابض ہو کر اپنی دوسری بیوی اور اس کی اولاد پر تقسیم کرتا ہے اور اسی جائداد میں سے مبلغ دو ہزار روپے کا مہر بیوی کا دینا چاہتا ہے۔ اور زید کو جس نے کہ یہ جائیداد پیدا کی ہے محروم کرنا چاہتا ہے درانحالیکہ یہ جائداد زید کی ذاتی آمدنی کے روپے سے خرید کردہ ہے جو کہ زید کے ایک مہاجن نے مشترک کاروبار کے منافع سے حاصل ہوا تھا۔ زید کے پاس ثبوت ملکیت موجود ہے اگرچہ حقوق والدین کے اولاد پر بہت ہیں لیکن زید کے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور بیوی ہے جن کے حقوق ابھی تک کچھ ادا نہیں ہوئے۔

المستفتی نمبر ۱۲۵ محمد یار خاں ،جے پور ، یکم شعبان المعظم سن ۱۳۵۲ ھ م ۲۰ نومبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ٤١٥) زید کے باپ کی یہ کارروائی قطعاً ناجائز ہے کہ زید کی مملوکہ جائداد پر اس طرح تصرف کرے(۲) زید کو حق ہے کہ وہ اپنی جائداد کو اپنے والد کے اس بیجا تصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے کارروائی کرے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

عدالت از خود نکاح فسخ نہیں کر سکتی

(سوال) اگر کسی کا والد ناراض ہو اس وجہ سے کہ اس کا لڑکا اپنے خسر و خوش دامن کے خلاف ہے اور وہ اپنی بیوی کو میکے اس وجہ سے نہیں بھیجتا ہو کہ وہ لوگ یعنی لڑکی کے ماں باپ دوسری جگہ بغیر طلاق لئے ہوئے شادی نہ کر دیں۔ کیونکہ ایک مرتبہ ان لوگوں نے جبر آ لیا تھا اور لڑکے کا والد بھی اس بات کا قائل ہے کہ واقعی ان لوگوں نے حد سے زیادہ میرے لڑکے پر ظلم کیا مگر پھر بھی لڑکے کو دبایا جاتا ہے اور دھمکی دی جاتی ہے کہ میں طلاق دلوا دوں گا۔ لڑکے میں کوئی عیب بھی نہیں بلکہ حافظ بھی ہے۔ اس وجہ سے لڑکا والد کے خلاف ہے۔ اگر والد لڑکے کو عاق کر دے یا صرف ناراض ہے تو کیا اس کی بخشش نہیں ہو سکتی ؟ اور حنفی فرقے کے میاں بیوی ہیں اور لڑکا کوئی تکلیف نہیں دیتا ہے اس میں عیب ہے تو صرف اتنا ہے کہ نہ وہ بیوی کو میکے بھیجتا ہے نہ اس کے ماں باپ کے سامنے نکلنے دیتا ہے وہ بھی اس وجہ سے کہ اسے اندیشہ ہے تو کیا اس صورت میں لڑکی کے والدین عدالت سے طلاق لے سکتے ہیں۔ اگر مرد طلاق نہ دے

---

(۱) لا رجوع فيما تبرع عن الغير (قواعد الفقه ، رقم القاعدة ۱۵۶ ، ۲۵۱)
(۲) يا ايها الذين آمنوا لا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل (النساء : ۲۹)
(۳) عن عمرو بن نفيل عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من قتل دون ماله فهو شهيد (جامع الترمذي ، ابواب الديات ، باب ما جاء من قتل دون ماله فهو شهيد ، ۱/۲۶۱ ، سعيد)

تو کیا عدالت اپنے آپ نکاح حنفی مذہب والے کا فسخ کر سکتی ہے؟

المستفتی نمبر ۸۷۵ حافظ ثناء اللہ خاں (ضلع جالون) ۲۵ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ٤١٦) والد اگر اولاد سے ناراض ہو اور ناراضی کی وجہ معقول ہو تو بیشک اولاد سے مواخذہ ہوگا (۱) اور اگر وجہ معقول نہ ہو تو پھر اولاد سے مواخذہ نہیں ہوتا (۲) شوہر کو یہ حق نہیں کہ وہ بیوی کو اس کے والدین سے نہ ملنے دے (۳) اگر اس کو اندیشہ ہو کہ وہ اس کا نکاح نہیں کر دیں گے تو اس کی روک تھام کرلے ضمانت وغیرہ کرا لے اگرچہ بیوی کو روکنا اور اس کے ماں باپ سے نہ ملنے دینا ناجائز ہے مگر اس وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

اولاد کے درمیان ہبہ اور عطیہ میں مساوات لازم ہے

(سوال) ایک باپ کے تین بیٹے ہیں۔ باپ نے اپنی زندگی میں دو بیٹوں کی شادی کر دی جن پر کافی مال خرچ کیا۔ اب باپ کے پاس بغیر گھر کے اور کوئی مال اور جائداد نہیں۔ چنانچہ باپ نے اپنی زندگی میں اپنا تمام گھر تیسرے بیٹے کے نام جس کی شادی ابھی تک باپ نے نہیں کی تمام سرکاری کاغذات پر درج کر دیا۔ اور شادی شدہ دونوں بیٹوں کو میراث سے محروم کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد باپ مر گیا۔ لہذا دونوں شادی شدہ بیٹوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

(جواب ٤١٧) اولاد میں عطیہ کی مساوات لازم ہے۔ (۴) جس قدر مال اس نے دو بیٹوں کو بطور تملیک دیا ہو اس قدر اس بیٹے کو بھی دے سکتا تھا۔ شادی کے فضول مصارف عطیہ نہیں ہیں اور نہ ان کا شرعاً اعتبار ہے۔ پس اگر یہ مکان جس قیمت کا ہے اس قیمت کا مال دونوں بیٹوں کو بھی دیا تھا تو یہ فعل جائز ہوا۔ اور اگر ہبہ مع القبض ہو چکا تھا تو اب دونوں بیٹے اس میں سے نہیں لے سکتے۔ (۵) اور اگر اس مکان کی قیمت ان بیٹوں کے عطیات سے زیادہ تھی تو باپ اس ناانصافی کا گنہگار ہوا۔ (۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نافرمان اولاد سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے؟

(سوال) کوئی اولاد اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور اس نافرمانی کے اندر والدین کو اذیت پہنچے اور خدا کا کلام پڑھنے پڑھانے بیوی بچوں کو پڑھنے پڑھانے میں روگردانی کرے، باتوں میں والدین کے ساتھ گستاخی کرتا ہو زبانی اقرار

---

(۱) عن عبدالرحمن بن ابی بکرة عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : الا انبئکم باکبر الکبائر، قلنا : بلی یارسول الله. قال : الاشراك بالله وعقوق الوالدین وکان متکئا فجلس فقال : الا وقول الزور و شهادة الزور مرتین فما زال یقولها حتی قلت لا یسکت۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین، ۲: ۸۸۴، قدیمی)

(۲) معقول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی ہو اور غیر شرعی امور میں اطاعت جائز نہیں لہذا ایسی صورت میں اولاد پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب واکره مالم یؤمر بمعصیة فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (جامع الترمذی، ابواب الجهاد، باب ماجاء لا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق، ۱: ۳۰۰، سعید)

(۳) ولا یمنعها من الخروج الی الوالدین (الدر المختار) وفی الشامیة : ولا ینبغی ان یاذن لها فی زیارتهما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، ۳: ۶۰۳، سعید)

(۴) قال محمد رحمة الله علیه وبهذا کله ناخذه، ینبغی للرجل ان یسوی بین اولاده فی النحلة و لا یفضل بعضهم علی بعض۔ (موطا الامام محمد، ۱: ۳۳۸، میر محمد)

(۵) وشرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضاً۔ (الدر المختار، کتاب الهبة، ۵: ۶۸۸، سعید)

(۶) وفی الخانیة لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة، لانها عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار، وان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی۔ ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم۔ (الدر المختار، کتاب الهبة، ۵: ۶۹۶، سعید)

سے قرآن و حدیث کا قائل ہو مگر فعل اور روش سے مخالف ہو، والدین نیک باتوں کی ہدایت کرتے ہوں اور وہ الٹا سمجھ کر دل میں تعصب رکھ کر بدلہ لینے پر تیار ہو۔ بات چیت ایسے کرتا ہو کہ کفر عائد ہو جائے تو ایسی اولاد کے ساتھ نشست و برخاست، خورونوش، بائی کاٹ کر دینا والدین کی طرف سے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۱۷ انور محمد بازار توپ خانہ چھاؤنی لکھنؤ ۲۲ رجب سن ۱۳۵۶ھ م ۲۸ ستمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۸) باپ نافرمان اولاد سے والدین زجر کرنے کی نیت سے مقاطعہ کرلیں تو جائز ہے اور اگر نافرمانی حد کفر تک پہنچ جائے تو پھر مقاطعہ کرنا واجب ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جابر باپ سے قطع تعلق کرنے والے کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) زید کا طرز عمل اپنے لڑکے بکر کے ساتھ نہایت سخت جابرانہ اور غیر منصفانہ تھا اس کو ہر طرح تنگ اور ذلیل کرتا تھا جلسہ عام میں بغیر کسی خطاو قصور کے مورد الزام بنا کر چوری اور غبن اس کے ذمہ ثابت کرتا تھا۔ بکر نے مجبور ہو کر اس کے پاس کی آمدورفت بدیں خیال ترک کر دی کہ مبادا مقتضائے بشریت وہ کسی قسم کا جواب دینے پر مجبور ہو جائے اور موجب گستاخی اور بے ادبی ہو۔ اب بھی زید طرح طرح کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ اس کے شرعی حقوق سے بھی بکر کو محروم کرنا چاہتا ہے۔ بکر کو معاف بھی نہیں کرتا۔ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے صورت مت دکھاؤ۔ کیا صورت بالا بکر فاسق ہے۔ اس پر فسق کا اطلاق درست ہے۔ اور کیا اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔ یا مع الکراہت ؟ کراہت اگر ہے تو تحریمی یا تنزیہی؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۰ عبدالستار (مراد آباد) ۲۴ ربیع الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۲۵ مئی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۱۹) اگر بکر اپنے والد کا فرمانبردار ہے اور اس کی طرف سے کوئی گستاخی بے ادبی اور نافرمانی اور ایذا نہیں ہوتی اور اس کے والد کی طرف سے زیادتی اور اعتداء ہے تو بکر فاسق نہیں ہے۔(۲) اور اس کی امامت جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غلام احمد نام رکھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ جنوری سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) میں نے اپنے نو مولود لڑکے کا نام غلام احمد رکھا ہے۔ چند بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نام نہ رکھو کیونکہ غلام احمد قادیانیوں کے سردار کا نام تھا۔

(جواب ۴۲۰) ایک نام کے ہزاروں آدمی ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے اچھے اور بعض برے ہوتے ہیں۔ یہ نام اس وجہ سے ناجائز نہیں ہو سکتا کہ قادیانی فرقہ کے پیشوا کا نام تھا۔ تاہم اگر آپ بجائے غلام احمد کے محمد احمد نام بدل کر رکھ دیں تو بہتر ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(۱) فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (الانعام ۶۸)
(۲) لموافقۃ لقولہ تعالی: وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ (سورۃ لقمان ۱۵)
(۳) یہ حاشیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ نمبر ا میں ملاحظہ فرمائیں۔

بدچلن ماں باپ سے علیحدگی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) اگر کسی شخص کے ماں باپ بدچلن ہوں اور اس کی اولاد کو سب خویش و اقربا حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں اور وہ خود بھی شرمندگی کے مارے کسی سے بات نہیں کر سکتا تو ایسے والدین سے علیحدہ ہو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۴۲۱) ہاں اگر ماں باپ کی بدچلنی مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اس درجہ کی ہو کہ لوگوں کی نظر میں ذلت اور حقارت ہوتی ہو تو اپنی دینی و عرفی عزت کی حفاظت اور ماں باپ کے افعال ذمیمہ کے خلاف احتجاج کے طور پر ان سے علیحدگی کر لینی جائز ہے۔ لیکن ان کے ساتھ کوئی سختی اور توہین کا برتاؤ نہ کرے اور ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا رہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

عاق کرنا کیسا ہے ؟

(سوال) ایک عورت نے کہ جو اپنی پرورش کردہ پوتی کو جسے ہمیشہ سے گود رکھا ہو اور اپنی اولاد بنا کر پالا ہو بعد شادی کرنے کے محض اس بنا پر عاق کر دیا ہو کہ اپنے شوہر سے طلاق لے اور مہر کی طالب بھی ہو وہ اپنا مہر معاف کر چکی ہو۔

المستفتی منشی احسان اللہ بازار ہندوراؤ دہلی

(جواب ۴۲۲) عاق کرنے سے کوئی لڑکا یا لڑکی عاق نہیں ہوتے۔(۳) (یعنی شرعاً محروم الارث نہیں ہوتے۔ واصف) یہ ایک فضول خیال لوگوں کے دلوں میں قائم ہو گیا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی

---

(۱) عن سهل قال اتي بالمنذر بن ابي اسيد الى النبي صلى الله عليه وسلم حين ولد فوضعه على فخذه وابو اسيد جالس فلهى النبي صلى الله عليه وسلم بشيء بين يديه فامر ابو اسيد بابنه فاحتمل من فخذ النبي صلى الله عليه وسلم فاستفاق النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم اين الصبي فقال ابو اسيد اقلبناه يارسول الله قال ما اسمه قال فلان قال ولكن اسمه المنذر فسماه يومئذ المنذر. (صحیح البخاری، کتاب الادب باب تحویل الاسم الی اسم احسن منہ ۲ / ۹۱۴، قدیمی)

(۲) اذا رأى منكرا من والديه يامرهما مرة فان قبلا فبها وان كره سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما فان الله تعالى يكفيه ما اهمه من امرهما. (رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر ۴ / ۷۸، ط، سعید)

(۳) عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (الدر المختار، السراجی ۶ / ۱۲۸۹، بیروت)

سولھواں باب

ثبوت نسب

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اگرچہ زانی اقرار کرے

(سوال) بچھدو کے ساتھ مسماۃ بسنتی کا نکاح ہوا۔ جب بچھدو مر گیا تو بچھدو کے سوتیلے لڑکے بلا نے مسماۃ بسنتی کو گھر میں ڈال لیا اور بلا کے تخم سے مسماۃ بسنتی کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ انو عرف ولین پیدا ہوئی۔ جس کا نکاح بلا نے محمد اللہ بندہ کے ساتھ کیا جس میں اس کا ہم قوم اور ہم برادری ہوں اپنے سامنے اور موجودگی میں کیا۔ اب ولین کے کنبے برادری کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے نکاح کو توڑ دیں اور کہتے ہیں کہ یہ ولین ولد الزنا ہے اس کی ولدیت بلا سے ثابت نہیں۔ بلا اس کا باپ نہیں کیونکہ اس کے تخم سے پیدا ہوئی ہے۔ حرام میں تخم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ نکاح اس کے باپ کا کیا ہوا نہیں ہے ایک فتویٰ بھی کسی عالم نے اس مطلب میں دے دیا ہے۔ اب علمائے دین سے یہ سوال ہے کہ اس صورت میں جب ولین پیدا ہوئی تو بلا نے اپنی ولدیت کے ساتھ اس کی پیدائش لکھوائی اور بروقت نکاح کے بھی اپنی ولدیت اور ولین کا اپنی بیٹی ہونا لکھوایا۔ تو آیا یہ ولین اس اقرار سے بلا کی بیٹی ہو سکتی ہے اور بلا اس کا باپ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ ولین بلا کا نکاح توڑ سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح باپ کا پڑھایا ہوا تصور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب وھو الملھم للحق والصواب (از مولوی محمد عبدالوہاب حنفی دہلوی) صورت مرقومہ مسئولہ میں یہ لڑکی ولین ولد الحرام ہے کیونکہ بلا نے اپنے باپ کی موطوءہ کو کہ بلا پر ابدی حرام ہو چکی تھی۔ اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ ولین اس سے پیدا ہوئی۔ اور حرام وطی میں ثبوت نسب کے لئے شرط دعویٰ شرط ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں نسب کسی سے ثابت نہیں ہوتا۔ مگر جو شخص دعویٰ نسب کا کرے اس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ چونکہ بلا کو نسب کا دعویٰ ہے کہ جب ولین پیدا ہوئی تو بلا نے اس کی پیدائش اپنی ولدیت کے ساتھ لکھوائی جیسا کہ سائل بیان کرتا ہے۔ انو عرف ولین سے بلا۔ جب بلا نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ یہ ولین میری بیٹی ہے تب قاضی نے ولدیت لکھی۔ اور ولدیت ولین کی بلا کی طرف منسوب کی ورنہ قاضی اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھ سکتا تھا۔ لہذا یہ اقرار بلا کی طرف سے دعویٰ نسب کا سمجھا جائے گا اور اس اقرار سے یہ ولین بلا کی بیٹی ہوگی کیونکہ اقرار ملزم ہے۔ لان الاقرار حجة ملزمة (تخلیص)(۱) جب اس اقرار اور اس دعویٰ سے بلا ولین کا باپ ثابت ہو گیا تو یہ نکاح باپ کا پڑھایا ہوا متصور ہوگا اور باپ کے پڑھائے ہوئے نکاح کو اولاد بعد بلوغ نہیں توڑ سکتے جب تک کہ باپ کی ولایت شفقتی میں نقصان نہ ہو۔ (۲) اور نقصان یہ کہ باپ اتنی سے ایسے مرد جس کی قوم میں بیٹا بیٹی بیاہ دے کہ جس سے ان کو شرم مزید آئی ہو خواہ کر بیٹی کو۔ تو البتہ ایسی صورت میں باپ کا پڑھا ہوا نکاح ٹوٹ سکتا ہے بشرطیکہ یہ لڑکا لڑکی چاہیں۔ کیونکہ یہ امر شفقت کے خلاف ہے۔ سو یہاں یہ بات بھی نہیں ہے۔ اللہ بندہ بلا کا ہم قوم اور اس کے برادر کا ہے۔ بنے لڑکی ولین اللہ بندہ سے ہر چند کہ ولد الزنا ہے لہذا یہ ولین لڑکی یا کنبہ برادری کے لوگ اس کا نکاح نہیں توڑ سکتے جب تک اللہ بندہ طلاق نہ دے۔ کہ ولین اس سے ناراض ہے تو اس سے طلاق لے لے۔ اور ولین کے کنبے

(۱) الاقرار حجة ملزمة (۲) ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ... ان کان الزوج بنفسہ ابا او جدا ... لم یعرف منہما سوء الاختیار ...
الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/۶۶، سعید

(جواب ۴۲۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جواب مذکور غلط ہے۔ کیونکہ سوال میں مذکور ہے کہ بلا نے مسماۃ بستی کو گھر میں ڈال لیا۔ اس عبارت سے بشہادت عرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بلا نے بستی سے نکاح نہیں کیا۔ ویسے ہی گھر میں ڈال لیا اور یہی مطلب مجیب نے بھی سمجھا ہے کیونکہ انہوں نے ثبوت نسب کی اول صورت نکاح صحیح و نکاح فاسد میں اس کو داخل نہیں کیا۔ اور نکاح کا ذکر جواب میں کیا۔ بلکہ محض وطی حرام اس کو قرار دیا ہے۔ پس جب کہ بلا نے بستی سے بغیر نکاح وطی کو تو یہ زنائے خالص ہے۔ اور زنا میں ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا اگرچہ وہ دعویٰ کرے حدیث الولد للفراش وللعاھر الحجر (۱) اور قصہ عتبہ بن ابی وقاص و ابن زمعہ اس بات پر بصراحت دلالت کرتا ہے۔ (۲) اور فقہاء رحمہم اللہ نے یہی تصریح کی ہے کہ ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں پس مجیب کا ہر وطی حرام میں خواہ وہ صریح زنا ہو دعویٰ سے نسب ثابت کرنا صریح غلطی ہے۔ بہر حال بہت سی صورتوں میں بوجہ شبہۃ المحل نہ ہونے کے باوجود وطی حرام ہونے کے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ جیسے مطلقہ ثلثہ سے حالت عدت میں وطی کرلی تو باوجود دعوے کے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ تمام کتب فقہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ شبہۃ الفعل کے مواقع میں بھی وطی حرام ہوتی ہے مگر باایں وجہ دعویٰ نسب ثابت نہیں ہوتا۔ پس صورت مسئولہ میں نہ شبہۃ الفعل ہے نہ شبہۃ المحل اس لئے زنا صریح ہے اور ہر گز نسب ثابت نہیں ہوسکتا۔ قال فی الهدایة والنسب یثبت فی الثانیه اذا داعی الولد (ای فی شبهة المحل) ولا یثبت فی الا ولیٰ وان ادعاه (ای فی شبهة الفعل) لا ن الفعل تمحض زناء فی الاولیٰ انتھیٰ الهدایه (۳) مع تفسیر یسیر۔ اور یہ مسئلہ ایسا معروف ہے کہ اس پر دلیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ پس جب کہ بلا سے ولین کا نسب ثابت نہ ہوا تو وہ اس کا باپ اور ولین اس کی بیٹی نہیں۔ پس اگر حالت عدم بلوغ میں اس نے نکاح کیا تھا ولین کو اختیار فسخ نکاح ہے۔ (۴) اگر ولین خود بالغ تھی اور اپنی مرضی سے نکاح کیا تھا تو اب وہ خود یا اس کنبہ والے نکاح کو نہیں توڑ سکتے اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بلا نے بستی سے نکاح بھی کرلیا تاہم ولین نسب بلا سے ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ نکاح باطل ہے۔ ہاں امام صاحب کے نزدیک فقط دفع حد کے لئے کافی ہے نہ کہ ثبوت نسب کے لئے۔ عند عامۃ المشائخ۔ فی رد المحتار والظاهر ان المراد بالباطل ماوجوده کعدمه ولذالا یثبت النسب ولا العدة فی نکاح المحارم ایضاً انتھیٰ (۵)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

ہمارے مجیب اول کو طول طویل جواب لکھنے کا نہایت شوق ہے۔ فہم خدا دے۔ مجیب اول کی تحریر سے اب تو سارے ولد الزنا بھی صحیح النسب ہوگئے۔ چاہے جسے دس روپے دیئے دعویٰ نسب کا کرا دیا اس نسب ثابت ہوگیا یہ غلط ہے اور مجیب اول کے مصدقین صرف عالمگیری کی عبارت دیکھ کر معتقد ہوئے ہیں ورنہ غور سے انہوں نے بھی کام نہیں

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع، باب الولد للفراش و توقی الشبهات، ۱/ ۴۷۰، قدیمی۔

(۲) عن عائشة انها قالت: اختصم سعد بن ابی وقاص و عبد بن زمعة فی غلام فقال سعد: هذا یا رسول الله ابن اخی عتبة بن ابی وقاص عهد الی انه ابنه انظر الی شبهه وقال عبد بن زمعة هذا اخی یارسول الله ولد علی فراش من ولیدته فنظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی شبهه فرای شبها بینا بعتبة فقال هولك یا عبد الولد للفراش وللعاهر الحجر واحتجبی منه یا سودة بنت زمعة قالت فلم یر سودة قط (الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع باب الولد للفراش وتوقی الشبهات، ۱/ ۴۷۰، قدیمی)

(۳) الهدایة، کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد، ۲/ ۲۸۸، شرکة علمیة

(۴) وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ، (الهدایة، کتاب النکاح، باب الولی، ۲/ ۳۱۷، شرکة علمیة)

(۵) رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/ ۱۳۲، سعید

گیا۔ جواب مجیب ثانی نہایت درست اور بہت غور و فہم پر مبنی ہے۔ فقط محمد ابراہیم واعظ دہلوی

(جواب الجواب)(از مجیب اول) مجیب صاحب کو یا تو اس مسئلے پر غور نہیں یا نظر نہیں۔ آج تک نہیں سمجھے کہ زنا میں نفی نسب کی علمائے حنفیہ کے نزدیک کس وجہ سے ہے اور ان کا اس باب میں کیا مذہب ہے۔ مجیب جو مطلقاً نفی کر رہے ہیں تو یہ مذہب علمائے شافعیہ کا ہے نہ علمائے حنفیہ کا۔ حنفیہ عدم شرافت اور پردہ دری کی وجہ سے نسب ثابت نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں کہ نسب میں شرافت ہوتی ہے اور زنا ایک مذموم چیز ہے اس میں شرافت نہیں ہوتی۔ کیونکہ زانی اور مزنیہ کی اس میں ہتک ہے اور ولد الزنا کو ایک طرح کا بد لگتا ہے۔ لہذا اس میں ثبوت نسب سے عدم شرافت کا ہے تو در حقیقت شرافت کی نفی ہے نہ نفس نسب کی۔ کیونکہ در حقیقت نطفہ تو اسی زانی کا ہے۔ قال الشافعی النکاح امر حمدت علیه والزناء فعل رجمت علیه فانی یکون سببا للنفقه الا تری انه لا یثبت به النسب ولا العدة قلت اجیب بان عدم ثبوت النسب به بکون المقصود من النسب الشرف به ولا یحصل ذلک بالنسب الی الزانی عینی شرح هدایه کتاب النکاح ص ۳۹(۱)اگر علمائے حنفیہ کے نزدیک بالکل نفی نسب کی ہوتی تو زنا میں مصاہرت اور اصولیت و فروعیت ثابت نہ ہوتی اور ولد الزنا زانی پر حرام نہ ہوتی۔ حالانکہ ان کے نزدیک سب کچھ ثابت ہے۔ اور ولد الزنا بھی زانی اور مزنیہ پر حرام ہے۔ ہاں علمائے شافعیہ کے نزدیک اس میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔ وقال الشافعی الزناء لا یوجب حرمة المصاهرة لا نها نعمة فلا تنال بالمحظورولنا الوطی سبب الجزئیة بواسطة الولدحتی یضاف الی کل واحد منهما کما لا فیصیر اصولها وفروعها کا صوله وفروعه (هدایه)(۲) کاصول الواطی وفروعه واراد بالا صول ابائهما وبالفروع اولادهما فی الحل والحرمة کتاب النکاح۔ جب وطی حلال ہو یا حرام دونوں میں اصولیت اور فروعیت کی حرمت علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت ہے تو نسب بھی ثابت ہوگا۔ کیونکہ نسب ہی کی جہت سے جزئیت اور حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اگر نسب ثابت نہ ہوتا تو حرمت کیونکر آتی اور جزئیت کیونکر ثابت ہوتی۔ پس بہ سبب اقرار کے وجین کا نسب باپ سے ثابت ہے اور ولیس بلا پر حرام ہوگئی۔ کیونکہ فروعیت اس کو لگ گئی۔ اور بلا ولیس پر حرام ہو گیا کیونکہ اصولیت اس کو لگ گئی تو پھر بلا کے باپ ہونے میں کیا احتمال رہا جو مجیب صاحب انکار کرتے ہیں۔ اگر شافعی بن کر انکار کرتے ہیں اور سائل کو عدم ثبوت نسب کا حکم دیتے ہیں تو سائل حنفی المذہب ہے تو شرعاً یہ جائز نہیں ہے۔ اور یہ حکم نہیں نافذ ہوتا۔ شامی وغیرہ کتب فقہیہ میں تصریحاً مرقوم ہے اور حنفی بن کر حکم دیں تو اس میں دھوکہ دہی ہے اور مجیب کی اس میں بازی ثابت ہوتی ہے اور جو قول فقہا علیہم الرحمۃ کا عدم ثبوت نسب در زنا ہے اس کا مطلب اس سے عدم ثبوت شرافت ہے نہ عدم ثبوت نفس نسب کا۔ ورنہ اصولیت و فروعیت ثابت نہ ہوتی۔ اصولیت و فروعیت نسب ہی کے اعتبار سے پھر سائب مجیب کیونکر انکار کرتے ہیں۔

اگر بالفرض بلا تسلیم ولیس مجہول النسب تسمجھے کی تب بھی اس کا نسب بلا سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ بلا مدعی ہے۔ مجہول النسب کا جو شخص مدعی ہوتا ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ یصح الاقرار بالولدبشرط ان یکون

(۱) البنایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۲: ۳۵
(۲) الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۲: ۳۰۹، شرکت علمیہ

ہے اور نکاح بھی نہیں ٹوٹ سکتا اور جو فقہا علیہم الرحمۃ نفس نسب کی بھی نفی کرتے تو زنا میں مصاہرت اور اصولیت وفروعیت ثابت نہ کرتے۔

محمد عبدالوہاب الحنفی دہلوی

(جواب الجواب) از حضرت مفتی اعظمؒ۔ جواب صواب۔ مجھے اب معلوم ہوا کہ مجیب صاحب دعویٰ اجتہاد بھی رکھتے ہیں اور تصریحات علماء حنفیہ کے خلاف اپنے اجتہاد سے مسائل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں تو حنفی ہوں اور حنفیہ کے مذہب کے مطابق میں نے زنا میں نسب ثابت نہ ہونے کا حکم دیا ہے۔ مگر مجیب صاحب اس حکم کو شافعی مذہب کا حکم بتا کر مجھے دغاباز بتاتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی ایمانداری دیکھنا ہے۔ مجیب صاحب نے خود عینی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں تصریح ہے کہ زنا میں نسب ثابت نہ ہونا حنفیہ اور شوافع دونوں کے نزدیک امر مسلم ہے۔ ہاں شوافع اس کے قائل ہیں کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور اس کے لئے عدم ثبوت نسب کو (جو مسلم فریقین ہے) حنفیہ پر بطور مقیس علیہ کے پیش کیا کہ اے حنفیہ جب تم زنا میں نسب ثابت نہیں کرتے ہو تو تم کو چاہئے کہ حرمت مصاہرت بھی ثابت نہ کرو۔ اس کے جواب میں علامہ عینی نے کہا کہ بیشک ہم نسب ثابت نہیں کرتے اس لئے کہ ثبوت نسب میں ایک قسم کی شرافت ہے اور ثبوت نسب سے وہی مقصود ہوتی ہے اور زنا میں وہ نہیں ہے کیونکہ زانی کی طرف نسبت ثابت ہونے سے بچے کو کیا شرافت حاصل ہوگی۔ تو چونکہ ثبوت نسب کا فائدہ وہاں نہیں ہے اس لئے نسب ثابت نہیں کرتے۔ رہی حرمت مصاہرت تو اس کا مدار جزئیت پر ہے وہ زنا میں متحقق ہے اس لئے حرمت مصاہرۃ ثابت کرتے ہیں۔ الحاصل عینی عدم ثبوت نسب کو تسلیم کرکے پھر مقیس اور مقیس علیہ میں فرق بتاتے ہیں۔ آپ نے عینی کی عبارت تو نقل کی مگر اس کے معنی نہیں سمجھے۔ یاد رکھئے کہ زنا میں نسب کا ثابت نہ ہونا تو حنفیہ و شافعیہ دونوں کے نزدیک مسلم ہے رہی حرمت مصاہرت تو اس کا مدار ثبوت نسب پر نہیں جیسا کہ آپ سمجھے ہیں۔ اور اس پر قیاس اور دوسری شق یعنی مجہول النسب پر دعویٰ اب سے نسب کا ثابت ہو جانا یہ مشائخ کے نزدیک ثابت ہے مگر اس کا یہاں کوئی تعلق نہیں۔ تعجب ہے کہ باوجودیکہ میں نے ہدایہ کی عبارت (جس میں تصریح ہے کہ زنا میں باوجود دعویٰ نسب ثابت نہیں ہوتا) لکھ دی۔ اور شامی کی عبارت (جس میں تصریح ہے کہ نکاح محارم میں نسب ثابت نہیں ہوتا) نقل کر دی پھر بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا اور مجھے شافعی اور دغاباز کہنے لگے۔ کیا یہ کتابیں بھی شافعی مذہب کی ہیں۔ اور پھر شافعی باب عدم ثبوت نسب من الزانی میں حنفیہ کے خلاف کہاں ہیں۔ اس میں تو دونوں متفق ہیں۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ولد الزنا کو اپنے باپ زانی مدعی ابوۃ کے ترکہ سے میراث ملتی ہے یا نہیں اور باپ کو اس کے ترکہ سے حصہ ملے گا یا نہیں۔ قیامت تک بھی کسی فقہ کی کتاب سے ثابت کیجئے کہ زنا میں نسب ثابت ہوتا ہے اور ولدالزنا کو زانی کی میراث اور زانی کو ولدالزنا کی میراث ملتی ہے۔ حرمت مصاہرت پر قیاس نہ کیجئے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اگر آپ چاہیں تو علماء کی مجلس میں زبانی میرے ساتھ اس مسئلہ کو صاف کر لیں میں تیار ہوں۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ

طلاق کے چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب کا کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے مسماۃ شہر بانو اپنی زوجہ بنت زین الدین کو طلاق دی اور بعد مرور عدت طلاق بعدہ حمید رکن الدین

خلوت صحیحہ یافتہ شدہ بعد چندیوم بوجہ جست فرزندان طرفین مابین زوجین قضیہ شدہ شہربانو فراررفتہ بازوج اول کہ زین الدین است مخالطت نمودن گرفت و زوج اول را یافتہ بعدالت نالش کرد کہ ایں زوجہ من است طلاق ندادہ ام۔ الغرض بسیارے قضیہ و فساد شدہ حیدر طلاق دادہ است و بعد طلاق حیدر باندرون سہ چار ماہ وضع حمل شدہ است۔ دخترے کہ نامش گلبانو است تولد شدہ است ایں دختر از نسب کیست؟

ترجمہ : ایک عورت شہربانو زین الدین کے نکاح میں تھی اس نے اس کو طلاق دے دی۔ عدت طلاق گزر جانے کے بعد حیدر کے ساتھ عورت کا نکاح اور خلوت صحیحہ ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد اولاد کے معاملے میں زوجین کے درمیان جھگڑا ہوا۔ شہربانو حیدر کے پاس سے چلی گئی اور زوج اول یعنی زین الدین سے دوبارہ تعلقات قائم کرنے۔ زین الدین نے موقع غنیمت جان کر عدالت میں دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔ الغرض جب جھگڑا بڑھتا ہوا دیکھا تو حیدر نے یہی مناسب سمجھا کہ طلاق دے دی جائے۔ حیدر کے طلاق دینے کے بعد چار ماہ کے اندر لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام گلبانو ہے۔ اس لڑکی کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

(جواب ۴۲۴) اگر بعد طلاق حیدر در مدت سہ چار ماہ فرزند تولد شدہ نسب ایں فرزند با حیدر ثابت ست خواہ دعوی کندیانہ کند۔ زیراکہ ہرگاہ کہ طلاق دادن زین الدین وانقضائے عدت وے و نکاح حیدر از جمیع شاہدین ثابت است پس ثبوت نسب از زین صورتے ندارد و صحت نکاح حیدر مقتضی ثبوت نسب باوست۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب) حیدر کے طلاق دینے کے بعد اگر تین چار ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب حیدر سے ثابت ہوگا۔ خواہ وہ دعویٰ کرے یا نہ کرے۔ (۱) کیونکہ جب کہ زین الدین کا طلاق دینا اور پھر عدت طلاق گزرنے کے بعد حیدر کا اس عورت سے نکاح کرنا تمام گواہوں کے بیانات سے ثابت ہے تو زین الدین کے ساتھ بچہ کا نسب کسی صورت سے ثابت نہیں ہو سکتا اور حیدر کے نکاح کی صحت کی بناء پر بچہ کا نسب حیدر سے ہی ثابت ہوگا۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ صحیح النسب ہے

(سوال) زن و شوہر کی یکجائی کو چھ ماہ یوم ہونے کہ ہندہ کے ہاں پورا بچہ پیدا ہوا ایسے غیر شرعی بچہ کی پرورش اور ہندہ کے مہر چڑھوے اور خرچ عدت کے واسطے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۸۰ عزیز خاں دہلی۔ ۳۰ جمادی الاخری سن ۱۳۵۲ھ م ۲۱ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۴۲۵) یکجائی سے چھ ماہ چھ دن بعد جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ صحیح النسب بچہ ہے۔ (۲) اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔ (۳) اس لئے بچہ کی پرورش باپ کے ذمہ ہے۔ اگر وہ محض شبہ کی وجہ سے

---

(۱) المعتدة عن طلاق بائن اذا تزوجت بزوج آخر في العدة وولدت بعد ذلك ان ولدت لا قل من سنتين من وقت طلاق الاول ولاقل من ستة اشهر من وقت نكاح الثاني كان الولد للاول. (الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، فصل في النسب ۱/ ۵۴۸، ماجدية)

(۲) واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا ثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت. (الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ۱/ ۵۳۶، ماجدية)

(۳) واكثر مدة الحمل ... واقله ستة اشهر لقوله تعالى وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، وفصاله في عامين فبقي للحمل ستة اشهر. (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ۲/ ۴۳۲، شركة علمية)

عورت کو طلاق دے دے گا تو عورت کا پورا مہر اور عدت کا خرچ دینا ہوگا(۱) اور جہیز کی مالک تو عورت ہی ہے(۲) وہ اپنا جہیز اور چڑھاوا بھی لے جائے گی اور بچے کی پرورش کا نفقہ باپ کے ذمے ہوگا(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بارہویں مہینے میں جو بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہے

(سوال) زید کی لڑکی اپنے خاوند کے مکان سے اپنے والدین کے مکان پر ماہ رمضان المبارک کی انتیس تاریخ کو آئی اور آٹھ ماہ رہ کر اپنے خاوند کے پاس رخصت ہو آئی۔ پھر شوہر کے گھر دوبارہ رہ کر اپنے ماں باپ کے گھر پھر چلی گئی۔ اب میکہ میں رمضان کی ۱۵ تاریخ کو لڑکا پیدا ہوا۔ پس اس صورت میں شرع شریف کے موافق لڑکے کی بابت کیا حکم صادر ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۱۹۰ عبدالغفور معمار (ضلع رائے بریلی) ۱۴ شوال سن ۱۳۵۲ھ م ۲۸ جنوری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۴۲۶) اگر بارہویں مہینے میں لڑکا پیدا ہوا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لڑکا خاوند ہی کی طرف منسوب اور ثابت النسب ہوگا(۴) حمل کی مدت دو برس تک ہے۔ شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسلم اور نصرانیہ کے زنا سے پیدا ہونے والا بچہ مسلم ہوگا یا نصرانی؟

(سوال) شامی جلد دوم باب نکاح الکافر میں الولد یتبع خیر الابوین دینا کی تحت میں تنبیہ بیان کی ہے جس میں یہ بحث بیان کیا ہے کہ مسلم اور نصرانیہ سے جو ولد الزنا پیدا ہوا اس کو علی مقتضی المذہب مسلمان نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں۔ باقی بعض احکام میں احتیاط کی گئی ہے وہ نظر الحقیقۃ الجزئیہ ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے "قلت یظهر لی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح کل مولود یولد علی الفطرة حتی یکون ابواه هما اللذان یهودانه او ینصرانه فانهم قالوا انه جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فاذا لم یتفقا بقی علی اصل الفطرة او علی ما هو اقرب الیها حتی لو کان احدهما مجوسیا والآخر کتابیا فهو کتابی کما یاتی۔ وهنا لیس له ابوان متفقان فیبقی علی الفطرة ولانهم قالوا ان الحاقه بالمسلم منهما او بالکتابی انفع له ولا شک ان النظر لحقیقة الجزئیة انفع له وایضا حیث نظروا للجزئیة فی تلک المسائل احتیاطا فلینظر الیها هنا احتیاطا ایضا فان الاحتیاط بالدین اولی لان الکفر اقبح القبیح فلا ینبغی الحکم به علی شخص بدون امر صریح ولانهم قالوا فی حرمة بنته من الزنا ان الشرع قطع النسبة الی الزانی لما فیها من اشاعة الفاحشة فلم یثبت النفقة والارث لذلک وهذا لا ینفی النسبة الحقیقیة لان الحقائق لا مرد لها فمن ادعی انه لا بد من النسبة الشرعیة فعلیه البیان۔

المستفتی نمبر ۲۲۴ سخاوت علی صاحب جوہانسبرگ (افریقہ) ۲۰ ربیع الثانی سن ۱۳۵۳ھ م ۲ اگست سن ۱۹۳۴ء

(۱) [illegible] (الدر المختار، کتاب الطلاق [illegible] ۳/ [illegible] سعید)
(۲) جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر ۳/ ۱۵۵ سعید)
(۳) وفی الشرنبلالیة [illegible] الاب الموسر یجبر علی دفع الاجرة [illegible] (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة ۳/ ۵۶۷ سعید)
(۴) واکثر مدة الحمل سنتان لقول عائشة رضی الله عنها: الولد لا یبقی فی بطن امه اکثر من سنتین ولو بظل مغزل (الهدایة، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ۲/ ۴۳۳ شرکة علمیة)
(۵) رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر ۳/ [illegible] سعید

(جواب ٤٢٧) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بچے پر اسلام کا حکم کرنا ہی ظاہر ہے۔ وجہ یہ کہ حدیث(۱) صحیح میں ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا تے ہیں۔ تو حدیث نے نقل عن الفطرۃ کو ماں باپ دونوں کی طرف نسبت کرکے یہ بتایا کہ اگر ماں باپ متحد المذہب نہ ہوں تو نقل کا حکم نہیں ہوگا اور بچہ کو اصل فطرت پر باقی قرار دیا جائے گا یا جو فطرت سے قریب تر مذہب ہو اس پر بچہ کو قائم رکھا جائے گا اور صورت مبحوث عنہا میں اس بچہ کے ماں باپ متفق الدین نہیں ہیں تو وہ اپنی فطرت پر رہا اور فطرت اسلام ہے تو وہ مسلمان قرار پائے گا۔ نیز فقہا نے یہ بھی کہا ہے کہ بچہ کا الحاق مسلمان یا کتابی (من الابوین) کے ساتھ اس کے لئے انفع ہے تو اس میں بھی شک نہیں کہ موجودہ صورت میں حقیقۃ جزئیۃ کا اعتبار کرنا اس کے لئے انفع ہے یعنی گو شرع نے اس کا نسب ثابت نہیں کیا لیکن حقیقۃ وہ مسلمان باپ کے نطفہ سے تو متولد ہوا ہے تو اس حقیقی جزئیۃ کا اعتبار کرنا اس کے حق میں انفع ہونے کے لحاظ سے ضروری ہے۔ نیز جب انہوں نے ست من الزنا کو زانی کے لئے احتیاطاً حرام بتایا تو دینی معاملہ میں کہ ایک معصوم بچہ کو مسلمان قرار دیں یا کافر زیادہ احتیاط محوظ رکھنی چاہئے اور وہ یہی ہے کہ اسے مسلمان قرار دیا جائے۔ بہر حال اس بچہ کو مسلمان قرار دینا اولیٰ واحوط ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مطلقہ ثلاثہ سے حلالہ کے بغیر تجدید نکاح

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق سن ۳۳ء میں دی لیکن اندر عدت رجوع کر لیا۔ طلاق منسوخ کردی (۲) سن ۱۹۳۶ء میں پھر ایک طلاق بتاریخ ۲۹ فروری سن ۳۶ء کو دی اور دوسری ۴ امارچ سن ۳۶ء کو دی (۳) بعد انقضائے میعاد عدت شوہر نے غلطی سے یہ سمجھ کر سن ۱۹۳۳ء والی طلاق تو منسوخ کردی تھی وہ تو بے ہونے کے برابر ہے اور مابعد کی طلاقیں دو ہیں تین نہیں طلاق مغلظہ نہ ہوئی اسی عورت سے تجدید نکاح کر لیا۔ اب سوال یہ ہے :۔
(۱) آیا اس عورت سے موجودہ جماع حرام اور بمنزلہ زنا کے ہے۔ (۲) آیا وہ عورت طلاق کے ذریعہ علیحدہ ہو سکتی ہے یا بغیر طلاق کے۔ (۳) آیا وہ عورت حق دار مہر ہے یا نہیں (۴) آیا اس عورت کے ہاں اگر اس شوہر سے بچہ پیدا ہوا تو وہ حلال کا تصور ہوگا یا حرام کا۔ (۵) بصورت تفریق یا عدم تفریق وہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۴۴۴ شیخ غلام حیدر صاحب بی۔ اے ایل ایل بی۔ ایڈوکیٹ (فیروز پور شہر) ۲۸ رجب سن ۱۳۵۳ھ

(جواب ٤٢٨) (۱) مطلقہ ثلاثہ سے بدون تحلیل جو نکاح کر لیا وہ صحیح نہیں ہوا۔(۲) اس لئے جو جماع واقع ہوا ہے وہ حرام ہوا تاہم زنا کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے۔(۳) (۲) جب نکاح صحیح نہیں ہوا تو طلاق کی ضرورت نہیں۔(۴) زوجین پر ایک دوسرے سے علیحدگی لازم ہے۔ (۳) اس دوسرے نکاح کے مہر کی عورت حق دار نہیں۔ لیکن اگر جماع ہو چکا ہے تو ایک جماع یا چند مرتبہ زنا کا عقر یعنی عوض ادا کرنا ہوگا۔ عقر کا مطلب یہ ہے کہ اس

---

(۱) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ کما تناتج الابل من بہیمۃ جمعاء ہل تحس من جدعاء قالوا یا رسول اللہ افرأیت من یموت وہو صغیر قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین، ۲/ ۲۹۳، سعید)
(۲) فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (البقرۃ : ۲۳۰)
(۳) الوطی الموجب للحد ہو الزنا ، وانہ عرف الشرع واللسان وطی الرجل المرأۃ فی القبل فی غیر الملک و شبہۃ الملک۔ (الہدایۃ ، کتاب الحدود ، باب الوطی الذی یوجب الحد ، ۲/ ۵۱۳، شرکۃ علمیۃ)
(۴) الطلاق ہو رفع قید النکاح ۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، ۳/ ۲۲۶، سعید)

جیسی عورت سے ایک وطی کی اجرت کا منصفین متقیین سے اندازہ کرالیا جائے۔(۱)(۴) اگر اس وطی سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اس شوہر کا ثابت النسب بچہ پیدا ہوگا کیونکہ وطی بالشبہ واقع ہوئی ہے۔(۲)(۵) زوجین صورت تفریق یا عدم تفریق ایک دوسرے کے وارث نہیں کیونکہ نکاح فیما بینہما منعقد نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حاملہ من الزنا سے نکاح

(سوال) ایک عورت بیوہ نے اپنے شوہر کے مر جانے کے بعد عرصہ دو سال کے بعد نکاح کیا۔ لیکن جب اس عورت نے نکاح کیا تو اس کو کسی غیر شخص کا چار مہینے کا حمل تھا جو نکاح کے دو ماہ کے بعد اس نے بچہ جنا فرمایئے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۳۳۷ مستری صادق علی صاحب (ضلع جالندھر) ۲۴ شعبان سن ۱۳۵۵ھ م ۱۰ نومبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۹) شوہر کی وفات کے دو سال کے بعد جو بچہ ہوا وہ زنا کا بچہ قرار پائے گا۔(۳) اور اس حمل کے زمانہ میں جو نکاح ہوا وہ حاملہ من الزنا کا نکاح ہے اور وہ جائز ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایضاً

(سوال) زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ہندہ حاملہ تھی اور چھ ماہ بعد نکاح ہندہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس بنا پر زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق تحریری دے دی۔ طلاق کو عرصہ ایک سال ۸ ماہ کا گزر گیا اب زید و ہندہ رضا اور رغبت اپنی سے پھر نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں (۲) اگر ہندہ حاملہ زید سے تھی تو اس صورت میں نکاح اول جائز تھا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۶۰۷ حکیم عظمت اللہ صاحب (قرول باغ) ۲۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۳ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۳۰) ہندہ کا حمل اگر زنا کا تھا خواہ زید سے یا کسی اور شخص سے تو نکاح اول صحیح تھا۔ لیکن تاریخ نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچہ ہوا تھا تو وہ بچہ زنا کا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بچہ زید کا بیٹا قرار پائے گا۔(۵) اگر زید نے طلاق مغلظہ نہ دی ہو تو وہ اپنی مطلقہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح کرنے کی غرض سے مسلمان ہونے والا شخص مسلمان ہے جب تک اس سے ارتداد صادر نہ ہو۔

(سوال) کوئی عیسائی کسی مسلم لڑکی کے ساتھ نکاح کی غرض سے مسلمان ہوا۔ پھر بعد میں کوئی کسی قسم کا اسلامی شعار اس میں نہیں پایا گیا اور نہ اس کو کلمہ آتا ہے اور نہ وہ صحیح مفہوم خدا اور رسول کا جانتا ہے اور پہلے کی طرح مردار کھاتا

---

(۱) العقر هو مهر مثلها في الجمال ای مایرغب فیه فی مثلها جمالا فقط . واما ماقیل ما یستاجر به مثلها للزنی لو جاز فلیس معناه بل العادة ان مایعطی لذلك اقل مما یعطی مهرا ، لا الثانی للبقاء بخلاف الاول۔(رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق ۳/ ۱۹۰ سعید)

(۲) وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا لكن الصواب ثبوت العدة والنسب .(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة ۳/ ۵۱۶ سعید)

(۳) واكثر مدة الحمل سنتان لقول عائشة رضي الله تعالى عنها: الولد لا يبقى في البطن اكثر من سنتين ولو بظل مغزل۔(الهداية، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ۲/ ۴۳۳ شرکة علمیة)

(۴) وصح نكاح حبلى من زنى .(الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۸ سعید)

(۵) وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت۔(الهندية، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ۱/ ۵۳۶ ماجدية)

(۶) وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالاجماع۔(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة ۳/ ۴۰۹ سعید)

ہے۔ شراب نوشی کو جائز سمجھتا ہے تو اب اس کی عورت کو جو بچہ پیدا ہوگا وہ کیسا ہوگا۔ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے کہ نہیں۔ بعد اسلام اس نے کوئی سجدہ تک نہیں کیا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۲۳۹ ابراہیم صاحب

(جواب ۴۳۱) جو عیسائی کہ مسلمان ہو گیا اور کسی مسلمان عورت سے اس نے نکاح کر لیا تو جب تک اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے اس کو مرتد قرار دیا جاسکے اس کی اولاد کو مسلم قرار دیا جائے گا۔ اور مسلمانوں کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔ ترک اعمال موجب فسق ہے مگر موجب کفر نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح کے ساڑھے سات ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ صحیح النسب ہے۔

(سوال) زید نے ہندہ کے ساتھ چند شرائط کے ماتحت برضا و رغبت نکاح کیا۔ تاریخ نکاح سے پورے سات ماہ اور تیرہ یوم کے بعد مسماۃ ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا منجملہ شرائط کے جو فریقین میں بوقت نکاح طے ہوئی تھیں ایک شرط مذکورہ ذیل کو فسخ کرانے کے لئے چند مخالفین کے اکسانے سے زید نے ہندہ پر الزام کیا کہ جو بچہ اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے وہ اس کے نطفہ سے نہیں ہے بلکہ حرامی ہے اور مسماۃ ہندہ کو جس کو زید نے اس بہانے سے کہ میں تجھ کو تیرے باپ کے شہر میں مکان لے کر رکھوں گا اس کے باپ کے یہاں پہنچادیا۔ وضع حمل کے دوران میں اور ازاں بعد زچہ اور بچہ کے اخراجات کا کفیل ہندہ کا باپ ہو رہا ہے اس کے بعد زید نے بیان کیا کہ اگر شرائط نامہ سے شرط سکونت رہائش کرنال اڑادی جائے تو میں زچہ اور بچہ کو اپنے وطن پہنچانے کو تیار ہوں

واقعات مذکورہ کی موجودگی میں بروئے شرع شریف یہ امور دریافت طلب ہیں :-

(۱) وہ بچہ جو تاریخ نکاح سے سات ماہ اور تیرہ یوم کے بعد پیدا ہوا ہے کیا واقعی حرامی ہے ؟

پیدائش اور بچہ کی پرورش کے اخراجات کس کے ذمے ہیں ؟

(۲) اخراجات بوقت وضع حمل اور بعدہ اخراجات پرورش بچہ اور اس کی والدہ کا کون ذمہ دار ہے ؟ (۳) اگر زید نے ہندہ پر بلاوجہ اتہام لگایا ہے اور اس شرط مذکورہ کو فسخ کرانے کے لئے کوئی اصلیت نہیں ہے تو زید پر کوئی شرعی حد قائم ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۱۳ ابوالحسن (کرنال) ۱۵ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۱۹ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۳۲) تاریخ نکاح سے سات ماہ تیرہ یوم کے بعد جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ بقاعدہ شرعیہ خاوند کا بچہ قرار پائے گا۔(۲) زید نے اگر اپنی منکوحہ پر تہمت لگائی ہے تو وہ سخت گنہگار ہوا(۳) مگر صرف اس تہمت کے لگانے سے نہ نکاح ٹوٹا اور نہ بچے کے نسب کی صحت میں کوئی فرق آیا۔ اقرار نامے کی شرط کو چھوڑنے نہ چھوڑنے کا ہندہ اور اس کے اولیاء کو اختیار ہے۔ اخراجات زچگی خاوند کے ذمے ہیں۔(۴) زید اگر اس امر کا اقرار کرے کہ اس نے بچے کو حرامی کہہ دینے میں

---

(۱) واما تارك الصلوة فان كان منكرا لوجوبها فهو كافر باجماع المسلمين وان كان تركه تكاسلا مع اعتقاده وجوبها كما هو حال كثير من الناس فقد اختلف العلماء فيه ، فذهب مالك و الشافعي والجماهير من السلف والخلف الى انه لا يكفر بل يفسق۔

(۲) وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت ، لان الفراش قائم والمدة تامة (الهداية ، كتاب الطلاق ، فصل في ثبوت النسب ، ۲ /۴۳۲، شركة علمية)

(۳) ان الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم (النور : ۲۳)

(۴) وفيه اجرة القابلة على من استاجرها من زوجة وزوج ولوجاءت بلا استئجار قيل عليه وقيل عليها (الدر المختار) وفي الشامية (قوله قيل عليه) عبارة البحر عن الخلاصة: فلقائل ان يقول عليه، لانه مؤنة الجماع ، ولقائل ان يقول عليها ... ويظهر لي ترجيح الاول ، لان نفع القابلة معظمه يعود الى الولد فيكون على ابيه (رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، ۳ /۵۸۰، سعيد)

تہمت لگانے کا ارتکاب کیا ہے تو وہ مجرم ہے اور شرعی عدالت قائم ہوتی تو اس کو سزا دی جا سکتی تھی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح کے سات ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

(سوال) اگر عورت بیوہ ہو گئی اور بیوہ ہونے کے بعد اس کے دیور سے اس کا ناجائز تعلق ہو گیا اور اس کا عقد اسی کے ساتھ ہو گیا۔ عقد ہونے کے بعد ۷ ماہ میں لڑکا پیدا ہوا مگر ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ یہ حمل عقد سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ دریافت یہ کہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۰۲ امیر محمد نور الدین صاحب (ریواں) ۱۲ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۲ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۳۳) اگر بیوہ نے عدت وفات پوری کر لی تھی اس کے بعد دیور سے نکاح ہوا اور نکاح سے ۷ ماہ بعد بچہ ہوا تو نکاح بھی درست ہوا اور بچہ بھی حلالی قرار دیا جائے گا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

منکوحہ طلاق لئے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی

(سوال) ایک کنواری لڑکی جس کی عمر شادی کے وقت پندرہ برس تھی اور بروقت نکاح اور اس کو قریباً دو ماہ کا حمل حرام تھا جو اس وقت کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ شادی سے قریباً چھ ماہ بعد سسرال میں جا کر لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکی پیدا ہونے کے بعد اس کے مرد نے بغیر طلاق دیئے اس عورت کو اپنے گھر سے علیحدہ کر دیا اور اس مرد نے دوسری شادی کر لی عورت کی ماں نے یہ مشتہر کر دیا تھا کہ میری لڑکی کو طلاق مل چکی ہے۔ چنانچہ ایک سال بعد اسی عورت سے ایک مرد صالح نے شریعت کے مطابق نکاح کر لیا۔ جس کو اب دو سال کا عرصہ ہوا۔ اب کچھ شک ہوا کہ چونکہ پہلے مرد نے اس عورت کو طلاق نہیں دی تھی اس وجہ سے شاید دوسرے مرد کا نکاح نہیں ہوا۔ لہذا اندریں صورت اس عورت کا نکاح دوسرے مرد کے ساتھ جائز رہا یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۰۹ عبد الرحیم خان صاحب (گوڑگانوہ) ۱۳ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۳ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۳۴) اگر پہلی دفعہ شادی کی تاریخ سے چھ ماہ کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تھی تو وہ لڑکی خاوند کی لڑکی ہے اور صحیح النسب ہے(۳) اور عورت اس کی منکوحہ ہے اور اگر اس نے عورت کو طلاق نہیں دی ہے تو وہ اس کے نکاح میں ہے اور دوسرا نکاح ناجائز ہوا(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً وأولئك هم الفاسقون (النور: ٤)

(۲) ولو زنى بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت، إن جاءت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه (الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ١/ ٥٤٠، ماجدية)

وكذا في الدر المختار: وصح نكاح حبلى من زنا ... لو نكحها الزاني حل له وطؤها ... والولد له (الدر المختار) وفي الرد أي إن جاءت به لستة أشهر (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ٣/ ٤٩، سعيد)

(۳) یہ شادی یعنی نکاح صحیح منعقد ہوا۔ كما في الدر: وصح نكاح حبلى من زنا (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ٣/ ٤٩، سعيد)

(۴) وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت (الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ١/ ٥٣٦، ماجدية)

(۵) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات ١/ ٢٨٠، ماجدية)

عدت کا علم ہوتے ہوئے معتدہ سے نکاح حرام ہے

(سوال) اگر کوئی شخص کسی عورت سے جو طلاق کی عدت کے اندر ہے یعنی قبل از اختتام عدت طلاق دیدہ و دانستہ نکاح پڑھالے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر نہیں تو کیوں اور پھر اب کیا ہونا چاہئے۔ اور اس درمیان میں جو اولاد ہو چکی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۵ منشی عبداللہ صاحب (احمد آباد) ۲۹ ربیع الاول سن ۱۳۵۸ھ م ۲۰ مئی سن ۱۹۳۹ء

(جواب ۴۳۵) عدت ختم ہونے سے پہلے معتدہ عورت کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ یہ قرآن پاک کا صریح حکم ہے۔ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ۔(۱) پس جو نکاح عدت کے اندر ہو وہ جائز نہیں ہوا۔ اور اگر باوجود اس علم کے کہ عورت معتدہ ہے نکاح کیا گیا تو اس کا وجود و عدم برابر اور اولاد بھی حرامی ہوئی۔(۲) البتہ اگر شوہر کو عورت کے معتدہ ہونے کا علم نہ ہوا ہو تو اولاد ثابت النسب ہوگی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عدت کے اندر حلالہ معتبر نہیں

(سوال) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی پھر وہ پچھتایا۔ حلالہ کرانے کی غرض سے ایک شخص دیگر سے نکاح کرادیا۔ اور پھر طلاق دلوادی۔ زوج اول کی طلاق سے سات مہینے گذرنے کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوا۔ اسی سات مہینے میں نکاح ثانی اور حلالہ بھی ہوا۔ اب بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ نکاح ثانی عدت میں ہوا تھا۔ جواب طلب یہ امر ہے کہ یہ نکاح صحیح اور یہ حلالہ معتبر ہوا یا نہیں؟

(جواب ۴۳۶) سات مہینے کی مدت اتنی مدت ہے کہ اس میں زوج اول کی طلاق کی عدت ختم ہو کر دوسرے سے علوق ہونا اور اقل مدت حمل میں بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں۔ زوج اول کی عدت گزرنے کے لئے اگر عدت بالحیض ہو کم از کم انتالیس چالیس روز درکار ہیں اور اس کے بعد علوق ہو کر وضع حمل سات مہینے میں غیر ممکن ہے۔ لیکن چونکہ عدت طلاق مغلظہ کی ہے اور دوسرے سے نکاح کر لیا ہے اور دو سال سے قبل بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے بچہ کا نسب زوج اول ہی سے ثابت ہوگا۔ اور دوسرا نکاح نکاح فاسد ہوگا۔ اور حلالہ غیر معتبر سمجھا جائے گا۔ زوج اول کے لئے حلال ہونے کے واسطے کافی نہ ہوگا۔ اذا تزوجت المعتدۃ بزوج اخرثم جاءت بولد ان جاءت بہ لا قل من سنتین منذ طلقھا الاول او مات ولا قل من ستۃ اشھر منذ تزوجھا الثانی فالولد للاول الخ (عالمگیری ص ۹۰ ج ۱ طبع مصر)(۴) وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا الخ (عالمگیری (۵) ص ۱۰۵ ج ۱ طبع مصر)

---

(۱) البقرۃ : ۲۳۵

(۲) اور اس صورت میں حرام ہوئی جب پہلے شوہر سے اس کا نسب ثابت ہونا ممکن نہ ہو۔ اگر ممکن ہو تو حلالی ہوئی۔ ولو تزوجت معتدۃ بعض ولدت لا قل من سنتین مذبانت ولا من الا قل مذتزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الآخر عن البدائع انہ للنفی مطلقا ، قال اقدامھا علی النکاح دلیل انقضاء عدتھا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد و ولدھا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلدلا قل من سنتین مذطلق او مات (الدر المختار ، کتاب الطلاق ، فصل فی ثبوت النسب ۳ / ۵۵۵ سعید)

(۳) ھذا اذا لم یعلم قبل التزوج انھا تزوجت فی عدتھا ، فان علم ذلک وقع النکاح الثانی فاسداً (الھندیۃ ، کتاب الطلاق ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ۱ / ۵۳۸ ماجدیۃ)

(۴) الھندیۃ ، کتاب الطلاق ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ۱ / ۵۳۸ ، ماجدیۃ

(۵) الھندیۃ ، کتاب الطلاق ، الباب السادس فی الرجعۃ ۱ / ۴۷۳ ، ماجدیۃ

نابالغ شوہر کی بیوی سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم

(سوال) زید کی شادی ایک بالغ عورت سے ہوئی۔ زید خود نابالغ ہے۔ عورت سے زید کی نابالغی کی عمر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ کیونکہ بکر نے زوجہ زید سے منہ کالا کیا اور بعد میں زبردستی زید سے طلاق دلوا کر زوجہ زید سے نکاح کر لیا۔

(جواب ۴۳۷) نابالغ ناقابل وطی شوہر کی بیوی سے جو بچہ پیدا ہو وہ ولد الحرام ہے۔(۱) اس صورت میں زوجہ زید اور بکر (اگر اقرار زنا کرے) دونوں شرعی سزا (سو کوڑے یا رجم) کے مستحق ہیں۔(۲) لیکن حکومت موجودہ میں شرعی سزا جاری کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو دونوں سے مقاطعہ کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ توبہ نہ کریں اور خلوص توبہ کا ظن غالب حاصل نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ،

غیر کی منکوحہ سے نکاح

(سوال) زید کا ایجاب و قبول شرعی بحالت بالغی اس کے باپ نے ہندہ بالغہ کے ساتھ بولایت والد ہندہ ایک محفل معتبرین اہل اسلام میں منعقد کر لیا۔ اور وکیل شرعی نے حضور دو گواہ کے ہندہ سے بھی اجازت حاصل کر لی اور خطبہ نکاح بھی پڑھا گیا۔ علاوہ اس کے زید کے باپ نے زیور و پوشاک و دیگر لوازمات عروسی بھی ہندہ کے لئے بھیج دیا۔ جن کو ہندہ کے باپ نے وصول کر کے ہندہ کو پہنوایا اور مہر بھی مقرر ہو گیا۔ عاقدین کے خاندان میں رسم برات شادی چڑھانے کی ہے جس میں وہ ڈھول وغیرہ بھی بجاتے ہیں اور منکوحہ کو شوہر کے ساتھ رخصت کرتے ہیں۔ صرف یہی مرحلہ رہ گیا۔ باقی تمام امور شرعی ایجاب و قبول کی بجالائے گئے۔ اب باوجود امور متذکرہ صدر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو زید کی منکوحہ کے ساتھ اپنا عقد نکاح بولایت والدہ ہندہ منعقد کرتا ہے۔ کیونکہ ہندہ کا باپ اس وقت وفات پا چکا تھا اور عمرو ہندہ کو اپنے قبضہ میں لے آیا ہے اور اس کے ساتھ آباد ہو تا رہا ہے جس سے ہندہ کو ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں اور عمرو زندہ ہے۔ زید نے کوئی خلوت یا وطی ہندہ کے ساتھ نہیں کی تھی۔ نکاح ثانی ہونے پر بعد تقاضا ہندہ کی والدہ نے زید کی اشیائے مرسلہ متذکرہ بالا کو بجانب زید واپس کر دیا۔ مگر زید سے طلاق حاصل نہیں کی گئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمرو کا نکاح شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے اور اولاد کا نسب عمرو سے ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اب عمرو کا نکاح شرعاً جواز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا تو ایسے نکاح کو کیا قرار دیا جائے گا۔ اگر اس کو حرام اور زنا قرار دیا جائے تو کیا نسب نکاح سے ہی ثابت ہوتا ہے یا زنا سے یعنی ملک سے وطی یا شبہ سے بھی؟ اگر نکاح کے سوا نسب ثابت نہیں ہوتا تو ولد الزنا کا نسب بصورت مقر ہونے زانی کے شرعاً کس کی طرف منسوب ہو گا۔ اگر زانی کی طرف منسوب ہو گا تو کیا زانی ان کا وارث بھی ہو گا یا نہیں؟

(جواب ۴۳۸) صورت مسئولہ میں عمرو کا نکاح ہندہ کے ساتھ جو منکوحہ زید تھی درست نہیں ہوا۔(۳) مگر عمرو کو اس بات کا علم بھی تھا کہ یہ منکوحہ زید ہے تو وہ سخت ظالم گنہگار فاسق ہوا۔ اور اگر اسے علم نہ تھا تو معذور ہو گا۔ اور

---

(۱) لو جاءت امرأة الصبي بولد لا يثبت نسبه (رد المحتار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب ۳/ ۵۵۱ سعيد)

(۲) سو کوڑے کی سزا اس وقت ہے جب کہ زنا کرنے والے شادی شدہ نہ ہوں۔ كما في قوله تعالى: الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة (النور ۲) (۳) اور اگر شادی شدہ ہوں تو پھر ان کی سزا سنگسار ہے۔ ويرجم محصن في فضاء حتى يموت (الدر المختار، كتاب الحدود ۴/ ۱۰، سعيد)

(۳) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث ۱/ ۲۸۰ ماجدية)

دونوں صورتوں میں اس کی اولاد کا نسب ثابت ہوگا۔" وهذا صريح بان الشبهة في المحل وفيها يثبت النسب كما مر (در مختار)(۱) ثبوت نسب سے نکاح کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ محل شبہ میں باوجود وطی حرام ہونے کے بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے اور صورت مسئولہ میں عقد کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں نہ حد زنا آتی ہے اور نہ نسب سے محرومی۔(۲) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

ساس سے زنا کے بعد بچہ بھی پیدا ہوا، کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک شخص کا اپنی خوش دامن سے ناجائز تعلق ہونے کی وجہ سے ایک لڑکا ہے۔ آیا ایسی صورت میں اس کی بیوی اس پر حرام ہے یا نہیں۔ ساس کو لڑکا اسی داماد کے نطفے سے ہے۔ اس کا ثبوت کافی ہے۔ لڑکا حرام کا کہلائے گا یا نہیں ؟

(جواب ٤٣٩) اگر واقعہ صحیح ہے تو شخص مذکور کی منکوحہ زوجہ اس شخص پر حرام ہو گئی۔(۳) اب اس کی بیوی کسی طرح بھی خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی۔ اور خوش دامن کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ اس شخص کا لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ اگر خوش دامن کا خاوند ہو تو اس کی طرف منسوب ہوگا ورنہ وہ ولد الزنا قرار پائے گا۔ صرف ماں سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

نکاح کے دوران پیدا ہونے والی بچی ثابت النسب ہے۔

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۶ مئی سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ اسی دوران میں بکر کا اس عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا۔ عورت کو ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ بعد ازاں اس عورت کو زید نے طلاق دے دی۔ لڑکی کی شکل و شباہت بکر سے ملتی جلتی ہے۔ عورت اور بکر بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بکر کی اولاد ہے۔ لڑکی اب جوان ہو گئی ہے۔ بہت نیک، پابند شریعت پاکیزہ خیالات رکھتی ہے۔ بکر خاندان قریش میں سے ہے۔ وہ عورت اور زید ارائیں قوم سے ہے۔ خاندان قریش کا ایک لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔

(جواب ٤٤٠) جب کہ وہ لڑکی اس زمانے میں پیدا ہوئی کہ اس کی ماں زید کے نکاح میں تھی تو وہ لڑکی شرعاً زید کی لڑکی قرار پائے گی اور ثابت النسب ہوگی۔(۵) اگر زید اس لڑکی کے متعلق اپنی لڑکی ہونے سے انکار کرے جب بھی وہ زید ہی کی طرف شرعاً منسوب ہوگی اور تاوقتیکہ باقاعدہ لعان نہ ہو (۶) اس وقت تک اس کا زید ہی سے ثابت

---

(۱) الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدود والذی لا یوجبه، ۳ / ۲۴، سعید)
(۲) ولا حد ايضا بشبهة العقد اى عقد النكاح عنده (الدر المختار ، كتاب الحدود، ۳ / ۲۳، سعيد)
وفي الرد: وفي هذا زيادة تحقيق لقول الامام لما فيه تحقيق الشبهة حتى ثبت النسب ويؤيده ماذكره الخير الرملي في باب المهر عن العيني ومجمع الفتاوى انه يثبت النسب عنده خلافاً لهما (رد المحتار، كتاب الحدود، ۳ / ۲۴، سعيد)
(۳) ان وطء الامهات يحرم البنات (الدر المختار ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ۳ / ۳۱، سعيد)
(٤) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قام رجل فقال : يارسول الله ان فلاناً ابنى عاهرت بامه في الجاهلية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا دعوة في الاسلام ، ذهب امر الجاهلية ، الولد للفراش وللعاهر الحجر (سنن ابى داؤد ، كتاب الطلاق ، باب الولد للفراش ، ۱ / ۳۱۰، سعيد)
(٥) ايضاً
(٦) وان قذف الزوج بولد حتى نفى الحاكم نسبه عن ابيه والحقه بامه (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب اللعان ، ۳ / ۳۸۹، سعيد)

ہوگا۔(۱) اور شکل و شباہت بکر کے ساتھ ملنے سے حکم نہیں بدلے گا۔(۲) پھر اگر کوئی قریشی لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرے گا تو نکاح جائز اور درست ہوگا۔(۳) اور اگرچہ یہ لڑکی راعین قوم کی ہے مگر اس قریشی کی اولاد جو اس کے بطن سے ہوگی قریشی قرار پائے گی۔ کیونکہ نسب میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے۔(۴) اور اولاد کا نسب وہی قرار پاتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے۔اس لئے اس کی اولاد کی شادی وغیرہ قریش میں ہو سکتی ہے۔　　　محمد کفایت اللہ غفر لہ،

ولد الزنا زانی کا وارث نہیں

(سوال) ایک معزز مسلمان شخص کا ایک ہندو عورت سے تعلق ہو گیا اور (عقد شرعی کے بغیر) اس کے نطفے سے ہندو عورت کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس مسلمان شخص کی جائیداد میں سے اس بچے کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

(جواب ٤٤١) اگرچہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہ بچہ مسلمان کے نطفے سے پیدا ہوا ہے لیکن شریعت کے احکام میں اس بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مسلمان کی وطی جو ہندو عورت کے ساتھ واقع ہوئی ہے زنا قرار پائے گی اور زنا میں نسب ثابت نہیں ہوتا(۵) بلکہ زنا کی سزا جاری ہوتی ہے۔ پس بچے کو اس شخص کی جائیداد متروکہ میں سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔　　　محمد کفایت اللہ غفر لہ،

اسلام لانے کے بعد ماموں اور بھانجی میں تفریق لازمی ہے، اس سے پہلے کی اولاد ثابت النسب ہے

(سوال) ایک مشرک مع اپنی زوجہ اولاد کے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کی زوجہ رشتے میں اس کی بھانجی ہے۔ کیا اسلام میں داخل ہونے کے بعد وہ اس کے لئے حلال رہ سکتی ہے؟ اور اس کی اولاد اپنے باپ کی وارث ہوگی یا نہیں؟

(جواب ٤٤٢) بھانجی سے نکاح شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں۔(۶) جب زوجین مسلمان ہو جائیں تو ان کا تعلق زوجیت باقی نہیں رہے گا۔ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔(۷) اس سے پہلے کی اولاد ثابت النسب ہوگی۔ اور ماں باپ کے ترکہ سے اس کو حصہ میراث ملے گا۔(۸) فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ،

(سوال) زید نے مسماۃ سعیدہ سے نکاح کیا۔ مسماۃ سعیدہ حاملہ تھی مگر زید کو معلوم نہ تھا چار مہینے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ لہذا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) قال اصحابنا : لثبوت النسب ثلث مراتب : الاولی النکاح الصحیح ... والحکم فیه انه یثبت النسب من غیر دعوة ولا ینتفی بمجرد النفی ، وانما ینتفی باللعان (الهندیة، کتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ۱/ ۵۳۶ ماجدیة)

(۲) عن ابی هریرة ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال : یارسول الله ولد لی غلام اسود فقال: هل لك من ابل قال: نعم . قال . ما الوانها قال : حمر .قال هل فیها من اوراق؟ قال : نعم ،قال فانی ذلك؟ قال : لعل نزعه عرق ، قال : فلعل ابنك هذا نزعه (صحیح البخاری ، کتاب الطلاق . باب اذا عرض بنفی الولد، ۲/ ۷۹۹ ، قدیمی)

(۳) وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم (النور : ۳۲)

(۴) لکنه غیر مقصود ولا یسق له النص کما فی قوله تعالی: "وعلی المولود له رزقهن" الآیة، سیق لاثبات النفقة ، وفی "المولود له" اشارة الی ان النسب للآباء (الحاشیة منهیة علی رد المحتار ، باب الحیض ۱/ ۲۹۸، سعید)

(۵) فالوطء فیه زنا لا یثبت به النسب (رد المحتار ، کتاب الطلاق ، فصل فی ثبوت النسب ۳/ ۵۵۵ ، سعید)

(۶) حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت (النساء : ۲۳)

(۷) ولو کان ای المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم احد المحرمین او ترافعا الینا وهما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکمناه بینهما (الدر المختار ، کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر ۳/ ۱۹۲ سعید)

(۸) قلت وفیه ما فقد شرطه لیس صحیحا عند الا طلاق ، وایضا مع انه یثبت فیه التوارث (رد المحتار ، کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر ۳/ ۱۸۵ سعید)

(جواب ٤٤٣) اگر مسماۃ زبیدہ نکاح کے وقت غیر منکوحہ وغیرہ معتدہ تھی اور حمل زنا کا تھا تو زید کا نکاح درست ہو گیا۔(۱) نکاح کی تاریخ سے چھ ماہ گزرنے سے پہلے جو لڑکی پیدا ہو گئی وہ ثابت النسب نہیں ہو گی۔(۲) ولد الزنا قرار پائے گی۔ مگر زید کا نکاح قائم رہے گا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

---

(۱) وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره (الدر المختار ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ۳/ ۴۹ سعيد)
(۲) فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب (رد المحتار ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ۳/ ۴۹ سعيد)

سترھواں باب

تعدادِ ازدواج

(۱)"ذرو الحسناء العقیم و علیکم بالسو داءالولود" حدیث کی اسنادی حیثیت
(۲)ایک حدیث کی تحقیق و تخریج

(سوال) آیا یہ حدیث صحیح ہے ؟ذروالحسناء العقیم وعلیکم بالسودا والولود۔ یعنی بانجھ حسین عورت کو چھوڑ دو اور سیاہ فام مگر بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورتوں سے نکاح کرنا اختیار کرو۔ اگر یہ مفہوم صحیح ہے تو اسلامی نقطہ نظر سے زن وشو کے تعلقات میں نہ صرف تزلزل پیدا ہوگا بلکہ خداوند کریم کی مرضی میں صریح دست اندازی ہوگی۔ اور لاکھوں بلکہ کروڑوں عورتیں اس بنا پر چھوڑ دی جائیں گی اور پھر دوسرے لوگ بھی ان سے نکاح کرنے سے پرہیز کریں گے۔ یہ خداوند کریم کی مرضی پاک پر موقوف ہے کہ جس عورت کو چاہے صاحب اولاد بنائے اور جس کو چاہے بانجھ رکھے۔ انسان کی قوت سے یہ خارج ہے کہ وہ پروردگار کی منشاء اور ارادہ میں اس طرح دخل انداز ہو کیونکہ قرآن پاک میں جابجا یہ حکم ہے کہ بغیر ہمارے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ انسان ضعیف البنیان ہے اور اس کے سارے کام مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں۔

(۲)دوسرا مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ آیا کوئی ایسا سرکار دوعالم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص تنگ دستی یا افلاس کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔" اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ "جو کوئی توالد و تناسل کے خیال سے ایک سے زیادہ عورتیں کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائے گا۔" اس آخر الذکر مسئلے میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس میں کہ جو شخص افلاس یا تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ کسی قدر کھٹک معلوم ہوتی ہے۔ پس آپ سے اس میں صراحت کے ساتھ اطمینان کی ضرورت ہوئی۔ فقط عطا محمد خاں امین جی ملازم ریاست کھیتڑی۔ شیخاواٹی راجپوتانہ منتظم زنانی ڈیوڑھی

(جواب ۴۴۴) آنحضرت ﷺ نے اس خیال سے کہ امت محمدیہ کی کثرت ہو جس کی وجہ سے قیامت میں حضور کو اپنی کثرت پر مفاخرة کا موقع ملے اس امر کی ترغیب دی ہے کہ جو عورت زیادہ ولادت کی صلاحیت رکھتی ہو اس سے نکاح کیا جائے اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات یہ ہیں :۔

تزوجوا الو دود الو لود فانی مکاثر بکم الا مم (کنز العمال (۱) ج ۸ ص ۲۴۴) یعنی محبت والی اور قابل ولادت عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ امرأة ولود احب الی اللہ من امرأة حسناء لا تلد انی مکاثر بکم الا مم یوم القیامۃ (کنز العمال (۲) ج ۸ ص ۲۶۴) یعنی قابل ولادت عورت خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے نا قابل ولادت حسین عورت سے بیشک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن امتوں پر فخر کروں گا۔ سوداء ولود خیر من حسناء لا تلد الحدیث (کنز العمال (۳) ج ۸ ص ۲۴۸) سیاہ فام مگر قابل ولادت عورت نا قابل ولادت خوبصورت عورت سے بہتر ہے۔ ان تمام حدیثوں سے معلوم

---

(۱) کنز العمال، کتاب النکاح ۱۶/ ۳۰۲، (رقم الحدیث ۴۴۵۹۶)، التراث الاسلامی بیروت
(۲) کنز العمال، کتاب النکاح ۱۶/ ۲۹۲، (رقم الحدیث ۴۴۵۴۰)، التراث الاسلامی بیروت
(۳) کنز العمال، کتاب النکاح ۱۶/ ۲۸۳، (رقم الحدیث ۴۴۴۲۴)، التراث الاسلامی بیروت

ہوگیا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کا مقصود کثرت امت کے اسباب کی ترغیب ہے۔ پس حدیث مذکور فی السوال جس کے الفاظ یہ ہیں :۔ **تزوجوا الحسناء العقیم وعلیکم بالسوداء الولود۔** جو کنز العمال(۱)(ج ۸ ص ۲۴۲) میں کامل بن عدی سے منقول ہے۔ اس سے مقصود بھی یہی ترغیب ہے اور زوردار کے معنی ہیں کہ بانجھ عورت اگرچہ حسین ہو اس سے نکاح نہ کرو۔ یہ معنی نہیں کہ نکاح ہی کو چھوڑ دو یعنی طلاق دیدو۔ اور ظاہر ہے کہ قبل نکاح کسی عورت کے عقم کا علم ہو جانا نادر ہے کثیر الوقوع نہیں ہے۔ پس حدیث کے مضمون پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

(۲) یہ حدیث کہ "جو شخص تنگ دستی کے خوف سے ایک سے دو عورتیں نہ کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔" میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ حدیث **من ترک التزویج مخافۃ العیلۃ فلیس منا** ۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۳۹)(۲) میں دیلمی سے مروی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو محتاجی کے خوف سے نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ محتاجی کے خوف سے سنت نکاح کو نہ چھوڑے۔ کیونکہ حق تعالے کا ارشاد ہے۔ **ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ**۔(۳) یعنی اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ تعالے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

خلاصہ یہ کہ نفس نکاح پر تو خوف محتاجی کو چھوڑ کر نکاح کر لینے کی ترغیب ہے اور خوف محتاجی سے نکاح نہ کرنے پر لیس منا کی وعید ہے۔ لیکن تعدد ازدواج کے بارے میں یہ فرمان میری نظر میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

چند احادیث کی تخریج

(سوال) ایک عرصہ سے چند مسائل دریافت کرنے کے لئے خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا آج خدا تعالیٰ نے توفیق خط لکھنے کی دی ہے۔ یاد نہیں لیکن میں نے یہ حدیث دیکھی ہے اور اس کا ترجمہ ایک کتاب کے خالی ورق پر لکھ لیا تھا۔ وھو ہذا۔ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے جی میں آتا ہے کہ خصی ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کا خصی ہونا روزہ رکھنا ہے۔ عرض کیا۔ میرے جی میں آتا ہے کہ پہاڑوں میں جا بیٹھوں۔ فرمایا اے عثمان میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کریں۔ عرض کیا میرے جی میں آتا ہے سیاحی کروں۔ فرمایا میری امت کی سیاحی ہے خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ حج اور عمرہ۔ عرض کیا میرے جی میں ہے کہ اپنی بیوی خولہ کو طلاق دے دوں اور چھوڑ دوں۔ فرمایا اے عثمان میری امت کی ترک یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے اس کو چھوڑ دیا جائے یا میری زندگی میں ہجرت کر کے میرے پاس آوے یا میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے یا اپنے مرنے کے بعد ایک یا دو تین یا چار بیویاں چھوڑ جائے ۔ حدیث مذکورہ کے متعلق مطلع فرمائیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے کون سی کتاب میں ہے اور کس درجے کی حدیث ہے اور خط کشیدہ الفاظ اس حدیث میں ہیں یا نہیں؟

---

(۱) کنز العمال ، کتاب النکاح، ۱۶/ ۲۷۶ ،(رقم الحدیث ۴۴۵۳۶)، التراث الاسلامی بیروت
(۲) کنز العمال، کتاب النکاح ، ۱۶/ ۲۷۹ ،(رقم الحدیث ۴۴۴۴۲)، التراث الاسلامی بیروت
(۳) النور ۳۲

اقتباس از کیمیائے سعادت باب النکاح

اسی سبب سے صحابہ کرام اور اگلے بزرگ بے عورت مرنے سے کراہت رکھتے تھے۔ حضرت معاذؓ کی دو بیبیاں تھیں طاعون میں مر گئیں اور خود بھی ان کو طاعون ہوا تو فرمایا کہ میرے مرنے سے پہلے میرا نکاح کرادو کہ میں بے جورو نہ مروں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں جو بن بیاہے مرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینا صدقہ دینے سے افضل ہے۔

اقتباس از کتاب تلبیس ابلیس مصنفہ مولانا عبدالرحمان ابن جوزی (۱) ابن عباس کہتے ہیں کہ اس امت میں سب سے افضل ترین وہ تھے جن کی سب سے زیادہ بیبیاں تھیں یعنی رسول اللہ ﷺ (۲) شداد بن اوس نے کہا کہ میری شادی کر دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو وصیت فرمائی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بن بیاہا نہ جاؤں۔ (۳) محمد بن راشد نے ہم سے بیان کیا کہ مکحول نے ایک آدمی سے روایت کی کہ ابوذر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا جس کا نام عکاف بن بشیر تمیمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عکاف تمہاری کوئی بیوی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ استفسار فرمایا کوئی لونڈی ہے جواب دیا نہیں۔ استفسار فرمایا کہ تم فارغ البال ہو۔ کہا! میں خوش حال ہوں۔ ارشاد فرمایا تو اس وقت شیطان کا بھائی ہے۔ اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو کوئی راہب ہوتا۔ ہماری سنت نکاح ہے۔ تم لوگوں میں برے لوگ بن بیاہے ہیں۔ (۴) مرنے والوں میں رذیل تر وہ ہیں جو بن بیاہے مرتے ہیں۔ (۵) شیاطین کے پاس صالحین کے لئے ترک نکاح سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار زیادہ کارگر نہیں ہے۔ (۶) ابوبکر المروزی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے احمد ابن حنبل سے سنا کہتے تھے کہ بن بیاہا رہنا امور اسلام سے کسی میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ خود رسول اللہ صلعم نے چودہ نکاح کئے اور نو بیبیاں چھوڑ کر وفات پائی۔ (۷) رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ اکثر اوقات آپ کے گھر میں کھانے پکانے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔ اس پر بھی آپ نکاح کو پسند فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور ترک نکاح سے منع فرماتے تھے۔

مولانا! ان ساری باتوں کے متعلق حدیثیں تلاش کرنا اور ان پر غور کرنا جلدی کا کام نہیں ہے۔ اس لئے اگر تلاش میں دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر میں نہایت عاجزی سے التماس کرتا ہوں کہ مجھ پر کمال احسان فرما کر ان اقوال کی سند حدیث سے تلاش کرا دیویں اور یہ کہ ہر ایک حدیث کس کتاب میں ہے اور اس حدیث کا درجہ کیا ہے؟

المستفتی محمد حسین قریشی پٹھوراز جالندھر متصل جامع مسجد ۱۲ اگست سن ۱۹۳۰ء

(جواب ٤٤٥) احادیث مستفسر عنہا میں سے جن احادیث کا پتہ مل گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔ بعض اور حدیثیں بھی جو بحث سے متعلق تھیں لکھ دی ہیں۔ آپ نے جس غرض سے ان احادیث کا پتہ نشان دریافت فرمایا ہے۔ وہ غرض ان احادیث سے جو میں نے لکھی ہیں حاصل ہو جائیں گی۔ مزید دریافت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نکاح کرنے کی ترغیب بہت زوردار الفاظ میں دی ہے اور بے نکاح رہنے سے منع کیا ہے اور خود متعدد نکاح کیے اور بشرط قدرت تعدد نکاح کو بھی پسند فرمایا ہے۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینا انا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم جالسا اذ دخل علیہ عکاف وکان من سادۃ قومہ فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد علیہ ثم قال یا عکاف ھل

لك زوجة قال اللهم لا قال ولا جارية قال لا قال وانت موسر قال نعم قال انت اذاً من اخوان الشياطين ان كنت من رهبان النصارى فانت منهم وان كنت منا فسنتنا التزويج ويحك يا عكاف ان من شراركم عزابكم وما للشياطين من سلاح هو ابلغ في الصالحين من المعزبين الا المتزوجين فاولئك المبرؤن المطهرون ويحك يا عكاف انهن صواحب داؤد وبوسف وكرسف ويحك يا عكاف تزوج والا فانك من المذنبين فقال يا نبي الله زوجني فلم يبرح حتى زوجه ابنة كلثوم الحميري رواه الديلمي كذا في كنز العمال۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ عکاف بن بشیر تمیمی حاضر ہوئے۔ یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حضور ﷺ کو سلام کیا۔ حضور نے جواب دیا پھر فرمایا اے عکاف تمہاری بیوی ہے۔ عرض کیا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی باندی بھی نہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اور تم صاحب مقدرت ہو؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو پھر تم شیطان کے بھائیوں میں داخل ہو اگر تم نصاری کے راہبوں میں سے ہو تو ٹھیک تم ان میں سے ہو اور تم ہم میں سے ہو تو ہمارا طریقہ تو نکاح کرنا ہے۔ عکاف تیرا برا ہو تم میں سے جو لوگ مجرد ہیں وہ بدترین لوگ ہیں اور بے نکاح رہنے سے زیادہ موثر کوئی ہتھیار شیطان کے پاس نہیں ہے جو وہ صالحین پر استعمال کرتا ہے۔ ہاں جو نکاح کر لیتے ہیں وہ پاک صاف رہتے ہیں۔ عکاف تیرا برا ہو تمہیں خبر نہیں کہ عورتیں حضرت داؤد، حضرت یوسف اور کرسف کی بیویاں رہی ہیں۔ عکاف تیرا برا ہو نکاح کر ورنہ تو گنہگاروں میں سے ہوگا۔ عکاف نے عرض کیا اے خدا کے نبی آپ ہی میرا نکاح کر دیجئے اور اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹے جب تک حضور ﷺ نے کلثوم حمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح نہ کر دیا۔ یہ روایت کنز العمال میں دیلمی سے بروایت ابن عباسؓ اور مسند امام احمد (۲) سے بروایت ابو ذرؓ اور مسند ابو یعلی و معجم طبرانی کبیر و شعب الایمان بیہقی (۳) سے بروایت عطیہ بن بشیر المازنی نقل کی گئی ہے اور جمع الفوائد میں بھی اس کو مسند امام احمد سے بروایت ابو ذرؓ نقل کیا گیا ہے۔ اس میں لفظ کرسف کے بجائے کرفس ہے۔

(۲) عن ابن جبير قال قال ابن عباس هل تزوجت قلت لا قال تزوج فان خير هذه الامة كان اكثرهم نساء يعني النبي صلى الله عليه وسلم للبخاري (۴) كذا في جمع الفوائد۔

(۳) عن ابن مسعود الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا انفق المسلم نفقة على اهله ويحتسبها كانت له صدقة (بخاري) (۵)

(۴) قال النبي صلى الله عليه وسلم افضل الصدقة ماترك غنى واليد العليا خير من اليد السفلى وابدأ بمن تعول (بخاري) (۶)

(۵) قال النبي صلى الله عليه وسلم مسكين مسكين رجل ليست له امرأة قالوا وان كان كثير المال قال وان كان كثير المال مسكينة مسكينة امرأة ليس لها زوج قالوا وان كانت كثيرة المال قال وان

(۱) كنز العمال، ۱۶/ ۲۹۱، رقم الحديث ۴۴۴۵۴، ط مؤسسة الرسالة، بيروت
(۲) مسند احمد، كتاب النكاح، ۵/ ۱۶۳، دار صادر بيروت
(۳) شعب الايمان للبيهقي، كتاب النكاح، فصل في ترغيب النكاح، ۴/ ۳۸۱، رقم الحديث ۵۴۸۰، دار الكتب العلمية بيروت
(۴) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب كثرة النساء، ۲/ ۷۵۸، قديمي
(۵) صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الاهل، ۲/ ۸۰۵، قديمي
(۶) صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب وجوب النفقة على الاهل والعيال، ۲/ ۸۰۶، قديمي

كانت كثيرة المال مسكينة مسكينة امرأة ليس لها زوج قالوا وان كانت كثيرة المال قال وان كانت كثيرة المال (۱)

ابن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے نکاح کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا نکاح کر لو کیونکہ اس امت میں افضل ترین وہ تھے جن کی بیویاں سب سے زیادہ تھیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ۔

ابن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مکالمہ بخاری شریف میں موجود ہے۔

ابو مسعود (انصاری) آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو کچھ اپنے اہل و عیال پر بہ نیت رضائے مولیٰ خرچ کرے وہ اس کے لئے صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ بہتر صدقہ وہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد بھی دینے والا غنی رہے۔ اور اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اپنے اہل و عیال پر خرچ کر (اس کے بعد غیروں پر صدقہ کر)

حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کی بیوی نہ ہو وہ محتاج ہے محتاج ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اگر وہ بڑا مالدار ہو فرمایا بڑا مالدار ہو جب بھی محتاج ہے اور جس عورت کا خاوند نہ ہو وہ محتاج ہے۔ لوگ نے عرض کیا کہ اگر وہ بڑی مالدار ہو فرمایا اگرچہ بڑی مالدار ہو۔ (رواه رزين كذافي جمع الفوائد)

(۶) وقال النبي صلى الله عليه وسلم تزوجوا الودود الولود فاني مكاثر بكم الامم ابو داؤد (۲) كذا في جمع الفوائد۔

(۷) رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لا ختصينا۔ (۳) ترمذی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو شوہروں سے محبت کرتی ہوں اور کثیر الولادۃ ہوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کو تبتل (یعنی ترک دنیا و ترک تعلقات زوجیت) کی اجازت نہیں دی۔ اگر حضور ان کو اس کی اجازت دے دیتے تو ہم تو خصی بن جایا کرتے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے متعلق وہ طویل روایت جو آپ نے نقل کی ہے باوجود تلاش کے مجھے نہیں ملی۔ نیز حضرت معاذ (۴) اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی نظر سے نہیں گزریں۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) كنز العمال، كتاب النكاح، ۱۶ / ۲۷۶، (رقم الحديث: ۴۴۴۵۵) مكتبة التراث الاسلامي

(۲) سنن ابي داؤد، كتاب النكاح، باب في تزويج الابكار، ۱ / ۲۸۰، سعيد

(۳) جامع الترمذي، ابواب النكاح، باب ماجاء في النهي عن التبتل، ۱ / ۲۰۶، سعيد

(۴) معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت "مصنف ابن ابی شیبہ" میں اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت "مصنف" اور "احکام القرآن للجصاص" دونوں میں مذکور ہے۔

عن الحسن قال: قال معاذ في مرضه الذي مات فيه: زوجوني اني اكره ان القى الله اعزبا (مصنف ابن ابي شيبة، كتاب النكاح، ۳ / ۴۵۳، رقم الحديث: ۱۵۹۰۳، بيروت)

عن شداد بن اوس وكان قد ذهب بصره قال: زوجوني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصاني الا القى الله اعزب (مصنف ابن ابي شيبة، كتاب النكاح، ۳ / ۴۵۳، رقم الحديث: ۱۵۹۰۲، بيروت، وكذا في احكام القرآن، ۳ / ۳۲۰، بيروت)

(۱) ایک مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے؟
(۲) بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح جائز نہیں

(سوال)(۱) ایک مرد کون سی صورتوں میں کتنے نکاح کر سکتا ہے۔ (۲) ایک مرد کی ایک پہلی بیوی موجود ہے اور اس کو طلاق دیئے بغیر بلا کسی قصور کے اور بغیر اس کی رضامندی کے اس کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح کرلے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(جواب ٤٤٦)(۱) چار عورتوں تک نکاح میں لا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہر بیوی کے ساتھ انصاف کر سکے اور سب بیویوں کو برابر رکھ سکے۔(۱)(۲) یہ نیت کر کے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

چار سے زیادہ بیویاں کرنا جائز نہیں

(سوال) ایک شخص کی چار بیویاں پہلے سے موجود ہیں۔ پانچویں اپنی خواہش سے بلا خواہش مرد کے تیار ہوئی کہ ہم تمہارے ساتھ عقد کریں گے۔ مرد نے مجبوراً عقد اس سے بھی کرلیا۔ اب بستی کے لوگوں نے اسے جماعت سے بند کر رکھا ہے کہ پانچ بی بی کرنا شریعت سے حکم نہیں ہے۔ تم نے کیوں کیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۱۸۴ جناب قسمت اللہ صاحب (میمن سنگھ) ۱۳ ذی قعدہ سن ۱۳۵۶ھ م ۱۶ جنوری سن ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٤٧) ہاں پانچ بیویاں کرنا جائز نہیں لہذا اس پانچویں کا نکاح جائز نہیں ہوا۔(۳) اس کو فوراً اپنے پاس سے علیحدہ کردے اور توبہ کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) بیوی کی عدت گذرنے سے پہلے سالی سے نکاح جائز نہیں
(۲) مطلقہ بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے؟

(سوال)(۱) زید نے اپنی عورت کو بلا قصور طلاق دی اس کو حمل تھا اور بچہ پیدا نہ ہوا تھا کہ زید نے بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا۔ زید نے بغیر قصور پہلی بیوی کو طلاق دی۔ ہوئی یا نہیں؟

(۲) چھوٹی بہن سے نکاح کیا وہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ پہلی عورت سے زید خوش ہے اور زید کی یہ مرضی ہے کہ عورت کو حلال کرنا چاہتا ہوں جو نکاح اس کی چھوٹی بہن سے کیا ہے وہ نہیں چاہتا۔

المستفتی نمبر ۲۱۸۸ رمضانی شاہ فقیر (جے پور) ۱۴ ذی قعدہ سن ۱۳۵۶ھ م ۱۷ جنوری سن ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٤٨) بہن کی عدت پوری ہونے سے پہلے دوسری بہن سے جو نکاح کیا وہ ناجائز ہوا۔(۴) طلاق بے

(۱) فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ. (النساء ۳)
(۲) واذا کانت له امرأۃ و اراد ان یتزوج علیها اخری وخاف ان لا یعدل بینهما لا یسعه ذلک (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الحادی عشر فی القسم، ۱ / ۳۴۰ ماجدیة)
(۳) واذا تزوج الحر خمسا علی التعاقب جاز نکاح الاربع الاول ولا یجوز نکاح الخامسة (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، ۱ / ۲۷۷ ماجدیة)
(۴) ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدۃ سواء کانت العدۃ عن طلاق رجعی او بائن او ثلاث (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، ۱ / ۲۷۷ ماجدیة)

قصداً دی تو دی کیا مگر طلاق ہو گئی۔(۱) اب اگر مطلقہ سے شوہر خوش ہے اور اس کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر طلاق مغلظہ نہیں دی تھی تو اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔(۲) بشرطیکہ دوسری بہن کو علیحدہ کردے اور اس سے قطع تعلق کرلے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسرا نکاح کرنا

(سوال) زید کی ایک بیوی ہے وہ کچھ بیمار اور پیروں سے معذور ہے اور اس سے بیوی جیسا تعلق رکھنے پر جب اس کے کچھ بال بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ سخت مصیبت میں گرفتار اور مرنے کے قریب ہو جاتی ہے تو زید کو ڈاکٹروں نے یہ رائے دی ہے کہ تم اس کے ساتھ اپنا بیوی جیسا تعلق نہ رکھو بلکہ اس کی زندگی چاہتے ہو تو اس کو روٹی کپڑا دیتے رہو اور تم اپنا عقد ثانی کرلو۔ اب عقد ثانی سے اس کی بیوی رضامند نہیں ہے اور سخت رنج و ملال ظاہر کرتی ہے تو اس صورت میں زید کا عقد کرنا بغیر سابقہ بیوی کی رضامندی کے شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۶۶ مستری محمد عمر صاحب۔ سروٹ دروازہ (مظفر نگر) ۵ ربیع الاول سن ۵۷ ۱۳ھ

(جواب ۴۴۹) بضرورت دوسری شادی کرنا جائز ہے۔ موجودہ بیوی کی اجازت لازمی نہیں۔ ہاں دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کے حقوق کا ادا کرنا لازم ہوگا۔(۴) ورنہ سخت گناہ لازم ہوگا۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

تعدد ازواج پر پابندی لگانے کا مسودہ پیش کرنا جائز نہیں

(سوال) جناب عبدالعزیز صاحب چودھری و ممبر اسمبلی ریاست کپورتھلہ، ریاست کپورتھلہ کی اسمبلی میں "قانون انضباط تعدد ازدواج" کے نام سے ایک مسودہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ موصوف نے اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت طلب کرنے سے قبل اس کی ایک نقل حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند کو اظہار رائے کے لئے بھیجی۔ اس سے متعلق حضرت موصوف نے تحریر فرمایا۔

(جواب ۴۵۰) جناب کا عنایت نامہ مع مسودہ "قانون انضباط تعدد ازدواج" پہنچا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ جناب نے جس غرض سے اسے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ خود اس بل کی تمہید میں مرقوم ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ بعض مردوں کی سیہ کاری سے عورتوں کو مصائب اور تکالیف پیش آرہی ہیں۔ مگر محترمی! میرا مستحکم اور پختہ خیال یہ ہے کہ یہ بل اور اس قسم کے تمام بل جو ان مظالم کو روکیں شریعت مطہرہ کے اندر مداخلت کا دروازہ کھولتے اور احکام شریعت کو غیر مسلم ججوں کے ہاتھ میں کھلونا بنا دینے کا دروازہ کھول دیں گے۔ سارڈا ایکٹ کا معاملہ جناب

---

(۱) یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل (الدر المختار، کتاب الطلاق، ۳ / ۲۳۵، سعید)

(۲) وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد انقضائها (الهداية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة ۲ / ۳۹۹، حبيبيه)

(۳) حرمت عليكم ... وان تجمعوا بين الاختين (النساء: ۲۳)

(۴) وإذا كانت له امرأة وأراد ان يتزوج عليها اخرى وخاف ان لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك وان كان لا يخاف وسعه ذلك والامتناع اولى ويؤجر بترك إدخال الغم عليها (الهندية، كتاب النكاح، الباب الحادي عشر في القسم ۱ / ۳۴۱، ماجدية)

(۵) عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط (جامع الترمذي، ابواب النكاح، باب ماجاء في التسوية بين النساء ۱ / ۲۱۷، سعيد)

کے پیش نظر ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند اور ہندوستان کی دوسری مسلم جماعتیں اور جمعیتیں اس کے مسترد کرانے کے لئے اس وقت گورنمنٹ سے برسرپیکار ہیں۔ اس میں بھی زیادہ تر مطمح نظر یہی ہے کہ اس کی وجہ سے اسمبلی کے لئے دیگر مذہبی احکام میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس کو مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے میری ناچیز رائے اس بل کے قطعی خلاف ہے جو جناب پیش کرنا چاہتے ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا مسودہ قانون پیش کریں جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے شرعی معاملات نکاح طلاق خلع عنین مفقود وغیرہ کے تمام مقدمات فیصل کرنے کے لئے مسلمان قضاۃ کی عدالت قائم کی جائے اور اس مسلم عدالت میں ان مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک مسلم قانون مرتب کیا جائے اور اس کے موافق مقدمات فیصل کئے جائیں۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بعض غیر مسلم ریاستوں میں اس قسم کے قاضی جن کو ان معاملات کے مقدمات فیصلے کرنے کے اختیارات ہوئے ہیں مقرر تھے۔ اور امریکہ نے اپنی بعض ریاستوں میں ایسی شرعی عدالتیں مسلمانوں کے لئے قائم کی ہوئی ہیں۔ مسلمانان سیلون نے بھی اس مضمون کا مطالبہ اس نئی اسکیم میں پیش کیا ہے جو اصلاح کے لئے زیر غور ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مہاراجہ کپور تھلہ ایک روشن خیال والئی ریاست ہیں۔ اگر مسلمان ارکان اسمبلی متفقہ طور پر یہ مطالبہ پیش کریں گے تو مہاراجہ اس کی منظوری دے دیں گے۔ آپ اس کی تمہید میں یہ ضرورت واقعیہ ظاہر کریں کہ مسلمانوں کے مذہب کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے شرعی معاملات میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی احکام کے بموجب ان معاملات کا فیصلہ کرنے والا حاکم مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اگر آپ کی کوشش سے یہ مطالبہ پورا ہو گیا تو پھر نہ صرف وہ مظالم جو تعدد ازدواج سے پیش آتے ہیں بلکہ عورتوں کے متعلق تمام مظالم کا سدباب ہو جائے گا۔ اگر جناب اس مضمون کا بل پیش کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو میں اور میری جماعت پورے طور پر ممکن امداد کے لئے تیار ہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی رائے مبارک سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، ۲۶ مارچ سن ۳۰ء

اٹھارواں باب
ضبط تولید (برتھ کنٹرول)

کمزور عورت کے لئے ضبط تولید

(سوال) مسئلہ برتھ کنٹرول یعنی ضبط تولید پر اکثر آج کل مضمون شائع ہوا کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں اور اطباء کی نظر میں کمزور عورتوں کا حاملہ ہونا ان کے اور آئندہ اولاد کے لئے مضر اور خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ حمل کا متواتر ضائع ہو جانا، بار بار اسقاط ہونے کے باعث جسم میں خون کی کمی کا واقع ہونا، یا چند اعصابی امراض میں مبتلا ہو جانا جس کے باعث دل و دماغ کا کمزور ہو جانا، عام طور پر مخدوش زنانہ امراض میں مبتلا رہنا۔ ان صورتوں میں بعض کامل پرہیز صحبت سے بتاتے ہیں جو عرصے تک قائم رکھنا یا تو مشکل ہے یا ازدواجی تعلقات میں تلخی پیدا کرنے کا احتمال رکھتا ہے۔ بعض اطبا جو عالم بھی کہلاتے ہیں۔ اپنی روایت کے اشتہاروں میں تذکرہ کرتے ہیں کہ ضبط تولید یا برتھ کنٹرول گناہ ہے مگر ان کی گولیاں کھانے سے دو تین سال تک ایسی کمزور عورتوں کو حمل قرار نہیں پا سکتا اور یہ گولیاں ان کی صحت کے لئے ضروری بتائی جاتی ہیں۔ مقصد ان گولیوں کا بھی وہی ہے جو دیگر تراکیب ضبط تولید کا ہے یعنی حفظ صحت و تندرستی اور یہ بھی برتھ کنٹرول ہی کہلائے گا۔ ان صورتوں میں کوئی مؤثر تدبیر ضبط تولید کی اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۹۴ ایس۔ ایم۔ مرتضی (ٹاٹا نگر) ۲۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۱۶ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۵۱) برتھ کنٹرول یعنی ضبط تولید کے لئے کسی دوا کا استعمال کرنا یا اور کوئی جائز تدبیر عمل میں لانا اگر عورت کی کمزوری یا اس کی صحت کی خرابی کی بنا پر ہو تو مباح ہے۔(۱) لیکن اگر کثرت اولاد کے خوف سے یا عورت کے حسن کے قائم رکھنے کے لئے ہو تو یہ مقاصد قابل اعتبار نہیں اور ضبط تولید کے لئے وجہ اباحت نہیں بن سکتے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جماع کے وقت فرنچ لیدر کا استعمال

(سوال) فرنچ لیدر کا استعمال منکوحہ بیوی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ یہ تھیلی پاک کیونکر کی جا سکتی ہے؟ اور کیا اسے دھو کر دوبارہ استعمال کر سکتے ہیں؟ عزل کے واسطے کیا بیوی کی اجازت ضروری ہے اگر ہے تو کیوں؟

(جواب ۴۵۲) فرنچ لیدر کا استعمال منکوحہ بیوی کے ساتھ جائز تو ہے مگر عزل کے حکم میں ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔(۳) یہ تھیلی دھو کر پاک ہو سکتی ہے اور مکرر استعمال میں آ سکتی ہے۔(۴) عزل کے لئے منکوحہ کی اجازت

---

(۱) المرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لابي الصغير ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها ان تعالج في استنزال الدم مادام الحمل نطفة او علقة او مضغة لم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة و عشرين يوما وانما اباحوا لها قصد الحمل باستنزال الدم ، لانه ليس بآدمي ، فيباح لصيانة الآدمي (الخانية على الهامش الهندية ، كتاب الحظر والاباحة ، فصل في الختان ، ۳/ ۴۱۰ ، ماجدية)

(۲) (ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق) اى خوف ان تفتقروا في ثاني الحال (تفسير ابن كثير ، ۳/ ۳۸ ، سهيل اكيڈمي لاهور) وفي صحيح البخاري - عن عبدالله قال . قلت يارسول الله اى الذنب اعظم ؟ قال : ان تجعل لله ندا وهو خلقك ، ثم قال اى ؟ قال : ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك (صحيح البخاري ، باب قتل الولد خشية ان ياكل معه ، ۲/ ۸۸۷ ، قديمي)

(۳) عن عامر بن سعد ابي وقاص انه كان يعزل ... قال محمد : وبهذا ناخذ لا نرى بالعزل باساً عن الامة ، واما الحرة فلا ينبغي ان يعزل عنها الا باذنها (مؤطا للامام محمد ، باب العزل ، ۱/ ۲۴۹ ، مير محمد)

(۴) المني اذا اصاب الثوب فان كان رطباً يجب غسله (الهندية ، كتاب الطهارة ، الباب السابع ، ۱/ ۴۴ ، ماجدية)

چاہئے کیونکہ اولاد میں اس کا بھی حق ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

تنظیم نسل یا ضبط تولید
(ایک ناتمام مضمون جو قلمی مسودہ سے نقل کیا گیا)

(سوال) کچھ عرصے سے ہندوستان کے ارباب فکر اور اہل قلم کے لئے ایک مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے جس کو تنظیم نسل یا ضبط تولید یا تحدید ولادت یا برتھ کنٹرول کہا جاتا ہے۔ جہاں تک اصل مسئلے کا تعلق ہے۔ وہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق بنی نوع انسان کی ایک ایسی فطری قوت کے ساتھ ہے جو ابتدائے آفرینش سے خلاق عالم فاطر السمٰوٰت والارض نے نوع انسان میں ودیعت رکھی ہے اور اس قوت اور اس کے صحیح استعمال پر نوع کے بقا اور تکثیر نسل کا مدار ہے۔ جس طرح دوسری فطری قوتیں اپنے استعمال میں مخصوص فطری اور شرعی نظام کی محتاج ہیں اسی طرح یہ قوت بھی فطری اور شرعی نظام کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

مبدائے فیاض نے سلسلہ توالد و تناسل کے لئے دو رکن (مرد و عورت) بنائے اور دونوں میں فعل وانفعال یا اختلاط و امتزاج کے اصول پر قوت تناسل ودیعت فرمائی۔ مرد و عورت دونوں اس قوت کے حامل ہیں اور اپنی اپنی فطری صلاحیتوں کے موافق اس سے کام لینے پر قدرت رکھتے ہیں۔ مگر ہر ایک کے لئے انفرادی اور اجتماعی استعمال کے فطری اور شرعی قوانین اور حدود ہیں کہ ان سے تجاوز کرنا فطرت اور شریعت کے نزدیک جرم ہے۔(۲) مثلاً مرد و عورت دونوں کے لئے حرام ہے کہ وہ اس قوت کو انفرادی طور پر جلق یا مساحقت سے ضائع کریں۔(۳) یا نوعی توافق سے بے نیاز ہو کر کسی مخالف نوع (مثلاً حیوانات) کے ساتھ ہوس رانی کریں۔(۴) اسی طرح فطرت سلیمہ اور شریعت نے مردوں پر حرام کیا ہے کہ وہ بنی نوع کے کسی فرد (یعنی مرد یا عورت)(۵) کے ساتھ غیر محل حرث (۶) میں اپنی قوت شہوانیہ کو استعمال کر کے تباہ و برباد نہ کریں۔ چونکہ اس فعل خلاف وضع فطرت کی خواہش ابتداءً مرد کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے اس بندش اور ممانعت کو ہم نے مردوں کی طرف براہ راست منسوب کر دیا ہے۔ منفعل (مرد یا عورت) کے ذمہ بھی لازم ہے کہ وہ مطاوعت نہ کرے اور اپنے آپ کو اس فاحشہ اور انتہائی ذلت کے کام سے

---

(۱) ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ...... باذنها (الدر المختار ، کتاب النکاح ، باب المھر ، ۳/۱۷۵ سعید)

(۲) فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون (المؤمنون:۷)

(۳) فی الجوھرۃ : الاستمناء حرام (الدر المختار) وفی الرد: ای بالکف اذا کان لاستجلاب الشھوۃ (رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجب، ۳/۲۷، سعید)

(۴) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من وجدتموہ وقع علی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا البھیمۃ . جامع الترمذی، باب جاء فیمن یقع علی البھیمۃ، ۱/۲۶۹، سعید)
اس حدیث سے اس فعل شنیع کی حرمت شدیدہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ اتنا سخت گناہ کا کام ہے کہ اس کے مرتکب کو قتل کر دیا جائے لیکن یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ کما فی الترمذی : عن ابن عباس : من اتی بھیمۃ فلا حد علیہ (ایضاً)
وفی الدر: ولا یحد بوطء بھیمۃ بل یعزر (الدر المختار ، کتاب الحدود، ۳/۲۶، سعید)

(۵) عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط، فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ (جامع الترمذی ، کتاب الحدود ، باب ماجاء فی حد اللوطی، ۱/۲۷۰، سعید)

(۶) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم : من اتی حائضا ، او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد (جامع الترمذی ، کتاب الطھارۃ ، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض ، ۱/۳۵، سعید)

محفوظ رکھے اور عزت انسانیت کو بچائے۔(۱)

یہاں تک جن بندشوں اور حدود و قیود کا ذکر کیا گیا ان کے بارے میں قوانین فطرت اور تعلیمات شریعت آئین عقل اور ضابطۂ اخلاق سب متفق ہیں۔ ان قیود اور بندشوں کے نہ صرف مستحسن بلکہ لازم اور ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اور یہ ہمارے زیر بحث مسئلہ سے بھی متعلق نہ تھیں مگر ہم نے ان کو بعض آئندہ مضامین کی تمہید کے طور پر ذکر کر دیا ہے۔

اس کے بعد یہ بحث سامنے آتی ہے کہ سلسلۂ تناسل کے یہ دونوں رکن مرد و عورت فطری قانون کے موافق اپنی قوتوں کو کیف ما اتفق استعمال کرنے میں بھی آزاد ہیں یا اس مرحلے پر بھی ان پر کچھ قیود عائد کی جاسکتی ہیں۔ تو اس کا جواب بھی صاف ہے کہ ہر مرد اور ہر عورت اس مرحلے پر بھی آزاد نہیں ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو علی الاطلاق اختلاط کے لئے استعمال کرسکیں۔ مردوں کے لئے بھی حدود مقرر ہیں اور عورتوں کے لئے بھی اور یہ حدود فطرت سلیمہ کی طرف سے اور کبھی شریعت کی طرف سے عائد کی گئی ہیں۔ مثلاً مرد کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ جس عورت سے تعلق ازدواج قائم کرے اس کو ہمیشہ کے لئے شریک زندگی بنانے کی نیت سے کرے اور جب تک اس کو خاص رسوم کے ذریعہ اپنی بیوی نہ بنالے اس وقت تک اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے۔(۲) ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پیشتر کسی آزاد عورت کے ساتھ مباشرت کرنا شرعی اور معاشرتی جرم ہے۔(۳) جس کو عرف عام میں زنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو بعض قیود کے اضافہ کے ساتھ قانوناً بھی جرم ہے۔

پھر جو مرد کسی عورت کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہے اس پر شریعت کی طرف سے لازم ہے کہ وہ عورت محرمات شرعیہ میں سے نہ ہو۔ یعنی نہ نسب کے لحاظ سے اس پر حرام ہو نہ مصاہرۃ کے اعتبار سے اور نہ منکوحۃ الغیر ہو اور نہ کسی ایسی عورت کے ساتھ اس کا نکاح میں اجتماع لازم آئے جس کے ساتھ جماع کرنا شرعاً حرام ہے۔(۴) چونکہ ازدواجی تعلق فطرت کے اہم ترین منشا اور غرض کو پورا کرنے کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ یعنی بقائے نوع و تکثیر نسل اس لئے اس تعلق کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے اور دائمی تعلقات زوجین قائم رکھنے کے لئے جتنی باتوں کی ضرورت تھی اسلام نے ان میں سے ہر ایک بات کے متعلق کھلی ہوئی ہدایتیں دیں۔ اور پورا اہتمام کیا کہ زوجین ان کی پوری پابندی کرکے اپنی زندگی کو بھی شیریں اور پر لطف بنائیں اور فطرت کے منشا کی بھی علی احسن الوجوہ تکمیل کریں۔ مثلاً نفس تعلق ازدواج کے متعلق سرور عالم ﷺ کے ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں :-

(۱) قرآن مجید میں مومنین کی اخروی کامیابی کی ایک شرط شرمگاہ کی حفاظت بتائی ہے
والذین ھم لفروجھم حافظون (المومنون : ۵)
(۲) عن ابی نضرۃ قال کان ابن عباس یامر بالمتعۃ و کان ابن الزبیر ینھی عنھا، قال فذکرت ذلک لجابر بن عبداللہ فقال : علی یدی دار الحدیث تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قام عمر قال ان اللہ کان یحل لرسولہ ماشاء بماشاء وان القرآن قد نزل منازلہ فاتموا الحج والعمرۃ کما امرکم اللہ وابتوا نکاح ھذہ النساء فلن اوتی برجل نکح امرأۃ الی اجل الا رجمتہ بالحجارۃ (الصحیح لمسلم ، کتاب الحج ، ۱/ ۳۹۳ ، قدیمی)(۳) ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلاً (سورۃ بنی اسرائیل : ۳۲)
(۴) حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم و بنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ و امھات نسائکم و ربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما والمحصنت من النساء (النساء : ۲۳-۲۴) وفی الھندیۃ : لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ (الھندیۃ ، کتاب النکاح ، الباب الثالث فی بیان المحرمات ، القسم الثامن ۱/ ۲۸۲ ، ماجدیۃ)

ازدواج و نکاح کی ترغیب

(۱)قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباء ة فليتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج۔(۱) انتهیٰ مختصراً متفق علیه۔ ترجمہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص ازدواجی زندگی کا بار اٹھا سکتا ہے اسے لازم ہے کہ نکاح کرے کہ یہ اس کی نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرم گاہ کا محافظ ہے۔

(۲)قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثة حق على الله عونهم المكاتب الذى يريد الا داء والناكح الذى يريد العفاف والمجاهد فى سبيل الله(۲)(ترمذی نسائی ابن ماجه كذافى المشكوة)ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تین شخص ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر لازم کرلی ہے (۱) مکاتب جو آقا کو طے شدہ رقم ادا کرنا چاہتا ہے اور (۲) نکاح کرنے والا جو پاک دامن رہنے کے ارادے سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور (۳) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنيا كلها متاع وخير متاع الدنيا المرأ ة الصالحة (۳)(مسلم شریف كذافى المشكوة) ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دنیا تمام کی تمام انسان کے فائدہ اٹھانے کا سامان ہے اور دنیا کے تمام سامانوں میں سے بہترین سامان نیک عورت ہے۔

(۴)قال النبى صلى الله عليه وسلم مااستفاد المؤمن بعد تقوى الله خيراً له، من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر اليها سرته وان اقسم عليها ابرته وان غاب عنها نصحته فى نفسها وما له۔(۴)(ابن ماجه كذافى المشكوة) ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ (یعنی ایمان و اعمال صالحہ) کے بعد اس سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں کہ اسے نیک بیوی میسر ہو جائے جو اس کے احکام کی تعمیل کرے اور جب یہ اس کی طرف نظر اٹھائے تو وہ اس کو حسن خلق اور خندہ پیشانی سے مسرور کردے۔ اور اگر یہ کوئی ایسی قسم کھا لے جس کا پورا کرنا بیوی کے قبضہ میں ہو تو اس کی قسم پوری کردے اور اگر یہ کہیں چلا جائے تو بیوی اپنے نفس کے رویہ اور مرد کے مال میں خیر خواہی اور اخلاص برتے۔

(۵)عن سعد بن ابى وقاص رضى الله تعالىٰ عنه قال رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لا ختصينا ۔(۵)(متفق عليه كذافى المشكوٰة) ترجمہ :- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عثمان بن مظعون کی مجرد رہنے کی درخواست نامنظور فرمادی۔ اگر حضور ان کو تجرد کی اجازت دے دیتے تو ہم اپنے آپ کو خصی کرالیا کرتے۔

---

(۱)صحيح البخارى ، كتاب النكاح ، باب من لم يستطع الباء ة فليصم ،۲/ ۷۵۸، قديمی۔
(۲)جامع الترمذى ، ابواب فضائل الجهاد عن النبى صلى الله عليه وسلم ، باب ماجاء فى الجهاد والمكاتب والناكح وعون الله اياهم ، ۱/ ۲۹۵ ، سعيد و كذافى سنن ابن ماجة ، ابواب العتق ، باب المكاتب ، ص :۱۸۱، قديمی۔
(۳)الصحيح لمسلم ، كتاب الرضاع ، باب الوصية بالنساء ،۱/ ۴۷۵ ، قديمی و كذافى كنز العمال ، كتاب النكاح ،۱۶/ ۲۷۸، (رقم الحديث :۴۴۳۵۱)التراث الاسلامى بيروت۔
(۴)سنن ابن ماجة ، ابواب النكاح ، باب افضل النساء ، ص :۱۳۳،قديمی و كذافى كنز العمال ، كتاب النكاح،۱۶/ ۲۷۲،(رقم الحديث :۴۴۴۱۰) التراث الاسلامى بيروت۔
(۵)صحيح البخارى ، كتاب النكاح ، باب مايكره من التبتل والخصاء،۲/ ۷۵۹،قديمی۔

مذکورہ احادیث اور اسی قسم کی بکثرت روایات تعلق ازدواج کی اہمیت اور اس کی فضیلت بصراحت تمام ثابت کرتی ہیں۔
اس کے بعد وہ احادیث ملاحظہ ہوں جن میں آنحضرت ﷺ نے شریک زندگی کے انتخاب میں ان صفات کی طرف توجہ دلائی ہے جو زوجین کی آئندہ زندگی کو پر کیف اور مسرت سے معمور کرنے والی اور ان کے تعلقات کو استحکام بخشنے والی ہیں۔

(۶) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنکح المرأۃ لا ربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين الخ۔(۱)(متفق علیہ کذافی المشکوۃ)ترجمہ :۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے نکاح کرنے میں چار(۴)چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ (۱) عورت کے مالدار ہونے کا(۲)اس کی خاندانی برتری کا۔(۳) اس کی خوبصورتی کا۔(۴)اس کی دینداری کا۔ تو تم دیندار عورت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔

(۷)قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء کم من ترضون دينه وخلقه فانكحوه الا تفعلوا تكن فتنة فی الارض وفساد الا تفعلو ا تكن فتنة فی الارض و فساد الا تفعلو ا تكن فتنة فی الارض وفساد قالوا يارسول اللہ وان كان فيه قال اذا جائكم من ترضون دينه وخلقه فانكحوه ثلث مرات ۔(۲)(ترمذی) ترجمہ :۔آنحضرت ﷺ نے فرمایاجب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیام لے کر حاضر ہو جس کی دینداری اور خوش خلقی تمہیں پسند ہو تو اس کا پیام منظور کر کے مخطوبہ لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کر دو۔ اگر ایسانہ کرو گے (یعنی نکاح میں دین و اخلاق کا لحاظ مقدم نہ رکھو گے) تو زمین میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔اگر ایسانہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اس میں کوئی بات ہو ؟(۱) حضور نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا شخص پیام دے جو دین اور اخلاق میں پسندیدہ ہو تو نکاح کر دو اور اس جملے کو تاکیداً تین مرتبہ فرمایا۔

مذکورہ احادیث میں عورت کی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے جو استحکام رشتہ الفت و محبت کے لئے ضروری ہیں اور ظاہر ہے کہ دینداری اور حسن خلق ہی ایسی چیزیں ہیں جو عورت کو مراعات حقوق اور حفظ مراتب پر آمادہ کر سکتی ہیں۔ اسی لئے ان دونوں کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھا۔ اور ان کی رعایت کو ضروری قرار دیا۔بلکہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے ایسے کلمات طیبات بھی ملتے ہیں جن میں نری مالداری اور خوبصورتی اور نسبی برتری کو نظر انداز کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

(۸) لا تنكحو المرأة لحسنها فعسى حسنها ان يرديها ولا تنكحوا المراء ة لما لها فعسى مالها ان يطغيها وانكحو ها لدينها فلا مة سوداء خرماء ذات دين افضل من امراء ة حسناء لا دين لها۔(۳)(رواہ سعید بن منصور فی سننه كذافی كنز العمال)ترجمہ :۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت سے محض حسن کی بنا پر نکاح نہ کرو ممکن ہے کہ اس کا حسن اس کو ہلاکت میں ڈال دے اور کسی عورت سے محض مالدار ہونے کی وجہ سے نکاح نہ کرو۔ ممکن ہے کہ اس کا مال اس کو سرکش اور نافرمان بنادے۔ہاں عورت کے دیندار ہونے کی بنا پر

---

(۱) صحیح البخاری ، کتاب النکاح ،باب الا کفاء فی الدین،۲/ ۷۶۲ قدیمی و کذافی الصحیح لمسلم ، کتاب النکاح ،باب جواز هبتها نوبتها لضرتها،۱/ ۴۷۳ قدیمی۔
(۲)جامع الترمذی ، ابواب النکاح ،باب ماجاء فی النهی والتبتل ،۱/ ۲۰۷ سعید۔
(۳)کنز العمال ، کتاب النکاح ،۱۶/ ۳۰۳ ،(رقم الحدیث :۴۴۶۰۸)، التراث الاسلامی بیروت

نکاح کیا کرو کیونکہ سیاہ فام گن چری عورت (باندی) جو دیندار ہو تو وہ خوبصورت بے دین عورت سے افضل ہے۔

(۹) لا تنکحوا النساء لحسنھن فعسی حسنھن ان یردیھن ولا تنکحوھن لا موالھن فعسی اموالھن ان یطغیھن فانکحوھن علی الدین ولا مة سوداء خرماء ذات دین افضل(۱) (رواہ الطبرانی والبیھقی کذافی کنزالعمال) ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے محض ان کے حسن کی وجہ سے نکاح نہ کرو ممکن ہے کہ ان کا حسن ان کے لئے موجب ہلاکت ہو جائے۔ اور نہ ان کی مالداری کی بنا پر نکاح کرو۔ ممکن ہے کہ ان کا مال ان کے لئے سبب رعونت و سرکشی ہو جائے تو تم ان کی دینی صلاحیت پر نکاح کرو اور بیشک ایک سیاہ فام گن چری عورت (باندی) جب کہ دیندار ہو افضل ہے۔ (ناتمام)

---

(۱) کنز العمال، کتاب النکاح ۱۶۰ ۳۰۳، (رقم الحدیث : ۴۴۶۰۷) دار التراث الاسلامی بیروت۔

انیسواں باب

متبنیٰ

متبنیٰ بنانا درست ہے یا نہیں ؟

(سوال) زید نے ایک لڑکے کو متبنیٰ بنا رکھا ہے اور اس کے ہاں حقیقی اولاد بھی موجود ہے متبنیٰ لڑکے سے بہت خاطر مدارات اور اچھی طرح سے اس کی پرورش کرتا ہے اور حقیقی اولاد کے ساتھ اچھی طرح برتاؤ نہیں کرتا اور نہ ان کی تربیت کا خیال ہے۔ آیا اس صورت میں زید حقیقی اولاد کی حق تلفی کرتا ہے یا نہیں ؟ اور متبنیٰ بنانا درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۷ اصلاح الدین چاندنی چوک دہلی۔ ۱۶ رمضان سن ۱۳۵۲ھ م ۳ جنوری سن ۱۹۳۴ء

(جواب ٤٥٤) متبنیٰ بنانا تو درست ہے۔ لیکن متبنیٰ بنانے سے متبنیٰ کے لئے حقیقی اولاد کے احکام ثابت نہیں ہوتے۔(۱) اور نہ متبنیٰ کو وراثت کا حق حاصل ہوتا ہے۔ حقیقی اولاد کا حکم اور حقوق متبنیٰ کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو جاتے۔(۲) اگر یہ شخص متبنیٰ کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کی وجہ سے اس کی خاطر مدارات کرتا ہے اور حقیقی اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہے تو اس میں وہ ایک حد تک معذور ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر حقیقی اولاد بھی اطاعت شعار اور خدمت گزار ہو اور یہ بغیر وجہ معقول متبنیٰ کو اولاد پر ترجیح دے تو بے شک حق تلفی کا مواخذہ وار ہوگا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

متبنیٰ کو بیٹا کہہ کر پکارنا

(سوال) ایک شخص نے لاوارث ہونے کی وجہ سے ایک لڑکے کو متبنیٰ بنایا لیکن اپنی بیوی سے دودھ نہیں پلوایا، وہ لڑکا ان دونوں کو ماں باپ کہہ کر پکارتا ہے اور وہ دونوں بھی اس کو بیٹا کہتے ہیں یہاں علما کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ بعض تو کہتے ہیں کہ اس بچہ کو بیٹا کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ اور وہ باپ کہہ کر پکارے تو یہ بھی حرام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ باپ کہہ کر پکارے تو جائز ہے مگر ان کو جواب دینا حرام ہے۔

المستفتی نمبر ۲۱۸ حکیم مولوی عزیز الرحمٰن (چاٹگام) ۷ رجب سن ۱۳۵۳ھ م ۱۶ اکتوبر سن ۱۹۳۴ء

(جواب ٤٥٥) اس لڑکے کے لئے جائز ہے کہ یہ اپنے متبنیٰ بنانے والے کو باپ اور اس کی اہلیہ کو ماں کہہ کر پکارے اور ان دونوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کو بیٹا کہہ کر پکاریں۔ شریعت میں اس کی ممانعت نہیں۔ شرعی حکم یہ ہے کہ متبنیٰ بیٹے کو حقیقی بیٹے کے احکام شرعیہ نکاح وراثت پردہ وغیرہ میں شریک نہ سمجھا جائے۔(۱) شفقت اور پرورش کے لحاظ سے بیٹا کہنے اور پکارنے کی ممانعت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

---

(۱) وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ۔ (الاحزاب : ۴) قال الصابونی : ادعیاءکم جمع دعی وهو الذی یدعی ابنا ولیس بابن وهو التبنی الذی کان فی الجاهلیة (روائع البیان تفسیر آیات الاحکام لمحمد علی الصابونی ۲ : ۲۵۳ مکتبة الغزالی دمشق)

(۲) ذلکم قولکم بافواهکم (الاحزاب : ۴) قال الجصاص فی تفسیره : یعنی انه لا حکم له وانما هو قول لا معنی له ولا حقیقة (احکام القرآن ۳ / ۳۵۴ ، دار الکتاب العربی بیروت)

(۳) حدثنا حماد عن حاجب بن المفضل بن المهلب عن ابیه قال سمعت النعمان بن بشیر یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اعدلوا بین ابنائکم اعدلوا بین ابنائکم (سنن ابی داؤد ، کتاب النکاح ، باب الرجل یفضل بعض ولده فی النحل ۲ : ۱۴۴ ، سعید)

متبنیٰ بنانا شرعاً کیسا ہے ؟

(سوال) متبنیٰ بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی عبدالستار خاں (ٹونک)

(جواب ٤٥٦) تبنیت یعنی کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا یعنی حقیقی بیٹے کے احکام اس پر مترتب کرنا جیسا کہ عرب میں دستور تھا اور اب بھی ہندوؤں اور بعض دوسری قوموں میں مروج ہے منسوخ اور مردود ہو چکا۔ اس میں کوئی نزاع نہیں۔ یہ شرعاً اور عقلاً باطل ہے کہ مخلوق میں ماء عمرو لئن زید ہو جائے۔ رہی یہ بات کہ اگر زید عمرو کے بیٹے کو لے کر اپنے بیٹے کی طرح پرورش اور تربیت کا متکفل کرے اور یہ کہے کہ میں نے عمرو کے بیٹے کو بیٹا کر لیا ہے۔ یعنی مثل اپنے بیٹے کے اس کی پرورش و تربیت کا کفیل ہو گیا ہوں۔ ہے وہ عمرو ہی کا بیٹا۔ میرا حقیقی بیٹا نہیں ہے ہاں متبنیٰ ہے تو اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں قرآن پاک کی آیت ماجعل ادعیاء کم ابناء کم(۲) اور ادعوهم لا بنهم(۳) اور عبارات تفسیر یہ سب اسی تبنیت کے متعلق ہیں جس میں ابن حقیقی کے احکام متبنیٰ پر جاری کئے جاتے تھے۔ اور حقیقی باپ سے نسبت منقطع کر کے متبنیٰ بنانے والے کی طرف مثل حقیقی بیٹوں کے منسوب کر دیا جاتا تھا۔ لیکن جب کہ یوں کہا جائے کہ زید بیٹا تو محمود کا ہے مگر خالد نے اسے پرورش و تربیت کے لئے منہ بولا بیٹا بنالیا ہے۔ خالد اپنی زندگی تک یا ایک مدت معینہ تک اس کے مصارف کا متکفل ہے۔ وہ خالد کا وارث نہیں اور کوئی حکم حقیقی بیٹے کا اس پر جاری و ثابت نہیں تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

یہ بات کہ کسی حال میں اور مجازاً بھی کسی کو بیٹا کہنا ناجائز ہے۔ یا یہ کہ فقہ کے بعض مسائل مثلاً کسی مجہول النسب اور ایسے شخص کے بارے میں یہ اقرار کرنا کہ یہ میرا بیٹا ہے جس کا عمر کے لحاظ سے مقر کا بیٹا ہونا ممکن ہو اجرائے احکام کا موجب ہوتا ہے حقیقۃً تبنیت کا جواز ثابت کرنا میرے خیال میں درست نہیں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) بیشک یہ فیصلہ حضرت مفتی صاحب کا نہایت صحیح و درست ہے۔ تبنیت حقیقی منسوخ اور مردود ہے اور تبنیت مجازی جائز و مشروع ہے۔ اور فقہا کے بعض مسائل سے تبنیت حقیقی کا جواز ثابت کرنا غلط ہے۔(۵)

فقط حبیب المرسلین عفی عنہ

---

(۱) (قولكم بافواهكم) فقط من غير ان يكون له مصداق وحقيقة فى الا عيان فاذن هو بمعزل من استباع احكام البنوة كما زعمتم (تفسير ابى السعود ، ۴/ ۴۰۰ ، مكتبة الرياض) قال ابن كثير : وقد كانوا يعاملونهم معاملة الا بناء من كل وجه فى الخلوة بالمحارم وغيره ذلك ، ولهذا قالت سهلة بنت سهيل امرأة ابى حذيفة رضى الله تعالى عنهما : يا رسول الله انا كنا ندعو سالما ابنا ، وان الله قد انزل ماانزل وانه كان يدخل على وانى اجدفى نفس ابى حذيفة من ذلك شيئا ، فقال صلى الله عليه وسلم ارضعيه تحرمى عليه (تفسير ابن كثير ، ۳/ ۴۶۶ سهيل اكيڈمى)
وايضاً قال : (ادعوهم لا بائهم هو اقسط عندالله) هذا امرنا سخ لما كان فى ابتداء الا سلام من جواز ادعاء الا بناء الا جانب وهم الا دعياء فامر تبارك وتعالى بردنسبهم الى ابائهم فى الحقيقة وان هذا هو العدل ، والقسط والبر (ايضا)
(۲) الا حزاب : ٤
(۳) الا حزاب : ٥
(۴) وهو الذى يدعى ابناً وليس بابن وهو التبنى الذى كان فى الجاهلية وابطله الا سلام (روائع البيان تفسير آيات الا حكام ، ۲/ ۲۵۴ ، مكتبة الغزالى دمشق) (۵) ايضاً

متبنی کے لئے وصیت کرنا

(سوال) ایک شخص نے اپنی وفات سے نو سال قبل ایک لڑکی عمر یک سالہ کو اپنا متبنی بنایا اور اپنی وفات سے پیشتر چند معززین کو بلا کر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد مذکورہ بالا لڑکی میری جائیداد کی جائز وارث ہوگی۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۹۱۲ حاجی محمد تقی پانی پت۔ ۲۰ صفر سن ۱۳۵۵ھ م ۴ مئی سن ۱۹۳۶ء

(جواب) (از مولوی حمد اللہ پانی پتی) شریعت میں متبنی بنانے سے مال پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ لہذا لڑکی کا وراثت سے کچھ تعلق نہیں۔ مال کے وارث اس کے وارث قریبی و بعیدی جو ہوں گے ان کو حق پہنچے گا البتہ چونکہ مرنے والا وصیت کر گیا ہے کہ میرے مال کو میرے مرنے کے بعد لڑکی متبنی کو دے دینا لہذا وصیت کی رو سے لڑکی کو تہائی مال ملے گا۔ (۱) جیسا کسی غیر کو وصیت کر جاتا تو تہائی اس کو ملتی۔ واللہ اعلم بالصواب حمد اللہ عفی عنہ

(جواب ۴۵۷) (از حضرت مفتی اعظمؒ) اگر الفاظ یہ تھے جو سوال میں مذکور ہیں کہ "میری وفات کے بعد لڑکی جائز وارث ہوگی۔" تو یہ لغو ہیں وصیت نہیں۔ ہاں اگر یہ کہا ہو کہ سب ترکہ اس کو دے دینا تو وصیت ہوگی اور ثلث میں جاری ہوگی۔ (۲) محمد کفایت اللہ

(جواب الجواب) (از مولوی حمد اللہ پانی پتی) مولانا المکرم زاد الطافکم بعد سلام مسنون عرض ہے۔ مشکور ہوں کہ گرامی نامہ جلدی موصول ہوگیا اور جناب نے اصلاح فرما دی۔ اور مجھ سے بار ہلکا ہوگیا ایک مسئلہ حاصل ہوگیا۔ لیکن ابھی تک پوری تسکین و شرح صدر حاصل نہیں ہوا۔ جس کی مجھ کو خاص اپنے لئے ضرورت ہے۔ جناب نے کوئی حوالہ یا دلیل تحریر نہیں فرمائی کہ کیوں الفاظ مذکورہ سوال لغو ہیں۔ وصیت میں تملیک مضاف الی ما بعد الموت ہے۔ لفظ وصیت کوئی ضروری نہیں بلکہ اور الفاظ سے بھی ہو سکتی ہے۔ وصیت و وراثت میں مشابہت بھی کہتے ہیں۔ دونوں میں قائم مقامی ہے۔ عاقل بالغ کے کلام کو حتی الامکان صحت پر محمول کرنا چاہئے حقیقت نہ ہو تو مجازی۔ وصیت بعض موقع پر غلط الفاظ سے بھی مان لی جاتی ہے۔ جیسے کوئی وارث کو وصیت کرے تو لغو نہ ہوگی بلکہ موقوف اجازۃ پر ہوگی۔ تمام مال وصیت ہوگی تو ثلث میں رکھی جائے گی۔ تو اگر یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں میرا جائز وارث ہے یا ہوگا اور میں یہ وصیت کرتا ہوں تو کیوں اس کو وصیت نہ رکھا جائے اور لفظ جائز کو لغو کر دیا جائے اور وارث کے لفظ کو موصیٰ لہ پر محمول کر کے وصیت کے طور ثلث دے دیا جائے۔ فقط

مکرر یہ بھی عرض ہے کہ مرنے والے کی غرض تو یہ ہے کہ اس کو تمام مال دیا جائے پھر بعض بھی نہ ملے تو غرض کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ بعض حضرات دیوبندی اپنا خیال وصیت کا ظاہر کرتے ہیں۔ مگر دلیل اور حوالہ نہیں اور نہ دستخط۔ میں دوبارہ جناب کو تکلیف دیتا ہوں۔ امید ہے کہ اس طرح تحریر فرمائیں گے کہ طبیعت یکسو ہو جائے گی۔ والسلام

(۱) ولا تجوز بما زاد علی الثلث لقول النبی علیہ السلام فی حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ الثلث والثلث کثیر بعد ما نفی وصیتہ بالکل والنصف (الہدایۃ، کتاب الوصایا، ۴/ ۶۵۲، ۶۵۵ شرکۃ علمیۃ)
(۲) ایضا

(جواب) (از حضرت مفتی اعظمؒ) سوال میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ صرف یہ ہیں (میری وفات کے بعد مذکورہ لڑکی میری جائیداد کی جائز وارث ہوگی) یہ ایک جملہ خبریہ ہے۔ انشاء پر اسے محمول کرنا اور اس سے انشائے وصیت نکالنا متصور نہیں۔ متوفی کے الفاظ میں وصیت کا لفظ بھی نہیں۔ سائل اپنے بیان میں یہ کہتا ہے۔ چند معززین کو بلا کر یہ وصیت کی تو یہ لفظ وصیت اس نے استعمال کیا ہے۔ متوفی کے الفاظ میں نہیں ہے۔ متوفیٰ کے الفاظ کا جملہ خبریہ چونکہ غلط اور شریعت کے خلاف ہے کہ ایک غیر وارث کو وہ جائز وارث بتا رہا ہے اس لئے وہ غلط اور لغو ہی ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی اس کا محمل نہیں۔ اگر مرحوم کے الفاظ میں یہ ہوتا کہ "میں تمام جائیداد کی اس کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ یا اپنی تمام جائداد اس کو دیتا ہوں۔ یا میری تمام جائداد اس کو دے دینا۔ یا میری تمام جائداد کا مستحق اس کو سمجھنا۔ یا میں اپنی جائداد کا مستحق اس کو قرار دیتا ہوں۔ یا اپنی جائداد کا وارث اس کو قرار دیتا ہوں۔" تو ان تمام صورتوں میں ہم اس کو وصیت قرار دیتے اور ایک ثلث اس کو دلوا دیتے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

متبنی کے لئے میراث میں کوئی حصہ نہیں

(سوال) زید نے بوجہ لاولد ہونے کے ایک لڑکا اپنی سالی یعنی بیوی کی بہن کا پرورش کیا۔ آیا شرعاً وہ زید کا بیٹا ہو سکتا ہے یا نہیں اور زید کے انتقال کے بعد اس کی جائداد میں سے کچھ ترکہ اس کو پہنچے گا یا نہیں۔ بعد ازاں زید نے ایک مسجد کی تعمیر کی اور اپنی کچھ جائیداد اس مسجد کے نام وقف کردی۔ اب زید فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بعد ایک بیوی اور ایک بھتیجی حقیقی یعنی اپنے بڑے بھائی کا لڑکا اور دو بھانجے یعنی بہن کے لڑکے چھوڑے ہیں مگر زید کا بھائی یعنی بھتیجہ کا باپ اور زید کی بہن یعنی بھانجوں کی ماں زید کے سامنے ہی فوت ہو چکے ہیں لہذا اب زید کی بقیہ متروکہ جائداد کس طرح پر تقسیم ہوگی، کون کون حق دار ہوگا اور کس کس کو کتنا حق پہنچے گا؟

المستفتی نمبر ۲۱۳۲ حشمت اللہ صاحب امروہہ۔ ۱۹ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۲۰ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۵۸) متبنی کا کوئی حق بہ نسبت متبنی ہونے کے نہیں(۱) یعنی نہ وہ بیٹے کی طرح میراث پا سکتا ہے نہ بیٹے کے دوسرے احکام اس پر جاری ہوتے ہیں(۲) اگر زید نے اس کو حق میں کوئی وصیت کی ہو تو وصیت کی رو سے ایک ثلث ترکہ کے اندر اس کا استحقاق ثابت ہو سکتا ہے۔(۳) اور اگر کوئی وصیت نہ ہو تو زید کا ترکہ اس کی بیوی اور بھتیجے کو ملے گا۔ بیوی کو پہلے مہر دیا جائے گا اور پھر (اگر اور کوئی قرض و وصیت نہ ہو) تو بقیہ ترکہ کی چوتھائی اس کو حق میراث دی جائے۔(۴) اور بقیہ تین چوتھائی بھتیجے کا حق ہے۔(۵) بھانجوں کا کوئی حق نہیں۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یعنی ذوی الارحام کو میراث ملے گی۔ کما فی قولہ تعالیٰ : واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ (الاحزاب : ۶)
(۲) وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ (الاحزاب : ۴)
(۳) وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع (الدر المختار ، کتاب الوصایا ۶ / ۶۵۰ سعید)
(۴) ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ (النساء : ۱۲)
(۵) والعصبۃ کل من یاخذ ما ابقتہ اصحاب الفرائض (السراجی فی المیراث ص ۳ سعید) وایضا قال فی بیان العصبات : اما العصبۃ بنفسہ ... ثم جزء ابیہ ای الاخوۃ ثم بنوھم (السراجی ، ص ۳ سعید)
(۶) اس صورت میں عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں۔ کما فی السراجی : ثم بالعصبات من جھۃ النسب ... ثم ذوی الارحام (السراجی فی المیراث ص ۳ سعید)

بیسواں باب

نکاح زانی و زانیہ

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہے

(سوال) ایک شخص نے کسی عورت اجنبیہ غیر منکوحہ غیر معتدہ سے زنا کیا اور اس زنا سے وہ عورت حمل دار ہوئی۔ زانی اقرار کرتا ہے کہ میرے زنا سے ہے اور مزنیہ بھی اقرار کرتی ہے کہ اسی کا ہے اور کسی سے نہیں۔ لہذا ان دونوں کا نکاح کر دیا گیا۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۵۳ محمد اسحق (بہار) ۲۴ رجب سن ۱۳۵۴ھ م ۲۳ اکتوبر سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۵۹) غالباً سوال کا منشاء یہ ہے کہ زانی اور مزنیہ کا نکاح وضع حمل سے پہلے حالت حمل میں کر دیا گیا تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ جب کہ عورت غیر منکوحہ غیر معتدہ تھی تو اس کا نکاح حاملہ من الزنا ہونے کی صورت میں جائز ہے خواہ زانی سے ہو یا غیر زانی سے۔ زانی سے نکاح ہو جائے تو وطی بھی جائز ہے اور غیر زانی سے ہو تو وضع حمل تک وطی ناجائز ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ایضاً

(سوال) مسماۃ سارا کا زید سے ناجائز تعلق تھا اور زید کے نطفے سے حمل بھی قرار پایا۔ لیکن سارا نے زید کو چھوڑ کر عمرو سے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے مسماۃ سارا ابھی تک حاملہ ہے اور اب وہ عمرو کو چھوڑ کر زید سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس کی کیا صورت ہوگی؟ المستفتی مجھو خاں (دہلی)

(جواب ۴۶۰) حمل جب زنا سے ہو تو حاملہ کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے صحیح ہو جاتا ہے یعنی خواہ زانی سے نکاح کرے یا غیر زانی سے اگر زانی سے ہو تو وہ دوران حمل میں وطی بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی سے نکاح ہو تو وہ وضع حمل سے پہلے وطی نہیں کر سکتا۔ الغرض صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو گیا۔ (۲) اب اگر یہ شخص اس کو طلاق دے کر علیحدہ کر دے تو سارا بعد وضع حمل زید سے (یعنی وہ زانی جس سے حمل تھا) نکاح کر سکے گی۔ (۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

زانی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے

(سوال) ایک عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا۔ اگر وہ شخص چاہے کہ اس کے ساتھ نکاح پڑھانے مدت پوری کرنے کے بعد تو اس کے ساتھ نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۸۸۲ محمد عبدالقادر (بمبئی) ۲۸ محرم سن ۱۳۵۵ھ م ۲۱ اپریل سن ۱۹۳۶ء

---

(۱) وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع ... لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۹ سعید)
(۲) وصح نکاح حبلی من زنا ... وان حرم وطؤها ودواعیه ... لو نکحها الزانی حل له وطؤها (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۸، ۴۹، سعید)
(۳) واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (الطلاق: ۴) وفی الرد: لا حبلی من غیرہ شمل الحبلی من نکاح صحیح او فاسد ... لثبوت نسبه فهی فی العدۃ ونکاح المعتدۃ لا یصح (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۸، سعید)

(جواب ٤٦١) ہاں زانی اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے جس سے اس نے زنا کیا ہے۔(۱) جب کہ وہ عورت منکوحۃ الغیر یا معتدہ نہ ہو اور کسی اور رشتہ کی وجہ سے اس کے لئے حرام نہ ہو۔ زنا کی کوئی عدت نہیں۔ یعنی زنا کے بعد کوئی مدت گزارنے کی شرط نہیں۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح

(سوال) مجھ کو دھوکہ دے کر ایک شخص نے میرے لڑکے کا نکاح اپنے رشتہ دار کی لڑکی کے ساتھ کر دیا جس وقت لڑکی رخصت ہو کر اپنے خاوند کے گھر آئی تو معلوم ہوا کہ لڑکی حمل حرام رکھتی ہے۔ دوسرے روز لڑکی مطابق رواج دنیوی اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ جب وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی تو اس کے حمل کو کسی ذریعہ سے اسقاط کرا دیا گیا۔ چنانچہ چند شہادتیں بھی اسی قصبہ کے لوگوں کی کہ جہاں پر اس کا باپ رہتا ہے گذریں کہ واقعی یہ امر واقع ہوا تھا۔ لہذا اس صورت میں اس کا نکاح بروئے شرع شریف ہوا یا کہ نہیں؟ دوئم یہ کہ بروقت نکاح جو مہر باندھا گیا تھا اس کو وہ لڑکی معاف کر چکی ہے۔ مگر لڑکی اب اپنے باپ کے گھر پر ہے اور میں اس کو بوجہ کراہت کے بلانا نہیں چاہتا ہوں۔ تو کیا وہ ایسی حالت میں مہر کی حق دار ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۳۷۴ نذیر محمد صاحب ..... دہلی۔ ۲۴ ذی الحجہ سن ۱۳۵۵ھ م ۸ مارچ سن ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦٢) حمل حرام یعنی زنا کا ہو اور عورت منکوحہ یا معتدہ غیر نہ ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔(۳) اور صورت مسئولہ میں حمل کا شبہ بھی کوئی معقول نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات پیٹ میں نفخ ریاح وغیرہ کی وجہ سے حمل کا شبہ ہوتا ہے۔ اور یہ قرینہ بھی حمل کے خلاف موجود ہے کہ اگر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو حمل گرانا ہی ہوتا تو شادی کرنے اور خاوند کے گھر بھیجنے سے پہلے اسقاط حمل کی کارروائی کرتے اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت بھی مشکوک ہے۔ پس خود اس شبہ کو نظر انداز کر کے اپنی منکوحہ کو اپنے پاس بحیثیت اپنی بیوی کے لانے اور رکھنے کا حق رکھتا ہے۔(۴) اور بیوی اگر مہر معاف کر چکی ہے تو اب اسے مطالبہ مہر کا حق نہیں ہے۔(۵) اور اگر وہ معافی کی منکر ہو تو معافی کا ثبوت پیش کرنا ذمہ زوج ہو گا۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) حاملہ سے جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح ہے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں
(۲) حاملہ کے ساتھ جماع کرنا کیسا ہے؟

(سوال) (۱) اگر کسی لڑکی کا نکاح کیا اور بعد شادی کے معلوم ہوا کہ حاملہ زنا سے ہے تو بعد حمل دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہدایہ شریف میں وارد ہے کہ نکاح حبلی درست ہے۔ مگر جماع نہیں اور یہاں دونوں باتیں ہوئیں۔ (۲) اور اگر قصداً حبلی یعنی حاملہ من الزنا کا نکاح کیا اور جماع سے نہ روکا تو نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم

---

(۱) فی مجموع النوازل : اذا تزوج امرأۃ قدزنی ھو بھا وظھر بھا حبل فالنکاح جائز (الھندیۃ ، کتاب النکاح ، الباب الثالث ، القسم الثالث، ۱ / ۲۸۰ ،ماجدیۃ) (۲) فلا عدۃ لزنا (الدر المختار ، کتاب الطلاق ، باب العدۃ، ۳ / ۵۰۳ ،سعید)
(۳) وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلیٰ من غیرہ (الدر المختار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ۳ / ۴۸ ، سعید)
(۴) ہذا یہ شک کی صورت ہوئی اور حمل نہ ہونا یقینی ہے، تو یقین صرف شک سے زائل نہیں ہو سکتا، الیقین لا یزول بالشک (قواعد الفقہ ، ص : ۱۴۳ ، رقم القاعدۃ : ۴۲۱ ، الصدف پبلشرز)
(۵) والمھر یتأکد باحد معان ثلاثۃ : الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین سواء کان مسمی او مھر المثل حتی لا یسقط منہ شیء بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق (الھندیۃ ، کتاب النکاح ، الباب السابع فی المھر ، ۱ / ۳۰۳ ، ماجدیۃ)

ہے اور دوبارہ نکاح کیا جائے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۹۳۷ امیر زماں خاں صاحب (برار) ۷ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ مئی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۶۳) حاملہ من الزنا کا نکاح درست ہے۔ اگر زوج کو یہ معلوم ہو کہ عورت حاملہ ہے تو اس کے لئے جماع کرنا حلال نہیں۔ بعد وضع حمل کے جماع جائز ہوتا ہے۔(۱) اور اگر اسے حاملہ ہونا معلوم نہ تھا اور جماع کر لیا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ خواہ جماع واقع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

(۲) حبلی من الزنا کا نکاح کر دینا باوجود حاملہ ہونے کا علم کے درست ہے۔ ہاں زوج کو بتا دینا چاہئے کہ وضع حمل تک وطی نہ کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زانی مرد عورت کا نکاح آپس میں صحیح ہے

(سوال) زانی مرد و عورت اگر توبہ کر لیں تو ان کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۴۹۴ خواجہ مصلح الدین صاحب (مغربی خاندیس) ۲۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۶ھ م ۳ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۶۴) زانی مرد اور عورت جب توبہ کر لیں تو ان کا باہم نکاح ہو سکتا ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حاملہ من الزنا سے نکاح

(سوال) ایک عورت کو زنا سے حمل ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کس کا حمل ہے مگر اس عورت کا یہ کہنا ہے کہ بکر کا حمل ہے مگر اس کے مکان پر کئی مرد جایا کرتے تھے۔ آیا بکر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر اس نے نکاح کیا تو اس کا نکاح صحیح ہے یا باطل ہے۔

(۲) اگر وہ عورت جس کو زنا سے حمل ہے وہ اقرار کرے کہ اس کا حمل ہے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کس کا حمل ہے تو بھی نکاح صحیح ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۸۹ قاضی پیر محمد میاں محمود میاں۔ ۵ جمادی الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۱۴ اگست سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۶۵) جس عورت کو زنا کا حمل ہو اور وہ کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو تو اس کا نکاح حمل کی حالت میں جائز ہے خواہ اس شخص سے جس کا حمل ہے خواہ کسی دوسرے سے۔ مگر جس کا حمل ہے اس کے ساتھ نکاح ہو تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے اور دوسرے شخص سے ہو تو بچہ پیدا ہونے سے قبل وہ وطی نہیں کر سکتا۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ... وإن حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳: ۴۹، ط سعید)

(۲) ایضا

(۳) لو زوج امرأة قد زنی هو بها وظهر بها حبل فالنکاح جائز (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث ۱: ۲۸۰، ماجدیة)

(۴) وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ... وإن حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع ... فرع لو نکح الزانی حل له وطؤها اتفاقا (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳: ۴۹، ط سعید)

ایک عبارت کا ترجمہ

(سوال) در مختار کی اس عبارت کا ترجمہ لفظ بلفظ تحریر فرمائیں۔ وصح نکاح حبلی من الزنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربي او من سیدھا المقربه وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع۔
المستفتی نمبر ۲۶۳۳ مولوی عبدالحق امام مسجد دوحہ ضلع پنچ محل مورخہ ۱۳ جمادی الثانی سن ۵۹ ۱۳ھ م ۳۰ جولائی سن ۱۹۴۰ء

(جواب ٤٦٦) جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس کا نکاح جائز ہے۔ اور حاملہ زنا سے حاملہ نہ ہو اس کا حالت حمل میں نکاح جائز نہیں کیونکہ اس عورت کے بچے کا نسب کسی سے ثابت ہوگا۔(۱) اور ثابت النسب بچے کے پیدا ہونے سے پہلے حاملہ کا نکاح درست نہیں ہوتا۔ خواہ یہ ثابت النسب بچہ حربی کا ہو یا عورت کے مولی کا ہو جو اس نسب کا اقرار کرتا ہو۔ البتہ حاملہ من الزنا سے نکاح کر کے (جب کہ وہ غیر زانی ہو) وضع حمل سے پہلے وطی کرنا اور دواعی وطی عمل میں لانا حرام ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حاملہ کا نکاح پڑھانے والے اور شرکاء محفل کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جنوری سن ۱۹۳۲ء)
(سوال) ایک شخص کا ایک حاملہ عورت سے نکاح ہوا لیکن عورت کے رشتہ داروں میں کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ حاملہ ہے۔ ایسی صورت میں کیا نکاح پڑھانے والے قاضی اور شرکاء محفل کے نکاح فسخ ہو گئے؟
(جواب ٤٦٧) زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے۔(۲) جو لوگ نکاح میں شامل ہوئے انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور ان کے نکاح پر کوئی اثر پڑا اور نہ ان پر کوئی کفارہ لازم آیا۔ البتہ اگر حمل زنا کا نہ ہو بلکہ ایسا حمل ہو جس میں بچہ ثابت النسب ہوتا ہے تو ایسی حاملہ عورت سے نکاح درست نہیں ہوتا۔(۳) لیکن نکاح میں شامل ہونے والوں کو معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بھی وہ گنہگار نہیں ہوتے۔
محمد کفایت اللہ غفرلہ

حاملہ من الزنا سے نکاح کیونکر درست ہے جب کہ قرآن میں ہے "واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن"

(سوال) ایک کنواری لڑکی عمر ۱۸ سال کو حمل حرام کا ہو گیا۔ اس کا نکاح کرنا ہے۔ حمل اس وقت تک یا چار یا پانچ ماہ کا ہے۔ کیا اس کا نکاح اسی شخص سے ہو سکتا ہے جس کا حمل ہے؟ نکاح کے بعد مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ اور کسی دوسرے آدمی سے کیا جاوے تو مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام محمد عبدالرحمن جلال الدین سیوطی اپنی کتاب جامع بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نکاح تو جائز ہے مگر مباشرت ناجائز ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ براہ کرام جواب دیتے وقت قرآن پاک کی آیت (سورہ طلاق پارہ نمبر ۲۸) واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (۴) کا بھی خیال رکھئے گا۔ قرآن پاک کی ایک نص آیت کو چھوڑ کر حدیثوں کی جانب توجہ رجوع کریں۔

(۱) ... (۲) وصح نکاح حبلی من زنا (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ٤٨ ط سعید)
(۳) او حبلی ثابت النسب لا یجوز نکاحها اجماعا (الهندیه، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر ۱/ ۲۸۰ ط ماجدیه) (٤) الطلاق: ٤

المستفتی حافظ مظفر حسن کلکر ریلوے وزیر آباد گوجرانوالہ ۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء

(جواب ٤٦٨) جو عورت کہ زنا سے حاملہ ہو جائے اس کا نکاح حالت حمل میں خود زانی اور غیر زانی دونوں میں سے کسی شخص کے ساتھ درست ہے۔ اگر خود زانی سے نکاح ہو جس سے حمل ہے تو اسے حالت حمل میں وطی کرنا بھی درست ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص سے نکاح ہوا تو اسے وضع حمل سے پہلے وطی(۱) کرنا درست نہیں ہے۔ زنا سے حاملہ عورت کا نکاح حالت حمل میں اس لئے درست ہے کہ شریعت مقدسہ میں زنا کی کوئی عدت قرار نہیں دی گئی۔ (۲) پس زنا سے حاملہ عورت کو یا عدت میں نہیں ہے اس لئے نکاح درست ہے۔ آیت مطہرہ واولات الاحمال الآیۃ (۳) ان حاملہ عورتوں کے حق میں ہے جو نکاح صحیح یا نکاح فاسد میں طلاق یا موت یا متارکت کے ذریعہ اثر میں اور حاملہ ہوں تو وضع حمل ان کی عدت ہوگی۔ لیکن زنا کی کوئی عدت شریعت سے ثابت نہیں۔ پس حاملہ من الزنا اس آیت کے حکم سے خارج ہے۔ وصح نکاح حبلی من زنا الخ (۴) (درمختار)

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ۔ ۱۳۲۹ھ

---

(۱) وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ... زنا حرم وطیھا ودواعیہ حتی تضع ... فرع: لو نکحھا الزانی حل له وطیھا اتفاقا (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۴۸، ۴۹، سعید)

(۲) فلا عدۃ لزنا (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ ۳/ ۵۰۳، سعید)

(۳) الطلاق ۔ ۴

(۴) الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/ ۴۸، سعید)

اکیسواں باب
نکاح باطل اور فاسد
نکاح پر نکاح کے متعلق چند سوالات

(سوال) زید ایک قصبہ کی مسجد کا پیش امام ہے۔ نکاح خوانی کا رجسٹر بھی اس کے پاس ہے۔ یعنی وہ قصبہ کا قاضی بھی ہے۔ وہ ایک بارات میں نے چلا گیا جس گاؤں میں بارات گئی وہاں مسجد میں کوئی پیش امام نہ تھا۔ برات والوں اور مقامی لوگوں کے اصرار پر زید نے نکاح پڑھایا۔ جس میں باقاعدہ ایک وکیل اور دو گواہ تھے۔ نکاح کے بعد گاؤں کے ایک دوسرے آدمی نے بتایا کہ لڑکی جس کا نکاح پڑھایا گیا ہے اس کا نکاح پہلے ہو گیا ہے اور ۷۴ء سے اس کا خاوند پاکستان میں موجود ہے۔ اسے ہر چند لکھا گیا کہ آکر لڑکی کو لے جائے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ لڑکی جوان تھی اس کی بیوہ ماں نے اور اس کے جملہ رشتہ داروں نے قاضی کو اس کا علم نہ ہونے دیا۔ قاضی (زید) کا حلفیہ بیان ہے کہ اگر اسے نکاح سے پیشتر علم ہو جاتا تو وہ ہرگز نکاح نہ پڑھتا تو اب :

(۱) قاضی (زید) کس حد تک قصوروار ہے اور اس کے قصور کی کس طرح تلافی ہو سکتی ہے ؟

(۲) نکاح ہوا ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر کیا طریقہ اختیار کیا جائے ؟

(۳) نکاح خوانی کے روپے قاضی کو لینے جائز ہیں یا ناجائز ؟

المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور ضلع میرٹھ

(جواب ۴۶۸) اس صورت میں کہ لڑکی منکوحہ ہے اور اس کا خاوند زندہ پاکستان میں موجود ہے اس کا دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔(۱) پہلے اس کے پہلے خاوند سے طلاق لینی یا عدالت میں مقدمہ کر کے نکاح فسخ کرانا اس کے بعد عدت گزارنا لازم ہے۔

امام کو اگر پہلے نکاح کی خبر نہیں تھی تو وہ دوسرا نکاح پڑھانے میں معذور ہے۔ لڑکی اور لڑکی والوں کو لازم ہے کہ وہ دوسرے خاوند سے لڑکی کو علیحدہ کر لیں۔ قاضی کو نکاح کے روپے نہ لینے چاہئیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

عدالت کے اندر نکاح کرنا صحیح نہیں

(سوال) میرے خاوند نے نان نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے مجھ کو طلاق دے دی۔ طلاق نامہ مکمل نہ ہو سکا تھا کیونکہ کسی نے کوشش نہیں کی۔ ان ہی ایام میں میں بچی کو دودھ پلا رہی تھی اور عدت میں تھی۔ طلاق کے ایک ماہ کے اندر ہی میرا دوسرا نکاح رات کے دو بجے قاضی کو بلا کر کرا دیا گیا۔ میرے ماں باپ کی غیر موجودگی میں قاضی نے طلاق نامہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے میرے دوسرے نکاح کا کاغذ بھی نہیں لکھا اور یہ کہہ دیا کہ میں دونوں کاغذ دے دوں گا۔ لیکن میرے کسی پیروکار کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ کاغذات نہ حاصل کر سکی۔ میرے نکاح کے بعد میرے موجودہ خاوند نے ایک اور نکاح کیا اور اس نے اپنی دوسری بیوی سے پیشہ کرانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مجھ پر بھی زور دینا شروع کر دیا

---

(۱) والمحصنت من النساء (النساء : ۲۴)
وفی الهندية : لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ، ۱ : ۲۸۰ ، ماجدية)

اور ہر قسم کے دباؤ دے کر مجھ سے حرام کاری کرائی گئی۔ میں جب بھی اس کام سے نفرت کرتی تھی اور اب بھی کرتی ہوں۔ لیکن ایک کمزور عورت ہونے کی وجہ سے اس کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکی۔

اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں شرعی حکم حاصل کر کے اپنے لئے راستہ اختیار کروں۔ ایسی صورت میں مجھ کو خدا اور اس کے رسول کے احکام سے آگاہ فرمایا جائے کہ میرا نکاح شرعی نقطہ نگاہ سے ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو میں اس کے چنگل سے آزاد ہونے کے لئے کسی مضبوط ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں تو کیا مجھ کو عدت یا اور کوئی صورت اختیار کرنی ہوگی؟ المستفتی شاہجہاں بیگم، دہلی

(جواب ۴۶۹) طلاق کے بعد اس کی عدت پوری کرنی ضروری تھی۔ اگر عدت پوری کئے بغیر دوسرا نکاح کسی اور شخص سے کر دیا گیا تو وہ نکاح حرام تھا۔(۱) عورت کو حق ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کرائے اور پہلی عدت ختم ہونے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

عقد نکاح کے بعد انکار سے نکاح نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۰ء)

(سوال) زید نے خالدہ خانم سے برضا و رغبت تقریباً ایک سو آدمیوں کے مجمع میں خالدہ خانم کے مکان پر جو زید کے مکان سے ۲۵ میل کے فاصلے پر ہے نکاح کیا۔ گواہ وغیرہ سب موجود تھے۔ جب زید اپنے مکان پر واپس آیا تو اس نے اپنے رشتہ داروں کے دریافت کرنے پر نکاح ہونے سے انکار کیا۔ اس انکار میں مصلحت یہ تھی کہ اگر یکایک رشتہ داروں کو معلوم ہوگا تو صدمہ ہوگا اور آپس میں رنجش و کشیدگی ہوگی۔ اب اگر ہفتے کے بعد نکاح ہونے کا اقرار کرتا ہے تو آیا نکاح ٹوٹ گیا؟

(جواب ۴۷۰) اگر پہلے نکاح حسب قاعدہ شرعیہ منعقد ہو چکا ہے تو زید کا بغرض اخفائی میں جواب دینا موجب فسخ نکاح نہیں ہو سکتا۔(۱) زیادہ سے زیادہ یہ کہ زید پر کذب بیانی کا الزام عائد ہوگا مگر منعقدہ شدہ نکاح بدستور قائم اور صحیح رہے گا۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ،

شوہر کے کفر کی جھوٹی خبر پاکر بیوی نے دوسری جگہ نکاح کر لیا، کیا حکم ہے؟

(سوال) زید کی عدم موجودگی میں یہ مشہور ہو گیا کہ زید آریہ ہو گیا ہے۔ اس کی زوجہ کا نکاح ثانی کر دیا گیا ہے۔ بعد مدت کے عورت کو پتہ چلا کہ زید نے مذہب تبدیل نہیں کیا۔ یہ افترا اور بہتان تھا۔ ایسی صورت میں عورت مذکورہ کیا کرے؟

(جواب) اس صورت میں کہ زوجہ نے محض ایک غلط خبر کی وجہ سے نکاح ثانی کر لیا تھا نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا اور زوج اول کا نکاح باقی ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله (البقرة : ۲۳۵)
لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث ۱ / ۲۸۰، ماجدية)
(۲) اليقين يصير بالابتداء ان صح، والا فلا (قواعد الفقه، ص : ۶۵، رقم القاعدة : ۶۳، الصدف پلشرز)
(۳) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، ۱ / ۲۸۰، ماجدية)

بائیسواں باب
متفرق مسائل

مرد، عورت کے دعوے کے بغیر نکاح پر شہادت معتبر نہیں

(سوال) مسمی امان خان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسماۃ صاحبزادی نے حکیم محمد شریف سے نکاح کیا اور یہ ہر دو یعنی مسماۃ صاحبزادی اور حکیم محمد شریف اس نکاح سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان انعقاد نکاح نہیں ہوا۔ امان خان انعقاد نکاح کے دو گواہ پیش کرتا ہے۔بیان یہ ہے کہ مسماۃ صاحبزادی کا جس روز نکاح ہوا اس روز صرف جان محمد و نور محمد صرف دو اشخاص موجود تھے اور مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف تھے اور کوئی نہیں تھا۔ حکیم نے کہا کہ میں اس سے نکاح کرتا ہوں اور مسماۃ صاحبزادی نے تین دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا تن بخشا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امان خان جو ایک ثالث شخص ہے جس نے دعویٰ نکاح کیا۔ باوجودیکہ مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف انکار کر رہے ہیں۔ اس ثالث شخص کی شہادت پیش کرنے سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں اور باوجود انکار ہر دو کے یہ شہادت قابل التفات ہے یا نہیں ؟بینوا توجروا۔

(جواب ٤٧٢) نکاح پر بغیر دعویٰ احد الزوجین شہادت مقبول نہیں۔ پس جب تک زوجین میں سے کوئی نکاح کا مقر نہ ہو کسی تیسرے شخص کا شہادت پیش کرنا غیر معتبر ہے۔(۱) جن چیزوں میں شہادت بغیر دعویٰ مسموع ہو جاتی ہے وہ خالص حقوق اللہ ہے۔ نکاح ان میں داخل نہیں۔(۲) واللہ اعلم۔

مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے

(سوال) زید کہتا ہے کہ مسلمانوں کا نکاح مسجد میں ہونا چاہئے کیونکہ قرون اولیٰ میں نکاح مسجد میں ہوتا تھا۔ عمرو کہتا ہے کہ مسجد میں نکاح ہونا اول تو مشابہت بہ نصاریٰ ہے اس لئے کہ ان کے مذہب میں گرجا میں ہی نکاح ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مسجد میں خاص اسی نکاح کے لئے روشنی بے حد ہمیشہ سے زیادہ کرنی اور فرش وغیرہ ہمیشہ سے زیادہ بچھانا اور ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا مسجد میں گھس آنا (جن میں سے اکثر بے وضو اور اکثر بے نمازی ہوتے ہیں) اور بعد نکاح کے اسی مسجد میں مبارکبادی گانا پھر صحن مسجد میں شربت پلانا، مسجد میں شوروغل ہونا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہے وغیرہ یہ سب خلاف آداب مسجد ہیں۔ اس لئے مسجدوں میں نکاح نہیں ہونا چاہئے۔ ان دونوں میں سے کون حق پر ہے ؟بینوا توجروا۔

(جواب ٤٧٣) مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے۔ ویندب اعلانه وتقديم خطبة و كونه فى مسجد يوم جمعة (درمختار) (۳) قوله فى مسجد للامر به فى الحديث (٤) (ردالمحتار)، اور عمرو کا یہ قول کہ اس میں مشابہت بہ نصاریٰ ہے اس لئے صحیح نہیں کہ جب کہ حدیث میں مسجد کے اندر نکاح کرنے کا حکم وارد ہے تو اب مشابہت کا کوئی

---

(۱) ولا تقبل الشهادة بدون الدعوى ،لان طلب المدعى يشترط فى الشهادة، لانه حقه، (فتاوى النوازل، كتاب الشهادة، ص : ۲۹۸، حيدر آباد دكن) الشهادة على حقوق العباد لاتقبل بلادعوى (قواعد الفقه، ص : ۸٦، (رقم القاعدة: ۱٥۷)، الصدف پبلشرز)
(۲) الشهادة : ويجب الاداء بلاطلب لو الشهادة فى حقوق الله تعالى وهى كثيرة (الدر المختار ، كتاب الشهادات، ٥/٤٦۳، سعيد)
(۳) الدر المختار ، كتاب النكاح، ۳/۸، سعيد
(٤) ردالمحتار ، كتاب النكاح، ۳/۸، سعيد

اثر نہیں ہو سکتا۔ فرش زیادہ بچھانا ایک امر مستحسن و مندوب کے لئے اس لئے مضر نہیں۔ ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا گھس آنا بھی موجب کراہت نہیں ہو سکتا کیونکہ کثرت جماعت اسباب کراہت میں سے نہیں ہے۔ بے وضو ہونا یا بے نمازی ہونا بھی جواز دخول کو مانع نہیں۔ ہاں نکاح کے بعد بلند آواز سے مبارکباد گانا یا مسجد کے صحن کو شربت سے ملوث کرنا یا مسجد میں شوروغل کرنا یہ باتیں آداب مسجد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسجد میں مکروہ ہیں۔ پس اس سنت کو کہ نکاح مسجد میں ہو جاری کرنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ ان امور کو روکا جائے جو آداب مسجد کے خلاف ہیں نہ یہ کہ اصل سنت کو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اگر کوئی ممنوعات سے کسی طرح بازنہ رہیں۔ یعنی مسجد میں نکاح کرنا گویا لازمی اور ضروری طور پر ان منہیات کے وجود کو مستلزم ہو اور اس کی اصلاح نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں مسجد میں نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہوگا تاکہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو۔ کیونکہ مسجد کا احترام قائم رکھنا ضروری ہے۔(۱)

زیادہ روشنی مسجد کے مال سے کرنا قطعاً جائز نہیں۔(۲) ہاں اگر ناکح اپنے مال سے کرے تو بشرطیکہ حد اسراف کو نہ پہنچے جائز ہے۔(۳) فقط واللہ علم۔

غیر ملک میں نکاح کو کورٹ میں رجسٹر کرانا

(سوال) ملک ساؤتھ افریقہ میں یہاں کا قانون ہے کہ اگر عورت کورٹ میں یا میرج آفیسر کے پاس نکاح رجسٹر ڈ نہ کرے تو جب مذکورہ عورت کا خاوند مر جائے تو اس کو کچھ حصہ گورنمنٹ کی طرف سے نہیں ملتا۔ مرنے والے کی سب جائیداد گورنمنٹ ضبط کر لیتی ہے۔ اگر مرد کی کوئی اولاد ہو تو اس اولاد کا ثبوت گورنمنٹ کو دینا پڑتا ہے۔ اگر گورنمنٹ کو یہ تسلی ہو جائے کہ بے شک یہ اولاد مرد مذکورہ کی ہے تو پھر گورنمنٹ ضبط شدہ جائیداد میں سے بحصہ میں سے دس پونڈ کاٹ کر باقی جائیداد مذکورہ مرد کی اولاد کو واپس دے دیتی ہے لیکن عورت مذکورہ کو پھر بھی کچھ نہیں ملتا۔ اور اس ملک میں ایک ہی عورت کر سکتا ہے۔ یعنی ایک ہی عورت کرنے کی گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ اب ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کو اس صورت میں بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کورٹ یا میرج آفیسر کے پاس نکاح رجسٹر کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے کہ اگر مسلمان اپنی عورت کو رجسٹر کرے تو پھر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ اور اسلام میں چار شادی کرنے کی اجازت ہے۔ اگر عورت رجسٹر کی جائے اور خاوند مر جائے تو آدھی جائیداد عورت کو اور آدھی اس کی اولاد کو مل جاتی ہے۔ گورنمنٹ اس کی جائیداد کی مالک نہیں ہو سکتی۔ صرف دو فیصدی اپنی ڈیوٹی لے سکتی ہے۔ لیکن یہاں کی گورنمنٹ نے اتنی رعایت بھی رکھی ہے کہ مسلمان کو چار عورتیں کرنے کی اجازت ہے لیکن رجسٹرڈ ایک ہی کرا سکتا ہے اور قانوناً صرف وہ رجسٹرڈ عورت اور اسی کی اولاد جائیداد کی وارث ہو سکتی ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں ساؤتھ افریقہ کا مسلمان اپنی عورت کو رجسٹرڈ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی دوسری عورت یا دوسری عورت کی اولاد ہو تو اس صورت میں مذکورہ مرد کی

---

(۱) یاایها الذین آمنوا لاتحلوا شعائر الله (المائدة : ۲) قال احمد مصطفی المراغی فی تفسیر هذه الایة : والمعنی یاایها الذین آمنوا لاتحلوا شعائر دین الله حلالاً لکم تتصرفون فیه کما تشاؤون بل اعملوا بما بینه لکم ولا تهاونوا بحرمتها (تفسیر المراغی ۶/۴۴)

(۲) ولا بأس بان یترک اکثر من ذلک الا اذا شرط الواقف ذلک او کان ذلک معتاداً فی ذلک الموضع (الهندیة، کتاب الصلوة، الباب السابع، ۱/۱۱۰، ماجدیة)

(۳) ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین (الانعام : ۱۴۱)

جائیداد کیسے تقسیم کی جائے اور کیا عورت رجسٹرڈ کرانے میں از روئے شریعت کچھ نقصان ہے یا نہیں۔ اگر مسلمان عورت کو رجسٹرڈ نہ کریں تو مالدار مسلمان اگر مرجائے تو ایک تو اس کی جائیداد کو بہت نقصان پہنچتا ہے دوسرے گورنمنٹ کے نزدیک اس کی یہ اولاد حلال نہیں سمجھی جاتی۔

(جواب ٤٧٤) نکاح کی رجسٹری کرانے کا لزوم(۱) اور رجسٹری کرانے کی صورت میں عورت کو نصف جائیداد کا مستحق قرار دینا(۲) رجسٹری نہ ہونے کی صورت میں جائیداد کا ضبط ہو جانا۔(۳) غیر رجسٹرڈ عورت کو میراث کا نہ ملنا۔(۴) صرف ایک عورت کو رجسٹر کر سکنا۔(۵) غیر رجسٹری شدہ عورت سے جو اولاد ہوا کو میراث نہ ملنا۔(۶) یہ تمام باتیں اسلامی پرسنل لاء کے خلاف اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں بے جا مداخلت کی صاف اور صریح صورت ہے۔ مسلمانوں کا پہلا فرض تو یہ ہے کہ وہ ہر جائز اور ممکن طریقے سے اسلامی پرسنل لاء کی آزادی کے لئے پوری کوشش کریں اور جب تک ان کو اس میں کامیابی نہ ہو اس وقت کے لئے اگر وہ نکاح رجسٹری کرانے میں مصلحت سمجھیں تو کرا سکتے ہیں۔ لیکن رجسٹری شدہ منکوحہ احکام اسلامیہ کی رو سے نصف جائیداد کی مستحق نہیں ہے۔ رجسٹری کرانے میں ایک طرف یہ فائدہ تو ہے کہ جائیداد ضبط ہونے سے بچ جاتی ہے۔ مگر دوسری طرف یہ نقصان بھی ہے کہ عورت جو اولاد ہونے کی صورت میں ۸/۱ کی مستحق ہے ۲/۱ کی قانوناً مستحق ہو جاتی ہے اور رجسٹری نہ ہونے کی صورت میں تو وہ بھی محروم رہتی ہے اور جائیداد ساری حکومت ضبط کر لیتی ہے۔ اس لئے رجسٹری کرانے میں کسی قدر فائدہ ہی ہے۔ تاہم ان تمام غیر شرعی قوانین کو مسلمانوں کے حق میں شرعی صورت میں لانے کے لئے پوری جدوجہد کرنی لازم ہے۔　　　محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۷ محرم ۱۳۵۰ھ

عذر کے بغیر بیٹی کو شوہر کے گھر سے روکنا ظلم ہے

(سوال) مجھ کمترین کی شادی اجمیر شریف میں ہوئی تھی اور شادی میں میرے والد کا روپیہ میری زوجہ کے والدین نے ڈیڑھ ہزار صرف کرایا۔ اس کے علاوہ میری زوجہ کی نانی صاحبہ نے بیچ میں بہت روپیہ لیا اور میری زوجہ کو تین چار مہینے تک میرے پاس بھیج دیا اور پھر واپس لے جا کر روک لیا اور میں کئی مرتبہ لینے کو گیا مگر نہیں بھیجا اور دیگر مکانوں میں چھپانا شروع کر دیا کیونکہ وہ میرے پاس آنا چاہتی تھی اور جب اس نے اپنے والدین سے کہا کہ مجھ کو میرے شوہر کے ساتھ بھیج دو تو اس کو ریاست کو نہ بھیج دیا۔ اس طرح سے ڈھائی تین سال کا عرصہ گزرا۔ اب اجمیر کی عدالت میں میری زوجہ کے نام سے جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ "شادی میں یہ وعدہ و شرط ہوئی تھی کہ گھر داماد رہوں گا اور میرے والدین کے مکان پر دس روز رہ کر اور میرا تمام زیور اور کپڑے سے کررات کو فرار ہو گیا۔ لہٰذا میں طلاق لینے کی حقدار ہو گئی

---

(۱) واضح رہے کہ رجسٹری کا لزوم صحیح نہیں اس لئے کہ نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے کما فی الهداية : النكاح ينعقد بالايجاب والقبول (الهداية، كتاب النكاح، ۳۰۵/۲، شركت علميه)
(۲) جائز نہیں۔ ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم- (النساء : ۱۲)
(۳) جائیداد کی مذکورہ ضبطی جائز نہیں۔ لاتاكلوا اموالكم بينكم بالباطل (۴) شادی شدہ عورت کی میراث کو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن (النساء : ۱۲) (۵) ایک عورت کا رجسٹرڈ ہونا یعنی ایک ہی شادی پر مجبور کرنا جائز نہیں بلکہ دو چار عورتوں سے بیک وقت شادی کر سکتا ہے- قال تعالیٰ : فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث ورباع (النساء : ۳) (۶) اولاد کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں۔ يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين (النساء : ۱۱)

ہوں۔" تو حضرت میری زوجہ کے والدین کی خاص منشایہ ہے کہ عدالت سے نکاح ثانی کی اجازت لے کر اور دوسرے آدمی سے روپیہ لوٹ کر اس کے ساتھ بغیر طلاق نکاح کر دیں اور میں نے گھر داماد بننے کا وعدہ قطعی نہیں کیا۔

المستفتی نور محمد لوہار جے پور ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ٤٧٥) اگر یہ حالات صحیح ہیں تو زوجہ کے اولیاء جنہوں نے یہ حرکت کی ہے سخت گناہ گار ہیں[1] ظالم ہیں اور اگر تم نے گھر داماد بننے کی شرط نہیں کی تھی تو ان کا مطالبہ بھی باطل ہے اور بغیر طلاق لئے اگر وہ دوسرا نکاح کر دیں گے تو وہ نکاح بھی باطل ہوگا اور وہ شرعاً و قانوناً مجرم ہوں گے۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

(سوال) اگر خاوند مستی میں آکر عورت کی چھاتی منہ میں لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ عورت کی چھاتی میں دودھ نہیں ہے نہ ان دونوں کی کوئی اولاد ہے۔

(جواب ٤٧٦) مرد اگر اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لے لے جب کہ چھاتی میں دودھ نہ ہو تو یہ مباح ہے۔ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

والدین اور برادری شادی میں رسوم ادا کرنے پر مصر ہیں، کیا کیا جائے؟

(سوال) زید کی دلی خواہش ہے کہ اس کی شادی میں رسوم خلاف شرع مثلاً گانا باجے، ناچ وغیرہ بالکل نہ ہوں۔ لیکن اس کی برادری کے لوگ اور خود اس کے والدین اس پر مصر ہیں کہ بغیر گانے باجے اور کنگنا وغیرہ باندھے کے برادری میں نکاح کسی صورت سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس صورت میں زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے۔ اگر اس صورت سے نکاح کرتا ہے تو ان قبائح کا مجرم ہوتا ہے۔ اگر نکاح نہیں کرتا تو ارتکاب معاصی کا خوف ہے۔ برادری سے باہر نکاح کرنے میں بھی خرابیاں ہیں۔ المستفتی نمبر ۱۹ محمد عبدالمجید خان۔ سرونج مالوہ۔ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

(جواب ٤٧٧) اگر زید سختی سے ان چیزوں کے ارتکاب سے انکار کر دے تو امید ہے کہ طریق مسنون پر نکاح کر دینے کے لئے بھی کوئی نیک افراد تیار ہو جائیں گے۔(۳) صرف تھوڑی سی تاخیر ہوگی تو تاخیر کو برداشت کرتے ہوئے اگر وہ بچتے رہے تو ماجور ہوگا۔(۴)

عورت طلاق لئے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

(سوال) ایک فریق کہتا ہے کہ مرد اگر مریض ہو جائے تو عورت بغیر طلاق کے خود نکاح کر سکتی ہے۔ یہاں ایک مولوی نے فتویٰ دے کر نکاح کر دیا۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ بغیر طلاق کے نکاح حرام ہے۔ بلکہ طلاق کے بعد عدت گزار کر نکاح درست ہے لہذا کون فریق حق پر ہے۔

---

(۱) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجہا او عبداً علی سیدہ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، ۱ /۳۰۲، سعید)

(۲) والمحصنت من النساء (النساء : ۲٤)

وفی الہندیۃ: لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ (الہندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، ۱/ ۲۸۰، ماجدیۃ)

(۳) ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً (الطلاق : ۲)

(٤) والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت : ٦۹)

المستفتی نمبر ۲۰۹ محمد اطہر میاں (ضلع بردوان) ۲۰ شوال ۱۳۵۲ھ م ۵ا فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ٤٧٨) مرد کے مریض ہو جانے پر عورت کو یہ حق نہیں۔(۱) کہ وہ اپنا دوسرا نکاح کرلے۔بغیر مرد کے طلاق دینے کے یا کسی کے حکم سے بوجوہ شرعیہ نکاح فسخ کئے جانے کے اور بعد طلاق یا فسخ کے عدت گزر جانے کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتا۔(۲) جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کے مسلول ہو جانے پر عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اس نے غلط فتویٰ دیا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کافر میاں بیوی مسلمان ہو جائیں تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(سوال) زید مع اپنی بیوی کے مسلمان ہوا لولاد نہیں ہے - کیا دونوں کا از سر نو نکاح کرنا ضروری ہے ؟

المستفتی نمبر ۵۳۲ عبدالرحمن۔اا ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ٤٧٩) اگر میاں بیوی ساتھ ساتھ مسلمان ہوئے ہیں تو ان کا نکاح جدید کرانا لازم نہیں۔ اس جیسے وہ میاں بیوی تھے ویسے ہی رہیں گے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نکاح پڑھانے والے قاضی لور شرکاء مجلس کے نکاح برقرار ہیں

(سوال) اگر کوئی امام مسجد ایک مرد اور عورت کا نکاح پڑھادے لور بعد میں معلوم ہو کہ عورت مذکورہ کا نکاح سابق باقی ہے تو کیا نکاح خواں لور گواہان نکاح کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا باقی رہتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۶۳۳ مولوی نور اللہ (ضلع ناگپور)

(جواب ٤٨٠) نکاح خواں لور گواہوں کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔ انہوں نے بے احتیاطی ضرور کی لور جب معلوم ہو گیا کہ عورت منکوحۃ الغیر ہے تو وہ نکاح بھی درست نہیں ہوا۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تعویذ کے ذریعے نکاح و طلاق پر آمادہ کرنا

(سوال) بیوہ عورت سے جو نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ بیوہ اس سے نکاح کرنے پر آمادہ نہیں ہے - پھر وظیفہ کے ذریعہ یا تعویذ کے ذریعہ اس کا رجحان ہو جاتا ہے۔ وہ نکاح کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں نکاح ہو جاتا ہے - کچھ عرصہ کے بعد عمل کا اثر جاتا رہتا ہے یا کہنے والے کہتے ہیں کہ تو تو انکاری تھی لور نکاح کیوں کیا؟ اب وہ جواب دیتی ہے کہ خود میں حیران ہوں کہ پہلے تو مجھ کو انکار تھا ایک دم میں نے دل سے اقرار کرتے ہوئے نکاح کر لیا۔ اب اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے لوپر کسی قسم کا عمل تعویذ وغیرہ کیا گیا ہے لور مرد بھی اقراری ہوتا ہے کہ ہاں میں نے ایسا کیا۔ یہ عورت فوراً بد ظن ہو جاتی ہے۔ آیا یہ نکاح جائز رہا یا نہیں۔ اسی طریقے سے باکرہ بالغہ کے ساتھ مذکورہ بالا عمل ہوتا ہے پھر بھی وہ اس سے بد ظن ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی دیکھا گیا کہ خاوند طلاق دینے کو آمادہ نہیں ہے لور اس کو تعویذ وغیرہ کے ذریعہ آمادہ طلاق کیا گیا اور اس نے طلاق دے دی۔ ایسے حالات میں طلاق صحیح پڑی یا نہیں ؟

(۱) والمحصنت من النساء (النساء : ۲٤)
(۲) ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله (البقرة : ۲۳۵)
(۳) واذا تزوج الكافر بغير شهود اوفي عدة كافر وذلك في دينهم جائز ثم اسلما اقرا عليه (الهداية، كتاب النكاح، باب نكاح اهل الشرك ۲/ ۳۲٤، شركة علمية)
(٤) لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، ۱/ ۲۸۰، ماجدية)

(جواب ۴۸۱) نکاح(۱) اور طلاق(۲) سب صحیح اور واقع ہو جاتی ہے جبکہ اختیار اور خوشی سے واقع ہوں۔ یہ عمل یا تعویذ کے ذریعے سے ایسا ہوا معتبر نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

لڑکی ایک شہر میں ہے اور لڑکا دوسرے شہر میں، نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہوگا؟

(سوال)(۱) اگر لڑکی ایک شہر میں ہے اور لڑکا دوسرے شہر میں اور کوئی ایسی شکل نہیں کہ ایک جگہ آسکیں تو صورت میں نکاح کی کیا صورت ہوگی؟(۲) لڑکی بالغ ہے اپنا نکاح اس صورت سے اپنی مرضی کے خلاف کر سکتی ہے یا نہیں؟(۳) لڑکی کا تحریری قبول جائز ہے یا نہیں؟(۴) ایجاب کی مفصل عبارت کیا ہوگی؟(۵) قبول کی عبارت لڑکی لکھے گی کیا ہونا چاہئے؟(۶) ایجاب و قبول ایک ہی کاغذ پر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟(۷) ایجاب کا کسی قاضی کے سامنے لکھا جانا ضروری ہے یا نہیں؟(۸) تحریری قبول پر گواہی کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کتنے گواہوں؟ (۹) وکیل ہونا لازمی ہے یا نہیں؟(۱۰) تحریری ایجاب و قبول ہونے کے بعد ان تحریروں کا کسی قاضی کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟(۱۱) نکاح کا خطبہ اس صورت میں کیونکر ہوگا؟(۱۲) اعلان نکاح لازمی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس مجلس میں، جہاں لڑکا ہے وہاں اعلان ضروری ہے یا جہاں لڑکی ہے وہاں اعلان ضروری ہے۔(۱۳) تم نکاح کی ادائیگی اور تکمیل کے لئے لڑکے کی طرف سے لڑکی کو کوئی ہدیہ دیا جانا ضروری ہے یا نہیں؟(۱۴) اس صورت میں ایجاب اور قبول میں دو ایک دن کا فاصلہ پڑے گا اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

المستفتی نمبر ۱۱۸۳ اختر رضوی صاحب (گوالیار) ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۸۲) ایجاب اور قبول ایک مجلس میں گواہوں کے سامنے ہونا صحت نکاح کے لئے لازم ہے(۱)(۲)(۳) نکاح لازم اور واجب نہیں۔(۴) نکاح کا قاضی کے یہاں درج کیا جانا بھی لازم نہیں۔ نکاح کی شہرت دینا مستحسن ہے لیکن صحت نکاح کے لئے صرف دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہو جانا کافی ہے۔(۵) لڑکی کو کوئی ہدیہ یا مہر کا جز حصہ نکاح کے وقت دے دینا مستحسن ہے۔(۶) مگر نکاح کی صحت اس پر موقوف نہیں۔ اگر لڑکی بالغہ ہے تو وہ ولی اجازت کی محتاج نہیں۔ یعنی اگر وہ خود اپنا نکاح کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۷) بشرطیکہ نکاح غیر کفو میں نہ کیا ہو(۸) اگر لڑکی اور لڑکا ایک مقام پر نہ ہوں اور تحریری ایجاب و قبول کرنا ضروری ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔(۹) لیکن بہتر ہے کہ لڑکی کا کوئی وکیل لڑکے کے جائے قیام پر آجائے یا لڑکے کا وکیل لڑکی کے جائے قیام پر چلا جائے۔

(۱) النکاح ینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الآخر (الدر المختار، ۳/۹، سعید)
(۲) یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغا عاقلا سواء کان حرا او عبدا طائعا او مکرها (الهندیة، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه، ۱/۳۵۳، ماجدیة)
(۳) ومنها (ای من شرائطها) ان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس بان کانا حاضرین فاوجب احدهما فقام الآخر عن المجلس او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد (الهندیة، کتاب النکاح، ۱/۲۶۹، ماجدیة)
(۴) ویندب اعلانه وتقدیم خطبة. (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/۸، سعید)
(۵) وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین معا (الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/۲۲، سعید)
(۶) ومنها ما یدفع بعد الدخول کالإزار والخف والمکعب وثواب الحمام، وعنده مالوية مسألة المشروط عرفا (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، ۳/۱۳۰، سعید) (۷) نفذ نکاح حرة مکلفة بلارضا ولی (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/۵۶، سعید)
(۸) وله ای للولی الاعتراض فی غیر الکفو، فیفسخه القاضی (ایضاً)
(۹) ولا بکتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما فی الکتاب مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین (الدر المختار) وفی الفتح قال ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب (رد المحتار، کتاب النکاح، ۳/۱۲، سعید)

ں کے ذریعے سے ایجاب و قبول ایک مجلس میں کرلیا جائے اگر توکیل کی صورت نہ ہو سکے تو لڑکا ایک کاغذ پر
ت لکھے کہ میں فلاں بن فلاں ساکن مقام فلاں نے تم فلانہ بنت فلاں ساکنہ فلاں کو بعوض اتنے مہر کے اپنے نکاح
لیا۔ یہ تحریر جب عورت کے پاس پہنچے تو وہ اس کو دو گواہوں کے سامنے پڑھے اور ان کو بتلائے کہ فلاں شخص نے
سے نکاح کرنے کے لئے مجھے یہ لکھا ہے اور ایجاب کی عبارت ان کو پڑھ کر سنائے اور پھر کہے کہ میں نے قبول
(۱) یعنی گواہ ایک مجلس میں ایجاب و قبول دونوں سن لیں۔ اس صورت میں نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (۲) اس کے بعد
ت میں ثبوت نکاح کا معاملہ وہ علیحدہ ہے اس کے لئے قانونی ضروریات مہیا کرنی ہوں گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ی کو خفیہ رکھنا کیسا ہے؟

ال) زید ایک معزز اور شریف آدمی ہے- آٹھ دس سال سے شادی شدہ ہے۔ صاحب اولاد بھی ہے مگر کچھ عرصے
حق زوجیت ادا نہیں کر سکتا۔ کسی بیماری کی وجہ سے وہ اس فعل سے معذور ہے- گو وہ نان و نفقہ اور دیگر آسائش کا
ن مہیا کر سکتا ہے- زید اپنی عورت کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے طلاق دے کر عقد ثانی کی اجازت دینا چاہتا ہے
ونکہ وہ ذی عزت شخص ہے لہذا وہ اس معاملے کو پردے میں رکھ کر کرنا چاہتا ہے- زید کی دلی منشایہ ہے کہ عورت کا
ثانی بھی ہو جائے اور عورت اسی کے گھر میں رہے اور بچوں کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہے اور اس معاملے کو ماسوائے
پڑھانے والے کے اور شاہدوں کے اور کسی کو علم نہ ہو اور بکر جس سے عقد ہو وہ بھی ان کے ہمراہ رہے۔ اس بارے
علماء دین متین کا کیا خیال ہے اور کیا فتویٰ ہے- کیا ایسا عقد جائز ہو سکتا ہے اور جو اولاد بعد میں ہو گی وہ ٹھیک ہو گی؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۴ معراج الدین صاحب (رڑکی) ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ، م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

اب ۴۸۳) زوجین یا ان کے وکیلوں کے علاوہ دو شاہدوں کے سامنے ایجاب و قبول ہونا صحت نکاح کے لئے کافی
نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۳) لیکن انعقاد نکاح کے بعد وہ عورت منکوحۃ الغیر ہونے کی وجہ سے زید کے پاس خلوت
رہ سکے گی۔ (۴) کیونکہ اجنبیہ اور منکوحۃ الغیر ہو گی اور بکر زوج ثانی کے لئے اس سے ازدواج کے تعلقات کرنے
ہوں گے۔ اولاد بھی بکر کی ہو گی۔ زید طلاق دے کر اور عدت گزر جانے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرا سکتا
(۵) مگر اس کو اس طرح مخفی رکھنا کہ لوگ زید کی بیوی ہی سمجھتے رہیں (۶) اخلاقاً اور شرعاً اور نتیجتاً خطرناک ہے- (۷)

فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بانه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته : ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود
. عليهم وقالت زوجت نفسي منه، اوتقول ان فلانا كتب الي يخطبني فاشهدوا انى زوجت نفسي منه (ردالمحتار كتاب
ح، ۱۲/۳، سعيد)
ارسل اليها رسولاً اوكتب اليها بذلك فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقراءة الكتاب جاز (اتحاد المجلس
ية، كتاب النكاح، الباب الاول، ۲۶۹/۱ ،ماجدية)
نكاح ينعقد بايجاب من احدهما وقبول من الآخر (الدرالمختار، كتاب النكاح، ۹/۳، سعيد)
عن ابن عباس عن النبي صلى لله عليه وسلم قال : لايخلون رجل بامراة الامع ذى رحم محرم (صحيح البخارى،
النكاح، باب لايخلون رجل بامراة، ۷۸۷/۲، قديمى)
اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن (البقرة : ۲۳۲)
ن عائشة قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اعلنوا هذا النكاح واجعلوهن فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف
الترمذى، ابواب النكاح، باب ماجاء فى اعلان النكاح، ۲۰۷/۱، سعيد)
ن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: لايخلون رجل بامراة الاكان ثالثها الشيطان (جامع الترمذى، ابواب الرضاع، ۲۲۱/۱، سعيد)

عورت زنا کا تقاضا کرے تو اس کو پورا کرنا حرام ہے

(سوال) ایک عورت بالکل جوان ہے۔ خاوند اس کا نہایت کمزور ہے۔ اب یہ عورت کسی ہم عمر شخص سے صحبت کرنا چاہتی ہے۔ اور نہایت عاجزی سے سوال کرتی ہے اور اپنی زبان سے اپنا نفس بھی اس شخص کو بخشتی ہے۔ اس عورت کا سوال پورا کرنا چاہئے یا رد کرنا چاہئے۔ ایک عالم فرماتے ہیں کہ جب انسان کو سوال پورا کرنے کی توفیق ہے تو سوال پورا کر دے۔ المستفتی نمبر ۱۴۳۶ چودھری خیر الدین صاحب (ضلع انبالہ) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

(جواب ٤٨٤) جو عورت کسی کی منکوحہ ہے اور اپنے خاوند کے سوا کسی دوسرے شخص سے خواہش نفسانی پورا کرنے کا سوال کرتی ہے تو یہ سوال بھی حرام اور اس کو پورا کرنا بھی حرام ہے۔(۱) سوال وہی پورا کرنا جائز ہے جو سوال جائز ہے اور اس کو پورا کرنے میں کوئی گناہ نہ ہوتا ہو۔(۲)　　فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

عورت کو اغواء کر کے لونڈی بنانا

(سوال) ایک مرد مسلمان نے ایک ہندو عورت کو اس کے مرد سے چھڑا کر اپنے گھر میں لونڈی بنا کر رکھ لیا ہے اور اس سے ہمبستر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی کیساتھ صحبت جائز ہے اور نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے۔ لہذا ایسے شخص کے لئے پیشوائے امت کا کیا حکم ہے؟ اور باندی کس عورت کو کہیں گے اور کتنی حیثیت کے لئے باندی جائز ہو سکتی ہے اور کہاں کے لئے اور کس ملک کے لئے باندی کا حکم ہے۔ اگر کوئی ناجائز فعل کرے اور کہے کہ یہ جائز ہے تو ایسے شخص کو کیا کیا جاوے؟ المستفتی نمبر ۱۵۳۴ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (گنجام) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

(جواب ٤٨٥) ہندوستان میں صحیح شرعی طریق پر باندی نہیں مل سکتی۔ کسی ہندو کی بیوی کو اس کے شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور اس کو باندی سمجھنا جائز نہیں۔ اگر وہ عورت مسلمان ہو گئی ہو اور اس کے خاوند نے مسلمان ہونا قبول نہ کیا ہو اور عدت گزر گئی ہو تو پھر کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔(۳) بغیر نکاح اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور جو شخص ایسی عورت رکھے اور اس کو حلال سمجھے وہ سخت فاسق اور گناہ گار ہے۔(۴) بلکہ ایمان جاتے رہنے کا قوی خطرہ(۵) ہے۔　　فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

مسلمان پر کفار کی گواہی معتبر نہیں

(سوال) ایک عورت کافرہ جو کہ ایمان لائی ہے اور اسلام پر آئی ہے اور پھر اس نے کسی مسلمان کے ساتھ نکاح شرعی کر لیا ہے۔ دوسرے روز اس عورت کا بھائی آیا اور اس سے دو آدمیوں نے پوچھا کہ تو کس کام کے لئے آیا ہے؟ اس نے

---

(۱) عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکره مالم یومر بمعصیة، فان امر بمعصیة فلا سمع علیه ولا طاعة (جامع الترمذی، ابواب الجهاد، باب ماجاء، لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ۱/۳۰۰، سعید)
قال تعالی: ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلاً (سورة بنی اسرائیل : ۳۲)
(۲) ماحرم فعله حرم طلبه (قواعد الفقه، ص ۱۱۵، رقم القاعدة: ۲۹۲، الصدف پبلشرز)
(۳) وانکحوا الایامی منکم (النور ۳۲)
(٤) ومن یتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون (البقرة : ۲۲۹)
(۵) ومنها ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة (شرح فقه الاکبر لعلی القاری ۱/۲۲۵، بیروت)

کہا کہ میری بہن پیر سکندر سے نکل کر موضع مسایا کامیں چلی آئی ہے - میں اس کو لے جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کنواری ہے یا شادی شدہ ہے ؟ اس نے کہا کنواری ہے شادی شدہ نہیں ہے، منگنی ہوئی بھی نہیں۔ اور پھر تیسرے روز اس عورت کا باپ آیا اس نے بھی اسی طرح کہا۔ جب دس دن گذرے تو ایک شخص جوگی آیا۔ اس نے کہا کہ یہ عورت میری ہے اور اس کا منڈوا میرے ساتھ پڑھا ہے اور میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں اور اس کا بھائی بھی مسلمان ہو گیا ہے - یہ عورت مجھے دے دو اور اس جوگی نے منڈوے کے گواہ بھی بنا لئے اور اس کے کنواری ہونے کے گواہ بھی موجود ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بستی لال بیگ میں بصدارت پیر گلاب علی صاحب ذیلدار بستی لال بیگ و خان محمد خان ذیلدار بستی دلاور اجتماع ہوا اور مجلس عام میں اس جوگی دیندار سے جو مدعی تھا پوچھا گیا کہ تیرا منڈوا کس وقت اور کس طرح اور کس نے پڑھا ہے ؟ اس نے کہا کہ میرا منڈوا اور شادی پیشی کے وقت پھر کہا نہیں دیگر اور پھر کہا غروب کے وقت ہوا ہے اور جنڈی کے چوفیر ہم پھرے ہیں اور منڈوے پڑھنے والے مسمی مولچند نے کہا کہ پھیرے لے لو جس طرح تمہارے ماں اور باپ نے لئے ہیں اور پیو دلوانے لئے ہیں۔ پس اس کے بعد عورت سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں کنواری ہوں یہ میرا خاوند نہیں۔ مدعی کاذب ہے بلکہ میری بھانجی کا خاوند ہے۔ میرا اچتر ہے، میں اس کی ساس ہوں۔ پس میں نے صدق اور صفائی دل سے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا ہے - میں اس گیدڑ اور گوہ اور سانپ کھانے والوں کے ساتھ ہرگز نہیں جاتی ہوں۔ اور یہ ہندو نئی مسلمان ہوا ہے اور انہوں نے جھوٹے دعوے مسلمانی کے بعد گوہ اور نیولا وغیرہ کا شکار کیا جس کے گواہ مجمع میں موجود تھے۔ المختصر دونوں طرف سے گواہ بھگت گئے۔ عورت کے کنواری ہونے کے تمام گواہ مسلمان ہیں اور اس مدعی کے گواہ دو مسلمان اور باقی کافر جوگی ہیں۔ ایک مسلمان نے گواہی دی کہ اس شخص کی شادی اور منڈوا دیگر کے وقت ہوا ہے۔ میں نے دیکھا لانوائی پھیرا لیتے ہیں لیکن میں نے عورت کو پہچانا نہیں کہ کونسی عورت ہے اور کس نے منڈوا پڑھا ہے اور دوسرے گواہ مسلمان نے کہا۔ اس کی شادی اور منڈوا موضوع جو سرال میں شام کے وقت ہوئی ہے - مگر میں نے عورتوں کو پہچانا نہیں کہ منہ پر نقاب تھا اور پھر باقی جو کافر گواہ تھے انہوں نے بھی اسی طرح مختلف طور پر شہادت دی۔ کسی نے کہا کہ دیگر کے وقت اور کسی نے کہا شام کے وقت اور کسی نے عشاء کے وقت۔ کیا اس شخص کا دعویٰ عند الشرع درست ہے یا نہیں اور اس کا اسلام معتبر ہے یا نہیں اور اس کے منڈوے کے گواہوں کے مطابق منڈوے کو نکاح سمجھا جائے یا نہیں اور گواہی معتبر ہے یا نہیں اور عورت واپس کی جائے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۰۳ نور احمد صاحب ضلع منٹگمری ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

(جواب ٤٨٦) کافروں کی گواہی تو بالکل غیر معتبر ہے (۱) اور مسلمانوں کی گواہی بھی اس لئے قابل قبول نہیں کہ دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے عورت کو نہیں پہچانا اور جب عورت کے باپ اور بھائی کا بیان موجود ہے کہ عورت کنواری ہے اور منڈوے کے گواہوں کے بیان بھی مختلف ہیں۔ کوئی دوپہر کا وقت بتاتا ہے، کوئی شام کا اور کوئی عشاء کے بعد کا، تو یہ گواہیاں سب ناقابل اعتبار ہیں۔ (۲) اور عورت کا اس کے باپ بھائی کا بیان معتبر قرار دیا جائے گا اور عورت کنواری

(۱) لاتقبل شهادة كافر على مسلم (الدر المختار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، ٥/٤٧٥، سعيد)
(۲) وكذا تجب مطابقة الشهادتين لفظا ومعنا بطريق الوضع (الدر المختار، كتاب الشهادات، باب الاختلاف في الشهادة، ٥/٤٩٣، سعيد)

قرار دی جائے گی اور اس کا نکاح مسلمان کے ساتھ جو ہوا ہے وہ قائم رکھا جائے گا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح سے قبل عورت کو حرام کیا اور اس سے شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے؟

(سوال) زید نے قبل از نکاح خود ایام مختلفہ میں مندرجہ ذیل جملے اپنے نکاح کے متعلق کہے ہیں اور اس کی ان مختلف تحریرات میں جو اس نے آمنہ کو دی تھیں منجملہ مختلف اقوال کے یہ اقوال بھی اپنے نکاح کے بارے میں تحریر ہیں۔ (۱) عائشہ مجھ پر حرام ہے۔ (۲) عائشہ سے کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (۳) میں عائشہ سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔ (۴) اگر میں نے عائشہ سے نکاح کیا تو مجھ پر حرام ہے۔ (۵) عائشہ اور باقی سب عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔ (۶) عائشہ مجھ پر بلفظ کلی حرام ہے۔ (۷) خدا کی قسم میں عائشہ سے شادی نہیں کروں گا۔ (۸) عائشہ بنت عمرو مجھ پر بمنزلہ بھائی کے ہے یا بہن کے ہے۔ (۹) آمنہ آپ کے سوا مجھ پر عائشہ اور باقی سب عورتیں حرام ہیں۔ جملہ نمبر ۵ اور نمبر ۶ میں زید کو شک ہے کہ یہ دو جملے اس کے منہ سے نکلے ہیں یا نہیں؟

(۱) اب قابل استفسار یہ ہے کہ وہ عائشہ سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) وہ عائشہ بنت عمرو سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) کیا وہ کسی اور سے شادی کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو کیونکر؟ (۴) قسم واقع ہوئی ہے یا نہیں، بصورت اثبات کونسی قسم واقع ہوئی ہے؟ (۵) کیا شرع شریف اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ چار و ناچار آمنہ سے وہ تحریرات لاکر رفع شک کرتے ہوئے قاضی کے سامنے پیش کرے۔ اس صورت میں جب کہ اس کا آمنہ کے پاس جانے اور تحقیق کرنے میں ہزاروں مفاسد کا فتح باب ہو تو اب اس صورت میں کیا یہاں زید کے لئے کوئی صورت از روئے شریعت مطہرہ نکل سکتی ہے کہ نہ تو اسے آمنہ کے پاس برائے مطالبہ تحریرات خود جانا پڑے اور نہ فتح باب مفاسد ہو اور اس کے لئے کسی طریقے سے شادی کرنا جائز ہو جائے۔ نیز اس کے لئے وہ شادی جمیع مخالفت شرعیہ جالیہ و مستقبلہ سے مبرا ہو جائے اور پھر اگر کسی وقت اس کی عائشہ سے شادی ہو جانے کے بعد اسے وہ تحریرات مل گئیں اور اس میں لفظ کلی وغیرہ لکھا تھا تو اس صورت میں اس کی شادی مفسوخ و فسخ نہ ہو جائے کوئی ایسی صورت نکال دیجئے۔

(المستفتی نمبر ۱۸۲۹، محمد اسماعیل خانقاہ شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

۲۸ رجب ۱۳۵۶ھ م ۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۸۵) فقرہ نمبر ۵ اور ۶ جن کے زبان سے نکلنے میں ہی شک ہے اس کو نظر انداز کر دینا چاہئے۔ یعنی زید پر اس عمل میں ان کا لحاظ کرنا لازم نہیں۔(۲) لیکن اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نکل آئے یا گواہوں سے اس کا تلفظ زید کی زبان سے ثابت ہو گیا تو پھر اس کے موافق حکم لازم ہو گا۔(۳) فقرہ نمبر ۱ وغیرہ و نمبر ۹ اس حال میں کہے گئے ہیں کہ صرف آمنہ زید کے نکاح میں ہے اور عائشہ اور کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں ہے۔ پس یہ فقرہ جملہ خبریہ صادقہ

---

(۱) وانکحوا الایامی منکم (النور: ۳۲)
وفی الخانیۃ: رجلان ادعیا نکاح امرأۃ وان اقام کل واحد منہما البینۃ اہمالہ وکانت فی ید احدہما یقضی بہا لصاحب الید (الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب النکاح، فصل فی دعوی النکاح، ۱/۴۰۵، ماجدیۃ)
(۲) الیقین لا یزول بالشک (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثالثۃ، ۱/۱۹۳، ادارۃ القرآن)
(۳) فان وجد الشرط وہی فی ملکہ انحلت الیمین ووقع الطلاق لانہ وجد الشرط والمحل قابل للجزاء فینزل الجزاء ولا تبقی الیمین (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق، ۲/۵۴، امدادیۃ)

ہے اس کا کوئی اثر اس پر نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر زید اقرار کرے کہ اس کا مقصد اس سے یمین تھی تو اس کے اقرار سے یمین ہو جائے گی۔(۱) فقرہ نمبر ٦ جس میں لفظ کلما کا مدخول نہیں، وہ بھی بیکار ہے۔ فقرہ نمبر ۷ یمین منعقدہ ہے۔ اگر عائشہ سے نکاح کیا تو کفارہ یمین دینا ہوگا۔(۲) اور فقرہ نمبر ۸ بھی جملہ خبریہ صادق ہے۔ اس کا اس پر کوئی اثر نہیں۔(۳) اور فقرہ نمبر ۲ و ۳ کا بھی کوئی اثر نہ ہوگا کہ یہ اقرار کی خلاف ورزی ہے۔

پس زید عائشہ سے اور کسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن عائشہ سے شادی کرنے کی صورت میں فقرہ نمبر ۷ کے موجب قطعاً اور فقرہ نمبر ۱، ۵، ۹ کے موجب بصورت اقرار یمین کفارہ دینا ہوگا۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

قاضی کا وقتی طور پر طلاق نامہ لکھوانے کے بعد نکاح پڑھانا کیسا ہے ؟

(سوال) زید ایک عورت بہرے اپنے ہمراہ اپنی جائے سکونت پر لایا اور تقریباً دو سال تک اپنے گھر میں رکھا۔ جس کی عمر تقریباً اس وقت گیارہ سال کی تھی۔ کوئی قابل وقعت شہادت اس امر کی نہیں ہے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ باہر نکاح کیا تھا۔ بعد ازاں اس کو مطلقہ قرار دے کر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ قاضی نکاح خواں نے بوقت نکاح خوانی یہ سوال اٹھایا کہ تاوقتیکہ میرے سامنے کوئی تحریری ثبوت اس بات کا پیش نہیں کیا جائے کہ فی الواقع زید نے عورت کو طلاق دی ہے اور ایام عدت پورے ہو چکے ہیں میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔ اس کے جواب میں زید نے بتایا کہ میں نے اس کو بطور لڑکی کے رکھا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ میری خادمہ ہے۔ لیکن قاضی نے خوف اپنی سبکدوشی کے لئے تحریر کا ہونا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اسی وقت طلاق نامہ لکھا گیا جس میں تقریباً چھ ماہ گزشتہ کی تاریخ لکھی گئی۔ جب گواہوں نے دستخط کر دیئے باوجود اس کا علم ہونے کے کہ طلاق نامہ ابھی درج تحریر ہوا ہے قاضی نے نکاح پڑھا دیا۔ (۱) کیا یہ نکاح جائز ہے ؟ (۲) قاضی اور زید و گواہان کے لئے بصورت ناجائز ہونے کے کیا حکم ہے ؟ اور اس کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۵۳ نظیر احمد خاں (روہتک)

۲۹ رجب ۱۳۵٦ھ م ۵ اکتوبر ۱۹۳٦ء

(جواب ٤۸۸) یہ کارروائی تو غلط اور مصنوعی تھی مگر قاضی نے اگر اس علم پر نکاح پڑھایا ہو کہ یہ عورت منکوحہ نہیں تھی اور تحریر طلاق نامہ محض قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے ہو تو قاضی مجرم نہ ہوگا۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) سئل ابوبکر عمن قال : هذه الخمر علي حرام ثم شربها والمختار للفتوى انه ان اراد به التحريم وجب الكفارة وان اراد الاخبار او لم يكن له نية لاتجب الكفارة (الهندية، باب مايكون يمينا، ۲/ ۵٦، ماجدية)

(۲) واليمين المنعقدة هي الحلف على الامر المستقبل ان يفعله اولا يفعله فاذا حنث في ذلك لزمته الكفارة (الجوهرة النيرة، كتاب الايمان، ۲/ ۲٤۷، امدادية)

(۳) سئل ابوبكر عمن قال : هذه الخمر علي حرام ثم شربها والمختار للفتوى انه ان اراد به التحريم وجب الكفارة وان اراد الاخبار او لم تكن له نية لاتجب الكفارة (الهندية، باب مايكون يمينا، ۲/ ۵٦، ماجدية)

(٤) والمنعقدة مايحلف على امر المستقبل ان يفعله اولايفعله، واذا حنث في ذلك لزمته الكفارة (الهداية، كتاب الايمان، ۲/ ٤۷۸، شركة علمية)

(۵) المطلقة الثلاث اذا قالت للزوج الاول قد انقضت عدتي وتزوجت بزوج آخر ودخل بي وطلقني وانقضت عدتي ان كانت المدة تحتمل ذلك ووقع عنده انها صادقة حل للزوج الاول ان يتزوجها (الخانية على هامش الهندية، ۱/ ۳٦۷، ماجدية)

شوہر بیوی کی رخصتی پر تیار نہیں، کیا نکاح فسخ کرلیا جاسکتا ہے؟

(سوال) ہندہ منکوحہ کئی سال سے اپنے گھر بیٹھی ہے۔ اس کا شوہر جو شرعاً بعد عقد ہوا ہے کسی شہر میں گوشہ نشین بنا بیٹھا ہے۔ جب رخصتی کا خط اس کے پاس جاتا ہے تو تاریخ مقررہ میں نہیں آتا بلکہ خود تاریخ معین کرتا ہے اور اس میں بھی نہیں آتا۔ ہم لوگ برابر منتظر رہے کہ آئے اور شادی ہو مگر کئی تاریخیں ٹل گئی ہیں۔ اور یہ قصہ اب کا ہے، ورنہ اس سے قبل جب نکاح ہوا تھا دونوں یعنی ہندہ اور اس کا شوہر بالغ اور بالغہ تھے۔ ماں باپ کی خوشی پر بچے نے ایجاب و قبول کیا تھا۔ اور باپ کی قدرت سے باہر ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ میرے کچھ اختیارات ان پر ہیں رخصت کیونکر ہوگی اور بچی غریب کا کیا حال ہوگا۔ کچھ شرعی طریقہ ایسا فرمایئے یا ایسا حکم خاص صادر فرمادیں جس سے بچی ہندہ کی داد رسی ہوسکے۔ آپ حقیقت میں شرعی حاکم ہیں۔ اگر مناسب سمجھیں تو اس قسم کے جوابات الجمعیۃ کے احکام و حوادث میں شائع فرمادیں۔

المستفتی نمبر ۱۹۲۷ شاہ فضیلت الرحمن صاحب (مونگیر) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۸۹) اگر عورت کے لئے گزارے اور حفظ عصمت کی کوئی صورت نہیں ہے اور خاوند ان امور کی پرواہ نہیں کرتا تو عورت کو حق ہے کہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرائے اور پھر عدت گزار کر دوسرا نکاح کرے۔(۱)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

غلطی سے منکوحہ کا نکاح پڑھانے والا معذور ہے

(سوال) سہواً یا خطاً منکوحہ عورت کا دوسرے شخص سے نکاح کیا گیا۔ کیا نکاح خواں اور گواہان پر کوئی تعزیر شرعی ہے یا نہیں۔ بصورت ثانی جو یہ کہے کہ مذکورین اشخاص کا نکاح فاسد ہوگیا کیا اس قول کے قائل پر کوئی سزا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۳۳ بائی ولد عبدل (فیروزپور) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۰) منکوحہ عورت کا دوسرا نکاح پڑھ دینا اگر دیدہ و دانستہ ہو تو موجب فسق ہے۔(۲) اور اگر پڑھانے والے اور گواہوں کو اس بات کا علم نہ ہو تو وہ معذور ہیں۔　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دوسرے کی بیوی کو رکھنا حرام ہے

(سوال) دو بھائی ہیں۔ بڑے بھائی کی نکاحی کو چھوٹے بھائی نے بے طلاق دیئے ہوئے رکھ لیا ہے۔ اس پر کیا کفارہ ہے؟　　　المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد صاحب اعظم گڑھ۔ ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ م ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۱) بے طلاق کے منکوحہ غیر کو رکھ لینا سخت گناہ ہے۔(۳) خواہ بھائی کی منکوحہ ہو یا کسی اور شخص کی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) حنفیہ کے ہاں ایسی صورت میں نکاح فسخ نہیں کیا جاسکتا البتہ متاخرین احناف نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی شافعی المسلک سے نکاح فسخ کرانے کی اجازت دی ہے۔
وأصحابنا لما شاهدوا الضرورة في التفريق، استحسنوا أن ينصب القاضي نائب شافعي المذهب يفرق بينهما (شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۲ / ۱۵۲، سعيد)
(۲) ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب. (المائدة: ۲)
(۳) والمحصنات من النساء (النساء: ۲۴)
وفي الهندية: لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، ۱ / ۲۸۰، ماجدية)

(۱) مسلمان ہونے کے بعد عورت پر عدت لازمی ہے یا نہیں ؟
(۲) شرعی سزا کے بغیر زانی اور زانیہ کا آپس میں نکاح
(۳) پہلی بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح صحیح نہیں
(۴) حاملہ سے نکاح

(سوال) (۱) ایک ہندو عورت کو ایک مسلمان کے تصرف میں آئے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو گیا۔ اب شخص مذکور عورت داشتہ کو مسلمان ہو کر نکاح کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ موصوف مذکورہ کو قبول اسلام کے بعد شرعی قید عدت ضروری ہے۔ قید عدت کے بغیر نکاح ہو گیا تو وہ نکاح کیا ہوگا ؟
(۲) ایک ہندو عورت شرف اسلام کے بعد کسی مسلمان سے ناجائز تعلقات ایک عرصے سے برقرار رکھتی ہے۔ لہذا اب دونوں کا نکاح کونسی شرعی سزا کے بعد درست تسلیم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ گزارش میں یہ بھی مطلوب ہے کہ بغیر شرعی سزا نکاح مذکورہ کیسا ہوگا ؟
(۳) زید ایک شادی شدہ مسلمان ہے۔ زید کی عورت ماجدہ صحت آفرین صورت اور قابل تحسین سیرت رکھتی ہے۔ حیف کہ زید وساوس شیطانی سے مغلوب ہو کر ہوس نفس کی خاطر ایک ہندو عورت کو مسلمان ہونے کی ترغیب دے کر اور مسلمان بنا کر اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے۔ یہ بھی واضح خاطر ہو کہ زید مذکور یعنی زید کا نکاح وقوع پذیر ہونے کے بعد زید کی پہلی عورت کے اور اس سے وابستہ رشتہ داروں کے ارمانوں کا خون ہونے کا نہایت اندیشہ ہے۔ لہذا زمانہ حال کے ایک نفس پرست طبقہ پر نظر عنایت فرما کر شرعی نقطہ نظر سے فیصلہ مرحمت ہو کہ زید کے اس نکاح کے معاملہ میں ہم مسلمان تائید کریں یا تردید ؟
(۴) ایک مسلمان عورت کی نسبت یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ وہ حاملہ ہے اور اس حالت میں ایک مسلمان اس کو منکوحہ بنانا چاہتا ہے۔ الغرض ان دونوں کا نکاح شرعاً کیسا ہوگا ؟ اس معاملے میں ایک مسلم جماعت افواہ مذکور کی تحقیق کے بغیر ان دونوں کا نکاح کر دے تو شریعت اسلامی اس جماعت کو کیا کہے گی ؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۳ منشی سید الطاف حسین صاحب (ضلع کھنڈوہ) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۲) (۱) ہندو عورت شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر موجود ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے بعد عدت گزرانی ہوگی۔ عدت کے بعد وہ نکاح کر سکے گی۔(۱) اور اگر غیر شادی شدہ یا بیوہ ہے تو مسلمان ہونے کے بعد اس سے فوراً نکاح ہو سکے گا۔(۲)
(۲) شرعی سزا جاری کرنے کا مسلمانوں کو اختیار اور طاقت نہیں۔ عورت مرد دونوں گناہ گار ہیں لیکن اگر وہ آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان کا نکاح آپس میں جائز ہے۔(۳)
(۳) جہاں تک ممکن ہو زید کو سمجھا کر اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اگر وہ کسی طرح نہ مانے

(۱) وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب وزوجها كافر ... لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها (الهداية، باب نكاح أهل الشرك، ۲ / ۳۴۷، شركة علمية) (۲) وأحل لكم ما وراء ذلكم (النساء : ۲۴)
(۳) وفي مجموع النوازل : إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل وله أن يطأها عند الكل (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، ۱ / ۲۸۰، ماجدية)

تو پھر دوسری زوجہ کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے پر اس کو مجبور کیا جائے اور اگر وہ پہلی بیوی کے ساتھ بد سلوکی کرے تو اس کو جبر انصاف کی طرف لایا جائے ۔(۱)

(۴) اگر وہ عورت معتدہ ہو یعنی طلاق یا موت کی عدت نہ گزار رہی ہو تو اس حاملہ کا نکاح جائز ہے ۔(۲)

بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنے والوں کے ہاں بیٹی کا عقد کرنا کیسا ہے ؟

(سوال) ایک موضع کے مسلمان بیوہ کی شادی کو بہت معیوب سمجھتے ہیں اور اس پر انہیں ضد اور اصرار بھی ہے ۔ بعض بیوائیں مجبور ہو کر بدچلن ہو کر فرار بھی ہو گئیں ۔ مگر انہیں اس رسم کی پابندی کے آگے سب کچھ گوارا ہے تو ایسے گاؤں میں اس خیال کے مسلمانوں کو اپنی بیٹی دینا درست ہے یا ناجائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۵ مسلمانان موری ڈاکخانہ (میرٹھ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۳) بیوہ عورتوں کی دوسری شادی کو معیوب سمجھنا بڑا سخت گناہ اور ظلم عظیم ہے ۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے بیوہ عورتوں کے نکاح کر دینے کی بہت ترغیب دی اور تاکید ہے ۔(۳) ہمارے آقا سرتاج پیغمبران جناب رسول کریم ﷺ نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام نکاح بیواؤں کے ساتھ ہی کئے ۔ بیوگی کی وجہ سے اور دوسرا نکاح معیوب سمجھ کر نہ کرنے کی حالت میں جو بیوائیں گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں اس کا وبال اور گناہ ان لوگوں کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے جو نکاح بیوگان کو عیب سمجھتے ہیں اور بیوگان کو نکاح کرنے نہیں دیتے ہیں ۔ اگر مسلمان ایسے لوگوں سے زجراً مقاطعہ کر لیں اور اپنی بیٹیاں ان کو نہ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔(۱) واللہ عندہ حسن الثواب لمن تاب واناب ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

شوہر کے گھر سے جانا طلاق نہیں

(سوال) عرصہ پانچ چھ سال سے حفیظ اللہ کا تعلق ایک مسماۃ صغریٰ سے ہو گیا ۔ صغریٰ زوجہ ایک دوسرے شخص کی ہے ۔ صغریٰ کے شوہر نے یہ کہا کہ جب صغریٰ اس کے مکان سے بلا اجازت و رضامندی چلی گئی اور حفیظ اللہ کے یہاں رہنے لگی تو صغریٰ اس کے نکاح سے باہر ہو گئی ۔ لیکن صغریٰ کا شوہر صغریٰ کو فارغ کر دینے پر راضی نہیں ہے ۔ حفیظ اللہ کے ایک لڑکی صغریٰ کے بطن سے پیدا ہوئی ہے جس کی عمر چھ ماہ ہے حفیظ اللہ صغریٰ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے ۔ امر قابل دریافت یہ ہے کہ آیا حفیظ اللہ کا نکاح از روئے شرع صغریٰ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۱۲۲ نصیر خاں (جھانسی) ۱۴ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۴) صغریٰ ابھی تک اپنے شوہر کی منکوحہ ہے ۔ شوہر کے گھر سے چلے آنے کی وجہ سے اور حفیظ اللہ کے گھر رہنے اور لڑکی پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کا نکاح باطل نہیں ہوا اور جب تک کہ صغریٰ اپنے شوہر سے

(۱) عن حذیفۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لاتکونوا امعۃ تقولون ان احسن الناس احسنا وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساؤا فلا تظلموا (جامع الترمذی ، ابواب البر والصلۃ ، باب ماجاء فی الاحسان والعفو ، ۲۱/۲ ، سعید)

(۲) وصح نکاح حبلی من زنا (الدرالمختار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ۴۸/۳ ، سعید)

(۳) وانکحوا الایامی منکم (النور : ۳۲) قال ابن کثیر فی تفسیرہ : والایامی جمع ایم ویقال ذلک للمرأۃ التی لازوج لہا وللرجل الذی لا زوجۃ لہ سواء قد تزوج ثم فارق او لم یتزوج واحد منہما (تفسیر ابن کثیر ، ۲۸۶/۳ ، سہیل اکیڈمی)

(۴) فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (الانعام : ۶۸)

طلاق حاصل نہ کرے یا کوئی مسلمان حاکم کسی شرعی وجہ پر فسخ نکاح کا فیصلہ نہ کردے اس وقت تک حفیظ اللہ صغریٰ کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔(۱) اس پر لازم ہے کہ فوراً صغریٰ کو اپنے پاس سے علیحدہ کردے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دوسرے کی بیوی کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے

(سوال) ہم ایک باپ کے تین بیٹے ہیں۔ بڑے کا نام بہادر تھا اس سے چھوٹا علی بہادر اور سب سے چھوٹا میں خاکسار حشمت علی جو کہ فی الحال برما شیل کمپنی میں موٹر ڈرائیوری پر ملازم اور آپ سے فتویٰ کا خواستگار ہوں۔ میری شادی سن ۱۹۱۸ء میں بمقام پونچھی سید جان کے ساتھ ہوئی۔ ہمارے گھر سے پونچھی تک ۲۴ میل ہے۔ یہ بات بچے بچے کو معلوم ہے کہ میں برات لے کر وہاں گیا۔ شادی کیا اور ڈولی میں ڈال کر گھر کو لے گیا۔ اس کا ثبوت رجسٹر ڈ بھی ہے۔ اس پر میرا اور سید جان دونوں کا نام درج ہے۔ وہ عرصہ تین سال میرے پاس موجود رہی۔ اس کے بعد میں اس کو والدہ کے پاس چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں چلا آیا۔ کیونکہ مجھ کو شادی کا قرضہ ادا کرنا تھا۔ تین سال کے بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہمارے حقیقی بھائی منجھلے مسمی علی بہادر نے میری عورت کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے اور زبردستی گھر میں رکھ لیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ میں اپنی قوم میں منہ دکھا نہیں سکتا۔ تھوڑے عرصے کے بعد جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے دو تین رجسٹری سرکار کی طرف کی لیکن کچھ فیصلہ نہیں ہوا کیونکہ وہ ملک جندوراج کا ہے۔ علی بہادر نے ایک جعلی کاغذ بنا لیا ہے۔ میرے نکاح سے آگے کا نکاح موجود کرتا ہے جس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ وہاں کے مولوی کے پاس جو رجسٹر ہے اس میں ابھی تک نکاح علی بہادر صاحب درج نہیں ہوا کیونکہ وہ مولوی ڈرتا ہے۔ اس سے اس کے تین چار بچے بھی پیدا ہوئے۔

المستفتی نمبر ۲۱۲۴ حشمت علی خاں (ضلع ناسک) ۱۴ شوال سن ۱۳۵۶ھ م ۱۸ دسمبر سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۹۵) اگر تمہارے بھائی علی بہادر کا نکاح اس سے نہیں ہوا تھا اور مسماۃ سید جان تمہاری منکوحہ ہے اور علی بہادر نے جعلی کاغذ نکاح کا بنالیا ہے تو علی بہادر سخت گنہگار اور مجرم ہے اور اس کو سید جان کے ساتھ تعلقات رکھنا حرام ہے۔(۲) اور اس کی اولاد بھی ولد الزنا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے شوہر طلاق دیتا ہے نہ صلح کرتا ہے، کیا کیا جائے؟

(سوال) زید اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ تقریباً دس سال گزار چکا ہے۔ اس عرصے میں اس کی بیوی سے تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ قریب ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا اور اس کی بیوی فوت ہو چکی۔ اب ڈیڑھ سال کے عرصے میں زید نے اپنی بڑی سالی ہندہ سے (جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر برائے ہمدردی اپنی فوت شدہ بہن کے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے

(۱) والمحصنت من النساء (النساء : ۲۴)
وفي الهندية : لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الثالث ، القسم السادس ۱/ ۲۸۰ ، ماجدية)
(۲) عن عبدالله بن مسعود قال قال رجل . يا رسول اي الذنب عندالله اكبر قال ان تدعو لله نداً وهو خلقك ، قال . ثم اي قال ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك قال : ثم اي قال . ان تزني بحليلة جارك (صحيح البخاري ، كتاب التفسير ، باب قوله والذين لا يدعون مع الله الهاً آخر ، ۲/ ۷۰۱ ، قديمي)
عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اياكم والدخول على النساء الحديث (صحيح البخاري ، كتاب النكاح ، باب لا يخلون رجل بامراة ، ۲/ ۷۸۷ ، قديمي)

زید کے پاس آیا کرتی تھی) صنفی تعلقات پیدا کر لئے۔ ہندہ کو اپنے جائز خاوند سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔ ایسی حالت میں ہندہ کا شوہر نہ ہی اس کو طلاق دینا چاہتا ہے نہ خلع پر راضی ہے۔ ہندہ کے حامیوں کی استدعا پر بھی کان نہیں دھرتا فی الوقت ہندہ اپنے شوہر کے پاس نہیں۔ اب علمائے دین کوئی فیصلہ از روئے شرع دیں تاکہ ہندہ کا تعلق اپنے شوہر سے منقطع ہو جائے اور ہندہ کو زید کے نکاح میں دے دیا جائے۔

المستفتی نمبر ۲۲۹۲ اہل جماعت علی نگر ضلع شمالی ارکاٹ (مدارس) ۶ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۶ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۹۶) ہندہ کا جب جائز خاوند موجود ہے اور اس سے اولاد بھی ہے تو اس کو اپنے بہنوئی سے تعلقات پیدا کرنا سخت گناہ (۱) اور بے غیرتی کی بات ہے۔

ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس واپس جانا چاہئے (۲) اور کوئی وجہ نہیں کہ اس سے علیحدہ کر کے زید سے نکاح کرنے کی سعی کی جائے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بیوی مرتد ہو جائے تو دوبارہ اس سے نکاح کی کیا صورت ہے؟

(سوال) عورت کسی کفر کی وجہ سے مطلقہ ہو جائے اس سے شوہر سابق سال کے بعد نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ حلالہ وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۳۳۱ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (آگرہ) ۲۹ ربیع الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۹۷) عورت جب مرتدہ ہونے کی وجہ سے خاوند کے نکاح سے باہر ہو جائے تو پھر مسلمان ہو کر شوہر سابق سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی عدت گزارنا یا حلالہ شرط نہیں ہے۔ (۴)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح کے بعد اگرچہ خلوت نہ ہوئی ہو عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی

(سوال) ایک لڑکی نابالغ جس کی عمر آٹھ سال یا اس سے کم ہے اس کی شادی اس کے ماں باپ نے کر دی۔ لیکن صرف نکاح کیا وداع نہیں کی اور اب یہ لڑکی بالغ ہو گئی۔ چونکہ وارثان لڑکا اور لڑکی میں تنازعہ ہو گیا۔ اس وجہ سے لڑکی اپنے خاوند کے گھر نہیں گئی اور نہ اب جانا چاہتی ہے اور نہ ہی نکاح کے وقت سے اب تک لڑکی کا کبھی تخلیہ اپنے خاوند کے ساتھ ہوا۔ یعنی خاوند نے اس لڑکی کے ساتھ صحبت نہیں کی۔ ایسی حالت میں کیا لڑکی اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے لیکن اس کا پہلا خاوند طلاق دینے پر رضامند نہیں ہے۔ دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ اگر اس لڑکی سے کوئی اور شخص شادی کر لے تو جائز ہے یا نہ جائز۔ شرع شریف کا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

---

(۱) ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورۃ بنی اسرائیل)

(۲) عن قیس بن سعد ... لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ علیھن من الحق (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأۃ ۱/۲۹۸، سعید)

(۳) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا او عبدا علی سیدہ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، ۱/۲۹۶، امدادیۃ)

(۴) ولو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانھا مغایظۃ لزوجھا او اخراجا لنفسھا عن حبالتہ او لاستیجاب المھر علیہ بنکاح مستأنف تحرم علی زوجھا فتجبر علی الاسلام، ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شیء ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لھا ان تتزوج الا بزوجھا، قال الھندوانی آخذ بھذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، ۱/۳۳۹، ماجدیۃ)

(نوٹ) قانون گورنمنٹ کی رو سے دریافت نہیں کیا جارہا ہے بلکہ شرع شریف کی رو سے کیونکہ مجھے ایک مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں ہو یا بالغ ہونے کی حالت میں لیکن نکاح کے بعد تخلیہ نہ ہو یعنی خاوند اور بیوی کا تخلیہ نہ ہو تو عورت مختار ہے کہ اپنے نکاح اگر چاہے تو کسی اور سے کر لے۔

المستفتی نمبر ۲۳۵۰ عبدالغنی صاحب (رہتک) ۳ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۲ جولائی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۹۸) یہ جو آپ کو بتایا گیا ہے غلط ہے۔ لڑکی اور اس کے شوہر میں اگرچہ تخلیہ نہ ہوا ہو جب بھی وہ اس کی منکوحہ تو ہے اور جب تک ان دونوں کی علیحدگی طلاق یا خلع یا فسخ کے ذریعہ سے نہ ہو وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔(۱) شوہر سے طلاق لی جائے یا خلع کیا جائے یا بذریعہ مسلمان حاکم کے نکاح فسخ کرایا جائے پھر دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جب لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہوا تو لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی

(سوال) ایک لڑکی کا نکاح (جس کی عمر ۱۹ یا ۲۰ سال ہے اور بیوہ یعنی رانڈ ہے) اس کے والدین نے مع رضامندی لڑکی کے ایک لڑکے سے جس کی عمر ۱۲ سال کی ہے کر دیا اور سات یا آٹھ ماہ اپنی سسرال میں رہ چکی ہے۔ اب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ اس کا نکاح نہیں ہوا اور اب وہ دوسری جگہ نکاح کراتے ہیں۔ کیا اس عورت کا نکاح اس بارہ سال کے لڑکے سے نہیں ہوا اور ان کو دوسری جگہ اس کا نکاح کر دینا شرع شریف میں جائز ہے۔ قاضی نے اس کی ماں سے اور اس کے باپ سے اور لڑکی سے اچھی طرح اذن لے کر نکاح پڑھا ہے۔

المستفتی نمبر ۲۳۵۱ مولوی فضل الرحمن صاحب (حصار) ۳ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۲ جولائی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۹۹) جب لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے نکاح ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا۔(۲) اب اس لڑکی کا دوسرے شخص سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر کر دیں گے تو ناجائز اور حرام ہوگا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دوران حیض جماع کرنے کا کیا کفارہ ہے؟

(سوال) (۱) زید ۱۹ سال کی عمر کا ہے نئی شادی ہوئی ہے۔ وہ اپنی منکوحہ کے پاس گیا۔ اس نے منع کیا کہ ہم کو ایام مقررہ ہیں۔ زید ہٹ گیا مگر بسبب تقاضے جوانی کے صبر نہیں کیا اور اپنی منکوحہ کو فرش بنایا۔ اب زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔ زید اس کو ادا کرے۔

(۲) زید شرعی حکم ادا کرنے سے پہلے اپنی منکوحہ کے پاس جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۶۸ غلام قادر (آسام) ۱۲ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ م ۱۱ جولائی سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۰۰) ایام مقررہ میں صحبت کرنا ناجائز ہے۔(۴) صحبت کر لی گئی تو زید کو اور اس کی بیوی کو توبہ کرنی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ زید دو چونی روپیہ صدقہ کر دے۔(۵) زید کو عورت کے پاک ہونے کے بعد صحبت کرنا جائز

(۱) والمحصنات من النساء (النساء: ۲۴)

(۲) ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بكرا كانت او ثيبا (الهندية، كتاب النكاح، الباب الاول، ۱: ۲۶۹، ماجدية)

(۳) لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، ۱: ۲۸۰، ماجدية)

(۴) فاعتزلوا النساء في المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن (البقرة: ۲۲۲)

(۵) عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم في الذي ياتي امرأته وهي حائض، قال: يتصدق بدينار او بنصف دينار (سنن ابي داود، كتاب النكاح، ۱: ۲۹۴ - ۲۹۵، سعيد)

ہے(۱) خواہ صدقہ کیا ہو یا ابھی نہیں کیا ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مجبوراً قبول کرنے سے نکاح منعقد ہو گیا
(۲) نکاح کے بعد زوجین باہم وارث ہوں گے
(۳) طلاق یا فسخ کے بغیر مرد، عورت کا تعلق ختم نہیں ہوتا

(سوال)(۱) لڑکے کے باپ نے بلارضامندی اپنے لڑکے کے اس کو مجبور کر کے ایک بیوہ سے کسی مصلحت کی بناپر نکاح پڑھادیا لڑکے نے اس وقت جبراً ہاں کرلی یا خاموشی اختیار کرلی مگر اسی وقت کہہ دیا کہ میں اس نکاح کو قبول نہیں کرتا مجھے منظور نہیں یہ نکاح رہا یا نہیں ؟

(۲) روز اول یعنی روز نکاح سے جس کو بہت عرصہ ہوا بوجہ منافرت باہمی اس وقت تک لڑکے مذکور کا عورت سے کوئی تعلق زن و شو نہیں ہوا۔ کیا اندریں صورت زن، شوہر فرضی کی جائداد میں حق دار ہو سکتی ہے ؟

(۳) صورت بالا کے علاوہ ایک مرد و عورت فرض کیا جائے کہ نکاح شدہ ہیں کسی وجہ سے باہمی منافرت ہو گئی اور بے تعلقی ہو گئی اور کچھ تعلق نہ رہا تو کس مدت کے بعد ایک دوسرے کے حقوق شرعی زائل ہو جائیں گے۔ یعنی مرد اپنے زر و زیور اور عورت سے اپنے مہر کی مستحق طلبی نہ رہیں گے اور اپنے اپنے افعال و اعمال میں شرعی طور پر آزاد سمجھے جائیں گے۔ المستفتی نمبر ۲۲۶۹ شبیر حسین صاحب (پانی پت) ۱۲ جمادی الاول سن ۱۳۵۷ھ

(جواب ۱۰۵)(۱) عقد نکاح کے وقت لڑکے نے ایجاب قبول کرلیا تو نکاح ہو گیا۔(۲) اب وہ چھوڑے گا تو یہ طلاق ہو گی اور اگر قبل خلوت چھوڑا تو نصف مہر دینا ہو گا۔(۳)

(۲) تعلق ہوا یا نہیں ہوا۔ صحت نکاح کی صورت میں عورت حصہ میراث کی مستحق ہو گی۔(۴) اور شوہر کی وفات کی صورت میں مہر بھی پورا ملے گا۔(۵)

(۳) جب کہ زوجین میں نکاح قائم ہو تو خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے ایک دوسرے کے ساتھ احکام نکاح متعلق رہتے ہیں جب تک باقاعدہ فسخ یا خلع یا طلاق نہ ہو ہر ایک احکام زوجیت کا ذمہ دار ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فضولی کے نکاح کا حکم

(سوال) ایک مقام پر نکاح اس طرح سے ہوا کہ ایک وکیل اور دو گواہ لڑکی اور لڑکے والے نے مقرر کئے اور اجازت لینے اندر مکان لڑکی کے پاس گئے۔ مہر مقرر کیا۔ لڑکی نے اپنے نکاح کی اجازت دے دی وہ تینوں صاحب لڑکی سے اجازت لے کر قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وکیل صاحب سے قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں لڑکی کی طرف سے وکیل ہوں اور یہ دونوں صاحب گواہ ہیں۔ قاضی صاحب

(۱) فاذا تطهرن فأتوهن من حيث امركم الله (البقرة : ۲۲۲)
(۲) النكاح ينعقد بايجاب من احدهما وقبول من الآخر (الدر المختار ، كتاب النكاح ، ۳/۹ ، سعيد)
(۳) ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوة (الدر المختار ، كتاب النكاح ، باب المهر ، ۳/۱۰۴ ، سعيد)
(۴) فان اختار الصغير والصغيرة الفرقة بعد البلوغ فلم يفرق القاضي بينهما حتى مات احدهما ، توارثا (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱/۲۸۵ ، ماجدية)
(۵) والمهر يتأكد باحد معان ثلاثة : الدخول والخلوة الصحيحة و موت احد الزوجين (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، ۱/۳۰۳ ، ماجدية)

نے کہا کہ لڑکی کا والد خود نکاح پڑھادے تو ولی ہے اور جو پڑھا ہوا نہ ہو تو وہ خود اجازت دے دے۔ اب قاضی صاحب نے اس لڑکی کے والد سے دریافت کیا نہیں اور نہ لڑکی سے دوبارہ دریافت کیا بلکہ اسی شخص سے جو پہلے وکیل بن چکا تھا لڑکی کا نام والد اور دادا کا نام دریافت کیا اور مہر دریافت کیا۔ اس کے بعد دولہا کا نام و والد و دادا کا نام دریافت کیا۔ اب قاضی صاحب نے دولہا سے یہ نہیں کہا کہ تمہارے نکاح کے یہ وکیل اور یہ گواہ ہیں۔ بغیر گواہ اور وکیل کے قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا کہ نہیں۔ جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

المستفتی نمبر ۲۳۹۷ محمد یعقوب صاحب (بریلی) ۱۶ جمادی الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۴ اگست سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۰۲) اگر مجلس نکاح میں لڑکی کا باپ موجود تھا اس کے سامنے نکاح پڑھا دیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ نکاح اس کی اجازت سے پڑھایا جانا قرار پائے گا اور نکاح صحیح ہوگا۔(۱) اور اگر باپ موجود نہ تھا تو یہ نکاح جو قاضی صاحب نے پڑھایا اگر اس میں وکیل سے ایجاب نہیں کرایا تو نکاح فضولی ہوا اور جب لڑکی کو یا اس کے باپ کو خبر ہوئی کہ نکاح ہو گیا اور انہوں نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ لڑکی کو رخصت کر دیا یا مبارکباد قبول کی یا اور سامان تیار اور درست کیا تو یہ ان کی طرف سے اجازت ہو گئی۔(۲) اور اگر ابھی تک اس قسم کا کوئی عمل نہ پایا گیا ہو جس سے اجازت سمجھی جائے تو یہ نکاح لڑکی کی (اگر وہ بالغہ ہو) یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دیں تو صحیح ورنہ فسخ ہو جائے گا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

منکوحہ عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی

(سوال) مسماۃ فاطمہ بالغہ بیوہ کا نکاح مسمی کاندھل سے برضا و رغبت فریقین ہوا۔ بعد نکاح ابھی مسماۃ کاندھل کے گھر نہیں گئی تھی کہ اس کے متوفی سابق شوہر کے رشتہ داروں نے فاطمہ پر حملہ آور ہو کر زبردستی اسے اٹھا کر لے گئے اور اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی مسمی جیلیا سے کر دیا یہ دوسرا نکاح اس کے اصل شوہر مسمی کاندھل کے طلاق دینے کے بغیر جائز ہوگا۔ اگر جائز نہ ہوگا تو پھر کیا فاطمہ اور جیلیا (جن کے زن و شوہر کے سے تعلقات قائم ہیں) زانی ٹھہریں گے اور کیا یہ دونوں اور وہ لوگ کہ جو اس نکاح میں گواہ اور وکیل بنے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔ ان تمام لوگوں پر شریعت اسلام نے کیا تعزیر مقرر کی ہے۔ مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

المستفتی نمبر ۲۳۹۷ علی شبیر (ضلع کرنال) ۱۹ جمادی الثانی سن ۱۳۵۷ھ م ۱۷ اگست سن ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۰۳) دوسرا نکاح ناجائز ہوا(۴) اور زوجین دونوں حرام کاری کی لعنت میں مبتلا ہیں، نکاح پڑھانے والا اور اس میں مدد کرنے والے سب فاسق اور گنہگار ہوئے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) امر الاب رجلاً ان یزوج صغیرته فزوجها عند رجل و امراتین والحال ان الاب حاضر ، صح : لانه یجعل عاقداً حکماً (الدر المختار ، کتاب النکاح، باب الولی ، ۳: ۲٤ ، سعید)
(۲) رجل زوج رجلاً بغیر امره فهناه القوم وقبل التهنئة فهو رضا ، لان قبول التهنئة دلیل الاجازة (البحر الرائق ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء والاکفاء ، ۳: ۱۲۳ ، بیروت)
(۳) وتثبت الاجازة لنکاح الفضولی بالقول والفعل (الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الرابع فی الاولیاء ، ۱: ۲۹۹ ، ماجدیة)
لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها ، فان اجازته جاز والا بطل (الهندیة کتاب النکاح ، الباب الرابع فی الاولیاء ، ۱: ۲۸۷ ، ماجدیة)
(٤) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره (الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الثالث ، ۱: ۲۸۰ ، ماجدیة)
(۵) ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدة : ۲)

نو مسلم بالغہ کو نکاح کے بعد دوبارہ ہندو باپ کے حوالے کرنا
مسلمان ناجائز حکم کے پابند نہیں

(سوال) ایک لڑکی مسماۃ موہنی جو بالغ ہے اور جس کی عمر ۱۹ سال آٹھ مہینے ہے بخوشی و رضا مشرف با سلام ہوئی اور مسلمان ہو کر اس کا نکاح مسمی محمد عالم کے ساتھ کر دیا گیا۔ لڑکی کے ہندو باپ نے عدالت میں رجوع کیا۔ عدالت نے لڑکی کے بلوغ، قبول اسلام اور نکاح کے جائز قرار دینے کے باوجود لڑکی کو ہندو باپ کے قبضہ میں دے دیا اور مسمی محمد عالم سے ملنے کی اور خط و کتابت کی بھی ممانعت کر دی۔
(۱) کیا عدالت کا یہ فعل مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟
(۲) کیا مسلمانوں کو ایسے ناجائز حکم کی پابندی کرنی چاہئے یا نہیں؟
(۳) کیا عدالت ہائی کورٹ کا موجودہ حکم دوسرے صوبجات میں مثال کے طور پر پیش نہ کر دیا جائے گا؟
(۴) اگر یہ معاملہ مداخلت فی الدین ہے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟
المستفتی نمبر ۲۵۰۳ مولوی عبدالحئی صاحب حقانی (کراچی) ۷ اربیع الثانی سن ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۶ جون سن ۱۹۳۹ء
(جواب ۵۰۴) جب کہ لڑکی بالغہ ہے اور اس نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا اور اس کی رضامندی سے اس کا نکاح اسلامی شریعت کے ماتحت ہو گیا تو اب اس کو جبراً ہندو باپ کے قبضہ میں دے دینا اسلامی قانون کے لحاظ سے مداخلت فی الدین ہے۔(۱) مسلمان ایسے ناجائز حکم کے پابند نہیں۔ ان کو اس حکم کے منسوخ کرانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرنی لازم ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایجاب و قبول کے وقت لیا ہوا نام معتبر ہے

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح کی بات چیت ہوئی تو مسماۃ انشاء اللہ جان سے نکاح ہونا قرار پایا لیکن جب قاضی نے ایجاب و قبول کرایا تو بجائے مسماۃ انشاء اللہ جان کے مسماۃ آمنہ بی کے ساتھ آمنہ بی کا نام لے کر ایجاب و قبول کرایا اور رجسٹر میں بھی مسماۃ آمنہ بی لکھا گیا۔ جب رخصت ہوئی تو مسماۃ انشاء اللہ جان کو رخصت کر دیا گیا۔ حالانکہ ایجاب و قبول آمنہ بی سے کرایا گیا۔ عند الشرع ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟ ایجاب و قبول کے وقت مسماۃ آمنہ بی کے والد اور بھائی موجود تھے۔ چھ ماہ کے بعد یہ بات معلوم ہوئی۔ مسماۃ انشاء اللہ جان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہو چکی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۴۷۲ قمر الدین۔ پنج بخش۔ دہلی ۲۸
(جواب ۵۰۵) یہ نکاح آمنہ بی کے ساتھ منعقد ہوا۔(۳) جس کا نام ایجاب و قبول کے وقت لیا گیا۔ مگر چونکہ یہ غلطی ہوئی تو اب اس کے تدارک کی بہتر شکل یہ ہے کہ انشاء اللہ جان کو شوہر سے علیحدہ کر دیا جائے اور شوہر آمنہ بی

(۱) لقوله تعالى : يا ايها الذين امنوا اذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الى الكفار، لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن وآتوهم ما انفقوا ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا آتيتموهن اجورهن (الممتحنة : ١٠)
(٢) حدثنا محمد بن المثنى فقال ابو سعيد اما هذا فقد قضى ما عليه ، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه الحديث (الصحيح لمسلم ، كتاب الايمان ، ١ / ٥١ ، قديمى)
(٣) ولو كان لرجل بنتان كبرى اسمها عائشة وصغرى اسمها فاطمة و اراد ان يزوج الكبرى وعقد باسم فاطمة ينعقد على الصغرى (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الاول ، ١ / ٢٧٠ ، ماجدية)

کو طلاق دے دے اور اس کے بعد انشاء اللہ جان کے ساتھ اس کا دوبارہ نکاح کر دیا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

غیر شخص کے ساتھ جانے سے عورت کا نکاح نہیں ٹوٹتا

(سوال) زید کی زوجہ ایک غیر شخص کے ساتھ چلی گئی۔ بعد چار یوم کے اس کا پتہ لگا اور اس کو لا کر زید کے پاس بھیج دیا گیا۔ آیا وہ زید کے نکاح میں رہی یا نکاح ٹوٹ گیا؟

(جواب ۵۰۶) عورت اپنے خاوند کے نکاح میں ہے۔ وہ چاہے تو اس کو بدستور اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دیکر علیحدہ کر سکتا ہے۔(۱)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رقص و سرود پر مشتمل مجلس نکاح میں شرکت

(سوال) جو دولہا وقت نکاح خلاف شرع وضع اور لباس رکھتا ہو یا اس مجلس میں رقص و سرود ہو، خالص ایمان داروں کو وہاں کیا کرنا چاہئے؟

(جواب ۵۰۷) اول دولہا کو حکم دینا چاہئے کہ لباس خلاف شرع کو بدلے اور وضع کی اصلاح کی بابت اقرار کرے کہ ایسا نہ کروں گا اور گزشتہ پر توبہ کرے۔ اور رقص و سرود کو مجلس سے باہر کرنا چاہئے اور اگر نہ مانیں تو اٹھ کر چلا آنا چاہئے (۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ محمد کرامت اللہ تلطف حسین عبدالرحمن مدرسہ عبدالرب۔ محمد عبدالغنی واعظ انجمن، محمد امین الدین مہتمم مدرسہ امینیہ، ابو محمد عبدالحق۔ محمد حبیب محمد اعظم مدرس بارہ ہندو راؤ۔ شبیر احمد عثمانی دیوبندی مدرس فتح پوری۔ محمد عبدالعلی امام کالی مسجد۔ سید عبدالسلام پھاٹک حبش خاں۔ مشتاق احمد مدرس۔ محمد عبدالجبار۔ محمد ابراہیم خلف مولوی محمد حسین فقیر۔ سید ابوالحسن پھاٹک حبش خاں۔ سید احمد امام جامع مسجد دہلی۔ محمد اسحق خلف مولوی محمد حسین فقیر۔ محمد اسحق تیلی واڑہ۔ سید محمد امام عیدگاہ۔ محمد کاظم دہلوی۔ محمد کاظم علی مدرسہ حسین بخش۔ محمد ابراہیم بلیاوی مدرس دوم مدرسہ فتح پوری دہلی۔ محمد عبدالسبحان۔ عبدالرشید پھاٹک حبش خاں محمد شفیع مدرسہ عبدالرب۔ محمد نظام الدین جھجری سفیر انجمن ہدایت الاسلام دہلی۔

دستخط ان۔ حاجی محمد اسحق ناظم انجمن۔ حاجی عبدالغنی۔ حافظ محمد صدیق ملتانی۔ حافظ محمد یعقوب پائی والے۔ حاجی عبدالصمد۔

---

(۱) لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان عندی امرأة هی من احب الناس الی وهی لا تمنع ید لامس فقال علیه السلام طلقها قال لا اصبر عنها، قال استمتع بها (سنن النسائی ، کتاب النکاح ، باب کراهیة تزویج العقم ، ۲/ ۵۹ ، سعید)

(۲) من دعی الی ولیمة فوجد ثمة لعبا وغناء فلا باس ان یقعد ویاکل فان قدر علی المنع یمنعهم وان لم یقدر علی منعهم فانه یخرج ولا یقعد (الهندیة ، کتاب الکراهیة ، الباب الثانی ، ۵/ ۳۴۳ ، ماجدیة) قال علیه السلام من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان (الصحیح لمسلم ، کتاب الایمان ، ۱/ ۵۱ ، قدیمی) وفی البخاری: هل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة ورأی ابن مسعود صورة فی البیت فرجع ودعا ابن عمر ابا ایوب فرأی فی البیت سترا علی الجدار فقال من کنت اخشی علیه فلم اکن اخشی علیك والله لا اطعم لکم طعاما (صحیح البخاری ، باب هل یرجع اذا رای منکرا ، ۲/ ۷۷۸ ، قدیمی)

بیوی کے پستان منہ میں لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

(سوال) شہوت کے غلبہ میں اگر کوئی شخص اپنی عورت کی پستانوں کا مساس کرے تو نکاح تو نہیں ٹوٹتا؟

(جواب ۵۰۸) اگر مرد اپنی عورت کی پستان کا مساس کرے تو نکاح فاسد ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بالغہ غیر منکوحہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے

(سوال) ایک لڑکی کو اس کی والدہ اپنے رشتہ دار کے پاس بطور امانت چھوڑ گئی تھی جو خود عیالدار تھا۔ جب ہندوستان سے لڑکی کی والدہ واپس آئی تو لڑکی کو اس شخص نے چھپا رکھا تھا۔ لڑکی والدہ کی خبر پا کر اس کے پاس بھاگ کر چلی آئی۔ وہ شخص جس کے پاس یہ لڑکی امانت چھوڑی گئی تھی اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ یہ میری منکوحہ ہے۔ عدالت نے نکاح خواں اور گواہ طلب کئے۔ لیکن وہ نکاح خواں پیش نہ کر سکا۔ لڑکی کا بیان ہے کہ مجھ پر جبر کیا گیا تھا۔ اور میرا نکاح بالکل نہیں ہوا۔ ہم بستری بھی جبراً کی گئی تھی جس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ عدالت نے مدعی کا دعویٰ خارج کر دیا اور لڑکی والدہ کو مل گئی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو اب تین سال کا ہے۔ اس تین سال کے عرصہ میں نہ تو فرضی خاوند نے لڑکی کی طرف رجوع کیا اور نہ لڑکی نے خاوند کی طرف۔ اب لڑکی کہیں نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟　　　المستفتی ولایت علی (پشاور)

(جواب ۵۰۹) جب کہ مدعی اپنے دعوائے نکاح کا ثبوت ہی پیش نہ کر سکا تو اس کے دعوے کا کوئی اثر لڑکی پر نہیں پڑ سکتا۔(۲) لڑکی جب کہ اس کے دعوے کا جھوٹا ہونا جانتی ہے تو اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

سالی سے زنا کرنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ فروری سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) (۱) ایک شخص کی زوجہ موجود ہے اور دو نابالغ بچے بھی ہیں۔ اسی دوران میں اس کا ناجائز تعلق سالی سے ہو گیا اور اس کی زوجہ کو معلوم ہو گیا تو وہ اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک عورت نے شوہر کے ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے ناجائز تعلق کر لیا تو نکاح میں فرق آیا یا نہیں جبکہ مرد کو اس کے تعلق کا علم ہو گیا تو نکاح میں فرق آیا یا نہیں؟

(جواب ۵۱۰) سالی کے ساتھ ناجائز تعلق ہو جانے کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔(۴) اور نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور جب تک اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے سالی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔(۵)

(۲) اگر منکوحہ عورت حرام کاری کرے تو اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔(۶) خاوند اگر رکھنا چاہے تو وہ بدستور اس کے پاس رہ

(۱) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۳/۲۲۵، سعید)
(۲) المدعی لا یستحق الا بحجة (فتاوی النوازل، کتاب الدعوی، ص: ۳۰۴، حیدر آباد دکن)
(۳) وینعقد نکاح الحرة البالغة العاقلة برضاها (الهندیة، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء، ۲/۳۱۳، شرکة علمیة)
(۴) وفی الخلاصة: وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۳۴)
(۵) وان تجمعوا بین الاختین (النساء: ۲۳)
(۶) والمزنی بها لا تحرم علی زوجها (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات ۳/۵۰)

سکتی ہے۔(۱) اور جب کہ خاوند کو اس کی حرام کاری کا علم نہ ہو تو اس کے ذمہ کوئی مواخذہ نہیں ہے۔
فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ‘

دھوکہ میں آکر منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ جنوری سن ۲۷ء)

(سوال) اگر اجنبی عورت آکر کہے کہ میرا خاوند مر چکا ہے یا مجھ کو طلاق ہو چکی ہے (حالانکہ دراصل نہ تو اس کا خاوند مرا ہے نہ اس کو طلاق ہوئی ہے) اور امام اس کا نکاح پڑھاوے تو ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

(جواب ۵۱۱) اگر اجنبیہ عورت کے کہنے کا یقین ہو جائے اور اس کی سچائی کے قرائن موجود ہوں تو نکاح کر لینا جائز ہے۔(۲) اگر شوہر زندہ ہے یا طلاق نہیں ہوئی تھی تو عورت پہلے شوہر کو دلائی جائے گی۔ اور لاعلمی میں نکاح پڑھنے پڑھانے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں۔ البتہ اگر ان لوگوں نے عورت کے بیان کو جھوٹ یا مشتبہ سمجھتے ہوئے نکاح پڑھا دیا ہے تو یہ لوگ گنہگار ہوں گے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ‘

بیوی سے خلاف فطرت فعل کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ مارچ سن ۲۷ء)

(سوال) زید اپنی منکوحہ عورت سے فعل خلاف وضع فطرت کرتا ہے۔ اس سے اس کا نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۱۲) اپنی بیوی کے ساتھ بھی فعل ناجائز (لواطت) کرنا حرام ہے۔(۳) اس کا مرتکب کرنے والا بشرط ثبوت تعزیر کا مستحق ہوگا۔(۴) مگر اس فعل کے کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ‘

نکاح کے ساڑھے چھ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) ہندہ کے ساتھ زید نے نکاح کیا۔ نکاح کے ساڑھے چھ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اب زید کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یا نکاح سابق کافی ہے؟

(جواب ۵۱۳) نکاح سابق کافی ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔(۵)
محمد کفایت اللہ غفر لہ‘

ایک ساتھ مسلمان ہونے والے میاں بیوی کا سابقہ نکاح برقرار ہے

---

(۱) لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ (الدر المختار ، کتاب النکاح ، باب المحرمات ، ۳/۵۰، سعید)

(۲) وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان واعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقھا وتمامہ فی الخانیۃ: قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقھا لا باس بتزوجھا (الدر المختار ، کتاب الحظر والاباحۃ ، فصل فی البیع ، ۶/۴۲۰)

(۳) عن طلق بن علی قال : اتی اعرابی ... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اذا فسا احدکم فلیتوضأ ولا تاتوا النساء فی اعجازھن فان اللہ لا یستحی من الحق (جامع الترمذی ، ابواب الرضاع ، ۱/۲۲۰، سعید)
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا ینظر اللہ الی رجل اتی رجلا او امرأۃ فی الدبر (جامع الترمذی ، ابواب الرضاع ، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن ، ۱/۲۲۰، سعید)

(۴) ومن اتی امراۃ فی الموضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط فلا حد علیہ عند ابی حنیفۃ ویعزر ویودع السجن (الجوھرۃ النیرۃ کتاب الحدود ، ۲/۲۰۰، امدادیہ)(۵) کیونکہ پہلے نکاح سے تو چھ ماہ کے بعد ولادت ہوئی ہے تو شرعاً اس بچی کا نسب بھی ثابت ہے
واکثر مدۃ الحمل سنتان ... واقلہ ستۃ اشہر لقولہ تعالیٰ : وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا ثم قال : "وفصالہ فی عامین" فبقی للحمل ستۃ اشہر (الھندیۃ ، کتاب الطلاق ، باب ثبوت النسب ، ۱/۵۳۶، شرکۃ علمیۃ)

(الجمعیۃ مورخہ ۱۵ ستمبر سن ۱۹۲۷ء)

(سوال) کل جامع مسجد میں شوہر و زوجہ اہل ہنود داخل اسلام ہوئے ہیں بعد ختم رسم ایک صاحب نے امام صاحب سے سوال کیا کہ آیا پھر ان دونوں میں تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ضرورت نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(جواب ۵۱۴) جب کافر میاں بیوی ایک دم مسلمان ہو جائیں اور ان میں کوئی ایسا رشتہ نہ ہو جس میں اسلام کے قواعد کے بموجب مناکحت حرام ہے تو وہ اپنے سابقہ تعلق ازدواجی پر قائم رہیں گے جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اگر دونوں میں کوئی ایسا رشتہ ہے جو اسلام کے اصول سے مناکحت کو ناجائز قرار دیتا ہے تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔ اور دونوں بحیثیت میاں بیوی نہ رہ سکیں گے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

عورت کی طرف مصیبت منسوب کرنا غلط ہے

(سوال) کیا شرع میں اس کی کوئی اصل ہے کہ مرد کی تقدیر کی اولاد اور عورت کی تقدیر کا رزق ہوتا ہے۔ اور جب کسی عورت سے نکاح کرنے کے بعد کوئی ترقی یا تنزل یک لخت ہوتا ہے تو کس کی تقدیر پر محمول ہوگا۔ عوام عورت کی تقدیر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(جواب ۵۱۵) یہ بات جو مشہور ہے کہ مرد کی تقدیر کی اولاد اور عورت کی تقدیر کا رزق ہوتا ہے بے اصل اور غلط ہے۔ ہر جاندار کا رزق خواہ انسان ہو یا جانور، مذکر ہو یا مونث مقدر ہے۔ اور ہر عورت یا مرد کی اولاد مقدر ہے۔(۲) شادی کے بعد کوئی مصیبت یا تکلیف پیش آجائے تو اس کو عورت کی طرف منسوب کرنا بھی نہایت مذموم ہے۔(۳)

تحریری بیان در قانون تعیین عمر رضامندی

(الجمعیۃ مورخہ ۲ اگست سن ۲۹ء، ۶ اگست سن ۲۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ چند تمہیدی مقدمات بیان کر دئے جائیں جن کو پیش نظر رکھنے سے جواب کی صحت متیقن ہو جائے گی

(۱) اسلام میں نکاح کو صرف معاشرتی حیثیت میں نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اس کو مذہبی عمل کی حیثیت بھی دی گئی ہے اور اس پر ثواب اور فضیلت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام ارواحنا فداہ کا ارشاد ہے۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی (فتح الباری شرح صحیح البخاری)(۴) یعنی نکاح میری سنت ہے۔ جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ اور بخاری شریف میں حدیث مذکور کے الفاظ یہ ہیں۔ واتزوج النساء فمن

(۱) اسلم المتزوج بلا شهود او في عدة كافر معتقدين ذلك اقرا عليه . لانه امرنا بتركهم وما يعتقدون لو كان المرور ... الخ اسلما وهما محرمين او اسلم احد المحرمين او ترافعا الينا وهما على الكفر فرق القاضي او الذي حكماه بينهما (الدر المختار كتاب النكاح ، باب نكاح الكافر ۳ / ۱۸٦ ، سعيد)
(۲) وما من دابة في الارض الا على الله رزقها ويعلم مستقرها ومستودعها كل في كتب مبين (سورة هود : ٦)
(۳) وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم (الشورى : ۳۰)
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا عدوى ولا طيرة (الصحيح لمسلم ، باب لا عدوى ولا طيرة ۲ / ۲۳۰ ، قديمي)
(٤) فتح الباري ، كتاب النكاح ، باب الترغيب في النكاح ۹ / ۹٦ ، بولاق

رغب عن سنتی فلیس منی (بخاری کتاب النکاح)(۱) یعنی میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جو میری سنت (نکاح) سے روگردانی کرے گا وہ میری جماعت میں سے نہ ہوگا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ من تزوج فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللہ فی النصف الباقی۔ (طبرانی فی الاوسط کذافی جمع الفوائد)(۲) یعنی جس نے نکاح کیا اس نے آدھا ایمان تو پکا کر لیا تو چاہئے کہ دوسرے نصف میں بھی خدا سے خوف کو ملحوظ رکھے۔ اور حضور انور ﷺ نے عکاف بن بشر سے فرمایا تھا۔ ان سنتنا النکاح شرارکم عزابکم واراذل موتاکم عزابکم (جمع الفوائد)(۳) یعنی ہماری سنت نکاح ہے۔ تم میں سے جو لوگ مجرد ہیں وہ بدترین ہیں اور جو مجرد ہی مر جائیں وہ بدترین مردے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ من تزوج ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ وان یبارک لہ ، (طبرانی فی الاوسط والصغیر کذافی جمع الفوائد)(۴) یعنی جو شخص خدا پر بھروسہ کر کے اور طلب ثواب کے خیال سے نکاح کرے گا تو خدا تعالیٰ پر (اس کے وعدہ صادقہ کی بنا پر) لازم ہے کہ اس کی مدد کرے اور برکت عطا فرمائے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور اس کی اعانت کرے گا اور ایسے اسباب مہیا کر دے گا جو اس کی فراخی اور مسرت وخوش عیشی کے لئے کافی ہوں گے اور اس کو برکت دے گا۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قد اختلف فی النکاح فقال الشافعیۃ لیس عبادۃ ولھذا لو نذرہ لم ینعقد وقال الحنفیۃ ھو عبادۃ (فتح الباری کتاب النکاح)(۵) یعنی نکاح کی شرعی حیثیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح عبادت نہیں ہے اور اسی لئے اگر کوئی نکاح کی منت مانے تو منعقد نہ ہوگی۔ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ نکاح کو عبادت کی حیثیت حاصل ہے یعنی اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے اور وہ موجب تقرب خداوندی ہے اور در مختار میں ہے۔ لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد ادم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والا یمان۔(۶) یعنی ہمارے لئے کوئی عبادت نکاح اور ایمان کے سوا ایسی نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے جاری ہو کر آج تک قائم رہی ہو اور پھر جنت میں بھی مستمر رہے۔ اور اسی کتاب میں ہے۔ ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیا ثم بترکہ ویثاب ان نوی ولدا وتحصینا(۷) یعنی نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے صحیح قول کی بنا پر۔ پس اس کا تارک گنہگار ہوگا۔ اور جو بہ نیت پاک دامنی وتحصیل ولد نکاح کرے گا وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ ورجح فی النھر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والا نکار علی من رغب عنہ(درمختار)(۸) یعنی (کتاب) نہر (الفائق) میں نکاح کے واجب ہونے کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حضور ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور اعراض کرنے والے پر عتاب کا اظہار فرمایا ہے۔

(۲) سنت نکاح پر عمل کرنے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے صرف عقد نکاح کافی ہے۔ مباشرت تاوجود ضروری نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عقد نکاح کر لیا اور کسی وجہ سے مثلاً زوجہ کی کم عمری یا بیماری کی وجہ سے

(۱) صحیح البخاری ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح ، ۲/ ۷۵۷، قدیمی
(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، کتاب النکاح ، باب الحث فی النکاح ، ۴/ ۲۵۲، بیروت
(۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب النکاح، باب عون اللہ سبحانہ، للمتزوج ، ۴/ ۲۵۰، بیروت
(۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب النکاح، باب عون اللہ سبحانہ، للمتزوج ، ۴/ ۲۵۰، بیروت
(۵) فتح الباری ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح ، ۹/ ۸۹، بولاق
(۶) الدر المختار ، کتاب النکاح ، ۳/ ۳، سعید
(۷) الدر المختار، کتاب النکاح ، ۳/ ۷، سعید
(۸) الدر المختار، کتاب النکاح ، ۳/ ۷، سعید

مقاربت کی نوبت نہ آئی اور اسی حالت میں مر گئی تو ترکہ سے مہر کا مواخذہ ہوگا۔

(۳) عقد نکاح ہونے کے ساتھ لازم نہیں کہ زوجین میں فوراً مقاربت بھی ہو جائے بلکہ اس کے لئے زوجین کی صلاحیت کا لحاظ ضروری ہے۔ جب تک زوجہ جماع کے قابل نہ ہو جائے اس کو شوہر کے پاس بھیجنا لازم نہیں ہے اور خاوند بھی اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجال (در مختار)(۱) یعنی شوہر اپنی زوجہ کو اپنے پاس لانے کا مطالبہ جب کر سکتا ہے جب کہ زوجہ مرد کے قابل ہو جائے۔ قال البزازی ولا يجبر الاب على دفع الصغيرة الى الزوج (رد المحتار)(۲) یعنی چھوٹی لڑکی جو قابل جماع نہ ہو اس کے باپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو زوج کے حوالہ کرے۔

(۴) عورت کے قابل جماع ہو جانے کے وقت کو عمر کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا۔(۳) کیونکہ مختلف ملکوں اور مختلف خاندانوں میں نشوونما کے مدارج مختلف ہونے اور آب و ہوا کے اختلاف اور جسمانی خصوصیات کے تباین سے عورتوں کی صلاحیت جماع کے اوقات میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ بعض لڑکیاں اپنے قوائے جسمانیہ کی برتری کی وجہ سے نو دس سال کی عمر میں بھی جماع کے قابل ہو سکتی ہیں اور بغیر کسی خطرہ و تکلیف کے دس گیارہ سال کی عمر میں بچہ کی ماں بن سکتی ہیں۔ اور بعض لڑکیاں سولہ سترہ سال کی عمر تک بھی اپنی فطری نحافت یا عارضی امراض کی وجہ سے جماع کے قابل نہیں ہوتیں۔ اسی لئے اسلام کے مقننین نے جماع کے لئے عمر کی تعیین کرنے کے بجائے زوجہ کی صلاحیت و طاقت کا اعتبار کیا ہے۔ قال البزازی ولا يعتبر السن (رد المحتار)(۴) یعنی بزازی نے کہا کہ اس بارے میں عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ فان زعم الزوج انها تحمل الرجال وانكر الاب فالقاضي يريها النساء ولا يعتبر السن (رد المحتار)(۵) یعنی اگر شوہر کہے کہ میری منکوحہ مرد کے قابل ہو گئی ہے اور منکوحہ کا باپ کہے ابھی نہیں ہوئی تو قاضی عورتوں کو دکھا کر معلوم کرے کہ وہ مرد کی طاقت رکھتی ہے یا نہیں اور عمر کا اعتبار نہ کرے۔

(۵) شریعت مقدسہ اسلامیہ نے شوہر کو اس وقت تک بیوی سے جماع کرنے کی اجازت نہیں دی ہے جب تک وہ اس کی متحمل نہ ہو جائے اگرچہ اس کی عمر زیادہ کیوں نہ ہو گئی ہو۔ وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع ويخاف عليها المرض لا يحل للزوج ان يدخل بها وان كبر سنها وهو الصحيح (فتاوی عالمگیری)(۶) یعنی اگر عورت دبلی ہو اور جماع کی طاقت نہ رکھتی ہو اور بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو شوہر کو اس کے ساتھ جماع کرنا حلال نہیں اگرچہ اس کی عمر بڑی ہو گئی ہو اور یہی قول صحیح ہے۔ فی التتارخانية البالغة اذا كانت لا تحتمل لا يؤمر بدفعها الى الزوج (رد المحتار)(۷) یعنی تاتارخانیہ میں ہے کہ بالغہ لڑکی بھی اگر جماع کی طاقت نہ رکھتی ہو تو

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۶۱، سعيد
(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۶۱، سعيد
(۳) واختلفوا في وقت الدخول بالصغيرة ... واكثر المشايخ على انه لا عبرة للسن في هذا الباب وانما العبرة لطاقتها ان كانت ضخمة سمينة تطيق الرجال ولا يخاف عليها المرض من ذلك كان للزوج ان يدخل بها وان لم تبلغ تسع سنين وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع ويخاف عليها المرض لا يحل للزوج ان يدخل بها وان كبر سنها (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء، ۱/۲۸۷، ماجدية) (۴) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۶۱، سعيد
(۵) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۶۱، سعيد
(۶) الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء، ۱/۲۸۷، ماجدية
(۷) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/۱۶۱، سعيد

اس کو خاوند کے حوالہ کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۶) نکاح کی صرف یہی غرض نہیں ہے کہ شوہر فوراً بیوی سے مجامعت کر سکے۔ بلکہ شوہر کی نیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو تنہائی کا ایک مونس محرم راز مل جائے۔ (۱) یا اس کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ اور یہ فوائد ایسی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لینے سے حاصل ہو سکتے ہیں جو ابھی اپنی کم عمری یا فطری کمزوری کی وجہ سے قابل جماع تو نہیں ہوتی مگر بات چیت کر کے دل بہلانے کے لائق ہے۔ یا کھانے پکانے، سینے پرونے کا انتظام خوب کر سکتی ہے۔ اور لڑکی کے اولیاء کی نیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ نکاح کر دینے کے بعد اس کے خاوند سے اس کا مہر وصول کریں اور خود لڑکی پر خرچ کریں اور اسکی کفالت کے بار سے سبکدوش ہو جائیں۔ یا اپنے ضعف اور بڑھاپے میں لڑکی کے رشتہ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں اور اطمینان قلب سے اپنے بقیہ ایام زندگی پورے کریں۔ لا بی الصغیرۃ المطالبۃ بالمھر (در مختار) (۲) ولو کان الزوج لا یستمتع بھا کما فی الھندیۃ عن التجنیس (رد المحتار) (۳) یعنی چھوٹی لڑکی کا باپ لڑکی کے شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگرچہ شوہر اس صغیرہ سے فائدہ جماع حاصل نہ کر سکتا ہو۔ صغیرۃ لا یستمتع بھا الزوج فللاب ان یطالب الزوج بمھر ھا (فتاوی عالمگیری) (۴) یعنی ایک چھوٹی لڑکی منکوحہ ہے جس سے زوج فائدہ مقاربت حاصل نہیں کر سکتا تو بھی لڑکی کا باپ اس کے شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ واذا نقد الزوج المھر وطلب من القاضی ان یامرا باالمرأۃ بتسلیم المرأۃ فقال ابو ھا انھا صغیرۃ لا تصلح للرجال ولا تطیق الجماع الی قولہ لا تتحمل الرجال لا یؤمر بتسلیمھا الی الزوج (عالمگیری) (۵) یعنی اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا اور پھر قاضی سے درخواست کی کہ وہ لڑکی کے باپ کو حکم دے کہ اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے حوالے کر دے مگر لڑکی کے باپ نے یہ عذر کیا کہ وہ ابھی کم عمر ہے مرد کے قابل نہیں ہوئی اور جماع کی متحمل نہیں ہوئی تو قاضی اس کی تحقیق کرے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ فی الحقیقت وہ مرد کے قابل نہیں ہوئی ہے تو خاوند کے حوالہ کرنے کا حکم نہ دے۔

(۷) شریعت مقدسہ اسلامیہ نے بچوں کے نکاح کے لئے عمر کی کوئی حد معین نہیں کی ہے۔ قرآن مجید یا احادیث یا فقہ میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ اتنی عمر سے پہلے لڑکے یا لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ بخلاف اس کے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چھ سال کی عمر والی لڑکی (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے خود نکاح کیا تھا۔ (۶) اور کتب فقہ میں صغار یعنی چھوٹی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاحوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور قرآن مجید میں نابالغ لڑکیوں کی عدت بتائی گئی ہے۔ (۷) اور ظاہر ہے کہ عدت نکاح کے بعد ہی لازم ہوتی ہے۔

(۸) اسلام نے نابالغوں کے باپ اور دادا اور دوسرے اولیاء کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے نابالغ بچوں کا نکاح کر

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، ۳/۱۶۱، سعید
(۲) رد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر، ۳/۱۶۱، سعید
(۳) وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستئناس الدر المختار، کتاب الطلاق باب النفقۃ، ۳/۵۷۶، سعید
(۴) الھندیۃ، کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء، ۱/۲۸۷، ماجدیۃ (۵) ایضاً
(۶) عن عروۃ تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ وھی ابنۃ ست وبنی بھا وھی ابنۃ تسع ومکثت عندہ تسعا (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من بنی بامرأۃ وھی بنت تسع سنین، ۲/۷۷۵، قدیمی)
(۷) واللائی یئسن من المحیض من نسائکم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن (الطلاق: ۴) وفی البخاری، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار لقولہ تعالی واللائی لم یحضن، فجعل عدتھا ثلاثۃ اشھر (صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۲/۷۷۱، قدیمی

دیں۔(۱) باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے۔(۲) اور دوسرے اولیاء کا کیا ہوا نکاح صحیح تو ہوتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا۔(۳) نابالغ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کردے تو حکم حاکم اختیار فسخ ہو سکتا ہے۔ لولی الصغیر و الصغیرۃ ان ینکحھما وان لم یرضیا بذلک کذافی البرجندی سواء کانت بکرا اوثیبا کذافی العینی شرح الکنز (فتاویٰ عالمگیری)(۴) وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر و مجنون ورقیق (در مختار)(۵) یعنی صغیر ور صغیرہ کے ولی کو اختیار ہے کہ ان کا نکاح کردے اگرچہ صغیر اور صغیرہ راضی نہ ہوں اور لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ اور صغیرہ ور مجنون اور غلام کے نکاحوں کی صحت کے لئے ولی شرط ہے اور باب ولایت و حقوق اختیارات اولیا اسلامی قانونیات میں سے ایک عظیم الشان باب ہے۔ جو اہم احکام اس کے متعلق ہیں بچوں کی نابالغی میں ان کے نکاحوں کا اختیار، ان کی مملوکہ جائیدادوں کی حفاظت اور انتظام، ان کی طرف سے دعویٰ کرنا اور ان کی جانب سے مدافعت کرنا۔ یہ سب اولیاء کے فرائض واختیارات میں داخل ہے اور کوئی قانون جو ان حقوق واختیارات کو سلب یا باطل کرتا ہو اسلامی نقطہ نظر سے مسلمانوں کے نزدیک قابل تسلیم و لائق قبول نہیں ہو سکتا۔(۶)

مذکورہ بالا آٹھ مقدمات کی تفصیل و تصریح کے بعد میں اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ کیا لڑکیوں کے نکاح کے لئے کوئی قانونی عمر مقرر کی جاسکتی ہے؟ کہ اس کی خلاف ورزی پر کسی قسم کی سزا دی جاسکے؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ صغیر و صغیرہ کے نکاح کے لئے قانوناً عمر کی تعیین مسلمانوں کے لئے بوجوہ متعددہ نہیں کی جاسکتی جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

الف۔ مقدمہ اولیٰ سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام میں عقد نکاح کی حیثیت صرف ایک معاشرتی معاملے یا معاہدے کی نہیں ہے بلکہ وہ عبادت اور مذہبی عمل کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اور اس پر کوئی قانونی پابندی عائد کرنا مذہبی مداخلت ہے۔ اور جو قانوناً ناجائز ہے۔

(ب) عمر معین کردینے سے یہ خرابی ہوگی کہ بہت سی لڑکیاں جن کے والدین ضعیف العمر ہوں گے اور چاہتے ہوں گے کہ اپنی بچیوں کا نکاح کسی اچھی جگہ اپنے سامنے کردیں اور ایسی جگہ بھی میسر ہو جائے گی مگر تعیین عمر کی قانونی پابندی کی وجہ سے نکاح نہ کرسکیں گے اور رات دن اسی رنج و غم میں رہنے کی وجہ سے ان کی صحت اور دماغ پر تباہ کن اثر پڑے گا۔ اور اگر اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا تو لڑکیاں بے وارث رہ جانے کی وجہ سے تباہ اور خراب حال ہو جائیں گی۔ اور اس خرابی کا حاصل کم عمری کی شادی سے جو نقصان ہوتا ہے اس سے بہت زیادہ ہو سکتا ہو گا۔

(ج) بہت سے نادار والدین جو لڑکیوں کی پرورش کے مصارف کا بار برداشت نہیں کرسکتے اپنی کمسن لڑکیوں کا نکاح ایسے لوگوں سے کردیتے ہیں جن کے سرپرست کل یا نصف مہر ادا کردینے پر خوشی سے تیار ہو جاتے ہیں اور لڑکی کے

(۱) عن عروۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب عائشۃ الی ابی بکر (صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۲/ ۷۶۰، قدیمی)
(۲) ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان المزوج بنفسہ ابا او جدا (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۶۶، سعید)
(۳) وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ (الھندیۃ، کتاب النکاح، باب الاولیاء، ۲/ ۲۸۷، شرکۃ علمیۃ)
(۴) الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ۱/ ۲۸۵، ماجدیۃ
(۵) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ۳/ ۵۵، سعید
(۶) فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء: ۶۵)
(۷) ان الحکم الا للہ (سورۃ یوسف: ٦٠)

والدین وصول شدہ مہر کی رقم سے لڑکی کی پرورش و تعلیم کا انتظام کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی معین عمر تک نکاح سے قانونی ممانعت کر دی گئی تو بہت سی لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم کی ایک ممکن صورت ناممکن یا قانونی جرم ہو جائے گی اور وہ فقر و فاقہ کا فی افلاس شکار ہو جائیں گی یا جاہل رہ جائیں گی۔

(د) صرف عقد نکاح کر دینا کسی تمدنی، عمرانی جسمانی خرابی کا موجب نہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک مذہبی غرض (اتباع سنت) اور عمرانی و جسمانی فوائد (سہولت پرورش و تیسیر تعلیم) حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس اس پر قانونی پابندی عائد کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں۔

(ہ) عقد نکاح کے لئے اگر ایسی عمر مقرر کی گئی جو لڑکی کے بالغ ہو جانے کی عمر ہو مثلاً پندرہ سال تو اس صورت میں یہ قانون اولیاء کے اس حق کو جو ولایت نکاح کے متعلق انہیں شرعاً حاصل ہے۔(۱) (جیسا کہ مقدمہ ثانیہ میں ثابت کیا گیا) باطل اور زائل کر دے گا۔ یعنی اس حق اور اختیار کے استعمال کرنے کی کوئی صورت نہ رہے گی۔ کیونکہ بالغ لڑکی اپنے نکاح کی خود مالک ہو جاتی ہے۔(۲) اور اولیاء کی ولایت اجبار ساقط ہو جاتی ہے۔(۳) تو گویا بلوغ عورت سے قبل اسکے نکاح کی ممانعت کر دینا اس کے مساوی ہے کہ اسلامی قانون کے باب ولایت اور حقوق اولیاء کو باطل یا منسوخ کر دیا جائے۔ اور مسلمان ہرگز اس کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ حکومت کے اس اقتدار کو اسلامی ابواب کے ابطال کے متعلق تسلیم کر لیں۔(۴) اور اگر کوئی ایسی عمر معین کی گئی جو یقینی طور پر بالغ ہو جانے کی عمر نہیں ہے۔ مثلاً تیرہ یا چودہ سال تو اس میں اگرچہ حق ولایت کا بالکلیہ ابطال لازم نہیں آتا مگر مقررہ عمر سے پہلے تو یقیناً حق ولایت کا بطلان لازم آتا ہے اس کے علاوہ جن خرابیوں کو وضع قانون کے لئے آڑ بنایا جا رہا ہے وہ بلوغ سے پہلے کی کوئی عمر معین کر دینے سے دفع بھی نہ ہوں گی اور یہ تعیین لغو اور بیکار ہوگی۔

اس کے بعد سوال کے دوسرے حصہ پر بھی غور کرنا ہے کہ لڑکیوں کے عقد نکاح کے لئے اگر عمر کی تعیین نہیں ہو سکتی تو وداع کے لئے تعیین کر دینے میں تو کوئی خرابی نہیں ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وداع کے لئے بھی عمر کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ مقدمہ رابعہ میں اس کا ثبوت دیا جا چکا ہے کہ عورت کی صلاحیت جماع کے وقت کو عمر کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا(۵) بلکہ اس کا مدار عورت کے جسمانی قویٰ اور بدنی طاقت پر ہے اور اختلاف ماحول کی بنا پر اس میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ کوئی لڑکی بارہ سال کی عمر میں اتنی تنومند اور طاقتور ہو جاتی ہے کہ دوسری سولہ سترہ سال کی لڑکیاں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پھر عمر کی تعیین کر دینے سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں میں کم عمری کے زمانے میں نکاح کر دینے کا تو تھوڑا بہت رواج ہے مگر کم عمری کے زمانے میں

(۱) وللولي انكاح الصغير والصغيرة (الدر المختار ، كتاب النكاح ، باب الولي ، ۳ / ۶۶ ، سعيد)

(۲) نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱ / ۲۸۷ ، ماجدية)

(۳) لا يجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من اب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت اوثيبا (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱ / ۲۸۷ ، ماجدية)

(۴) وعن النواس بن سمعان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (شرح السنة ، كتاب الامارة ، باب الطاعة في المعروف ، ۶ / ۴۵ ، دارالفكر بيروت)

(۵) واكثر المشايخ على انه لا عبرة للسن في هذا الباب وانما العبرة للطاقة ، ان كانت ضخمة سمينة تطيق الرجال كان للزوج ان يدخل بها وان لم تبلغ تسع سنين ، وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع لا يحل للزوج ان يدخل بها وان كبر سنها ، هو الصحيح (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱ / ۲۸۷ ، ماجدية)

دوسرے کو گناہ کرنا بیٹے کا روپ نہیں ہے اگر کہیں ایسا واقعہ ہو جاتا ہے تو شاذ و نادر ہے۔ ایسے شاذ و نادر واقعات کو وضع قانون کے لئے بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ اسلامی قانون میں یہ بات موجود ہے کہ خاوند اور اس کے اولیاء لڑکی کے اولیاء سے اس بات کا مطالبہ نہیں کر سکتے کہ ناقابل جماع لڑکی ان کے حوالے کر دی جائے۔(۱) اور اگر بفرض محال لڑکی خاوند کے پاس پہنچ بھی جائے تو خاوند کو شریعت اسلامیہ مذہبا مجامعت سے روکتی ہے۔ (دیکھو مقدمہ خامسہ)(۲) اس کے بعد مسلمانوں کو کسی قانون کی ضرورت نہیں۔(۳) کمزوری اور ناتوانی جس میں عورت وطی و مجامعت کے لائق نہ ہو صرف کم عمری میں منحصر نہیں۔ بلکہ مریضہ اور حاملہ جو قریب الولادت ہو حائضہ اور نفساء یہ سب عورتیں ناقابل وطی ہیں۔ (۴) اسلامی قانون ان سب کو شامل ہے اور مجوزہ قانون ان متعدد اقسام کی ناقابل جماع عورتوں میں سے صرف ایک قسم کے لئے کچھ چارہ کار ہو سکتا ہے۔ باقی اقسام کا ضرر بحال خود قائم رہے گا۔ حالانکہ بعض مریضہ عورتوں یا حاملہ عورتوں یا قریب الولادت یا نفاس والی عورتوں سے جو مجامعت کی جاتی ہے وہ بسا اوقات اتنی مضر ہوتی ہے کہ نابالغہ مراہقہ سے مجامعت اتنی مضر بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے صرف عمر رضامندی کی تعیین کر دینے سے اس مضرت کی تلافی نہیں ہو سکتی جو عورتوں کو ان کے خاوندوں کی بے اعتدالی سے پیش آتی ہے۔ زناشوئی کے تعلقات میں بہت سی بے اعتدالیاں جاہل خاوندوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ مثلاً کثرت جماع، وطی فی الدبر وغیرہ مگر قانون اس کا علاج کرنے سے ہمیشہ قاصر رہا ہے جس کی وجہ عورتوں کی خلقی حیا اور تعلقات زوجیت کی گوناگوں بندشیں ہوتی ہیں جو عورت کو عدالت تک جانے اور قانونی چارہ جوئی کرنے سے روکتی ہیں۔ پس ان چیزوں کا صحیح علاج مسلمانوں کے لئے مذہبی احکام کی تبلیغ و تفہیم ہے نہ کہ وضع قانون۔

کہا جاتا ہے کہ جب کہ مسلمانوں کا مذہب بھی ان کو کمزور و ناتواں عورت سے جماع کی اجازت نہیں دیتا تو اسی مضمون کا قانون وضع کر دینے میں کیا مضائقہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے :-

(۱) اول تو مذہبی حکم کے ہوتے ہوئے وضع قانون کی مسلمانوں کی ضرورت نہیں۔

(۲) دوم یہ کہ یہ معاملہ ایسے ماحول میں ہوتا ہے کہ وہاں قانون کی دسترس نہیں اور اہل معاملہ میں سے پانچ فیصدی بھی قانونی چارہ جوئی کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔

(۳) مجوزہ قانون اگر عورت کی صلاحیت اور طاقت کو معیار قرار دیتا تو اس حیثیت سے مسلمان اس کی مخالفت نہ کرتے بلکہ اس وقت ان کی مخالفت اس بنا پر ہوتی کہ اس قسم کے مذہبی اور خانگی امور میں قانون کی مداخلت ناقابل برداشت ہے۔ مگر وہ عمر کو معیار قرار دیتا ہے جو مختلف افراد اور مختلف اقوام کے لئے یکساں طور پر معیار بننے کی صلاحیت ہی نہیں

(۱) وليس له تسليمها للدخول بها قبل طاقة الوطي ولا عبرة للسن (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي ۳/ ۶۹، سعيد)
(۲) وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع و يخاف عليها المرض لا يحل للزوج ان يدخل بها وان كبر سنها ، وهو الصحيح (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء ، ۱/ ۲۸۷ ، ماجدية)
(۳) اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا [المائدة: ۳]
(٤) فاعتزلوا النساء في المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن [البقرة ۲۲۲]

رکھتی۔ پھر اگر مثلاً قانون نے پندرہ سال کی عمر مقرر کی اور کسی قوم کی لڑکیاں تیرہ برس میں بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کے لئے یہ قانون مخالفت شریعت کا موجب بھی ہو گا اور وبال جان بھی۔ مخالفت شریعت کا اس لئے کہ جب لڑکی تنومند اور طاقتور ہے اور بالغ بھی ہو گئی ہے اور اس کو مرد کی خواہش ہے تو شریعت نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ اس سے مقاربت کرے۔(۱) لیکن یہ قانون ایک جائز امر کو اس کے لئے جرم قرار دے۔ اس کے علاوہ اگر مرد کو اس صورت میں خیال ہو کہ اگر میں نے مقاربت نہ کی تو عورت بدکاری میں مبتلا ہو جائے گی تو اس پر واجب ہو گا کہ مقاربت کرے۔ پس اس کی حیثیت یہ ہو گی کہ اسلام تو اس پر وطی واجب کرتا ہے کہ قانون مذکور اس کو جرم قرار دیتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ یا مخالفہ مذہب کا اتباع کرے گا اور لازم آئے گا کہ قانون اس کو مذہبی فعل کی تعمیل اور اطاعت امر خداوندی پر سزا دے جو صریح مذہبی مداخلت ہے۔ نیز لڑکی بالغ اور مشتہاۃ ہو جانے کی وجہ سے مقاربت کی خواہش مند ہو گی مگر قانون اس کو خاوند سے متمتع ہونے میں مانع و مزاحم ہو گا۔ اور اسے مجبور کرے گا کہ وہ ناجائز طریقوں سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرے اور وہ اس قانون کی وجہ سے مذہبی مخالفت اور خالق کی معصیت میں مبتلا ہونے پر مجبور ہو گی۔ اور یہ صریح مذہبی مداخلت ہے۔

اور وبال جان اس لئے کہ لڑکیوں کو بالغ ہو جانے اور طاقتور ہونے کی صورت میں مردوں سے روکنا اور ان کی حفاظت کرنا بہت مشکل ہے۔ خصوصاً ان متوسط الحال لوگوں کے لئے جو اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے گھروں میں صرف ایسی لڑکیاں ہوتی ہیں جو بالغ ہو چکی ہیں اور طاقتور بھی ہیں۔ مگر قانونی عمر کو نہیں پہنچیں۔ اگر وہ لوگ ان لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں تو کاروبار تباہ ہوتا ہے اور کاروبار میں مشغول رہ کر لڑکیوں کو گھروں میں تنہا چھوڑتے ہیں تو عزت برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ قانونی تعیین ان کے لئے وبال جان ہو گی۔

کہا جاتا ہے کہ عمر رضامندی کی تعیین کا قانون تو ایک عرصہ سے ہندوستان میں نافذ ہے اور مسلمان بھی اس کو تسلیم کر چکے ہیں تو اب ان کی مخالفت بے معنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یہ قانون وضع کیا گیا ہو گا اس وقت ماہرین علوم اسلامیہ کے مشورے اور استصواب کے بغیر قانون پاس کر لیا گیا۔ مسلمانوں کے مذہبی حلقوں کو اور پبلک کو اس کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اور اس وجہ سے کوئی مخالف آواز بلند نہ ہوئی۔ یا واضع قانون جماعت نے مجلس کی قوت سے اس کو پاس کر دیا اور گورنمنٹ کی طاقت نے اس کو نافذ کر دیا۔ کسی قانون کا نافذ ہو جانا نہ اس کی صحت کی دلیل ہے نہ اس امر کی متعلقہ فرقوں کی رضا و تسلیم سے وہ پاس ہوا ہے۔ نظیر کے لئے پبلک سیفٹی بل کا نفاذ (جو بطور آرڈیننس کے نافذ کر دیا گیا ہے) اور تعزیرات ہند و دیگر قوانین موجودہ کی سیکڑوں دفعات جو اسلامی احکام کے سراسر اخلاف ہیں کافی ہیں۔ دعوائے مہر میں تین سال کی مدت مقرر کر دینا۔ تمادی عارض ہو جانا حق شفعہ کا سال بھر کے بعد ساقط ہو جانا اور اسی قسم کے بہت سے قوانین نافذ ہیں جو شریعت اسلامیہ کے صریحاً خلاف ہیں تو ان کے نفاذ سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے انہیں تسلیم کر لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں پر جبراً ان قوانین کو نافذ کیا جاتا ہے۔ اور وہ مخالفانہ ایجی ٹیشن نہیں کرتے۔

پس صورت حاضرہ میں مسلمان نہ تو تعیین عمر عقد نکاح پر راضی ہو سکتے ہیں اور نہ وہ لڑکی کی عمر تعیین کرنے کو تسلیم کر سکتے ہیں اور ان کی قطعی رائے ہے کہ کم عمری کی شادیوں یا کم عمری میں مجامعت سے جو نقصانات ہوتے

---

(۱) لا عبرة للسن في هذا الباب و انما العبرة للطاقة ان كانت ضخمة سمينة تطيق الرجال . كان للزوج ان يدخل بها وان لم تبلغ تسع سنين (الهندية ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الاولياء: ۱/ ۲۸۷ ، ماجدية)

ہیں ان کا وقوع مسلمانوں میں اول تو بہت کم ہے۔ دوسرے اس کا علاج مذہبی احکام کی تبلیغ ہے نہ کہ قانون۔ ورنہ کہ قانون مذکور کی کئی صورتیں مذہبی احکام سے متصادم ہیں اور ان بنا پر وہ مذہبی مداخلت سے خالی نہیں۔ (۱)

سارda بل پر مفصل تبصرہ

نوٹ :۔ سارda بل جب اسمبلی میں پیش ہوا تو حکومت نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی۔ یہ کمیٹی تمام ہندوستان کا دورہ کرتی ہوئی ۲۸ جنوری سن ۱۹۲۹ء کو دہلی پہنچی اور شہادتیں قلم بند کیں۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم دہلی میں موجود نہ تھے۔ سفر سے واپس آکر آپ نے مندرجہ بالا بیان تحریر فرمایا اور ارکان تحقیقاتی کمیٹی کے پاس بھیجا۔

اس کے بعد آپ نے سارda بل پر ایک مبسوط تبصرہ بنام "سارda بل کی حقیقت" تحریر فرمایا جو ۲ اکتوبر سن ۱۹۲۹ء کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہوا اور الجمعیۃ مورخہ ۹ اکتوبر سن ۲۹ء و ۱۳ اکتوبر سن ۲۹ء میں بھی شائع ہوا۔ یکم اکتوبر سن ۲۹ء کو لارڈ گوشن نے جو اس وقت ہز ایکسلنسی لارڈ ارون کی جگہ بطور قائم مقام کے تھے سارda بل پر منظوری کی دستخط کر دیئے تھے۔ ۲۷ اکتوبر سن ۲۹ء کو لارڈ ارون ہندوستان واپس آئے اور مورخہ ۷ نومبر سن ۲۹ء کو حضرت مفتی اعظم نے مندرجہ ذیل خط وائسرائے کے نام تحریر فرما کر بھیجا۔ (واصف عفی عنہ)

مکتوب بنام وائسرائے ہند

(الجمعیۃ مورخہ ۹ نومبر سن ۲۹ء و ۱۳ نومبر سن ۱۹۲۹ء)

جناب والا! مسودہ قانون جو پبلک میں سارda بل کے نام سے مشہور تھا ہز ایکسلنسی وائسرائے کی منظوری کے بعد ایکٹ نمبر ۹ بابت سن ۱۹۲۹ء بن چکا ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب والا کو ان احساسات و جذبات سے باخبر کر دوں جو مسلمانوں کی طبائع میں اس قانون کے خلاف موجزن ہیں۔ نیز ان وجوہ کی بھی تصریح کر دوں جن کی بنا پر مسلمان اس قانون سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

(سارda بل) ایکٹ نمبر ۹ بابت سن ۱۹۲۹ء سے مسلمانوں کی بیزاری کے وجوہ

(الف) گورنمنٹ کے صریح وعدوں اور اعلانوں کے خلاف ہے۔ (ب) اس سے مذہبی مداخلت ہوتی ہے۔ (ج) مسلمان قوم کی نارضامندی کے باوجود اس کا اطلاق مسلمانوں پر کیا گیا ہے۔ (د) اس کی حیثیت آئینی نہیں بلکہ جبری ہے۔ (ہ) اس قانون کے پاس ہو جانے سے ایک ایسا خطرناک اصول قائم ہو گیا جس سے مسلمانوں کے مخصوص شرعی قانون (پرسنل لا) میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس کے محفوظ رہنے کا کوئی اطمینان نہیں رہا۔

میں ان نمبروں میں سے ہر نمبر پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالتا ہوں۔

(۱) گورنمنٹ برطانیہ نے ہمیشہ اس وعدے کا اعلان کیا ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ ملکہ

(۱) عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فان امر بمعصية فلا سمع عليه ولا طاعة . (جامع الترمذي، ابواب الجهاد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، باب ماجاء لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ، ۱ / ۳۰۰ سعيد)

وکٹوریہ کا ابتدائی اعلان اور ان کے جانشینوں کی پیہم تصدیق و تائید اس دعوے کا کافی ثبوت ہے اور اس وقت سے آج تک گورنمنٹ نے مسلمانوں کی شادی (میرج) کو مذہبی امور میں داخل رکھا ہے اور اسی حیثیت سے اس کے متعلق تمام مقدمات محمڈن لا کے مطابق فیصلے ہوتے رہے ہیں۔ پس ایک ایسے امر کے لئے جواب تک قانونی طور پر مذہبی امور میں داخل اور قانونی مداخلت کے ناقابل تھا اسمبلی میں قانون بنانا جس کی مجاریٹی غیر مسلم ہے اور اسلام سے قطعاً ناواقف ہے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کی حمایت و تائید ہونا اور سرکاری ارکان کا اس کی موافقت میں ووٹ دینا گورنمنٹ کی قدیم مشتہر پالیسی کی قطعاً خلاف ورزی ہے۔

(۲) اس سے مذہبی مداخلت ہوتی ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ میں مذہبی مداخلت کا مفہوم بھی واضح کردوں۔ مذہبی مداخلت کے مفہوم کی دو جہتیں ہیں :-

مذہبی مداخلت کے مفہوم کی پہلی جہت

(۱) جن امور کو مذہب نے فرض یا واجب قرار دیا ہو۔ مثلاً نماز، روزہ، حج۔ جب مرد یا عورت بالغ ہو جائے اور قوی الشہوۃ ہونے کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ان کے لئے نکاح کرنا وغیرہ۔

(۲) جو امور کہ مذہب کے شعائر میں داخل ہوں۔ مثلاً اذان، ختنہ، بستی سے باہر عید کی نماز کے لئے اجتماع وغیرہ۔

(۳) جو امور کہ مذہب نے مؤکد یا مستحسن قرار دیا ہو ان کی ترغیب دی ہو اور ثواب کا وعدہ کیا ہو۔ مثلاً نفل نماز، نفل روزہ نفل حج، ایک سے زیادہ قربانی، محلوں اور عام راستوں پر مسجد یں بنانا وغیرہ۔

(۴) جن امور کو شریعت نے جائز قرار دیا ہو ان پر عمل کرنا ایک مذہبی حق سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً ایک سے زیادہ بیوی سے نکاح کرنا۔ قربانی کے مختلف جانوروں میں سے کسی جانور کو منتخب کرنا وغیرہ۔

مذکورہ بالا چاروں قسموں میں جو امور داخل ہیں ان میں سے کسی ایک کو روکنا یا جرم قرار دینا یا ایسی پابندی عائد کرنا جس کا نتیجہ فی الجملہ ترک فعل پر مجبور کرتا ہو مذہبی مداخلت ہے۔ اب میں یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ اس قانون کے ذریعے سے جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ ان چاروں بیان کردہ صورتوں کے لحاظ سے مذہبی مداخلت ہے۔

مذہبی مداخلت کی پہلی صورت یعنی کسی فرض یا واجب سے روکنا

جب کہ لڑکا اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے یا لڑکی چودہ سال سے پہلے بالغ ہو جائے اور قوائے جسمانیہ کے قوی اور مستحکم ہونے کی وجہ سے اس کے زنا میں مبتلا ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ولی پر اور خود لڑکے پر اور لڑکی پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کرے۔

احادیث رسول اللہ ﷺ۔ پیغمبر اسلام (ارواحنا فداہ) ﷺ نے فرمایا ہے۔ **من ولدله ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه (رواه البيهقى كذافى المشكوة)**(۱)

ترجمہ :- جس کسی کو حق تعالیٰ کوئی بچہ (لڑکا یا لڑکی) عطا کرے تو اسے چاہئے کہ بچے کا اچھا نام رکھے اور اچھی تعلیم دے اور جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر بچہ بالغ ہو گیا اور باپ نے اس کا نکاح نہ کیا اور بچے

(۱) شعب الایمان للبیهقی، ۶/ ۴۰۱ (رقم الحدیث ۸۶۶۶) دار الکتب العلمیة، بیروت

سے گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا وبال اس کے باپ کے اوپر ہوگا۔ اور پیغمبر اسلام ﷺ نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیه (رواہ البیهقی کذافی المشکوة)(۱) ترجمہ۔ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے (یعنی بالغ ہو کر نکاح کی حاجت مند ہو) اور باپ اس کا نکاح نہ کرے اور لڑکی سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔ اور شریعت اسلامی کا اصول یہ ہے کہ انجیل یا توراۃ کا جو حکم پیغمبر اسلام نے نقل فرما کر اس کے خلاف بیان نہ فرمایا ہو تو وہ مسلمانوں کے لئے بھی شرعی حکم ہو جاتا ہے۔(۲)

احکام فقہ اسلامی۔ وحالة التوقان واجب (فتاویٰ هندیه معروف به فتاوی عالمگیری)(۳) ترجمہ۔ نکاح بوقت شدت حاجت واجب ہے۔ ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض (درمختار)(۴) ترجمہ۔ اور شدت حاجت کے وقت نکاح واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر بغیر نکاح رہنے میں صدور زنا یقینی ہو جائے تو نکاح فرض ہو جاتا ہے۔ ویجب عند التوقان(۵) (البرهان شرح مواهب الرحمن) ترجمہ۔ یعنی شدت اشتیاق کے وقت نکاح واجب ہو جاتا ہے۔ وصفته فرض و واجب وسنة (الی قوله) اما الاول فبان یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج بحیث لا یمکنه الاحتراز عنه الا به لان مالا یتوصل الی ترک الحرام الا به یکون فرضا (بحر الرائق شرح کنز الدقائق)(۶) ترجمہ۔ اور احکام شرعیہ میں نکاح کی حیثیت یہ ہے کہ وہ بعض حالات میں فرض اور بعض میں واجب اور بعض میں سنت ہوتا ہے۔ (الی قولہ) فرض ہونے کی حالت یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کا ایسا خوف ہو کہ بدون نکاح کے زنا سے بچاؤ نہ ہو سکے گا۔ اس حالت میں فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر حرام سے بچنا ممکن نہ ہو وہ چیز حرام سے بچنے کے لئے فرض ہو جاتی ہے۔ فاما فی حال التوقان قال بعضهم هو واجب بالاجماع لانه یغلب علی الظن او یخاف الوقوع فی الحرام وفی النهایة ان کان له خوف الوقوع فی الزنا بحیث لا یتمکن من التحرز لا به کان فرضا (فتح القدیر شرح هدایه)(۷) ترجمہ۔ شدت احتیاج و شدت اشتیاق کی حالت میں بعض علماء نے کہا کہ نکاح کرنا بالاتفاق واجب ہے کیونکہ ایسی حالت میں نکاح نہ کرنے سے زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف یا گمان غالب ہوتا ہے اور نہایہ میں ہے کہ اگر زنا میں واقع ہونے کا اتنا خوف ہو کہ بدون نکاح کے بچاؤ نہ ہو سکے تو نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اما من احتاج الی النکاح ولم یقدر علی الصبر دون النساء وخشی علی نفسه العنت ان لم یتزوج فالنکاح علیه واجب۔(۸) الخ مختصر (مقدمات ابن رشد) ترجمہ۔ بہر حال جو نکاح کا خواہش مند ہو بغیر عورت کے صبر نہ کر سکے اور زنا

(۱) شعب الایمان للبیهقی ، ۶ / ۴۰۲ ، رقم الحدیث ۸۶۷۰ ، دارالکتب العلمیة بیروت
(۲) ومما یتصل بسنة نبینا علیه السلام شرائع من قبله ، والقول الصحیح فیه ان ما قص الله تعالی او رسوله منها من غیر انکار یلزمنا علی انه شریعة لرسولنا صلی الله علیه وسلم (الحسامی ، ص ۹۳ ، میر محمد)
(۳) الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الاول ، ۱ / ۲۶۷ ، ماجدیة
(۴) الدر المختار ، کتاب النکاح ، ۳ / ۶ ، سعید
(۵) الهندیة ، کتاب النکاح ، الباب الاول ، ۱ / ۲۶۷ ، ماجدیة
(۶) البحر الرائق ، کتاب النکاح ، ۳ / ۸۴ ، بیروت
(۷) فتح القدیر ، کتاب النکاح ، ۳ / ۱۸۷ ، الحلبی مصر
(۸) لم اطلع علیه ولکن معناه فی تبیین الحقائق ، کتاب النکاح ، ۲ / ۹۵ ، امدادیه

میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر نکاح واجب ہے۔ وقد یجب فی نحو خائف عنت تعین علیه(۱) القلیوبی علی شرح منهاج الطالبین فی فقه الا مام الشافعی) ترجمہ :- نکاح کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے مثلاً اس شخص کے لئے جس کو زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔

پس ایسی صحیح الجسم لڑکی جو تیرہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے اور ایسا صحیح القویٰ لڑکا جو پندرہ یا سولہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور خوف ہو کہ اگر ان کا نکاح نہ کیا گیا تو یہ فواحش میں مبتلا ہو جائیں گے (خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو) تو ان کا نکاح کر دینا شرعاً واجب یا فرض ہے اور سارد ایکٹ ان کو اس شرعی فرض یا واجب کی ادائیگی سے روکتا ہے۔ اس لئے ان صورتوں میں مذہبی مداخلت کی صور چہار گانہ میں سے پہلی صورت متحقق ہو جائے گی۔

دوسری صورت یعنی کسی اسلامی شعار سے روکنا

نکاح اسلامی شعار ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا۔ اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواك والنكاح (ترمذی)(۲) ترجمہ :- یعنی چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔ حیاء عطر لگانا مسواک کرنا۔ نکاح کرنا۔ دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان سنتنا النكاح شرار كم عزابكم۔(۳) (رواه ابو یعلی فی مسنده كذافی البرهان) ترجمہ :- نکاح ہماری سنت ہے۔ تم میں سے برے وہ لوگ ہیں جو مجرد ہیں۔ تیسری حدیث میں فرمایا ہے۔ النكاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فليس منی - كذافی فتح الباری والبرهان)(۴) ترجمہ :- نکاح میری سنتوں میں سے ہے تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرا نہیں۔

پس کسی مسلمان لڑکے یا لڑکی کو جب کہ وہ بالغ ہو چکے ہوں مگر قانونی عمر سے کم عمر رکھتے ہوں یا ان کے اولیاء کو ایک ایسے امر سے روکنا جو شعار اسلامی ہے مذہبی مداخلت کی صور چہار گانہ میں سے دوسری صورت میں داخل ہے۔

تیسری صورت یعنی جن امور کو مذہب نے مؤکد یا مستحسن قرار دیا ہے ان سے روکنا

قرآن کریم۔ وانكحوا الا یامی منكم (سورة نور) (۵) ترجمہ :- بے شوہر والی عورتوں اور بے بیوی والے مردوں کے نکاح کر دو۔ ایامی جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد ایم ہے جو ایسے مرد کے لئے جس کی بیوی نہ ہو اور ایسی عورت کے لئے جس کا خاوند نہ ہو بولا جاتا ہے۔ خواہ یہ بالکل ان بیاہے ہوں یا بیاہے ہوں مگر پھر تنہا رہ گئے ہوں مفردات(۶) امام راغب میں ہے۔ الا یم هی المرأة التی لا بعل وقیل للرجل الذی لا زوج له۔ یعنی جس عورت کا خاوند نہ ہو اور جس مرد کی بیوی نہ ہو دونوں کو ایم کہا جاتا ہے۔ لسان العرب(۷) ج ۱۲ ص ۳۰۵ میں ہے۔

الا یامی الذین لا ازواج لهم من الرجال والنساء ورجل ایم سواء كان تزوج قبل اولم یتزوج والایم من

---

(۱) لم اطلع علیه
(۲) جامع الترمذی، ابواب النكاح، ۲۰۶/۱، سعید
(۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب النكاح، باب الحث فی النكاح، ۲۵۰/۴، بیروت
(۴) فتح الباری، كتاب النكاح، باب الترغیب فی النكاح، ۹۶/۹، بولاق
(۵) النور: ۳۲
(۶) المفردات للامام راغب، ص: ۳۱، ومعجم مقاییس اللغة، ۱۶۶/۱
(۷) لسان العرب، ۱۲/ ۳۹، بیروت

ما النساء التی لا زوج لها بکرا کانت او ثیبا۔ ترجمہ ایامیٰ ان مردوں کو جن کی بیویاں نہ ہوں اور ان عورتوں کو جن کے شوہر نہ ہوں کہا جاتا ہے۔ مرد کو خواہ اس نے شادی کی ہو یا نہ کی ہو مگر بغیر بیوی کے رہ جائے ایم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ مگر بے خاوند کی ہو ایم کہا جاتا ہے۔ اور انکحوا امر کا صیغہ ہے جو یہاں پر کم از کم استحباب مؤکد کے لئے ہے۔ تفسیر خازن میں ہے۔(۱) والا مرا لمذکور فی الا یة امر ندب واستحباب لا جماع السلف علیہ ج ۵ ص ۵۹) یعنی صیغہ امر اس آیت میں ندب واستحباب کے لئے ہے کیونکہ سلف کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔ فهی (ای صیغة الا مرفی قوله وانکحوا) علی الندب لا علی الا باحة(۲)(مقدمات ابن رشد ج ۲ ص ۲۲) یعنی اس آیت میں امر کا صیغہ ندب کے لئے ہے نہ کہ اباحت کے لئے

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ من تزوج فقد استکمل نصف الایمان (جمع الفوائد)(۳) یعنی جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا ایمان کامل کر لیا۔ اور فرمایا۔ من تزوج ثقة بالله احتسابا کان حقا علی الله ان یعینه وان یبارك له ، (طبرانی کذافی جمع الفوائد)(۴) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بہ نیت ثواب نکاح کرے گا خدا تعالیٰ ضرور ہی اس کی امداد فرمائے گا اور برکت دے گا۔ یاعلی ثلاث لا تؤخرها الصلوٰة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والا یم اذا وجدت لها کفوا (رواه الترمذی کذافی المشکوٰة)(۵) ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے علی! تین چیزیں ایسی ہیں جن میں تاخیر اور دیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور بے خاوند کی عورت جب اس کے لائق رشتہ میسر ہو جائے۔

ان حدیثوں کے علاوہ وہ حدیثیں بھی ملاحظہ کی جائیں جو دوسری صورت کے بیان میں اوپر لکھی جا چکی ہیں۔
ان تمام احادیث اور ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث سے بھی نکاح کی فضیلت اور اس کا مستحب مؤکد ہونا صراحتہ ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت علیؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مناسب رشتہ اور کفو میسر ہونے پر نکاح میں تاخیر اور دیر کرنی ناجائز ہے۔ کیونکہ لڑکیوں کے لئے سب سے زیادہ اہم بات یہی ہے کہ اچھے اور لائق خاوند میسر آجائیں اور یہ ہر وقت میسر نہیں ہوتے اس لئے ایسا رشتہ ملنے کی صورت میں نکاح کر دینے اور تاخیر نہ کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

روایات فقہیہ

ویسن حالة الا عتدال(البرهان شرح مواهب الرحمن)(۶) ترجمہ :۔ نکاح حالت اعتدال میں بھی یعنی اگرچہ شدت حاجت نہ ہو مسنون ہے۔ ویکون سنة مؤكدة فی الا صح فیا ثم بترکه (در مختار)(۷) یعنی نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ پس اس کے ترک سے گنہگار ہوگا فهو انه فی حالة الا عتدال سنة مؤكدة (فتاویٰ عالمگیری)

(۱) تفسیر الخازن لعلاء الدین علی بن محمد ، ۷۲/۵
(۲) لم نطلع علیه
(۳) مجمع الفوائد ومنبع الفوائد، کتاب النکاح ،باب الحث فی النکاح، ۲۵۲/۴، بیروت
(٤) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، کتاب النکاح ،باب الحث فی النکاح، ۲۵۸/۲، بیروت
(۵) جامع الترمذی ، ابواب الصلوٰة ، باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل ، ۴۳/۱، سعید
(٦) لم نجده
(۷) الدر المختار ، کتاب النکاح ، ۷/۳ ، سعید

(۱) یعنی درمیانی حالت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ قال الحنفیۃ ھو عبادۃ (فتح الباری) (۲) یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک عبادت ہے۔ ولیس لنا عبادۃ شرعت من عھد آدم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان (در مختار) (۳) یعنی ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہو کر اب تک قائم رہی ہو اور پھر جنت میں بھی برقرار ہے مگر نکاح اور ایمان۔

پس قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور فقہ اسلامی سے نکاح کا مسنون اور کم از کم مستحب مؤکد ہونا ثابت ہوتا ہے اور ساردا بل کے ذریعہ سے ایک مدت معینہ تک اس کی ممانعت اور بندش ہوتی ہے۔ اس لئے یہ مذہبی مداخلت کی تیسری صورت میں داخل ہے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی نابالغ اور ناقابل مباشرت بھی ہوں جب بھی ان کے عقد نکاح کو منع کرنا اور جرم قرار دینا مذہبی مداخلت ہے۔ اور اگر بالغ ہوں مگر ۱۴ اور ۱۸ سال سے کم عمر رکھتے ہوں تو پھر عقد نکاح اور مباشرت دونوں پر بندش عائد کرنا مذہبی مداخلت ہے۔

چوتھی صورت یعنی ایسے امور سے روکنا جو صرف جائز ہیں مگر مذہبی حق سمجھے جاتے ہیں

چھوٹے بچوں اور بچیوں کا نکاح کر دینا گرچہ لازمی اور ضروری نہیں ہے مگر اسلام نے اسے جائز رکھا ہے اور اس سے منع نہیں کیا۔ اور یہ حق اسلامی حق قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ثبوت میں دلائل ذیل ملاحظہ ہوں۔

قرآن کریم۔ واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن۔ (سورۃ طلاق) (۴) ترجمہ: ۔ تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں کہ حیض سے (بوجہ پیرانہ سالی) ناامید ہو جائیں۔ اگر تمہیں ان کے بارے میں شک و شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور ان بچیوں کی بھی جنہیں اب تک حیض آنا شروع نہیں ہوا۔

اسلامی قانون نے غیر حاملہ عورتوں کے لئے طلاق کی عدت تین حیض قرار دی ہے۔ مگر جن عورتوں کو پیرانہ سالی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا ایسی منکوحہ لڑکیاں جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا اس آیت میں ان کی عدت بیان کی گئی ہے کہ یہ دونوں قسم کی عورتیں تین مہینے عدت گزاریں۔ اس آیت میں غیر حائضہ نابالغہ لڑکیوں کی عدت کا حکم بیان کرنا اس کی دلیل ہے کہ نابالغہ لڑکیوں کا عقد نکاح جائز ہے۔ (۵) ورنہ طلاق اور اس کی عدت کا حکم بیان کرنے کے کچھ معنی نہیں ہو سکتے۔

یہاں پر کہا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے ایسے نکاح ہوتے تھے اور ان کی وجہ سے کم عمر منکوحہ بچیوں کو طلاق دینے کے واقعات پیش آتے تھے اس لئے ان کی عدت بیان کر دی گئی ہے۔ پس اس آیت سے ایسے نکاح کر دینے کا جواز نہیں نکلتا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق کی عدت بتانا اور نکاح جس پر طلاق مرتب ہوتی ہے اس کے حکم سے

---

(۱) الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الاول، ۱/۲۶۷، ماجدیۃ
(۲) فتح الباری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۹/۸۹، بولاق
(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/۳، سعید (۴) الطلاق: ۴
(۵) وفی البخاری: باب انکاح الرجل ولدہ الصغار، لقولہ تعالیٰ "واللائی لم یحضن" فجعل عدتھا ثلثۃ اشھر قبل البلوغ صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۲/۷۷۱، قدیمی وفی فتح الباری: فدل علی ان نکاحھا قبل البلوغ جائز وھو استنباط حسن فتح الباری، کتاب النکاح

سکوت فرمانا نکاح کے جواز کی صریح دلیل ہے۔ اگر ان بچیوں کا نکاح ناجائز ہوتا تو ضرور اس کی تصریح بھی بیان کر دی جاتی۔ جب اس کے عدم جواز کی تصریح نہیں کی گئی اور ان کی طلاق کی عدت بتائی گئی تو نکاح کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ (۱) وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء (سورۃ نساء) (۲)
ترجمہ :- اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیم بچیوں کے بارے میں تم انصاف نہ کر سکو گے تو انہیں چھوڑ کر اور عورتیں جو تمہیں اچھی معلوم ہوں ان سے نکاح کرو۔

اس آیت کا مطلب جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ جن لوگوں کی تربیت میں یتیم بچیاں ہوتی تھیں اور وہ صاحب مال یا صاحب جمال ہوتی تھیں تو یہ ان کے ساتھ نکاح کر لیتے تھے اور تھوڑا سا مہر مقرر کر دیتے تھے اور اگر وہ صاحب مال یا صاحب جمال نہ ہوتیں تو پھر خود نکاح نہیں کرتے تھے اور دوسرے رشتے تلاش کرتے تھے۔ تو حق تعالیٰ نے ان کو اس ناانصافی سے منع کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم ان بچیوں سے انصاف کا معاملہ نہ کرو اور پورا مہر نہ باندھو تو ان کے ساتھ نکاح مت کرو یعنی اگر ان کے ساتھ انصاف کرو اور پورا مہر باندھو تو نکاح جائز ہے۔ (۳) ممانعت صرف ناانصافی کی صورت میں ہے۔ یہ ایسے اولیاء کے لئے حکم تھا جن کے لئے زیر تربیت یتیمہ بچیوں کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہوتا ہے۔ جیسے چچا زاد بھائی وغیرہ پس اس آیت سے بھی یتیمہ بچیوں کے ساتھ (صغر سنی میں) نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (۴) صرف ناانصافی کی صورت میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ حکم ممانعت اولیاء کو اسی حالت میں دیا جا سکتا ہے جب کہ یتیمہ ابھی خود مختار نہ ہوئی ہو اور ولی اپنے اختیار سے ناانصافی کے ساتھ عقد کرے۔ اور یتیم اور یتیمہ کا اطلاق انہیں بچوں پر آتا ہے جن کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو اور وہ ابھی نابالغ ہوں۔

مفردات راغب میں ہے۔ (۵) الیتیم انقطاع الصبی عن ابیہ قبل بلوغہ (ص ۵۷۲) یعنی بچے کا نابالغی کی حالت میں ماں باپ سے رہ جانا یتیمی ہے تاج (۶) العروس شرح قاموس میں ہے۔ وھو یتیم مالم یبلغ الحلم فاذا بلغ زال عنہ اسم الیتیم (ج ۹ ص ۱۱۳) یعنی بچہ اس وقت تک یتیم کہلاتا ہے جب تک بالغ نہ ہو اور جب بالغ ہو جائے تو یتیم کا اطلاق اس پر سے اٹھ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ لا یتم بعد الحلم (کذافی فتح القدیر) (۷) یعنی بلوغ کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

---

(۱) لقولہ تعالی واللائی لم یحضن، فأجب العدۃ للصغیرۃ وھو فرع تصور نکاحھا شرعاً (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، ۳/ ۲۷۴، الحلبی مصر)
(۲) النساء: ۳
(۳) عن عروۃ بن الزبیر انہ سأل عائشۃ عن قول اللہ تعالی "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی" فقالت: یا ابن اختی ھذہ الیتیمۃ تکون فی حجر ولیھا تشرکہ فی مالہ، فیعجبہ مالھا وجمالھا فیرید ولیھا ان یتزوجھا بغیر ان یقسط فی صداقھا، فیعطیھا مثل ما یعطیھا غیرہ فنھوا ان ینکحوھن الا ان یقسطوا لھن ویبلغوا بھن اعلی سنتھن فی الصداق، فامروا ان ینکحوا ما طاب لھم من النساء (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ان خفتم الا تقسطوا، ۲/ ۶۵۸، قدیمی)
(۴) وفی فتح القدیر: لنا قولہ تعالی "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی" منع من نکاحھن عند خوف عدم العدل فیھن، وھذا فرع جواز نکاحھن عند عدم الخوف (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء، ۳/ ۲۷۵، الحلبی مصر)
التفسیر، باب ان خفتم الا تقسطوا، ۲/ ۶۵۸، قدیمی)
(۵) المفردات للامام الراغب، ص ۵۷۲
(۶) تاج العروس، فصل الیاء من باب المیم، ۹/ ۱۱۳،
(۷) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الاولیاء، ۳/ ۲۷۵، الحلبی مصر

پس جس طرح آیت کے پہلے حصہ سے نابالغہ لڑکیوں کے نکاح کا جواز ثابت ہے اسی طرح دوسرے حصے فانکحوا ماطاب لکم من النساء (۱) سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بالغہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زیر تربیت یتیم بچیوں کو چھوڑ کر دوسری جن عورتوں سے چاہو نکاح کرو خواہ وہ بالغہ ہوں یا نابالغہ۔ یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ نساء کا لفظ بالغہ عورتوں پر ہی بولا جاتا ہے۔ مگر یہ ایسے ہی شخص کا قول ہو سکتا ہے جسے نہ قرآن مجید کے احکام کی خبر ہے نہ الفاظ کی۔ نہ وہ عربی زبان سے واقف ہے نہ عربی لغت سے، قرآن مجید میں آیت میراث میں وان کن نساء (۲) یعنی اگر میت کی اولاد میں دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کا حصہ باپ کے ترکہ میں ۳ / ۲ ہے۔ یہاں نساء کا لفظ ہے۔ اور ایک دن کی بچی بھی اس حکم میں داخل ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ نابالغہ لڑکیوں کے لئے باپ ماں کے ترکہ میں حصہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ لفظ نساء میں داخل نہیں ہیں۔ اسی طرح بہت سی آیتوں میں لفظ نساء میں بچیاں اور بچی پوری عورتیں شامل رکھی گئی ہیں۔

وانکحوا الا یامیٰ منکم۔ (سورۃ نور) (۳) اس آیت میں بھی بالغہ اور نابالغہ سب داخل ہیں کیونکہ ایم بن عورت کے مرد اور بن شوہر کی عورت کو کہتے ہیں خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ۔ اور جب کہ تیرہ سال کی لڑکی بالغہ ہو جائے یا پندرہ سولہ سال کا لڑکا بالغ ہو جائے تو اس امر استحباب کا اس کے متعلق ہو جانا ظاہر ہے۔ اور بلوغ سے پہلے بھی جب کہ اچھا رشتہ میسر ہوتا ہو تو صرف عقد نکاح کر دینا بھی اسی کے ماتحت داخل ہے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں۔

الا نکاح الی العصبات (رواہ سبط ابن جوزی کذافی فتح القدیر) (۴) ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچوں کے نکاح کر دینے کا اختیار عصبات کو ہے۔ وعن عائشۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین وبنی بی وانا بنت تسع سنین (رواہ البخاری) (۵) ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے ساتھ نکاح اس وقت کیا جب میں چھ سال کی تھی اور زفاف اس وقت کیا جب میں جب میں نو سال کی تھی (اور شوہر کے قابل ہو گئی تھیں) وزوج صلی اللہ علیہ وسلم بنت عمہ حمزۃ رضی اللہ عنہ من عمر بن ابی سلمۃ وھی صغیرۃ (کذافی فتح القدیر) (۶) ترجمہ :۔ اور حضور ﷺ نے اپنی چچازاد بہن (امامہ) بنت حمزہؓ کا نکاح عمر بن ابی سلمہ کے ساتھ ایسے وقت میں کر دیا کہ وہ صغیرہ تھیں۔

آثار صحابہ کرام۔ تزوج قدامۃ بن مظعون بنت الزبیر یوم ولدت (فتح القدیر) (۷) یعنی قدامہ بن مظعون صحابی نے حضرت زبیرؓ کی لڑکی سے اس کے یوم ولادت ہی میں نکاح کر لیا ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امہا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطبہا عمر بن الخطاب الی علی

---

(۱) النساء : ۳
(۲) النساء : ۱۱
(۳) النور : ۳۲
(۴) فتح القدیر ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء الاکفاء ۳ / ۲۷۷ ، بحلبی مصر
(۵) صحیح البخاری ، کتاب النکاح ، باب بنی بامراۃ وھی تسع سنین ، ۲ / ۷۷۵ ، قدیمی
(۶) فتح القدیر ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء والاکفاء ، ۳ / ۲۷۶ ، بحلبی مصر
(۷) فتح القدیر ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء والاکفاء ، ۳ / ۲۷۴ ، بحلبی مصر

فقال انہا صغیرۃ (الی قولہ) فان رضیتہا فقد زوجتکہا (انتہی مختصراً مافی الاستیعاب لا بن عبد البر) (۱) یعنی حضرت عمرؓ نے ام کلثومؓ کے لئے جو حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے صاحبزادی تھیں اپنے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علیؓ نے عذر کیا کہ وہ ابھی بچی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خاندان نبوت کے ساتھ نسبت پیدا کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کے ہاتھ آپ کی خدمت میں ایک چادر بھیجتا ہوں وہ آپ کے سامنے آئے گی۔ اگر آپ اس سے نکاح کرنا پسند کریں تو میں نے آپ کے ساتھ اس کا نکاح کردیا۔ (اسی طرح الاصابہ فی تمییز الصحابہ (۲) میں ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی ذکر کیا ہے)

روایات فقہیہ۔ ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا (ھدایہ) (۳) یعنی صغیر اور صغیرہ کا نکاح جائز ہے جب کہ ولی ان کا نکاح کرے۔ صغیرہ خواہ باکرہ ہو یا ثیب۔ لقولہ تعالیٰ واللائی لم یحضن فاثبت العدۃ للصغیرۃ وھو فرع تصور نکاحھا شرعا وتزویج ابی بکر عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وھی بنت ست نص قریب من المتواتر وتزوج قدامۃ بن مظعون بنت الزبیر مع علم الصحابۃ رضی اللہ عنہم نص فی فھم الصحابۃ عدم الخصوصیۃ فی نکاح عائشۃ (فتح القدیر) (۴) یعنی صغیر اور صغیرہ کے نکاح کے جواز کی دلیل یہ آیت ہے۔ واللائی لم یحضن (۵) کہ اس میں صغیرہ مطلقہ کی عدت بیان کی گئی ہے۔ اور عدت جب ہی ثابت ہوسکتی ہے کہ اس کے نکاح کو شریعت نے معتبر رکھا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کی کم عمری (چھ سال کی عمر) میں ان کا نکاح کردیا جانا ایسی نص ہے جو متواتر کے قریب ہے اور قدامہ بن مظعون کا حضرت زبیرؓ کی نوزائیدہ بچی سے صحابہ کرامؓ کے علم و اطلاع میں نکاح کرلینا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس بات کی نص ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت عائشہؓ کی کم عمری کے نکاح کو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت نہیں سمجھا۔ ولنا قولہ تعالیٰ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم من النساء (الآیۃ) منع من نکاحھن عند خوف عدم العدل فیھن وھذا فرع جواز نکاحھن عند عدم الخوف (فتح القدیر) (۶) یعنی صغیرہ کے نکاح کے جواز میں ہماری دلیل یہ آیت ہے۔ کیونکہ اس میں ناانصافی کے خوف کی حالت میں یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب ناانصافی کا خوف نہ ہو تو یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ (اور یتیم وہی بچی ہے جو نابالغ ہو) اجمع المسلمون علی تزویجہ بنتہ البکر الصغیرۃ (نووی شرح مسلم) (۷) یعنی مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی باکرہ کا نکاح کرسکتا ہے۔ لولی الصغیر والصغیرۃ ان ینکحھما (برجندی کذافی الفتاوی العالمگیریہ) (۸) یعنی صغیر اور صغیرہ کے ولی کو یہ حق ہے کہ ان کا نکاح کردے۔ سواء کانت بکرا او ثیبا (۹) (کذافی العینی شرح الکنز) خواہ لڑکی باکرہ ہو یا

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر علی ھامش الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۴: ۴۹۰، دارالفکر بیروت
(۲) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، کتاب النکاح، ۴: ۴۹۲، دارالفکر بیروت
(۳) الھدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، ۲: ۳۱۶، شرکۃ علمیۃ
(۴) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، ۳: ۲۷۴، مصطفی البابی الحلبی مصر (۵) الطلاق: ۴
(۶) فتح القدیر، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء، ۳: ۲۷۵، مصطفی البابی الحلبی مصر
(۷) شرح النووی لمسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ، ۱: ۴۵۶، قدیمی
(۸) الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ۱: ۲۷۵، ماجدیۃ
(۹) ایضاً

ثیبہ۔ اسی طرح تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ ان سب کی عبارتیں نقل کر کے میں اس مکتوب کو طویل کرنا نہیں چاہتا۔

پس قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور فقہ اسلامی نے اولیاء کو یہ حق دیا ہے اور یہ حق ان کا شرعی اسلامی حق ہے اس کو سلب کرنا ایسی ہی مداخلت ہے جس طرح کہ ایک سے زیادہ بیویوں سے نکاح کرنے کے شرعی حق کو یا گائے کی قربانی کرنے کے شرعی حق کو یا برلب شوارع مسجد تعمیر کرنے کے شرعی حق کو قانون کے ذریعے سے جرم قرار دینا مذہبی مداخلت ہے۔

میں یہاں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ تمام مسلمانوں کا مذہبی اعتقاد یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا قانون ایسا کامل اور مکمل قانون ہے کہ اس میں قیامت تک کسی ترمیم تبدیل، اضافہ یا کمی کی گنجائش نہیں ہے۔(۱) غیر مسلم تو کجا کسی مسلمان کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسلامی قانون کے مقابلے میں کوئی دوسرا قانون وضع کرے یا اس کی تائید و حمایت کرے۔ پس اس اعتقاد و یقین کے ہوتے ہوئے وہ ایک آن کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ایسی جماعت جس میں مسلم و غیر مسلم شریک ہوں اور غیر مسلموں کی اکثریت ہو مسلمانوں کے لئے قانون وضع کر کے ان کے اسلامی حقوق میں دست اندازی کرے۔

مذہبی مداخلت کے مفہوم کی دوسری جہت

مذہبی مداخلت کے مفہوم کی دوسری جہت یہ ہے کہ مسلمانوں کو قانون کے ذریعے سے کسی ایسے امر کے لئے مجبور کیا جائے جو ان کے مذہب میں ناجائز ہے۔ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ بعض حالات میں اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکے اور چودہ سال سے کم عمر لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً واجب اور فرض ہو جاتا ہے اور ترک نکاح ناجائز اور حرام ہو جاتا ہے۔(۲) اور یہ قانون ان کو تکمیل عمر قانونی سے پہلے ترک نکاح پر مجبور کرے گا جو مذہباً ناجائز اور حرام ہو گا۔ اور اس دوسری جہت سے بھی یہ ممانعت مذہبی مداخلت ہو گی۔

مسلمان قوم کی نارضامندی کے باوجود اس کا اطلاق مسلمانوں پر کیا گیا ہے

اس کے ثبوت کے لئے مجھے تطویل کی حاجت نہیں۔ جزا کسلنسی سے یہ امر پوشیدہ نہ ہو گا کہ :-

(۱) مسلم ممبران اسمبلی کی اکثریت نے ستمبر سن ۱۹۲۸ء میں ایک یادداشت جس پر اکیس مسلم ارکان کے دستخط تھے ہوم ممبر کی خدمت میں پیش کر دی تھی اور بل سے اپنا اختلاف اس بنا پر ظاہر کیا تھا کہ اس بل سے شریعت اسلامیہ میں مداخلت ہوتی ہے۔ (۲) منتخبہ کمیٹی کے دو مسلمان ممبروں مسٹر محمد یعقوب و مسٹر محمد رفیق صاحبان نے اپنے اختلافی نوٹ میں یہ ظاہر کیا تھا کہ اس بل سے مسلمانوں کے پرسنل لا پر اثر پڑتا ہے اس لئے یہ بل کے اصول کے خلاف ہے۔ (۳) مسٹر غزنوی نے اسی مرحلے پر علمائے اسلام کا ایک فتویٰ بھی ہوم ممبر کو دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بل مذہب اسلام کے اصول و احکام پر اثر ڈالتا ہے اس لئے شرعاً قابل قبول نہیں (۴) فروری سن ۱۹۲۹ء میں بھی اس

---

(۱) قال تعالیٰ : الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدۃ : ۳) وقال تعالیٰ مقاماً آخر : قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقائی نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی (سورۃ یونس : ۱۵)

(۲) ویکون واجبا عند التوقان ، فان تیقن الزنا الا بہ فرض (الدر المختار) وفی الرد : (فان تیقن الزنا الا بہ فرض) ای بان کان لا یمکنہ الاحتراز عن الزنا الا بہ لا مالا یتوصل الی ترک الحرام الا بہ یکون فرضاً ۔ (رد المحتار، کتاب النکاح ، ۳/۶ ، سعید)

بل کے پیش ہونے کے وقت مسلمانوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ بل اسلامی اصول کے مخالف ہے۔ (۵) ستمبر سن ۲۹ء میں بھی بائیس مسلمان حاضر ارکان میں سے سولہ مسلمان ممبروں نے بل کو مخالف اصول اسلامی بتاتے ہوئے اس سے اپنی بیزاری کا تحریری بیان ہوم ممبر کو دیا۔ (۶) مولانا محمد شفیع داؤدی نے ترمیم پیش کی کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو مسلمان منتخب شدہ ارکان میں سے بارہ نے ترمیم کے موافق اور صرف پانچ نے مخالف رائے دی۔ مسلمان منتخب شدہ انتیس ارکان میں سے صرف سات نے بل کی موافقت میں رائے دی ہے۔ (۷) کونسل آف اسٹیٹ کے تمام مسلمان ممبروں نے (باستثنائے گورنمنٹ کے مسلم ارکان کے) بل کے خلاف تحریری بیان دیا۔ (۸) ۳۰ مارچ سن ۱۹۲۸ء کو روزانہ "ہمدرد" میں مولانا محمد علی کا ایک بسیط مضمون بل کے خلاف شائع ہوا۔ (۹) ۱۰ اپریل سن ۱۹۲۸ء کے اخبار الجمعیۃ میں اس کے خلاف مضمون لکھا گیا اور اس کو مذہبی مداخلت بتایا گیا۔ (۱۰) میں نے اپریل سن ۲۸ء میں ۲۲ سے پہلے تمام ارکان اسمبلی کو تار دیا کہ اس قسم کے قوانین مذہب اسلام میں ناجائز مداخلت ہیں۔ یہ تار ۲۲ اپریل سن ۲۸ء کے الجمعیۃ میں شائع ہو چکا ہے۔ (۱۱) ۲۶ اپریل سن ۲۸ء کے الجمعیۃ میں شائع ہوئی۔ اس میں پوری وضاحت اور دلائل کے ساتھ بتایا گیا کہ اس قسم کے بل اسلامی پرسنل لا پر اثر انداز ہیں اس لئے قابل قبول نہیں (۱۲) ۶ مئی سن ۲۸ء الجمعیۃ میں نہایت مبسوط مدلل لیڈر لکھا گیا جس کی دوسری قسط ۱۰ مئی سن ۲۸ء کے الجمعیۃ میں شائع ہوئی۔ (۱۳) ۱۸ مئی سن ۲۸ء ۲۲ مئی سن ۲۸ء کے الجمعیۃ میں بھی اس کے خلاف مضامین چھپے۔ (۱۴) ۱۶ اپریل سن ۲۸ء کے الانصار دیوبند نے اس کے خلاف مضمون لکھا اور اس کو اسلامی پرسنل لا کے خلاف بتایا۔ (۱۵) ۱۱ اگست سن ۲۹ء کو جمعیۃ علمائے ہند کے مجلس مرکزیہ کے اجلاس مراد آباد نے اس کے خلاف تجویز پاس کی اور وائسرائے اور پریذیڈنٹ اسمبلی اور ارکین اسمبلی کو بھیجی گئی۔ (۱۶) ۹۱۲ اگست سن ۲۹ء کے الجمعیۃ میں ایک بہت طویل مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا جس میں اس قانون کی مخالفت کی گئی۔ (۱۷) اس کے بعد الجمعیۃ میں متواتر ۷ ستمبر سن ۲۹ء و ۵ ستمبر ۹ ستمبر ۱۳ ستمبر ۲۰ ستمبر ۲۴ ستمبر ۲۸ ستمبر کو اس کے خلاف مضامین لکھے گئے۔ تار دیئے گئے اور صراحت بتایا گیا کہ یہ بل اسلامی پرسنل لا کے خلاف ہے اس لئے مسلمان اسے ہرگز قبول نہ کریں گے۔ (۱۸) پھر ۱ اکتوبر سن ۲۹ء میں ۳ اکتوبر ۵ اکتوبر ۹ اکتوبر ۱۳ اکتوبر ۱۶ اکتوبر ۲۰ اکتوبر ۲۴ اکتوبر ۲۸ اکتوبر کے الجمعیۃ کی اشاعتوں میں برابر اس سے اختلاف اور بیزاری کا اظہار کیا گیا۔ یہ اگرچہ بل کی منظوری کے بعد کے مضامین ہیں مگر میں نے اس لئے ذکر کر دیئے ہیں کہ جناب والا کو مسلمانوں کی عام بیزاری کا بخوبی علم ہو جائے۔ (۱۹) ہم ستمبر کے وسط سے تمام مسلم پریس اس کی مخالفت اور اظہار بیزاری میں ہم آہنگ ہے۔ جن اخباروں کے مضامین میں نے خود دیکھے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) ہمدرد دہلی (۲) الجمعیۃ دہلی۔ (۳) ملت دہلی۔ (۴) انقلاب لاہور۔ (۵) زمیندار لاہور۔ (۶) سیاست لاہور۔ (۷) حق لکھنؤ۔ (۸) سرفراز شیعہ اخبار لکھنؤ۔ (۹) ہمت لکھنؤ۔ (۱۰) الامان دہلی۔ (۱۱) مہاجر دیوبند۔ (۱۲) الانصار دیوبند۔ (۱۳) عصر جدید کلکتہ۔ (۱۴) خلافت بمبئی۔ (۱۵) حقیقت لکھنؤ۔ (۱۶) امارت پٹنہ۔ (۱۷) ترجمان سرحد۔ (۱۸) شہاب راولپنڈی۔ (۱۹) اتحاد پٹنہ۔ (۲۰) تیغ میرٹھ۔ (۲۰) بعض ممتاز رہنمایان مذہب اور مقتدایان قوم نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا۔ مثلاً مولانا محمد علی صاحب۔ مولانا ظفر علی خان صاحب۔ عرفان سر محمد یعقوب صاحب۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار۔ مولانا محمد عرفان صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی۔ میر غلام بھیک صاحب

نیرنگ سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ۔ مولانا ابو البرکات عبد الرؤف صاحب داناپوری۔ شمس العلماء سید نجم الحسن صاحب مجتہد۔ مولانا سید ناصر حسین صاحب مجتہد۔ شمس العلماء مولانا سبط حسن صاحب۔ مولانا قطب الدین عبد الوالی صاحب فرنگی محلی۔ مولانا عبید اللہ صاحب مختار ایونی۔ مولانا محمد دراز بیگ صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ۔ مولانا سید ولایت حسین صاحب الہ آبادی وغیرہم۔ (۲۱) مذہبی اداروں اور مذہبی حلقوں نے بھی اس کو مذہب کے خلاف قرار دیا۔ اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا۔ مثلاً جمعیۃ علمائے ہند۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ دارالعلوم دیوبند۔ مظاہر العلوم سہارنپور۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔ اہل حدیث کانفرنس وغیرہ۔ (۲۲) ہندوستان کے بہت سے شہروں اور قصبوں میں جلسے ہوئے جن میں ہزارہا مسلمانوں نے مجمع عام میں بالاتفاق اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق سے ناراضی ظاہر کی اور اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان مقامات اور جلسوں کی روداد بہ طویل ہے اخبارات میں یہ اطلاعات پیہم شائع ہوتی رہتی ہیں۔ (۲۳) ابھی حال میں ۲۷ اکتوبر کو دہلی میں ہندوستان کی متعدد مجالس اسلامیہ اور جمعیۃ ہائے قومیہ کے نمائندوں کا ایک جلسہ ہوا ہے اس میں بالاتفاق اس بل سے ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور اس سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کرانے کے لئے انتہائی قربانی تک کا تہیہ کر لیا گیا ہے۔ یہ تجویز جناب والا کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔

ان تمام حقائق و واقعات کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس بل کا اطلاق مسلمان قوم کی ناراضی اور اظہار بیزاری اور عدم قبول کے اعلان کے باوجود مسلمانوں پر کیا گیا ہے جو اصول انصاف کے خلاف ہے۔

مسلمانوں کے حق میں اس کی حیثیت آئینی نہیں بلکہ جبری ہے

فروری سن ۲۷ء میں اس بل کو رائے صاحب مسٹر ہربلاس سارڈا نے ایسے مسودے کی صورت میں پیش کیا تھا جو ہندو قوم کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس کے بعد جب مجلس (۱) منتخبہ نے اس کو عام کر دیا اور دوبارہ یہ اسمبلی میں فروری سن ۲۹ء میں پیش ہوا تو اس پر یہ بجا اعتراض کیا گیا کہ چونکہ یہ بل مسلمانوں کے پرسنل لا پر اثر انداز ہے اس لئے بغیر وائسرائے کی منظوری جدید کے زیر غور نہیں آسکتا۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۲۷ ضمن (۱) کا حوالہ دیا گیا۔ لیکن باوجود اس کے اس پر غور کیا گیا تھا کہ پیش کر دیا گیا وہ کارروائی دفعہ ۲۱ ضمن (۱) کی صریح خلاف ورزی ہے اور جب کہ اصولی طور پر یہ اسمبلی میں وائسرائے کی منظوری کے بغیر پیش نہیں ہو سکتا تھا تو اس کے بعد کی تمام کارروائی مسلمانوں کے حق میں آئینی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ ان پر نافذ کیا گیا تو یہ نفاذ آئینی نہیں بلکہ جبریہ ہوگا۔

میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ ستمبر سن ۲۸ء میں بائیس مسلمان ممبروں نے اس کو اپنے تحریری بیان میں اسلامی پرسنل لا کے خلاف قرار دیا تھا اور مسٹر غزنوی نے ۲۳ علماء کا دستخطی فتویٰ بھی اس مقصد کے لئے پیش کر دیا تھا تو اس کے بعد فروری سن ۲۹ء کی یہ کارروائی کہ اس کو بغیر جدید منظوری گورنر جنرل کے اسمبلی میں پیش کر دیا گیا کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے؟ اگر اسمبلی کی غیر مسلم اکثریت اس کا فیصلہ کرنے کی بھی مجاز مان لی جائے کہ کوئی بل اسلامی پرسنل لا کے خلاف ہے یا نہیں تو مسلمانوں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کے

(۱) سلیکٹ کمیٹی۔

غیر محفوظ ہو جانے کا یقین کرلیں اور اس قسم کے یقین تو کیا سر سری خیال کے نتائج بھی جناب والا سے مخفی نہ ہوں گے۔

اس قانون کے پاس ہو جانے سے پرسنل لا میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے

میں جناب والا کی توجہ اس گہرے اور عمیق رخنے کی طرف مبذول کرانا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو اس قانون کے پاس ہو جانے سے مذہبی آزادی اور ہر مذہب کے پرسنل لا کی حفاظت کی مضبوط دیوار میں پڑ گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے مذہب اور مذہبی احکام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور انہیں اس کا بھی یقین ہے کہ اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے۔(۱) اس کا قانون، الٰہی قانون ہے جس میں کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے ان کے واسطے اس قانون کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسلام کے قوانین اور احکام نے ان کو ایسے امور کی بابت قانون ساز مجالس کا مرہون منت ہونے سے ہمیشہ کے لئے بے نیاز کر دیا ہے۔ اگر آج اس رخنہ کو بند نہیں کیا گیا تو پھر جس نظریہ کو پیش نظر رکھ کر یہ قانون بنایا گیا ہے اور حفظان صحت اور خیر خواہی بنی نوع انسان کا جو شریف جذبہ اس کا محرک بتایا جاتا ہے اسی نظریہ اور اسی جذبہ کی بنا پر ایسے ایسے بل پیش ہو سکتے ہیں جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً کہا جائے گا کہ ایک مرد کے لئے ایک سے زائد زوجہ کا ہونا صنف نازک پر ظلم ہے اس لئے اس کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ اسلام میں تعدد ازدواج جائز ہے اور نص قرآن مجید سے ثابت ہے۔(۲) اسی طرح مستورات کے لئے بے حجابی کی بابت کسی بل کا پیش ہونا کوئی مستبعد نہیں ہے۔ کہا جائے گا کہ برقعہ پوشی سے مستورات کی صحت خراب ہوتی ہے۔ اس لئے مستورات کو پردہ اور حجاب میں رکھنا جرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے بھی سزائیں تجویز کی جائیں۔ اور کسی ایسے بل کا آنا بھی ممکن ہے کہ شہر کی عام گذرگاہوں پر کسی قوم کو معابد بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ختنہ کو بچوں پر ظلم قرار دے کر جرم قرار دیا جائے۔ روشن خیال اور شریعت اسلامیہ سے ناواقف اشخاص اس قسم کے بلوں کی تائید کریں گے۔ جیسے کہ زیر بحث قانون کی حمایت میں اسی قسم کے چند مسلمان کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد جو فتنہ برپا ہو گا اس کا تصور بھی اس وقت ناممکن ہے۔

اور یہ کہ نکاح کو آج تک تو نوئی طور پر بھی مسلمانوں کے پرسنل لا میں داخل رکھا گیا تھا تو اگر آج اس قانون کے اسمبلی میں آنے اور پاس ہو جانے کی موجودہ صورت کو قبول کرلیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے تمام اسلامی قانون یعنی پرسنل لا کو اسمبلی کی غیر مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ ہندوستان کی اسمبلی میں مسلمانوں کی اکثریت بظاہر حالات ناممکن ہے۔ اور اس امر کے تصور سے ہی ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔

میں جناب سے درخواست کروں گا کہ اس معاملہ کو صرف اس نظر سے نہ دیکھیں کہ یہ قانون بچوں کی شادی کے انسداد کے لئے بنایا گیا ہے۔ بلکہ اس کے عواقب و نتائج پر پورا غور فرما کر اس قانون کے ساتھ اس خطرناک نظریہ کا بھی آئندہ کے لئے سدباب کر دیں کہ "مسلمانوں کے پرسنل لا کے متعلق کوئی قانون بھی اسمبلی میں بغیر مسلمان قوم کی

---

(۱) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدۃ: ۳)
(۲) فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع (النساء ۳)

متفقہ منظوری کے پیش کیا جاسکتا ہے۔"

اس بل کے لئے فقہ شیعہ کی جانب سے کوئی قابل اعتنا شہادت ہی نہیں لی گئی اور سنی فرقے کی شہادت بھی نہایت کم اور نا قابل اعتنا ہے۔ کیونکہ مذہبی اداروں اور اسلامی آزاد حلقوں کی شہادت بہت کم ہے۔ مصر اور بعض دیگر اسلامی حکومتوں کی نظیر پیش کرنی اس لئے فضول ہے کہ اسلامی حکومت اور غیر مسلم اکثریت کے احکام میں تباین ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

اس وقت اس طویل مکتوب کے ملاحظہ کرنے کی جناب کو تکلیف دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ سارد ابل نے آخری مرحلہ آپ کی غیبت میں طے کیا۔ اور اس وقت اس بل کے خلاف جس قدر آئینی اور قانونی کارروائیاں ہو سکتی ہیں۔ سب اختیار کی گئیں اور بار بار مختلف طریقوں سے توجہ دلائی گئی مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب جب کہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو میرا فرض ہے کہ میں جناب کے علم کے لئے تمام واقعات کو پیش کردوں۔ اسی کے ساتھ وہ تمام دلائل و براہین بھی اختصار کے ساتھ درج کردوں جن کی بنا پر مسلمان اس بل کی مخالفت کرتے ہیں اور بحق اہل اسلام اسے منسوخ کرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جناب والا ان تمام امور پر غور کر سکیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمانوں کی اس قانون سے مخالفت کس قدر مضبوط اور مستحکم اصول و دلائل پر مبنی ہے۔ اور یہ کہ جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس مشاورت نے جو ایک آخری فیصلہ اس قانون کے خلاف کیا ہے وہ کن ناگزیر حالات و اسباب کی بنا پر ہے۔ اس فیصلہ کی نقل جناب کی نقل میں روانہ کی جاچکی ہے۔

آخر میں اس مکتوب کی طوالت کی بابت معافی چاہتا ہوں کہ اظہار حقیقت کے لئے اتنی طوالت ناگزیر تھی اور جناب کی انصاف پسندی اور آئین نوازی اور فرامین شاہی کی حرمت پروری سے یہ امید رکھتا ہوں کہ جناب اس قانون کو بحق اہل اسلام منسوخ فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں گے اور کسی ایسے ابتلاو آزمائش کا موقع نہ آنے دیں گے جس کی کسی انصاف پسند فرمانروا سے توقع ہی نہیں ہو سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ صدر جمعیۃ علمائے ہند۔ ۷ نومبر سن ۱۹۲۹ء

سارد ابل کی حقیقت

مؤلفہ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند

سارد ابل کیا ہے؟

مسٹر ہر بلاس سارد انے ہندو سوسائٹی کی اس خرابی کی اصلاح کے لئے کہ ہندوؤں میں عام طور پر لڑکیوں کی شادیاں کم عمری میں کردی جاتی ہیں خواہ لڑکی کی عمر دو سال کی یا تین سال کی ہی کیوں نہ ہو بلکہ بعض اوقات لڑکی پیدا ہوتے ہی اس کی شادی ہو جاتی ہے اور اکثر حالت میں یہ شادی شدہ لڑکیاں بلوغ سے پہلے ہی اپنے خاوندوں کے پاس چلی جاتی ہیں اور مباشرت کی وجہ سے ان کی صحت پر ایسا ناگوار اثر پڑتا ہے کہ پھر عمر بھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور ایسی عورتوں کی اولاد بھی کمزور اور نحیف پیدا ہوتی ہے اور اسی وجہ سے بہت سے بچے صغر سنی میں ہی مرجاتے ہیں اور بہت سی عورتیں کم عمری میں ہی بیوہ ہو جاتی ہیں اور ہندوؤں میں بیوہ کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی عمریں تباہ ہو جاتی

ہیں اور ہندوؤں کی مردم شماری پر بھی اس کا تباہ کن اثر پڑتا ہے۔ ایک مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کیا تھا اور اس کو ہندوؤں کے ساتھ ہی متعلق رکھا تھا۔

مگر جب اسمبلی میں پیش ہوا تو اس وقت یہ سوال اٹھایا گیا کہ بل کو ہندوؤں سے ہی مخصوص رکھا جائے یا تمام باشندگان ہندوستان کے لئے عام کر دیا جائے۔

بعض مسلم ارکان اسمبلی نے اس وقت بغیر سوچے سمجھے یہ رائے ظاہر کر دی کہ مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جن مسلم ارکان اسمبلی نے یہ رائے ظاہر کی تھی وہ نہ تو احکام اسلام سے واقف تھے اور نہ انہوں نے اس کے عواقب و نتائج پر پورا غور کیا تھا۔ محض سرسری طور پر یہ سمجھ لیا کہ کم عمری کی شادیاں صحت پر برا اثر ڈالتی ہیں اس لئے اگر ان کے خلاف قانون بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ مگر ان ارکان میں سے بعض ارکان نے جب علمائے اسلام سے گفتگو کی اور اس کے متعلق اسلامی احکام معلوم کئے اور عامہ مسلمین کے جذبات کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور آج وہ بل کے مخالفین کی صف اول میں ہیں مگر افسوس کہ ابتدائی مرحلہ میں بے سوچے سمجھے اظہار رائے سے جو نقصان پہنچ چکا تھا اب ان کے اختلاف سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکی۔ بہر حال وہ بل رائے عامہ سے استصواب کے لئے مشتہر کیا گیا۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی جس نے ملک کا دورہ کیا۔ شہادتیں قلم بند کیں اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کر کے پیش کر دی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریسیڈنٹ اسمبلی بھی شامل تھے۔ انہوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ بھی شامل کر دیا اس نوٹ میں انہوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے معتمد علماء اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ شیعوں کے نقطہ خیال کے معلوم ہونے میں بہت کمی رہی ہے اور جب تک ان کا نقطہ خیال معلوم نہ ہو جائے نیز مسلمانوں کے مقتدر علماء اور مذہبی رہنماؤں کے بیانات شامل۔۔۔۔ نہ ہو جائیں اس وقت تک بل کا اطلاق مسلمانوں پر کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

تحقیقاتی کمیٹی نے اس سلسلے میں اصل بل میں کچھ ترمیمات کی تھیں اور بل سے علیحدہ اپنی طرف سے کچھ سفارشات پیش کیں۔

اس اثناء میں مسلمانوں کے معتبر حلقوں نے اس کی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر رہنماؤں نے صاف طور سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بل اسلامی احکام کے خلاف ہے اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق کرنا مذہبی مداخلت ہے۔ مگر گورنمنٹ اس بل کی حمایت کے لئے کھڑی ہو گئی اور سرکاری ممبر نے اعلان کر دیا کہ گورنمنٹ بل کی حمایت کرے گی۔

اب کیا تھا جن لوگوں کا مقصد صرف اپنی معاشرتی اصلاح ہی نہیں بلکہ ایک ایسے اصول و نظیر کا بنا تھا جس کے ذریعے سے آئندہ سینکڑوں اسلامی احکام کے اندر مداخلت کا موقع ہاتھ آ جائے وہ اور شیر ہو گئے اور بعض مسلمان ممبروں نے ان کی تائید کر کے ان کے اس ناممبارک مقصد کی تکمیل کر دی اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک دو خطرناک پیدا کر دیا۔

اور بل ۲۳ ستمبر سن ۲۹ء کو اسمبلی میں اور ۲۸ ستمبر کو مجلس مملکت میں پاس کر دیا گیا۔ بل جس صورت میں پاس ہوا ہے وہ "تیج" مورخہ ۳۰ ستمبر سن ۲۹ء میں شائع ہو گیا ہے جس کی نقل یہ ہے :۔

سارد ابل کی منظور شدہ دفعات

ا۔(الف)اس کا نام قانون انسداد شادی بچگان ہو گا۔

(ب)اس کا نفاذ تمام برطانی ہند میں ہو گا۔ برطانی بلوچستان اور سنتھال پرگنہ میں بھی عائد ہو گا۔

(ج)اس پر عمل درآمد یکم اپریل سن ۱۹۳۰ء سے شروع ہو گا۔

۲۔(الف)اس قانون میں "بچہ" سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا اور ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی ہے۔

(ب)شادی بچگان سے مراد ایسی شادی ہے جس میں دولہا یا دلہن بچہ ہو۔

(ج)فریقین شادی سے مراد وہ شخص ہیں جن کی شادی ہو۔

(د)نابالغ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا یا لڑکی ہے۔

۳۔ جو مرد ۱۸ سے ۲۱ سال کی عمر کے درمیان بچپن کی شادی کرے گا اسے ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

۴۔ جو مرد ۲۱ سال سے زائد عمر میں بچپن کی شادی کرے گا وہ ایک ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہو گا۔

۵۔ جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کرے گا، اس کی رہنمائی کرے گا یا رسم ادا کرائے گا وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستحق ہو گا اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکے کہ اس کے پاس یہ باور کرنے کی وجوہات تھیں کہ وہ شادی بچپن کی شادی نہیں تھی۔

۶۔(الف) اگر کوئی نابالغ بچپن کی شادی کرے تو وہ آدمی جو ماں باپ یا سرپرست یا کسی دیگر قانونی یا غیر قانونی حیثیت سے اس نابالغ کا انچارج ہو اور جو اس شادی کے لئے کارروائی کرے یا شادی کی اجازت دے یا پرواہی کی وجہ سے اس شادی کو منع نہ کرے اسے ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا ملے گی لیکن عورتوں کو قید کی سزا نہیں دی جائے گی۔

(ب)شرط یہ کہ برعکس ثبوت بہم نہ پہنچایا جائے یہ تصور کر لیا جائے گا کہ نابالغ کے بچپن کی شادی کرنے میں نابالغ کا سرپرست لاپرواہی کی وجہ سے شادی کو روکنے میں ناکام رہا ہے۔

۷۔ سن ۱۸۹۷ء کے جنرل کلاز ایکٹ کی دفعہ ۲۵ یا تعزیرات ہند کی دفعہ ۶۴ کی باوجود کوئی عدالت اس قانون کی دفعہ ۳ کے مطابق کسی مجرم کو سزا دیتے ہوئے اس بات کی مجاز نہ ہو گی کہ بصورت عدم ادائگی جرمانہ ملزم کو قید کی سزا دے سکے۔

۸۔ ضابطہ فوجداری سن ۱۹۲۸ء کی دفعہ ۱۹۰ کے باوجود پریذیڈنسی مجسٹریٹ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے تحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔

۹۔ اس قانون کے متعلق کسی جرم کے بارے میں کوئی عدالت اس وقت تک غور نہیں کرے گی تاوقتیکہ استغاثہ

شادی (جس سے وہ جرم تعلق رکھتا ہو) کو ایک سال ہونے سے پہلے پہلے دائر نہ کیا گیا ہو۔
۱۰۔ اس قانون کے ماتحت کسی جرم کی سماعت کرنے والی عدالت بشرطیکہ وہ زیر دفعہ ۲۰۳ ضابطہ فوجداری استغاثہ کو خارج نہ کرے یا تو خود ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۲ کی رو سے تحقیقات کرے گی اور یا اپنے ماتحت کسی مجسٹریٹ درجہ اول کو ایسا کرنے کی ہدایت کرے گی۔
۱۱۔ (الف) مستغیث کا بیان لینے کے بعد اور ملزم کو حاضر ہونے کے لئے مجبور کرنے سے پہلے عدالت (سوائے اس حالت کے جب کہ تحریری وجوہات دی گئی ہوں) مستغیث سے اس معاوضہ کی ادائیگی کے لئے جو زیر دفعہ ۲۵۰ ضابطہ فوجداری اس پر لازم ہو سکتا ہے ایک سو روپیہ تک کی ضمانت کے ساتھ یا بلا ضمانت مچلکہ طلب کرے گی اور اگر وہ ضمانت عدالت سے مقرر کردہ میعاد کے اندر اندر داخل نہ کی جائے تو استغاثہ خارج کر دیا جائے گا۔
(ب) اس قانون کے ماتحت جو مچلکہ لیا جائے گا وہ ضابطہ فوجداری کے مطابق لئے گئے مچلکہ جیسا ہی سمجھا جائے گا اور اس لئے اس پر ضابطہ فوجداری کا باب ۴۲ عائد ہو گا۔

سارد ابل کا اثر کیا ہو گا؟

اس قانون پر جو آثار اور نتائج مترتب ہوں گے وہ یہ ہیں :-
(۱) چودہ سال سے کم عمر کی لڑکی کا نکاح نہ ہو سکے گا خواہ ایک ہی دن کم ہو اور خواہ کیسی ہی شدید ضرورت ہو اور خواہ لڑکی شرعاً بالغہ ہو چکی ہو۔
(۲) اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے کا نکاح نہ ہو سکے گا خواہ ایک ہی دن کی کمی ہو اور کیسی ہی شدید ضرورت ہو اور خواہ لڑکا شرعاً بالغ بھی ہو چکا ہو۔
(۳) اگر ایسا لڑکا جس کی عمر ۱۸ اور ۲۱ سال کے درمیان ہو۔ ۱۴ سال سے کم عمر لڑکی سے نکاح کر لے تو اسے ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ اگرچہ مقاربت بھی نہ کرے۔
(۴) اگر ایسا لڑکا جس کی عمر ۲۱ سال سے زائد ہو ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی سے نکاح کر لے تو اس کو ایک ماہ کی قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی دونوں سزائیں دی جائیں گی مقاربت کرے یا نہ کرے اس کا کوئی فرق نہیں۔
(۵) جس شادی یا نکاح میں لڑکی کی عمر ۱۴ سال سے کم ہو یا لڑکے کی عمر ۱۸ سال سے کم ہو ایسی شادی یا نکاح کا انتظام کرنے والا، رہنمائی کرنے والا، نکاح پڑھانے والا سب کے سب مجرم ہوں گے اور ان کو ایک ماہ کی قید محض یا ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا قید و جرمانہ کی دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ ہاں عورتوں کو قید کی سزا نہ دی جائیں گی۔
اس دفعہ کی رو سے ۱۴ سال سے کم عمر شادی شدہ لڑکی یا اٹھارہ سال سے کم عمر شادی شدہ لڑکے کا باپ، اولیاء، یتیم بچی کی ماں، دادی، نانی اور جو کوئی مرد یا عورت جو شادی کے انتظام میں شامل ہو یا رہنمائی کرے یا کوئی عالم یا امام یا قاضی جو نکاح پڑھائے یا وکیل یا شاہد نے سب سزایاب ہوں گے۔ عورتوں کو قید کی سزا نہ ہو گی۔ جرمانہ کی سزا ان کو بھی دی جائیں گی۔

۶۔ (الف) اگر کوئی لڑکی جس کی عمر ۱۸ سال سے کم ہے کسی ۱۷ سالہ لڑکے سے خود شادی کر لے تو اس لڑکی کا باپ یا دادا یا ماں یا دادی یا کوئی دوسرا قانونی یا غیر قانونی سرپرست بھی مجرم قرار دیا جائے گا اور اس کو ایک ماہ کی قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی دونوں سزائیں دی جائیں گی مگر عورت کو قید کی سزا نہ ہوگی اور یہ فرض کر لیا جائے گا کہ سرپرست اور ولی نے بے پروائی کر کے یہ شادی ہونے دی ہے (بشرطیکہ اس کے بر خلاف ثبوت بہم نہ پہنچایا جائے)

(ب) اگر کوئی لڑکا جس کی عمر ۱۸ سال سے ایک دن بھی کم ہے (اگرچہ وہ شرعاً بالغ ہو چکا ہو اور اس کے قوائے جسمانیہ بھی اچھے ہوں) کسی لڑکی سے خواہ اس کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ ہو نکاح کرے گا تو لڑکے کا باپ یا دادا یا ماں یا دادی یا کوئی دوسرا شخص جو قانونی یا غیر قانونی طور پر اس کا سرپرست ہے مجرم قرار دیا جائے گا اور اس کو ایک ماہ کی قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ دونوں سزائیں دی جائیں گی مگر عورت کو قید کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور (تاوقتیکہ بر عکس ثبوت بہم نہ پہنچایا جائے) یہ فرض کر لیا جائے گا کہ لڑکے کے سرپرست یا ولی نے لاپروائی سے یہ شادی ہونے دی ہے۔

(۷) مسلمانوں کی بچیوں کے وہ تمام نکاح رک جائیں گے جو وہ اپنی مالی مجبوری کی وجہ سے بڑی لڑکیوں کی شادی کے سلسلہ میں قریب البلوغ لڑکیوں کے صرف نکاح کر دیتے تھے اور ایک ہی دفعہ میں کئی نکاحوں کی تقریبیں کر کے بار بار کے مالی بوجھ سے بچ جاتے تھے۔ اسی طرح ضعیف العمر باپ یا کوئی دوسرا ولی جو قریب المرگ ہو اپنی بالغہ مگر ۱۴ سال سے کم عمر بچی کا نکاح بھی نہ کر سکے گا۔ اگرچہ بچی کی والدہ یا کوئی اور نگرانی کرنے والا موجود نہ ہو اور باپ اس کو بغیر کسی سرپرست اور نگراں کے چھوڑ کر مر رہا ہو۔

(۸) مسلمان بچیاں جو ۱۴ سال کی عمر میں شرعاً بالغ ہو جائیں گی اور شرعی احکام کے بموجب ان کی شادی کرنا ماں باپ کے ذمہ لازم ہو جائے گا ان کے ماں باپ شرعی احکام کے باوجود ان کا نکاح نہ کر سکیں گے اور کریں گے تو قانوناً مجرم ہو کر سزا پائیں گے۔

(۹) لڑکے پندرہ سال کی عمر میں شرعاً بالغ ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے قویٰ اچھے ہوں تو خود ان پر اور ان کے اولیاء پر واجب ہے کہ وہ ان کا نکاح کر دیں۔ لیکن وہ خود اور ان کے اولیاء اس شرعی واجب پر عمل نہ کر سکیں گے اگر کریں گے تو قانون ان کو مجرم قرار دے کر سزا دے گا۔

(۱۰) قانونی عمر سے کم عمر کی لڑکیاں اور لڑکے جب کہ اپنی جسمانی صحت اور قوت کے لحاظ سے مباشرت کے حاجت مند ہوں گے اور رفع حاجت کا شرعی طریقہ یعنی نکاح ان کے لئے قانوناً ممنوع ہوگا تو خطرہ ہے کہ وہ ناجائز طریقوں سے حاجت روائی کریں گے اور مسلمانوں میں بھی زنا کی کثرت ہو جائے گی اور مسلمان سوسائٹی بھی مذہبی حیثیت سے تباہ و برباد ہو جائے گی۔ یہ تو مختصر طور پر ان مفاسد کا بیان تھا جو اس بل سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں اور ان مفاسد کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے مفاسد اور مشکلات پیدا ہو جائیں گے مثلاً

(۱۱) ہر نکاح اور شادی کے وقت جب تک سرپرست لڑکیوں اور لڑکوں کی عمروں کا مصدقہ سارٹیفکٹ پیش نہ کریں نکاح خواں نکاح نہیں پڑھائے گا نہ کوئی وکیل و گواہ بننے پر تیار ہوگا۔ اور ایسے سارٹیفکٹ حاصل کرنے میں جو دشواریاں پیش آئیں گی اور جرمانہ کا بار پڑے گا ہزاروں غریب مسلمان اس کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔

(۱۲) اس قانون کے سبب سے تمام نکاحوں اور شادیوں کی رجسٹری کرانی لازم ہو جائے گی۔ تاکہ قانونی خلاف ورزی نہ ہونے کے لئے سند ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ جبریہ رجسٹریشن کس قدر تکلیف دہ اور موجب جرم و فساد ہو گا۔
(۱۳) اس قانون کی وجہ سے بچوں کی ولادت درج رجسٹر کرانا اور پھر اس تاریخ کو صحیح صحیح یاد رکھنا لازم ہو گا۔ اور لاکھوں ان پڑھ مسلمان اس کا التزام نہ کر سکنے کی وجہ سے ملزم اور مجرم قرار پائیں گے اور سزائیں بھگتنی پڑیں گی۔
حتیٰ باوجودیکہ ان کی لڑکی پورے ۱۴ سال کی ہو جائے گی اور وہ قانون کے موافق نکاح کریں گے لیکن ان کے دشمن جو چلتے پرزے اور ہوشیار ہوں گے وہ ان کو قانونی الجھن میں مبتلا کردیں گے اور بسا اوقات جیل خانہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔
(۱۴) اگر اس کو قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا گیا تو غریب شرفا کی شادیوں بیاہوں میں پولیس کو طرح طرح کی رکاوٹ پیدا کرنے کے مواقع بہم پہنچیں گے اور غریبوں کو ناقابل برداشت مصائب اٹھانے پڑیں گے۔
(۱۵) اس قانون کو نافذ کرنے کے بعد اس کے دنبالے (جن کی سفارش تحقیقاتی کمیٹی نے کی ہے) بطور ربڑی لازمے کے وقتاً فوقتاً ملتے رہیں گے اور خدا جانے کن کن مصائب اور مشکلات کا سامنا ہو گا۔ مثلاً ۱۳ سال کی لڑکی کی شادی ہو جائے تو اس کو خاوند سے علیحدہ رکھنے کے لئے سفارش کی گئی ہے کہ ایک زنانہ پولیس کا محکمہ قائم کیا جائے اور ایسی لڑکیوں کو ماں باپ یا ان کے اولیاء سے علیحدہ کر کے زنانہ پولیس کی نگرانی میں ایک علیحدہ مکان میں سال بھر رکھا جائے اور جب ۱۴ سال کی ہو جائے تو خاوند کے حوالہ کی جائے اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہ بات کہ ان کی دوشیزہ لڑکیاں ان کی نگرانی میں نہ رہیں اور غیروں کے حوالہ کردی جائیں ناقابل برداشت ہے۔

ساردا بل مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول کیوں ہے؟
مسلمان اس بل کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتے
اور اس کی متعدد وجوہ ہیں

وجہ اول :- اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر مذہبی مداخلت ہے۔
مذہبی مداخلت کسے کہتے ہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ جن امور کو شریعت مقدسہ اسلامیہ نے مسلمانوں کے لئے جائز کیا ہے اور وہ ان امور کو کرنے میں شریعت کے نزدیک مجرم نہیں ہیں بلکہ ثواب کے مستحق ہیں ان کو قانون کے ذریعہ سے مسلمانوں کے حق میں ممنوع اور جرم قرار دے دیا جائے یہ مذہبی مداخلت ہے اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔
(۱) مسلمانوں کو شریعت مقدسہ نے مسجد میں نوافل پڑھنے کی اجازت دی ہے۔(۱) اس اجازت کے خلاف نوافل کے لئے ان پر مسجدوں کا دروازہ بند کردیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔
(۲) مسلمانوں کو شریعت مقدسہ نے نفل روزے رکھنے کی اجازت دی ہے۔(۲) اس اجازت کے خلاف کسی ڈاکٹری تجویز پر انہیں نفل روزے رکھنے سے روک دیا جائے اور روزے کو جرم قرار دے دیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۱) ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه (البقرة : ۱۱۴)
(۲) آئندہ صفحہ ۳۳۷ پر پہلا حاشیہ دیکھیں

(۳) مسلمانوں کو شریعت مقدسہ نے نفلی حج کرنے کی اجازت دی ہے۔(۲) پس اگر ان کو نفلی حج کرنے سے روک دیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۴) مسلمانوں کو شریعت مقدسہ نے گائے کی قربانی کرنے کی اجازت دی ہے۔(۳) پس اگر اس اجازت کے خلاف ان کو گائے کی قربانی سے روک دیا جائے اور اس کو جرم قرار دے دیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۵) مسلمانوں کے یہاں اذان بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔(۴) پس اگر ان کو بلند آواز سے اذان کہنے سے روکا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۶) مسلمانوں کو استطاعت اور عدل کے ساتھ چار بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔(۵) پس اگر اس کو قانوناً روکا جائے اور اس کو جرم قرار دیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۷) مسلمان اپنے بچوں کے عقیقہ میں گائے ذبح کر سکتے ہیں۔(۶) پس اگر ان کو قانوناً روکا جائے اور اس کو جرم قرار دیا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔

(۸) مسلمان اپنی غذا کے لئے گائے کا گوشت استعمال کر سکتے ہیں(۷) پس اگر قانوناً ان کو گائے کے گوشت سے روکا جائے تو یہ مذہبی مداخلت ہے۔ اور جس طرح کہ شریعت کے جائز کئے ہوئے امور سے روکنا مذہبی مداخلت ہے۔ اسی طرح ان کو کسی ایسے فعل کا حکم دینا جو شریعت میں ناجائز ہے یا ناجائز فعل کا ذریعہ ہے۔ یہ بھی مذہبی مداخلت ہے۔ اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

(۱) شریعت میں شراب پینا حرام ہے۔(۸) کسی مسلمان کو شراب پینے کا حکم دینا مذہبی مداخلت ہے۔

(۲) شریعت میں جھوٹ بولنا گناہ ہے۔(۹) کسی کو جھوٹ بولنے پر مجبور کرنا مذہبی مداخلت ہے۔

(۳) شریعت نے زنا کو حرام کیا ہے۔(۱) کسی کو زنا کا حکم دینا یا ایسے اسباب پیدا کرنا جن سے لامحالہ زنا کا ارتکاب ہو۔ جیسے صحیح الجسم معتدل القویٰ بالغ کی شادی سے روکنا جو اس قانون کا منشا ہے مذہبی مداخلت ہے۔

---

(۱) عن یزید الرشک قال حدثتنی معاذۃ العدویۃ انها سألت عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من کل شهر ثلاثۃ ایام ، قالت . نعم ، فقلت لها من ای ایام الشهر کان یصوم قالت: لم یکن یبالی من ای ایام الشهر یصوم (الصحیح لمسلم ، کتاب الصیام ، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شهر ، ۱/ ۳۶۷، قدیمی)

عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له او لرجل آخر صمت من سرر شعبان ، قال. لا ، قال: فاذا افطرت فصم یومین (الصحیح لمسلم ، کتاب الصیام ، باب صوم شعبان ، ۱/ ۳۶۸، قدیمی)

(۲) بناء الرباط افضل من حج النفل. واختلف فی الصدقۃ، ورجح فی البزازیۃ افضلیۃ الحج لمشقته فی المال والبدن جمیعا ، قال وبه افتی ابو حنیفۃ حین حج و عرف المشقۃ (الدر المختار ، کتاب الحج ، باب الهدی ، ۲/ ۶۲۱ ، سعید)

(۳) عن جابر بن عبداللہ قال : کنا نتمتع فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذبح البقرۃ عن سبعۃ نشترک فیها (سنن ابی داؤد ، کتاب الضحایا، باب البقر والجزور عن کم تجزی ،۲/ ۳۲ ،امدادیہ)

(۴) فسنن الاذان فی الاصل نوعان . نوع یرجع الی نفس الاذان ونوع یرجع الی صفات المؤذن ، و اما الذی یرجع الی نفس الاذان فانواع : ان یجهر بالاذان فیرفع به صوته ، لان المقصود وهو الاعلام تحصل به (بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ فصل فی بیان سنن الاذان ، ۱/ ۱۴۹ ، سعید)

(۵) وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع (النساء . ۳)

(۶) قد علم ان الشرط قصد القربۃ من الکل وکذا لو اراد بعضهم العقیقۃ عن ولد قد ولد له من قبل (رد المحتار ، کتاب الاضحیۃ ، ۶/ ۳۲۶ ، سعید)

(۷) والانعام خلقها لکم فیها دفء ومنافع و منها تاکلون (النحل :۵)

(۸) یایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدۃ : ۹۰)

(۹) قال تعالی . فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران : ۶۱) (۱) [illegible]

(۴) شریعت نے بالغ لڑکیوں کی شادی نہ کرنے اور ان کو یوں ہی بٹھائے رکھنے سے منع کیا ہے۔ (۱) پس ان کو قانوناً شادی نہ کرنے پر مجبور کرنا مذہبی مداخلت ہے۔
مذہبی مداخلت کے معنی کی اس تشریح کے بعد ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ

نفس نکاح کا شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟

نکاح کا شرعی مرتبہ

شریعت مقدسہ اسلامیہ نے نکاح کو صرف ایک معاشرتی معاہدے کی ہی حیثیت میں منحصر نہیں رکھا ہے بلکہ اس کو معاشرتی معاہدے کی حیثیت سے بڑھا کر ایک عبادت اور فضیلت اور ثواب کا کام بھی قرار دیا ہے۔ اس کے لئے یہ حدیثیں ملاحظہ ہوں :-

(1) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع من سنن المرسلین الحیاء و التعطر والسواك والنكاح (ترمذی) (۳) یعنی حضور انور ﷺ نے فرمایا چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (1) حیا، (۲) عطر لگانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) نکاح کرنا۔

(۲) من تزوج فقد استکمل نصف الایمان الحدیث۔ (۴) یعنی حضور انور ﷺ نے فرمایا جس نے نکاح کر لیا اس نے نصف ایمان کامل کر لیا۔ اس حدیث میں نکاح کو نصف ایمان فرمایا ہے جس سے اس کا شرعی اور مذہبی عمل ہونا صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔

(۳) ان سنتنا النکاح شرارکم عزابکم وارازل موتکم عزابکم (جمع الفوائد) (۵) یعنی حضور انور ﷺ نے عکاف بن بشر تمیمی سے فرمایا تھا کہ ہماری سنت نکاح ہے۔ تم میں سے جو مجرد ہیں وہ تم میں برے لوگ ہیں اور جو بغیر نکاح مر جائیں وہ مردوں میں برے مردے ہیں۔ جو مجرد ہیں وہ تم میں برے لوگ ہیں۔

(۴) النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی (فتح الباری) (۶)
یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے اعراض کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(۵) من تزوج ثقة بالله واحتسابا کان حقا علی الله ان یعینه وان یبارك له (طبرانی فی الاوسط کذا فی جمع الفوائد) (۱)
یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اور ثواب کی نیت سے نکاح کرے گا تو خدا نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ اس کی مدد فرمائے اور اس کے لئے برکات عطا کرے۔

(۱) ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا (سورة بنی اسرائیل ۳۲)
(۲) عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : فی التوراة مکتوب "من بلغت ابنته اثنتی عشرة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلك علیه" شعب الایمان للبیهقی ، ۶ : ۴۰۲ ، رقم الحدیث : ۸۶۷۰ ، دار الکتب العلمیة بیروت
(۳) جامع الترمذی ، ابواب النکاح ، ۱ : ۲۰۶ ، سعید
(۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، کتاب النکاح ، باب الحث فی النکاح ، ۴ : ۲۵۲ ، بیروت
(۵) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، کتاب النکاح ، باب الحث فی النکاح ، ۴ : ۲۵۰ ، بیروت
(۶) فتح الباری ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح ، ۹ : ۹۲ ، بولاق مصر (۱) اگلے صفحہ پر

پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء ﷺ کے یہ وہ ارشادات عالیہ ہیں جن سے نکاح کی شرعی حیثیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ صرف ایک معاشرتی معاہدہ نہیں بلکہ ایک شرعی عبادت ہے۔ اس کے بعد علمائے اسلام کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) وقال الحنفیۃ ھو عبادۃ (فتح الباری)(۲) یعنی علماء حنفیہ نکاح کو عبادت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت حنفی ہے۔

(۷) لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد آدم الی الآن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والا یمان۔ (در مختار)(۳) یعنی نکاح اور ایمان کے سوا اور کوئی ایسی عبادت نہیں جو حضرت آدم کے وقت سے شروع ہو کر آج تک قائم رہی ہو اور پھر جنت میں بھی مستمر رہے۔

(۸) ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی ولدا وتحصینا (در مختار)(۴)
یعنی نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ صحیح ترین قول کی بنا پر۔ پس اس کا تارک گنہگار ہوگا اور اگر اولاد اور پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔ (یعنی صرف شہوت رانی مقصود نہ ہو) تو اس کو نکاح کرنے پر ثواب ملے گا۔

(۹) ورجح فی النھر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ (در مختار)(۵)
یعنی کتاب نہر فائق میں اس قول کو ترجیح دی ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے کیونکہ اس پر حضور ﷺ نے مواظبت فرمائی ہے اور نکاح سے اعراض کرنے والے پر عتاب فرمایا ہے۔

ان احادیث اور اقوال علماء سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نکاح صرف ایک معاشرتی معاہدہ نہیں ہے بلکہ وہ مذہبی عمل کی حیثیت رکھتا ہے اور مذہبی عمل بھی محض مباح یا مستحب کے درجہ کا نہیں بلکہ سنت مؤکدہ یا واجب کے مرتبہ کا ہے۔ یعنی یہی نہیں کہ اس کا کرنا ثواب کا کام ہے بلکہ شریعت نے اس کی تاکید بھی کی ہے اور نہ کرنے پر ملامت اور عتاب اور گنہگاری کی وعید ہے۔ پس اس شرعی عمل پر قانونی پابندیاں عائد کرنا مذہبی مداخلت ہے۔

بعض ممبران اسمبلی کا اعتراض

بعض مسلم ممبران اسمبلی نے اسمبلی میں شان اجتہاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغیر اس کے کہ انہوں نے اسلامی قانون کی ابجد بھی پڑھی ہو اپنے تحریکی نمائش کے لئے یہ اعتراض کیا کہ اگرچہ اسلامی شریعت نے بچوں کے نکاح کو جائز کہا ہے اور ولی کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نابالغوں کا نکاح کر دے لیکن شریعت نے نابالغوں کے نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا۔ یعنی یہ لازم نہیں کیا ہے کہ نابالغ کا نکاح ضرور کر دیا جائے۔ پس یہ قانون ایک اختیاری امر پر پابندی عائد کرتا ہے۔ اس لئے یہ مذہبی مداخلت نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ کسی لازمی حکم کو روکتا تو مذہبی مداخلت میں

....

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب النکاح، باب عون اللہ سبحانہ للمتزوج، ۴: ۲۵۸ بیروت
(۲) فتح الباری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۹: ۹۲ بولاق
(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، ۳: ۳، سعید
(۴) الدر المختار، کتاب النکاح، ۳: ۷، سعید
(۵) ایضاً

داخل ہوتا۔ اسی خیال کو اسلامی اخبارات میں سے "مدینہ" بجنور نے ظاہر کیا ہے اور جو علماء و رہنمایان ہندوستان اس کو مذہبی مداخلت کہتے اور سمجھتے ہیں اخبار "مدینہ" کے محترم مدیران کو قدامت پسندی کا طعنہ دیتے ہوئے شاردا بل کو اصلاح کا پہلا اور اہم قدم قرار دیتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب ہم دو طرح دیتے ہیں :

اول یہ کہ مذہبی مداخلت کے یہ معنی کہ کسی فرض یا واجب کو روکا جائے تو مذہبی مداخلت ہے ورنہ نہیں عقلاً شرعاً، عرفاً ہر طرح غلط ہیں۔

ہم مذہبی مداخلت کے صحیح معنی پہلے بیان کر چکے ہیں اور مثالیں دے کر اس کا مفہوم واضح کر چکے ہیں اور مزید توضیح کے لئے پھر اتنے کہے دیتے ہیں کہ کسی مذہب کے مخصوص اعمال سے اس مذہب کے متبعین کو روکنا مذہبی مداخلت ہے خواہ وہ اعمال اس مذہب میں فرض ہوں یا واجب یا سنت یا مستحب بلکہ مذہب نے جن امور کو مباح بھی کیا ہے ان سے روکنا بھی مذہبی مداخلت ہے۔ کیونکہ مذہبی مداخلت نہ کرنے کا اصول عقلی اور قانونی طور پر اسی لئے قائم کیا گیا ہے کہ لوگ آزادی سے ان اعمال کو ادا کر سکیں جنہیں وہ مذہبی اعمال سمجھتے ہیں اور جن کی ان کے مذہب نے ان کو اجازت دی ہے تاکہ خیالات و افکار میں تصادم نہ ہو اور امن عامہ میں خلل نہ پڑے۔

قانونی طور پر آج تک تعزیوں شدوں مورتیوں نگر کیرتن گرنتھ صاحب کے جلوس اسی اصول پر جائز رکھے گئے اور ان کو مذہبی جلوس قرار دیا گیا اور کبھی یہ سوال نہیں اٹھایا گیا کہ آیا مذہباً ایسے جلوس نکالنے فرض ہیں یا نہیں اور مذاہب متعلقہ میں ان جلوسوں کو سڑکوں پر گھمانے کے لازمی احکام موجود ہیں یا نہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کو کبھی یہ خیال بھی آیا نہیں کہ (بالفرض) نابالغوں کے نکاح کر دینے کے وجوبی احکام شریعت اسلامیہ میں موجود نہیں ہیں تو اسی طرح (۱) نفل نمازوں کے لئے (۲) نفل روزوں کے لئے (۳) نفلی حج کے لئے (۴) خاص گائے کی قربانی کے لئے (۵) شہر میں دو چار مسجدوں کے ہوتے ہوئے مزید مساجد کی تعمیر کے لئے۔ (۶) عرسوں کے سالانہ اجتماعات کے لئے (۷) خاص ذبیحہ کا گوشت کھانے کے لئے (۸) بعد مطلق گوشت خوری کے لئے۔ (۹) تعزیوں کے جلوس کے لئے (۱۰) مجالس میلاد اور مجالس وعظ کے انعقاد کے لئے (۱۱) چار نکاحوں کے لئے (۱۲) کفو اور خاندان میں شادی کرنے کے لئے۔

اور اسی قسم کے سینکڑوں ہزاروں اعمال کے لئے بھی شریعت میں وجوبی احکام موجود نہیں ہیں تو کیا اگر ان اعمال کو بند کرنے یا ان پر ناواجب پابندیاں عائد کرنے کے لئے قوانین بنائے جائیں تو یہ مسلمان ممبران اسمبلی جنہوں نے ساردا بل کی اس لئے حمایت کی ہے کہ وہ کسی فرض یا واجب کو نہیں روکتا۔ ان تمام قوانین کی اسی اصول پر حمایت کر دیں گے اگر جواب اثبات میں ہے تو بس :

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ارکان کار مذہب تمام خواہد شد

اور اگر جواب نفی میں ہے تو ان کا یہ اصول غلط ہو گیا کہ کسی جائز امر پر پابندی عائد کرنا مذہبی مداخلت نہیں ہے اور ان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ جس طرح مذکورہ بالا اعمال قانونی مداخلت کے متحمل نہیں ہیں اسی طرح نکاح نابالغان بھی قانونی مداخلت کا متحمل نہیں ہے اور اس میں بھی قانونی مداخلت یقیناً مذہبی مداخلت ہو گی۔

ابھی بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ہندوؤں نے گائے کشی کو بند کرانے کے لئے قانونی حمایت حاصل کرنے کی کوشش

کی تھی تو مسلمانوں کے علماء و عمائد دونوں نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ اگر ہمارے حق گاؤ کشی اور قربانی گاؤ کو جبر ہم سے چھیننے کی کوشش کی گئی تو ہم پوری طاقت سے مزاحمت کریں گے۔ مسلمانوں کو یہ حق تو ہے کہ قربانی کے جانوروں میں سے وہ جس جانور کو چاہیں اپنی مرضی سے منتخب کرلیں۔(۱) لیکن اگر ان کو جبراً حق گاؤ کشی اور قربانی گاؤ سے محروم کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ان پر واجب ہو جائے گا کہ اپنا حق قائم رکھنے کے لئے خاص گائے کی قربانی کریں۔ ان فقرات کی سیاہی بھی ابھی خشک نہیں ہوئی ہو گی کہ ہمارے مسلم ممبران نے اس کے بالکل برعکس اسمبلی میں اپنا اجتہادی بیان دے دیا اور نہ صرف بیان دیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں ہم دقیانوسی علماء کی تقلید نہ کریں گے۔ اور علماء پر پھبتیاں بھی کس دیں۔ حالانکہ اس بل کی مخالفت میں سوائے سات آٹھ مسلم ارکان اسمبلی کے ہندوستان کے تقریباً تمام رہنما اور مسلم پریس ہم آہنگ ہیں۔ خیر علماء کے خلاف تو وہ جو چاہیں کریں اور کہیں لیکن خدارا اسلام کے اصول اور اسلامی احکام کا احترام تو قائم رکھیں۔(۲)

آج جو اصول کہ انہوں نے سارد ابل کی حمایت کے لئے قائم کر دیا ہے اس کی ہمہ گیر وسعت کے نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ان کی سمجھ میں بھی یہ بات آجانی کچھ مشکل نہیں ہے کہ انہوں نے سوائے چند فرائض و واجبات کے تمام اعمال مذہبیہ کو اسمبلی کی غیر مسلم اکثریت کی خوشنودی حاصل کرنے کے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اور دانستہ یا نادانستہ (اور خدا کرے کہ نادانستہ ہی صحیح تعبیر ہو) اپنے ہاتھ سے اسلامی اصول، اسلامی اعمال اسلامی تہذیب غرض کہ اسلام کے تمام (پرسنل لا) مخصوص قانون کو ذبح کر ڈالا ہے۔

دوم۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قانون کی مقرر کردہ عمر یعنی لڑکی کی چودہ سال اور لڑکے کی ۱۸ اسال کی عمر سے پہلے نکاح کرنا کرا دینا بھی بعض حالات میں واجب ہوتا ہے۔ یعنی جب کہ ان عمروں سے پہلے لڑکی اور لڑکا بالغ ہو جائیں اور ان کی صحت جسمانیہ اچھی ہو قویٰ مضبوط ہوں اور تاخیر نکاح سے ان کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت ان کو خود نکاح کرنا اور ان کے اولیاء کو نکاح کرا دینا لازم و واجب ہو جاتا ہے۔(۳)

ایسی حالت میں قانون ان کو اس واجب شرعی سے روکے گا اور مذہبی مداخلت آپ کے بیان کردہ معنی کے لحاظ سے بھی متحقق ہو جائے گی۔ یعنی اگر بالفرض ہم تسلیم بھی کرلیں کہ مذہبی مداخلت کے وہی معنی ہیں جو آپ نے بیان کئے ہیں (حالانکہ وہ غلط ہیں) تاہم یہ قانون مذکورہ بالا حالات میں اس معنی کے لحاظ سے بھی یقیناً مذہبی مداخلت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور کوئی قانون جو کلی طور پر مذہبی مداخلت کرتا ہو یا اپنے بعض اطلاقات میں مذہبی مداخلت کا امکان رکھتا ہو یقیناً عہد نامہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور اعلانات حکومت برطانیہ کے خلاف ہو گا اور نا قابل قبول ہو گا۔

وجہ دوم :۔ اس قانون کو قبول نہ کرنے کی مسلمانوں کے لئے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قانون ایک مہتم بالشان اسلامی حکم ولایت کو باطل کرتا ہے۔

شریعت مقدسہ نے نابالغوں کے اولیاء کو حق ولایت عطا کیا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے نابالغ بچوں کا عقد نکاح

---

(۱) شاة ...... بدل من ضمیر تجب (او سبع بدنة) هي الا ء بل والبقر (الدر المختار)، کتاب الاضحية، ۶/ ۳۱۵، سعید)
(۲) قال تعالیٰ : ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب (الحج : ۳۲)
(۳) ويكون واجبا عند التوقان فان تيقن الزنا الا به فرض الدر المختار، کتاب النکاح، ۳/ ۶، سعید)

کر سکتے ہیں۔(۱) اور باب ولایت اسلامی فقہ کے ابواب میں سے ایک عظیم الشان باب ہے۔

نابالغوں کے متعلق حق ولایت نکاح نابالغی کے زمانے تک محدود رہتا ہے بالغ ہو جانے پر یہ حق ختم ہو جاتا ہے۔(۲) پھر بالغ لڑکی اور بالغ لڑکا اپنے نکاح کے لئے خود مختار ہو جاتے ہیں۔(۳) (بشرطیکہ وہ مجنون نہ ہوں) حنفیہ کا مذہب یہی ہے اور ہندوستان کی اکثریت حنفی ہے۔

حق ولایت تمام امت اسلامیہ کے نزدیک متفق علیہ اصول ہے۔ اور نابالغوں کے اس نکاح کی صحت پر جو ولی نے کیا ہو امت مرحومہ کا اجماع ہے۔

اجمع المسلمون علی تزویجه بنته البکر الصغیرة لهذا الحدیث ۔(نووی شرح مسلم)(۴) یعنی تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ باپ کو یہ حق ہے کہ اپنی نابالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح کردے۔ **لولی الصغیر والصغیرة ان ینکحهما وان لم یرضیا بذلك كذافی البرجندی سواء كانت بكرا اوثیبا كذافی العینی شرح الكنز** (فتاوی عالمگیری)(۵) یعنی نابالغ لڑکی اور نابالغ لڑکے کے ولی کو حق ہے کہ ان بچوں کی رضامندی حاصل کئے بغیر ان کا نکاح کردے (اور یہ حکم حنفیہ کے نزدیک) باکرہ اور ثیبہ دونوں کے حق میں یکساں ہیں۔

اور بہت سی احادیث ہیں جن سے حق ولایت اور حق النکاح ثابت ہوتا ہے۔(۶) ہم تطویل کے خوف سے ان کو نقل نہیں کر سکتے۔

پس یہ بل جو اسلامی قانون (پرسنل لا) کے ایک اہم باب کو بالکل باطل یا منسوخ کرتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

وجہ سوم:۔ اس قانون کو قبول نہ کرنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ قانون اسلامی تہذیب اور عصمت کو تباہ کردے گا۔

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمان عصمت مآب خواتین کے نے دوسری قوموں سے وہ تمام دروازے بند ہیں۔(۱) جو دوسری اقوام کی عورتوں کو حاصل ہیں اور اس صورت میں ان کی عفت و عصمت کی حفاظت کی ایک ہی شکل ہے کہ جس وقت وہ بالغ ہو جائیں فوراً ان کی شادی کردی جائے۔ بلوغ کے لئے عمر کا کوئی معیار معین نہیں ہے بلکہ اس کا مدار جسمانی صحت و قوت اور تربیت نیز آب و ہوا کی مساعدت پر ہے۔ بعض لڑکیاں بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں اور بعض اس سے پہلے اور بعض اس کے بعد بالغ ہو جاتے اور قواے جسمانیہ کی صحت و قوت کی حالت میں اگر ان پر جائز طریقے مسدود کر دیئے جائیں گے تو قوی خطرہ ہے کہ وہ ناجائز

(۱) وللولي انكاح الصغير والصغيرة (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، ۳/۶۵، سعيد)
(۲) ولا اجبار على البكر البالغة على النكاح (الهداية، كتاب النكاح، باب في الاولياء والاكفاء، ۲/۳۱۴، شركة علمية)
(۳) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يعقد عليها ولي (الهداية، باب في الاولياء والاكفاء، ۲/۳۱۳، شركة علمية)
(۴) شرح المسلم للنووي، كتاب النكاح، باب جواز تزويج الاب البكر الصغيرة، ۱/۴۵۶، قديمي
(۵) الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء، ۱/۲۸۵، ماجدية
(۶) في البخاري: عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت ست سنين وادخلت عليه وهي بنت تسع (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب انكاح الرجل ولده الصغار، ۲/۷۷۱، قديمي) عن ابي موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح الا بولي (جامع الترمذي، ابواب النكاح، باب لا نكاح الا بولي، ۱/۲۰۸، سعيد)

راستے اختیار کریں گی اور اس طرح مسلمانوں کے حریم عصمت میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو ان کی مخصوص تہذیب و تمدن اور ان کی مذہبی پاکی کو تباہ و برباد کر دیں گی اور یہ بات مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ کوئی قوم اپنے لئے کسی ایسے قانون کو قبول نہیں کر سکتی جو اس کی مخصوص تہذیب یا اس کے مذہبی تقدس کو تباہ و برباد کر دے۔

آج تک خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے گھر زناکاری اور بد نظری کی اس عام بلا سے محفوظ ہیں جو یورپ سے سیلاب عظیم کی صورت میں ایشیا کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ لیکن یہ قانون مسلمانوں کے حریم عصمت میں اس سیلاب کے داخل ہو جانے کے لئے ایک وسیع روزن کا کام دے گا اور پھر اس بلا کو حرم ہائے مسلمین سے علیحدہ کرنا محال ہو جائے گا۔

وجہ چہارم :۔ مسلمانوں کے لئے اس قانون کے ناقابل قبول ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ قانون حضور پیغمبر اسلام اروا حنا فداہ اور اکابر صحابہ کے افعال کو جرائم کی فہرست میں داخل کرتا ہے

صحیح روایات کی بنا پر ثابت ہے کہ حضور انور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جس وقت نکاح کیا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔(۲) اور اسی طرح حضرت عمر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے کہ انہوں نے چھوٹی عمر کی لڑکیوں کا نکاح کیا(۳) اور بہت سے صحابہؓ نے چھوٹی لڑکیوں سے نکاح کئے ہیں۔(۴) تو اس قانون کو تسلیم کر لینے کی صورت میں مسلمانوں پر لازم آئے گا کہ وہ اقرار کریں کہ جس عمل کو ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقتدر صحابہ کرام نے کیا ہے وہ جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کا مجرمانہ فعل ہونا مسلمانوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ایک مسلمان اس کے وہم اور تصور سے بھی تھرا جائے گا کہ وہ کسی ایسے عمل کا جرم ہونا تسلیم کرے جو اس کے مولےٰ اور آقا سے وجہ یا ان کے مقتدر جانشینوں سے ثابت ہو۔

یہ واضح رہے کہ ان روایات میں صرف عقد نکاح کا ذکر ہے اور اس سے کسی شرعی یا اخلاقی خرابی کا ارتکاب ہرگز ہرگز لازم نہیں آتا۔ مقاربت زوجہ کے احکام بالکل علیحدہ ہیں اور اس کے لئے اگرچہ عورت کی طاقت اور استطاعت شرط ہے مگر عمر کی تحدید اس میں بھی غیر معقول ہے۔(۱)

سارda بل کی قانونی حیثیت

اگرچہ یہ بل اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ میں پاس ہو چکا ہے مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس بل کا نفاذ ان پر ہرگز ہرگز آئین کے موافق نہیں بلکہ محض جبری ہوگا۔

(۱) وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن (النور : ۳۱) وقال تعالیٰ فی مقام آخر : ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورۃ بنی اسرائیل : ۳۲)
عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا یخلون رجل بامرأۃ الا مع ذی محرم (صحیح البخاری ، باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم ، ۲ : ۷۸۷ ، قدیمی)
(۲) عن عائشۃ قالت : تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین وبنی بی وانا بنت تسع سنین (صحیح البخاری ، کتاب النکاح ، باب من بنی بامرأۃ وھی بنت تسع ، ۲ : ۷۷۵ ، قدیمی)
(۳) تزوج قدامۃ بنت مظعون بنت الزبیر یوم ولدت (فتح القدیر ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء والاکفاء ۳ : ۲۷٤ ، مصر)
(٤) تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنت عمہ حمزۃ من عمر بن ابی سلمۃ وھی صغیرۃ (فتح القدیر ، کتاب النکاح ، باب الاولیاء والاکفاء ۳ : ۲۷٦ ، مصر)

تسلیمی نفاذ کی صورت تو یہ تھی کہ مسلم قومیت تمام کی تمام یا اس کی اکثریت اس کو قبول کر لیتی اور اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتی۔ لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت بلکہ باستثنائے چند ناواقف یا ہندوؤں کو خوش رکھنے کی کوشش کرنے والے یا گورنمنٹ کے پرستار مسلمانوں کے باقی تمام مسلم قوم اس قانون سے بیزار ہے اور اپنی بیزاری کا پورے طور پر اظہار و اعلان کر چکی ہے۔ اس کے لئے دفعات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ستمبر سن ۱۹۲۸ء میں (حسب بیان مولانا محمد شفیع صاحب داؤدی ممبر اسمبلی) ۲۲ مسلمان ارکان اسمبلی کے دستخطوں سے ایک بیان گورنمنٹ کے ہوم ممبر کو دیا گیا جس میں اس قانون کے مسلمانوں پر اطلاق کرنے سے بیزاری کا اظہار کیا گیا تھا اور صاف صاف بتا دیا تھا کہ مسلمان اس قانون کو ہرگز قبول نہ کریں گے۔

یہ واقعہ اس قانون کے پاس ہونے سے ایک سال پہلے کا ہے اور دستخط کرنے والے ممبروں کی تعداد بھی ۲۲ تھی جو مسلم منتخب اراکین کونسل کی ۳/۲ کی اکثریت سے بھی زیادہ تھی۔

(۲) "ہمدرد" مورخہ ۱۳ مارچ سن ۲۸ء میں مولانا محمد علی نے اس بل کے خلاف ایک طویل مضمون لکھا اور اس میں صاف صاف ظاہر کر دیا کہ مسلمان اس بل کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور ہرگز قبول نہ کریں گے۔

(۳) پھر خاکسار نے اپریل سن ۲۸ء میں ہی تمام مسلم اراکین اسمبلی کو بذریعہ مکتوب مطلع کر دیا تھا کہ یہ بل شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے اور اس کی تنفیذ مذہبی مداخلت ہوگی۔

(۴) ستمبر سن ۲۹ء میں جب کہ اسمبلی میں بل پیش ہو رہا تھا ۱۹ مسلمان ممبروں نے اپنے دستخطوں سے ایک یادداشت سرکاری ممبر کو دی کہ اس قانون سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ مسلمان قوم اس سے ناراض ہے اور وہ اسے قبول نہ کرے گی۔ اس وقت کونسل کے ارکان میں کل بائیس ۲۲ مسلمان ممبر حاضر تھے ان میں سے ۱۹ ممبروں نے اس یادداشت پر دستخط کر دیئے تھے اور ظاہر ہے کہ ۱۹ کا عدد ۲۲ کے ساتھ ۳/۲ کی اکثریت سے کچھ زیادہ ہی نسبت رکھتا ہے۔

(۵) اس کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب داؤدی نے باقاعدہ اجلاس میں ترمیم پیش کی کہ اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر نہ کیا جائے مگر اس ترمیم کو غیر مسلم اور سرکاری ارکان کی اکثریت سے مسترد کر دیا گیا۔

(۶) اس کے بعد آخری مرحلے پر مسلم ممبران اسمبلی کی کافی تعداد بطور اظہار ناراضی اور احتجاج کے اجلاس سے اٹھ کر چلی گئی اور ان کی کوئی پروانہ کی گئی اور غیر مسلم اور سرکاری ارکان کی اکثریت نے بل پاس کر دیا۔

(۷) پاس ہو جانے کے بعد مسلم ارکان اسمبلی کا ایک معزز و مقتدر وفد مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریسیڈنٹ کی قیادت میں حضور وائسرائے کی خدمت میں باریاب ہوا اور اس نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ مسلمان قوم اس بل کے خلاف ہے وہ ہرگز اسے قبول نہ کرے گی۔ اس لئے آپ اس بل کی آخری منظوری اس وقت تک نہ دیں جب تک کہ مسلمان اس کے اطلاق سے مستثنیٰ نہ کر دیئے جائیں۔

---

(۱) ﴿و اکثر المشایخ علی انه لا عبرة للسن فی هذا الباب وانما العبرة للطاقة ان کانت ضخمة سمینة تطیق الرجال ولا یخاف علیها المرض من ذلک کان للزوج ان یدخل بها وان لم تبلغ تسع سنین ﴾ (الهندية ، کتاب النکاح ۱ / ۲۸۷ ، ماجدیه)

(۸) کونسل آف اسٹیٹ کے مسلمان ممبروں کی اکثریت نے اس بل سے اختلاف کیا اور مسلمانوں کے استثناء کا مطالبہ کیا۔ مگر ہندو اور سرکاری ممبروں کی اکثریت نے کوئی شنوائی نہیں کی۔

(۹) جس درمیان میں کہ بل اسمبلی میں پیش تھا میں نے بحیثیت صدر جمعیۃ علماء ہند ۲ ستمبر سن ۲۹ء کو حضور وائسرائے اور پریسیڈنٹ اسمبلی اور مسلم اراکین اسمبلی کو بذریعہ تار مسلمانوں کے احساسات و جذبات سے مطلع کیا۔ مسلمان ہرگز اس بل کو قبول نہ کریں گے اور ان سب سے درخواست کی کہ مسلمانوں کو اس کے اطلاق سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔

(۱۰) ہندوستان کے دیگر علماء و زعماء کے بیانات اخبارات میں شائع ہوئے جن میں مسلمانوں پر اس بل کے اطلاق سے بیزاری کا اظہار کیا گیا۔ ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔ مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت بہار۔ مولانا محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر سر اقبال صاحب۔ مولانا محمد عرفان صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی۔ مولانا ظفر علی خان صاحب۔ سید غلام بھیک نیرنگ سکریٹری تبلیغ الاسلام انبالہ۔ مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب دانا پوری۔ مولانا عمر دراز بیگ صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ شمس العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب مجتہد۔ مولانا سید ناصر حسین صاحب مجتہد۔ شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ مولانا محمد یعقوب الدین صاحب [illegible] مولانا نعیم اللہ صاحب بھرایونی۔

(۱۱) لکھنؤ میں سنی اور شیعہ علماء اور زعماء کا [illegible] جلسہ ہوا جس میں [illegible] خلاف تجاویز پاس ہوئیں اور وائسرائے اور پریسیڈنٹ اسمبلی کے پاس بھیجی گئی تھیں۔

(۱۲) مسلم پریس کے تقریباً تمام جرائد مثلاً انقلاب۔ زمیندار۔ [illegible]۔ الجمعیۃ۔ پیچ ہمت سیاست۔ سر پنچ۔ شیعہ اخبار لکھنؤ۔ مہاجر۔ عصر جدید۔ الامان۔ خلافت۔ حقیقت۔ امارت۔ ترجمان سرحد شہاب اتحاد۔ الخلیل نے بل کے مسلمانوں پر اطلاق کے خلاف پرزور مضامین لکھے اور اس کی آخری منظوری سے پہلے بتا دیا کہ مسلمان اسے قبول کرنے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہیں۔

(۱۳) ہندوستان کے مختلف مقامات میں جلسے منعقد ہوئے جن میں مسلمانوں پر اطلاق کے خلاف احتجاج کیا گیا تجاویز پاس کی گئیں۔ اور سرکاری افسران متعلقہ کو بھیجی گئیں۔

(۱۴) ہندوستان کے علمی مرکزوں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور اور لکھنؤ کے شیعہ مراکز علمیہ کی طرف سے تار دیئے گئے کہ بل مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں۔ ان تمام امور کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے تاہم اجمالی طور پر اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ مسلمان قوم نے اپنی ناراضی کا اظہار کرنے کے لئے تمام آئینی ذرائع کا استعمال کر لیا ہے اور مسلمان قوم کے وہ نمائندے جو اسمبلی میں اس کی نمائندگی کرتے ہیں انہوں نے بھی اپنی بڑی اکثریت کے ساتھ مسلمان قوم کی ناراضی ظاہر کر دی ہے۔

ہندوؤں اور سرکاری ممبروں پر لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کے معاملے میں غیر جانبدار رہتے۔ ان کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ اپنی اکثریت سے ایسے قانون کو جس کا مسلمانوں کے (پرسنل لا) مخصوص قانون پر مخالفانہ اثر پڑتا ہے پاس کر دیں۔ اگر اس پر ہندو اور سرکاری ممبر رائے نہ دیتے اور صرف مسلمان ارکان اسمبلی پر چھوڑ دیا جاتا تو اسمبلی میں ہی مسلمان

اس کے اطلاق سے مستثنیٰ ہو جاتے۔ ہمارے علم میں ہندوستان کے طول و عرض میں ایک جلسہ بھی ایسا نہیں ہوا جس میں مسلمانوں نے بل کی حمایت کی ہو اور اظہار ناراضی کے لئے بیسیوں جلسے ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اور مسلمان انتہائی منزل تک جانے کے لئے تیار ہیں۔

سر فضل حسین نے کونسل آف اسٹیٹ میں بل کی حمایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی نصف قوم یعنی نسوانی حصہ بل کی حمایت میں ہے۔ ہم اسے ایک بڑے ذمہ دار شخص کی طرف سے صریح غیر ذمہ داری کا بیان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ چند مسلمان خواتین نے جو بعض مردوں کی طرح سے اسلامی قوانین سے ناواقف اور بل کے عواقب و نتائج سے نابلد ہیں اور نہیں سمجھتیں کہ اس بل سے اسلام کے خاص اصول اور مذہبی اعمال پر کس قدر شدید ضرب پڑتی ہے اس کی حمایت کر دی تو اس سے تمام مسلمان خواتین کو بل کا حامی قرار دے دینا سر فضل حسین جیسے ذمہ دار شخص سے بہت بعید ہے۔ ان مسلمان خواتین کی تعداد ان مردوں سے زیادہ نہ ہوگی جو بل کے حامی ہیں۔ لیکن اب دنیا دیکھ لے کہ حامیان بل کی تعداد کو مخالفین بل کے ساتھ کیا نسبت ہے۔

ان تمام واقعات کا لحاظ کرتے ہوئے ہر شخص باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ بل مسلمانوں پر نافذ کیا گیا تو صرف سات آٹھ مسلمان ارکان اسمبلی کی حمایت کے مقابلے میں ارکان اسمبلی کی مسلم اکثریت اور تمام قوم کی مخالفت کے باوجود اس کا نفاذ ہرگز آئینی نفاذ نہیں ہوگا۔ بلکہ ہندو اکثریت اور حکومت کی طرف سے مسلمانوں پر جبراً نافذ کیا جائے گا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ بعض علاقے کے مسلمانوں میں بھی رواج ہے کہ کم عمر لڑکیوں کی شادی کر دیتے ہیں اور لڑکیوں کو خاوندوں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور وہ مباشرت کر لیتے ہیں اور اس کا نہایت مضر اثر ان لڑکیوں اور ان کی اولاد پر پڑتا ہے اور اس کے انسداد کی سوائے قانونی مداخلت اور کوئی شکل نہیں ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مسلمانوں میں کم عمری کی شادیوں کا رواج بہت کم ہے۔ پھر اگر کسی قدر رواج ہے بھی تو صرف نکاح کر دینے کا ہے۔ ناقابل مجامعت عورت کو رخصت کر دینے کا نہیں ہے۔(۱) لڑکی خاوند کے یہاں اسی وقت بھیجی جاتی ہے جب مجامعت کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف نکاح کر دینے میں بیان کردہ خرابیوں میں سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور اگر بالفرض کوئی شاذ اور نادر واقعہ ایسا بھی ہوا ہو کہ ناقابل جماع عورت سے جماع کر لیا گیا ہو تو وہ اپنی قلت و ندرت کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے۔

---

(۱) ولو دفع الزوج المهر وطلب من القاضي ان يامر ابا المرأة بتسليم المرأة فقال ابوها انها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تحتمل الرجال امر القاضي بدفعها الى الزوج وان قال لا تحتمل الرجال لا يؤمر بتسليمها الى الزوج (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الاولياء، ١/ ٢٨٧، ماجدية)
وفي الدر: البالغة اذا كانت لا تتحمل لا يؤمر بدفعها الى الزوج (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، ٣/ ١٥١، سعيد)

دوسرے یہ کہ اس خرابی کا وجود اسی صورت میں ہوتا ہے کہ جب کہ ناقابل جماع عورت سے جماع کیا جائے اور ظاہر ہے کہ قابل جماع ہونا عمر کے ساتھ معین نہیں کیا جاسکتا۔(۱) بلکہ اس کا حقیقی معیار بلوغ ہے۔

تیسرے یہ کہ اس قسم کی خرابی کا ۱۴ سال اور اس سے زیادہ عمر کی عورتوں میں بھی جب کہ وہ کمزور اور مریض ہوں امکان ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایسی عورتوں کی تعداد جو باوجود ۱۴، ۱۵ سال کی عمر رکھنے کے کمزوری اور بیماری کی وجہ سے ناقابل جماع ہوں ایسی منکوحہ لڑکیوں سے کہیں زیادہ ہو جو کم عمری کے باعث ناقابل جماع ہوں۔(۲)

چوتھے یہ کہ فی ہزار ایک دو عورتوں کے جسمانی نقصان کی وجہ سے (اگر اس قدر ہوتا بھی ہو تو تمام مسلمان قوم کی فیصدی تقریباً ۷۵ دوشیزہ نوجوان عورتوں کو جو ۱۴ سال سے کم عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں اور تقریباً تمام لڑکوں کو جو ۱۵ سال کی عمر میں شرعی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں (۳) ایک شرعی حق چھین کر ہزاروں مصائب کر دینا کون سی عقل مندی ہے۔ بالخصوص جب کہ ان پابندیوں سے ان کے دینی و دنیوی مفاد کے تباہ ہونے کا بھی قوی خطرہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے

اس بل کا مسلمانوں پر اطلاق یقیناً مذہبی مداخلت ہے اور اس سے ان کی مخصوص تہذیب اسلامی معاشرت اور ان کی حریم عفت و عصمت کی بربادی کا قوی خطرہ ہے۔ اس سے ناقابل برداشت مصائب اور سختیاں غریب مسلمانوں پر پڑ جائیں گی اور بہت سے حالات میں وہ مذہبی احکام کی رو سے اس بل کی تعمیل میں گنہگار ہوں گے۔ اور اس سے پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام کے افعال پر ناجائز اور دل آزار حملوں کا دروازہ کھل جائے گا جو امن عامہ کے لئے بھی تباہ کن ہے۔

اور یہ کہ مسلمانوں کے نمائندوں کی اکثریت اور تمام مسلم قوم اس سے ناراض اور بیزار ہیں اس لئے اس کا آئینی طور پر مسلمانوں پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔

ہز ایکسلنسی وائسرائے یا تو اپنے اختیار خصوصی سے مسلمانوں کے حق میں مسترد کر دیں ورنہ مسلمان اس جبریہ قانون کے خلاف اپنی امکانی طاقت صرف کر دیں گے۔(۴) اور اس کے عواقب و نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ ہم نے پورے طور پر اتمام حجت کر دیا ہے۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ، ۴ اکتوبر سن ۱۹۲۹ء

۴ اکتوبر تک (جب کہ یہ رسالہ لکھا گیا تھا) یہ اطلاع نہیں ملی تھی کہ وائسرائے (لارڈ گوشن جو اس وقت لارڈ ارون کی جگہ قائم مقام وائسرائے تھے۔) نے اس بل پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ ۴ اکتوبر کو دفعۃً معلوم ہوا کہ

---

(۱) قال البزازی: ولا یعتبر السن (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر ۳/ ۱۶۱، سعید)

(۲) واکثر المشایخ علی انه لا عبرة للسن فی هذا الباب وانما العبرة للطاقة (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع، ۱/ ۲۸۷، ماجدیة)

(۳) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیهما شئ فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی (الدر المختار، کتاب الحجر، ۶/ ۱۵۳، سعید)

(۴) قال علیه السلام: من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ۱/ ۵۱، قدیمی)

وائسرائے نے یکم کتوبر کو ہی بل پر اپنی منظوری دے دی ہے۔ ۲۷ اکتوبر سن ۲۹ء کو لارڈ ارون ہندوستان واپس آئے اور ۲ نومبر کو میں نے ان کے نام یہ مبسوط خط لکھا جو درج ذیل ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(نوٹ) یہ مبسوط خط اوپر درج ہو چکا ہے۔

(واصف)

بیس سال بعد نکاح کا انکار کرنے والی عورت کیا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۳ اکتوبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) ایک مسلمان پردیس سے ایک ہندو عورت قوم کی برہمنی کو ساتھ لے کر اپنے مکان کو آیا یہاں بستی کے لوگوں کو بالکل معلوم نہیں کہ اس عورت اور مرد کا نکاح ہوا یا نہیں اور نہ کسی نے دریافت کیا۔ اس طرح دونوں کو میاں بیوی کی طرح رہتے ہوئے بیس سال گزر گئے۔ اب ان دونوں میں جھگڑا ہوا اور عورت نے جامع مسجد میں جمعہ کے دن جا کر مجمع عام میں ظاہر کیا کہ میرا ابھی تک اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوا۔ عام جماعت پنچوں نے عورت سے ہر قسم کا حال پوچھا۔ اس نے نکاح سے انکار کیا۔ شوہر کہتا ہے کہ بیس سال کا عرصہ ہوا۔ نکاح کے گواہ اور قاضی وغیرہ کوئی بھی موجود نہیں رہے۔ سب مر کھپ گئے۔ ہم شہادت یا ثبوت کہاں سے لائیں۔ شوہر کسی قسم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ اب یہ عورت چھ مہینے سے دوسرے آدمی کے پاس ہے۔ کیا وہ اس سے بغیر طلاق کے نکاح کر سکتی ہے؟

(جواب ۵۱۸) چونکہ بیس سال تک دونوں میاں بیوی کی طرح رہتے رہے اور عورت نے اس طویل عرصہ میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا ہے۔ اس لئے اب اس کے کہنے سے مرد کے ذمہ یہ جرم اور الزام قائم نہیں ہو سکتا کہ اس نے بے نکاح عورت کو رکھا۔ اور چونکہ ان دونوں نکاح کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔(۱) اس لئے عورت کو اب طلاق حاصل کرنے پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

ساردا ایکٹ کے نفاذ کے لئے کوشاں شخص کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ یکم نومبر سن ۱۹۳۱ء)

(سوال) زید جو مذہبا مسلمان ہے ایک اسلامی ریاست میں ساردا ایکٹ کو نافذ کرنے کی تحریک پیش کرتا ہے۔ درآں حالیکہ باشندے اس قانون کو ناپسند کرتے ہیں۔ نیز عوم مشرقی کی مخالفت کرتے ہوئے ریاست کے ان مدارس کو جن میں عربی فارسی ادب اور دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بند کرا دینا چاہتا ہے۔

(جواب ۵۱۹) زید کی یہ دونوں حرکتیں اسلامی جذبے کے خلاف ہیں اور ان سے اسلامی تہذیب کی تخریب کی سعی جھلکتی ہے۔ جس کی وجہ سے زید اسلام اور مسلمانوں کے سامنے جواب دہ قرار پاتا ہے۔ مسلمانوں کو اس کے اس فعل کے خلاف اظہار ناراضگی و نفرت ضروری ہے۔ اور متفقہ سعی سے اس کی کوشش کو ناکام کر دینا چاہئے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ،

(۱) ونصابها لغير ها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح و طلاق (الدر المختار ، كتاب الشهادات ، ۵ / ۴۶۵ ، سعيد)

مجبوراً نکاح پر رضامندی کیسی ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جون سن ۱۹۳۳ء مطابق ۳ ربیع الاول سن ۱۳۵۲ھ)

(سوال) ہندہ کے منگیتر میں کچھ عیب سن کر اس کے والدین رشتہ منقطع کر دیتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اب انہوں نے رشتہ اپنے بھائی کے لڑکے بکر کے ساتھ کر دیا ہے۔ حالانکہ بکر کو علم بھی نہیں۔ بکر جس کے ساتھ ہندہ کی چھوٹی ہمشیرہ کی نسبت کچھ عرصے سے بتائی جاتی تھی اپنی مخالفت ظاہر کیا کرتا تھا۔ اسے ہندہ پیش کی گئی۔ مگر جن نقائص کی وجہ سے وہ چھوٹی بہن کا رشتہ نہیں چاہتا تھا وہ ہندہ میں بھی موجود تھے انکار کر دیتا ہے۔ اب چونکہ ہندہ کے والدین مشتہر کر چکے تھے۔ قول کو حق ثابت کرنے کے لئے بکر پر ادھر ادھر سے زور ڈالنا شروع کیا اور کہا گیا کہ لڑکی کو تعلیم دلوائی جائے گی۔ سینا پرونا سکھایا جائے گا اور بھی مدد کی جائے گی وغیرہ۔ اور بھی سبز باغ دکھائے گئے بکر نے بہت منت آکر رضامندی ظاہر کر دی منگنی کی رسم ادا ہوئی۔ بعد میں بکر نے وہی انکار شروع کر دیا کیونکہ لڑکی کے والدین نے شادی کے لئے کہنا شروع کر دیا۔ اور اس لئے بھی کہ لڑکی بدستور ان پڑھ اور دوسرے وعدے بھی پورے نہیں ہوتے معلوم ہوتے تھے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ اسے کسی کی مدد کا بھروسہ بھی نہ تھا۔ کچھ شکل سے بھی نفرت تھی۔ بہت سر پھوڑا کہ شادی نہ ہو۔ کسی طرح سے بلا ٹل جائے مگر والدین نے کوئی پروا نہ کی۔ کیونکہ رشتہ داری کا معاملہ تھا ہندہ کے والدین کو بھی سب علم تھا۔ مگر وہ اس لئے قدم نہ اٹھاتے تھے کہ بدنامی ہوگی۔ باوجود اس کے کہ بکر کہتا تھا کہ اگر رشتہ ہو گیا تو طلاق دے دوں گا۔ ہندہ کے والدین نے بکر کے والدین پر بہت دباؤ ڈالا اور دھمکیاں دیں کہ اگر جلدی شادی نہ کی گئی تو سب رشتہ دار ملنا چھوڑ دیں گے۔ انہیں مجبوراً انتظامات کرنے پڑے۔ بکر بدستور نہیں نہیں کرتا رہا۔ اور یہ حالت تھی کہ شادی کے ذکر سے خواہ بازار ہو رو پڑتا تھا اور آخری دن تک یہی حالت تھی۔ دعا کرتا تھا کہ کسی طرح رہائی ہو، مگر نہ ہوئی۔ خودکشی اسلام میں منع ہے اس لئے نہ کی۔ گھر سے بھاگا۔ اس لئے کہ نہ کسی رشتہ دار نے مدد کا وعدہ کیا نہ جواب دیا۔ مجبوراً کرنی پڑی۔ اب شادی ہوئے تقریباً ۴½ ماہ ہو چکے ہیں۔ اب بھی ہندہ کے لئے اس کے دل میں پہلے سے زیادہ نفرت ہے اور دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ شکل تک دیکھنے سے نفرت ہے۔ ہندہ میں کوئی بات یا خوبی نہیں جو اس کا دل اپنی طرف لا سکے۔ بکر شادی کو اپنے اوپر ظلم سمجھتا ہے۔ اور یہی رونا روتا ہے۔ ایسی شادی کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

(جواب)(از نائب مفتی صاحب) اگر بکر بوقت عقد نکاح کے مجبور کیا گیا ہے قبول کر لینے پر تو عقد نکاح صحیح و نافذ نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ زوجین کی رضامندی صحت نکاح کے لئے شرط ہے(۲) جیسا کہ نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ

---

(۱) فقال ابو سعید اما هذا فقد قضی ما علیه سمعت رسول الله یقول من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ۱ / ۵۱، قدیمی)
وقال النووی فی شرح هذا الحدیث، انما یأمر وینهی من کان عالماً بما یأمر به وینهی عنه وذلک یختلف باختلاف الشئ فان کان من الواجبات الظاهرة والمحرمات المشهورة کالصلوة والصیام والزنا والخمر ونحوها فکل المسلمین علماء بها (شرح المسلم للنووی، کتاب الایمان، ۱ / ۵۱، قدیمی)
(۲) ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ (الدر المختار) وفی الرد ولا الحر البالغ والمکاتب [illegible]

(جواب ۵۲۰) (از حضرت مفتی اعظمؒ) الجمعیۃ مورخہ ۲ ربیع الاول سن ۱۳۵۲ھ میں نکاح کے متعلق ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ "خاوند ایک عورت سے شادی کرنے پر رضامند نہیں تھا مگر اس کے والدین نے اسے مجبور کر کے اسی عورت سے اس کی شادی کر دی۔ شادی کو ایک عرصہ ہو گیا مگر خاوند اب تک زوجہ کی طرف مائل اور متوجہ نہیں ہے۔" مستفتی نے دریافت کیا تھا کہ آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ مولوی حبیب المرسلین صاحب نے جواب دیا تھا "یہ نکاح چونکہ خاوند کی مرضی کے خلاف ہوا ہے اس لئے صحیح و نافذ نہیں ہوا۔" اس جواب کے متعلق مولانا عبدالوہاب نے دہلی سے مجھے اطلاع دی کہ یہ "جواب صحیح نہیں ہے۔" میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت جواب صحیح نہیں ہے۔ اول تو سوال سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ مذکورہ میں کوئی ایسی زبردستی کی گئی ہو جس کو اکراہ قرار دیا جائے تو جواز نکاح میں کوئی شبہ ہی نہیں (۱) اور اگر بالفرض اکراہ بھی ہوتا جب بھی صحیح جواب یہی تھا کہ نکاح صحیح ہو گیا کیونکہ نکاح اکراہ میں بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ (۲) جن صاحب نے وہ سوال بھیجا تھا وہ اپنے سوال کا جواب یہ سمجھیں کہ نکاح تو صحیح ہو چکا اب اگر زوجین میں نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو خلع یا طلاق کے ذریعہ سے علیحدگی کرا دیں۔ (۳) اور زوجین کی زندگی کو تلخی اور کشمکش میں مبتلا رکھنے سے بچانے کی تدبیر کریں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مدرسہ امینیہ دہلی (یکم اگست سن ۱۹۳۳ء)

شادیوں میں عورتوں کا مل کر گیت گانا کیسا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۳ء)

(سوال) شادیوں میں عورتیں جو مل کر گیت گاتی ہیں اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ہے کہ مدینہ میں انصار کی لڑکیاں حضور ﷺ کی آمد پر گیت گاتی تھیں۔ ایک مصرعہ یہ تھا **وفینا نبی یعلم مافی غد**۔ جس کو حضور ﷺ نے منع فرمایا۔

(جواب ۵۲۱) یہ واقعہ دو لڑکیوں کے گانے کا عید کے ایام کا ہے۔ (۴) اگر لڑکیاں عید یا شادی کے موقع پر دف بجائیں جس میں غیر مردوں تک آواز نہ جائے (۵) ایسے اشعار گائیں کہ ان کا مضمون صحیح ہو تو اباحت میں داخل ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) وينعقد متلبسا بايجاب من احدهما وقبول من الآخر (الدر المختار، كتاب النكاح، ۳/۹، سعيد)
(۲) لو اكره على نكاحها بأكثر من مهر المثل بطلت الزيادة وجاز النكاح (البزازية على هامش الهندية، كتاب الاكراه، ۶/۱۳۰، ماجدية)
(۳) ويجب لو فات الامساك بالمعروف ... ومن محاسنه التخلص به من المكاره (الدر المختار) وفي الرد ... من المكاره الدينية والدنيوية اى كأن عجز عن اقامة حقوق الزوج او كان لا يشتهيها (رد المحتار، كتاب الطلاق، ۳/۲۲۹، سعيد)
(۴) قالت الربيع بنت معوذ بن عفراء: جاء النبي صلى الله عليه وسلم فدخل حين بني علي ... فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي يوم بدر اذ قالت احداهن: وفينا نبي يعلم ما في غد فقال: دعي هذه وقولي بالذي كنت تقولين (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة، ۲/۷۷۳، قديمي) عن عائشة قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي جاريتان تغنيان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش وحول وجهه ودخل ابوبكر فانتهرني ... فاقبل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: دعهما ... ركذا يوم عيد (صحيح البخاري، كتاب العيدين، ۱/۱۳۰، قديمي)
(۵) عن محمد بن حاطب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت في النكاح (سنن نسائي، كتاب النكاح، باب اعلان النكاح بالصوت وضرب الدف، ۲/۷۵، سعيد)

زنا کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) ایک شخص اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھوڑ کر واسطے روزگار کے کلکتہ چلا گیا اور برابر خرچ اخراجات کے لئے روپیہ بھیجتا رہا۔ اس درمیان میں اس کی بیوی کا ایک شخص سے ناجائز تعلق ہو گیا۔ جب یہ بات بستی والوں کو معلوم ہوئی تو ان دونوں کو بستی سے نکال دیا۔ وہ لوگ دوسری بستی میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔ معلوم ہونے پر وہاں کے لوگوں نے بھی ان دونوں کو نکال دیا عورت وہاں سے اپنے شوہر کے گھر چلی آئی۔ اتفاقاً اسی روز اس کا شوہر بھی کلکتہ سے آگیا۔ جب یہ سب حرکات اس کو معلوم ہوئیں تو اس نے کہا کہ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر اس نے برا فعل کیا ہے تو اس کا وبال اس کے سر رہے گا اور بیوی بھی اپنے شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہتی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ بیوی اپنے شوہر پر حلال رہی ہے حرام ؟

(جواب ۵۲۲) بیوی کی بداعمالی سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں (۱) ہے۔ اگر شوہر اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عقد کے وقت جس لڑکی کا نام لیا گیا اس سے نکاح ہوا ہے اگرچہ غلطی سے لیا گیا ہو

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۸ء)

(سوال) زید کی دو بیٹیاں ہیں۔ بڑی بالغہ ہے چھوٹی نابالغہ ہے بڑی کا عقد بکر سے مقرر ہوتا ہے بکر جو زید کا ہمشیرہ زادہ ہے مع احباب کے آتا ہے۔ نکاح پڑھانے کے لئے قاضی صاحب دلہن کا نام دریافت کرتے ہیں تو زید بھولے سے چھوٹی لڑکی کا نام نکاح کے رجسٹر میں لکھواتا ہے۔ اور دو گواہوں کے روبرو بڑی لڑکی یعنی دلہن سے نکاح پڑھا کر دینے کی قبول حاصل کرتا ہے۔ لڑکی قبول دیتی ہے۔ مجلس میں لڑکی کی قبولی سنائی جاتی ہے۔ قاضی صاحب خطبہ پڑھنے کے بعد نکاح کے صیغے دلہن کے باپ اور دولہا سے تین تین دفعہ کہلواتے ہیں۔ اور صیغے میں ہر بار چھوٹی لڑکی ہی کا نام دوہرایا جاتا ہے۔ نکاح ہونے کے بعد دولہا دلہن کو رخصت کرا کے لے جاتا ہے اور خلوت صحیحہ حاصل کرتا ہے۔ اب زید کہتا ہے نکاح میں جو نام لیا گیا وہی نام بڑی لڑکی کا ہے۔ حالانکہ غلط کہتا ہے کیونکہ نکاح میں جو نام لیا گیا ہے اصل میں وہ چھوٹی لڑکی کا نام ہے۔ اور اس کو اسی نام سے داخل مدرسہ کئے ہیں وہی نام سے ہمسایہ بلاتے ہیں۔ لہذا اس صورت میں نکاح کس سے ثابت ہوتا ہے۔ چھوٹی سے یا بڑی سے ؟ اگر چھوٹی سے ثابت ہوا تو بکر کو اپنی مقررہ دلہن کو رکھنے کا کیا طریقہ ہے ؟

---

(۱) عن ابن عباس جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال : ان عندی امرأۃ ھی من احب الناس الی وھی لا تمنع ید لامس ، قال : طلقھا ، قال : لا اصبر عنھا ، قال : استمتع بھا (سنن النسائی ، کتاب النکاح ، ۲ / ۵۹ سعید)
وفی آخر المجتبی : لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ (الدر المختار ، کتاب النکاح ۳ / ۵۰ ، سعید)
(۲) لو کان لرجل بنتان ، کبری اسمھا عائشۃ وصغری اسمھا فاطمۃ واراد ان یتزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ، ینعقد علی الصغری (الھندیۃ ، کتاب النکاح ، الباب الاول ۱ / ۲۷۰ ، ماجدیۃ)

(جواب ۵۲۳) نکاح اسی لڑکی کا ہوا جس کا نام عقد کے وقت لیا گیا (۱) اور رخصتی بڑی لڑکی کی ہوئی۔ بڑی سے خلوت و وطی واقع ہوئی تو یہ وطی وطی بالشبہ ہوئی۔ اب شوہر کو لازم ہے کہ چھوٹی لڑکی کا نام لے کر اس کو طلاق دے دے اور بڑی لڑکی سے جو موطوءہ ہے نکاح کرے۔ نکاح ایجاب و قبول دو گواہوں کے سامنے کر لینے سے ہو جائے گا۔ (۱) چھوٹی لڑکی کی طلاق قبل الخلوۃ ہو گی اس لئے کوئی عدت لازم نہ ہو گی۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

پہلا حاشیہ نمبر ۱ پچھلے صفحہ کے حاشیہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

(۱) وشرط حضور شاهدين حرين او حر و حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً (الدر المختار ، كتاب النكاح ، ۳/ ۲۲ ، سعيد)
(۲) ان فرق قبل الدخول لا تجب العدة (الهندية، كتاب الطلاق ، الباب الثالث عشر في العدة ، ۱/ ۵۲۶ ، ماجدية)

کتاب الحجاب

پردے کے احکام وحدود

عورتوں کا غیر محرموں کے سامنے جانا اور گانا سنانا جائز نہیں

(سوال) اپنی لڑکیوں یا بہنوں کو شادی یا ماتم پرسی میں یا سودا خریدنے کو بھیجنا کیسا ہے۔ اور شادی میں عوام کے سامنے گانا اور منہ کھولنا اور غیر محرم کو مخاطب کر کے گانا سنانا عورتوں کا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۵۲۴) عورتوں کو غیر محرم کے سامنے جانا خواہ شادی میں ہو یا ماتم پرسی میں یا اور کسی تقریب میں ناجائز ہے۔(۱) اسی طرح غیر محرموں کے سامنے گانا حرام ہے۔(۲) اگر عورت مجبوری کی وجہ سے سودا وغیرہ لینے جائے تو برقع وغیرہ ایسی طرح اوڑھے کہ کسی کی نظر اس کے بدن پر نہ پڑے۔(۳)

چہرے کے پردے کا حکم

(سوال) مستورات کو چہرے کے پردے کا کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ پردہ صرف چہرے کا ہونا چاہئے نہ منہ کا۔ عمرو کہتا ہے کہ پردہ منہ کا ہونا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۲۶۶ محمد طاہر صاحب (ضلع گورداسپور) ۱۴ محرم سن ۱۳۵۳ھ م ۲۹ اپریل سن ۱۹۳۴ء

(جواب ۵۲۵) عورت کا چہرہ نماز میں پردے کا حکم نہیں رکھتا(۴) مگر غیر محرموں کے سامنے آنے جانے میں پردہ کا حکم رکھتا ہے۔(۵) کیونکہ چہرہ ہی اصل شے ہے جو جاذب نظر اور مہیج جذبات ہے۔

عیدین کی نماز کے لئے عورتوں کا جانا جائز نہیں

(سوال) عورتوں کو عید گاہ میں نماز عید کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۵۱۲ ۴ ربیع الثانی سن ۱۳۵۳ھ م ۶ جولائی سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۲۶) نہیں کہ ان کے لئے جانے میں فتنہ ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ

ماں کے ماموں سے پردہ

(سوال) عورت کی ماں کا ماموں سگا یا سوتیلا یا اخیافی اسی طرح اس کی نانی کا سگا یا سوتیلا یا اخیافی ماموں سے پردہ کرنا

---

(۱) قرآن مجید میں عورتوں کو گھروں ہی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بے پردہ باہر گھومنے سے روکا گیا ہے۔
قال اللہ تعالیٰ : وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ (الاحزاب : ۳۳)
(۲) نغمة المرأة عورة ... فلا يحسن ان يسمعها الرجل ، وفي الكافي : ولا تلبي جهرا ، لان صوتها عورة (رد المحتار ، كتاب الصلوة باب شروط الصلوة ۱ / ۴۰۶ ، سعيد) (۳) وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن (النور : ۳۱)
(۴) انكشاف ربع القدم يمنع الصلوة والكف والوجه ليس بعورة (الخانية على هامش الهندية ، كتاب الصلوة ، ۱ / ۱۳۴ ، ماجدية)
(۵) وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال ، لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (الدر المختار ، كتاب الصلوة باب شروط الصلوة ، ۱ / ۴۰۶ ، سعيد) والمعنى تمنع من الكشف لخوف ان يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة ، لانه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة (رد المحتار ، كتاب الصلوة ، ۱ / ۴۰۶ ، سعيد)
(۶) عن عائشة قالت : لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل (جامع الترمذي ، ابواب العيدين ، ۱ / ۱۲۰ ، سعيد) وفي الدر : ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان (الدر المختار ، كتاب الصلوة ، باب الامامة ، ۱ / ۵۶۶ ، سعيد)

ہو گیا نہیں۔ خصوصاً جب کہ ان کے روبرو جانے کی شرم اجازت نہیں دیتی یا دین کے اہم ضروری مقصد میں خلل کا اندیشہ ہے۔ المستفتی نمبر ۲۷۷ عبدالرشید (ضلع سلہٹ) ۱۱ جمادی الاولی سن ۱۳۵۴ھ م ۱۲ اگست سن ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۲۷) اگر ان لوگوں کے سامنے ہونے سے کوئی فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو پردہ کرنا لازم ہو گا۔(۱)

محمد کفایت اللہ

ساس کو بے پردگی کی ترغیب دینا درست نہیں

(سوال) زید نے اپنی زوجہ کی حقیقی ماں یعنی اپنی ساس سے جو کہ شوہر دار ہے دانستہ یہ کہا کہ جس وقت میرے بڑے حقیقی بھائی بکر گھر کے اندر آیا کریں ان سے پردہ نہ کیا کرو۔ یعنی اٹھ کر اندر کمرے میں نہ چلی جایا کرو (بکر رنڈوا ہے) زید کا اپنی ساس سے یہ کہنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی زوجہ کے اور اس کے نکاح میں کوئی خرابی تو واقع نہیں ہوئی؟

المستفتی نمبر ۹۸۰ عبدالوحید (ضلع بلند شہر) ۱۵ ربیع الاول سن ۱۳۵۵ھ م ۶ جون سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۲۸) زید کا اپنی ساس سے یہ کہنا کہ تم میرے بڑے بھائی سے پردہ نہ کیا کرو درست نہیں ہے۔(۲) لیکن اس کہنے سے زید کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

رشتہ داروں سے پردے کی حدود

(سوال) اعزا سے پردے کی تحدید کیا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۰۸۲ قاری غلام علی مدرس مدرسہ نئی سڑک دہلی ۱۰ جمادی الاول سن ۱۳۵۵ھ

(جواب ۵۲۹) سوائے محارم کے اور رشتہ داروں سے پردہ ضروری ہے۔ پردے سے مراد یہ ہے کہ عورت کا بدن غیر محرم نہ دیکھے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) دیور، جیٹھ وغیرہ سے پردہ
(۲) اپنوں سے گھونگھٹ کا پردہ

(سوال) (۱) شوہر کے مکان میں شوہر کی والدہ اور کلاں و خورد بھی رہتے ہیں اور حیثیت اتنی نہیں ہے کہ دوسرے مکان میں رہیں۔ لیکن زوجہ اور اس کے والدین ان کے سامنے آنے کو حرام سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس حال میں عورت کا تشدد کہاں تک صحیح ہے؟

(۲) اب تک ہمارے خاندان میں پردے کا یہ طریقہ رہا ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے فقط گھونگھٹ اور آنکھوں کی شرم کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن دور کے رشتہ داروں سے باقاعدہ پردہ ہوتا ہے۔ قریبی رشتہ داروں سے سائل کی مراد ماموں، چچا، پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، بھتیجہ، خالہ زاد بھائی، بھتیجے ہیں۔ اور یہ سب حقیقی ہیں۔ ان کی ہر وقت آمد و رفت رہتی ہے۔ ان کی روک تھام میں آپس میں قطع تعلق کا سخت خطرہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے شوہر کی

(۱) ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الى الراس والوجه والصدر والساق والعضد ان امن شهوته وشهوتها ايضا والا ، لا (الدر المختار ، كتاب الحظر والاباحة ، ٦ / ٣٦٧ ، سعيد)
(۲) اس لئے کہ پردہ محرم سے نہیں ہوتا اور داماد کا بھائی محرم نہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حوالہ میں مذکور ہے۔
(۳) ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او ابائهن او اباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بني اخوانهن او بني اخواتهن (النور ۳۱)

خواہش ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے فقط گھونگھٹ نکال لیا کرو۔ اس پر عورت کہتی ہے کہ ہم کو خدا اور رسول ﷺ اور والدین کی جدائی کا ڈر ہے اور والدین کی جدائی پر شوہر کی جدائی کو ترجیح دیتی ہے تو یہ شوہر کی خواہش ان موانعات اور مضرات پر نظر کرتے ہوئے کہاں تک صحیح ہے۔ ویسے تو شوہر بھی پردے کا سختی سے حامی ہے۔

المستفتی نمبر ۱۰۸۲ قاری خادم علی مراد آبادی

(جواب ۵۳۰)(۱) عورت کا حق ہے کہ اس کو ایسے مکان میں رکھا جائے جس میں شوہر کے اقارب نہ ہوں۔(۱) دیور اور جیٹھ کے سامنے ہونے سے اگر زوجہ انکار کرتی ہے تو اس انکار میں وہ حق جانب ہے۔(۲)
(۲) ہاں گھونگھٹ سے رہنا جواز کے لئے کافی تو ہے۔ لیکن گھونگھٹ کا التزام ایک گھر میں رہ کر ہمیشہ کرنا دشوار ہے۔ جن لوگوں سے نکاح جائز ہے وہ سب غیر محرم ہیں اور ان سے پردہ کرنے کا عورت کو حق ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دیور سے پردہ کرنے پر شوہر کے والدین کی ناراضی صحیح نہیں

(سوال) ایک شخص نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی زوجہ کو پردہ شرعی دیا ہے حتی کہ اپنے بڑے بھائی کو ادب اور آرام سے کچھ عرصہ بعد شادی کے پردہ کا حکم شرعی سنا کر پردہ کردیا ہے چونکہ یہ بہت عرصے سے آباؤ اجداد میں پردہ نہ تھا۔ لہذا پردے کی وجہ سے والدہ صاحبہ سخت ناراض ہو گئی ہیں کہ تو اپنے بھائی سے پردہ نہ کرا اور نہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گی۔ اب عرض یہ ہے کہ اس وجہ سے والدہ صاحبہ کا ناراض ہو جانا قیامت میں کیسا ہوگا؟

المستفتی نمبر ۱۳۸۲ سجادہ صاحب دین پور شریف ڈاک خانہ خان پور۔ ریاست بہاولپور ۳۰ ذی الحجہ سن ۱۳۵۵ھ م ۱۴ مارچ سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۳۱) حدیث شریف میں شوہر کے بھائی کو عورت کے لئے موت سے تعبیر فرمایا ہے۔(۴) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پردہ کرنا لازم ہے تو اس شخص نے شریعت کے مطابق کام کیا ہے اس پر والدہ کی ناراضگی اس کے حق میں مضر نہیں ہے۔　　فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دیور اور خسر کے ساتھ اکٹھے مکان میں رہنا کیسا ہے

(سوال) ایک مکان میں چار بھائی اور ان کے والدین اکٹھے رہتے ہیں۔ بھائیوں میں سے ایک نابالغ اور تین بالغ۔ دو کی شادی ہو گئی۔ مکان تنگ ہونے کی وجہ سے اس میں حصے نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں خورد نوش میں بھی جدائی ناممکن

---

(۱) وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله (الدر المختار)
وفی الشامیة : لا نها تتضرر بمشارکة غیرها فیه ، لا نها لا تامن علی متاعها ویمنعها ذلك من المعاشرة مع زوجها ومن الا ستمتاع الا ان تختار ذلك ، لانها رضیت با نتقاص حقها (رد المحتار ، کتاب الطلاق ، باب النفقة ، ۳/ ۶۰۰ ، سعید)
(۲) عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار : یا رسول الله افرایت الحمو؟ قال : الحمو الموت (صحیح البخاری ، کتاب النکاح ، ۲/ ۷۸۷ ، قدیمی)
(۳) وقل للمؤمنت یغضضن من ابصار هن . (النور : ۳۱) قال ابن کثیر فی تفسیره : ای عما حرم الله علیهن من النظر الی غیر ازواجهن ولهذا ذهب کثیر من العلماء الی انه لا یجوز للمرأة النظر الی الرجال الا جانب بشهوة ولا بغیر شهوة اصلاً (تفسیر ابن کثیر ، ۳/ ۲۸۳ ، سهیل اکیڈمی)
(۴) عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الا نصار یا رسول الله افرایت الحمو ؟ قال : الحمو الموت (جامع الترمذی ابواب الرضاع ، باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات ، ۱/ ۲۲۰ ، سعید)

ہے۔ کیونکہ کوئی روزگاری، کوئی طالب علم، کوئی بے روزگار اور بسا اوقات ہر ایک بھائی کو اندر جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی کوئی چیز مانگی۔ کوئی بات کہی کھانا کھانا وغیرہ ضروریات تمدن روزمرہ واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اب پردہ کس طرح کرنا چاہئے وجہ و ... ور جلیتن کی استثنا جائز ہے یا نہیں جواز کی صورت میں قباحت یہ ہے کہ انسان کے چہرہ دیکھنے میں ہی بد خیالی پیدا ہوتی ہے اور عدم جواز کی صورت میں گھر کے کاروبار مشکل۔ اس کے علاوہ بسا اوقات بیبیاں دوسرے بھائیوں کی نظر میں پڑ جاتی ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۵۴۱ عبدالنور صاحب (ضلع ملتان) ۷ ربیع الثانی سن ۱۳۵۶ھ م ۷ ۲ جون سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۳۲) ایسی حالت میں عورتوں کو گھر میں احتیاط سے رہنا اور حتی الامکان کھلے منہ سامنے ہونے سے بچنا لازم ہے۔(۱) امکانی کوشش کریں اور مجبوری سے احیاناً سامنا ہو جائے تو صفائی قلب کی حالت میں اس کی معافی کی امید ہو سکتی ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساس سے پردہ نہیں

(سوال) مرد اپنی ساس کے سامنے بے پردہ آسکتا ہے یا نہیں؟ اور بیٹے کی ساس باپ کے سامنے بے پردہ آسکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۲۲ مولوی محمد ابراہیم صاحب (جیو مسلم) ۱۱ شوال سن ۱۳۵۵ھ م ۲۵ دسمبر سن ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۳۳) بیٹے کی ساس کا باپ کے سامنے بے پردہ آنا درست نہیں۔(۲) ہر شخص اپنی ساس کے سامنے بے پردہ آسکتا ہے۔(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

استفتاء

عورتوں کا وعظ کی مجلسوں میں جانا

(ماخوذ از کف المومنات عن حضور الجماعات مطبوعہ سن ۱۳۴۴ھ)

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عورتوں کا مجالس وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ بالخصوص ایسے جلسوں میں جن میں خوش الحانی سے اشعار پڑھے جاتے ہوں اور مجمع میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوں۔ اور اگر عورتوں کے لئے ایسے موقعوں پر جداگانہ پردے کا بندوبست کر دیا جائے تو آیا اس کا کچھ اثر جواز و عدم جواز میں ہو گا یا نہیں؟ اور یہ کہ عورتوں کو ایسے مجامع میں شریک ہونے سے منع کرنے کا خاوند کو حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۵۳۴)(۱) عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں اور عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے۔(۴) اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لئے مجالس وعظ اور جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ

(۱) قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن (النور ۳۱) قال ابن کثیر: ای عما حرم الله علیهن من النظر الی غیر ازواجهن، ولهذا ذهب کثیر من العلماء الی انه لا یجوز للمرأة النظر الی الرجال الا جانب بشهوة ولا بغیر شهوة اصلا (تفسیر ابن کثیر ۳ / ۲۸۳، سہیل اکیڈمی)
(۲) اس لئے کہ بیٹے کی ساس محرمات میں سے نہیں۔ کما فی الشامیة: ولا ام زوجة الابن (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات، ۳ / ۳۱، سعید)
(۳) لانها من محرماته کما فی قوله تعالی: وامهات نسائکم (النساء ۲۳)
(۴) ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید و وعظ مطلقا ... علی المذهب المفتی به لفساد الزمان (الدر المختار، کتاب الصلوة باب الامامة ۱ / ۵۶۶، سعید)

تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے۔ اور اس حکم فقہی کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت لو ادرك رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مااحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرة او منعن قالت نعم (۱) (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کی ہیں رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں ؟ انہوں نے فرمایا ہاں ! انتہی

اس حدیث سے نہایت صاف طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی عورتوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ ان کا گھروں سے نکلنا اور جماعتوں میں جانا سبب فتنہ تھا۔ اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عورتوں کو جماعت میں آنے سے منع کرتے تھے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت میں جس میں عورتوں کا زمانہ رسالت پناہی میں عیدین میں جانا مذکور ہے تحریر فرماتے ہیں۔

وقال العلماء كان هذا فی زمنه صلی اللہ علیه وسلم واما الیوم فلا تخرج الشابة ذات الهیئة ولهذا قالت عائشة لو رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل قلت هذا الكلام من عائشة بعدزمن یسیر جدا بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم واما الیوم فنعوذ باللہ من ذلك فلا یرخص فی خروجهن مطلقا للعید وغیرہ (۲) (عینی شرح بخاری)

علماء نے فرمایا کہ عورتوں کا عیدین میں جانا رسول خدا ﷺ کے زمانے میں اس لئے تھا کہ وہ زمانہ خیر و برکت کا تھا اور فتنہ کا خوف نہ تھا۔ اور آج کل جوان عورتیں خوبصورت خوش وضع ہرگز نہ جائیں اور اسی لئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی یہ حرکات ملاحظہ فرماتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا رسول اللہ ﷺ کے زمنہ مبارک سے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ!

پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انتہی

(من المؤلف) جب کہ علامہ عینی اپنے زمانے میں یہ فرماتے ہیں کہ آج کل کی عورتوں کے حالات سے خدا کی پناہ! تو پھر ہمارے اس زمانے چودھویں صدی کی عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ؟ اور علامہ عینی عمدۃ القاری میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری ، کتاب الاذان ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل ، ۱/ ۱۲۰ ، قدیمی
(۲) عمدۃ القاری ، کتاب العیدین ، باب خروج النساء والحیض الی المصلی ، ۶/ ۲۹۶ ، سعید

ومذهب اصحابنا ما ذكر صاحب البدائع اجمعوا على انه لا يرخص للشابة الخروج في العيدين والجمعة وشئي من الصلوة لقوله تعالى وقرن في بيوتكن ولان خروجهن سبب للفتنة واما العجائز فيرخص لهن الخروج في العيدين ولا خلاف ان الفضل ان لا يخرجن في صلاة (عینی شرح بخاری بدائع ج ۱ ص ۲۷۵)(۱)

ہمارے اصحاب یعنی علمائے حنفیہ کا مذہب وہ ہے جو صاحب بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جوان عورت کو عیدین اور جمعہ بلکہ کسی نماز میں جانے کی اجازت نہیں بوجہ ارشاد باری تعالٰی وقرن في بيوتكن کے اور اس لئے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے ہاں بوڑھیاں عیدین کے لئے جاسکتی ہیں اور اس میں خلاف نہیں کہ افضل بوڑھیوں کے لئے بھی یہی ہے کہ کسی نماز کے لئے نہ نکلیں۔ انتہی

ولا يباح للشواب منهن الخروج الى الجماعات بدليل ماروى عن عمر رضي الله عنه انه نهى الشواب عن الخروج ولان خروجهن سبب للفتنة والفتنة حرام وما ادى الى الحرام فهو حرام۔ (بدائع ص ۱۵۷ ج ۱)(۲)

یعنی جوان عورتوں کا جماعتوں میں جانا مباح نہیں۔ اس روایت کی دلیل سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا تھا۔ اور اس لئے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے۔ اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز فتنہ کی طرف پہنچائے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ انتہی
اور فتاویٰ ہندیہ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :۔

والفتوى اليوم على الكراهة في كل الصلوات لظهور الفساد كذافي الكافي۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۹۳ ج ۱)(۳)

یعنی اس زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے۔ کیونکہ فساد ظاہر ہو گیا ہے۔

واما المرأة فلانها مشغولة بخدمة الزوج ممنوعة عن الخروج الى محافل الرجال لكون الخروج سببا للفتنة ولهذا لا جماعة عليهن ولا جمعة عليهن ايضا (بدائع ص ۲۵۸ ج ۱)(۴)
یعنی عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ خاوند کی خدمت میں (شرعاً) لگائی گئی ہے اور مردوں کی مجلسوں میں جانے سے (شرعاً) روکی گئی ہے۔ کیونکہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور اسی لئے عورتوں پر جماعت اور جمعہ نہیں۔

(قول المؤلف) ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے۔ اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ حضرت

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الصلوة فصل في شرائطها و وجوبها وجوازها، ۱ / ۲۷۵، سعيد
(۲) بدائع الصنائع، كتاب الصلوة فصل في بيان من يصلح للامامة في الجملة، ۱ / ۱۵۷، سعيد
(۳) الهندية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الخامس، ۱ / ۸۹، ماجدية
(۴) بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الجمعة، ۱ / ۲۵۸، سعيد

عائشہؓ عروہ بن الزبیرؒ قاسمؒ یحییٰ بن سعید انصاری، امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ وغیرہ ہم سے منقول ہے۔ اور ائمہ حنفیہ کا بالا تفاق یہی مذہب ہے جیسا کہ عینی اور بدائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔

باوجود یہ کہ نماز پنجگانہ اور عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں رسول خدا ﷺ کے زمانے میں عورتیں جاتی اور شریک ہوتی تھیں۔ اور یہ جماعتیں فرائض کی جماعتیں ہیں اور شعار اسلام میں سے ہیں مگر اختلاف زمانہ اور تغیر حالات کی وجہ سے صحابہ کرام اور ائمہ عظام نے عورتوں کو ان جماعتوں سے روک دیا۔ اور ائمہ حنفیہ نے بالاتفاق عورتوں کے جماعت میں جانے کو مکروہ فرمادیا تو اس سے ہر سمجھدار شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب فرائض کی جماعتوں کا یہ حکم ہے تو واعظ کی مجلسوں میں جانا عورتوں کو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔(۱) اول تو آج کل وعظ کی اکثر مجلسیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ عورتیں تو عورتیں مردوں کو بھی ان میں جانا جائز نہیں(۲) اس وجہ سے کہ اکثر واعظ نام کے مولوی ہوتے ہیں۔ دو چار اردو کی قصے کہانیوں کی کتابیں دیکھیں اور واعظ بن گئے۔ پھر ان کے واعظ میں سوائے قصے کہانیوں، جھوٹی سچی روایتوں، من گھڑت باتوں کے اور کیا ہو گا۔ سوایسے وعظ میں کسی کو بھی جانا جائز نہیں۔ اور بعض واعظ مولوی بھی ہیں۔ لیکن چونکہ وعظ سے ان کا مقصود دنیا کمانا ہے اور عوام کو خوش کرنا اور اپنا معتقد بنانا اس لئے وہ بھی عام پسند باتوں کے بیان کرنے میں ہی اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ اور عوام کو خوش کرنے کے لئے صرف قصے کہانیوں پر وعظ کو ختم کر دیتے ہیں۔ مجلس وعظ کی گرمی کے لئے اولیائے کرام کے کچھ فرضی واقعات سنا دیئے کچھ بے سند موضوع روایات بیان کر دیں اور اپنا الو سیدھا کر لیا۔ ایسے مولویوں کے وعظ میں بھی جانا مفید نہیں اور کسی مرد و عورت کو ان کے وعظ میں جانا جائز نہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل آخر میں بطور تتمہ بیان کی جائے گی۔

رہے صرف وہ معدودے چند علماء جو فی الواقع عالم بھی ہیں اور وعظ سے ان کا مقصود بھی تعلیم دین اور تبلیغ مذہب اور اشاعت اسلام ہے۔ دنیا طلبی انہیں مقصود نہیں۔ ان کا وعظ رطب ویابس قصوں، جھوٹی سچی روایتوں سے خالی اور پاک ہوتا ہے تو ایسے وعظ میں صرف مردوں کو حاضر ہونا جائز ہے، عورتوں کو نہیں۔ کیونکہ جب فرائض کی جماعتوں میں عورتوں کا جانا مکروہ اور ناجائز ہے تو مجلس وعظ میں جانا بدرجہ اولیٰ مکروہ اور ناجائز ہو گا۔ چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اور متعدد معتبر فتاویٰ فقہائے حنفیہ میں یہ مضمون بصراحت موجود ہے جو ناظرین کے اطمینان کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :-

ولا یحضرن الجماعات لقوله تعالیٰ وقرن فی بیوتکن وقال صلی الله علیه وسلم صلاتها فی قعربیتها افضل من صلاتها فی صحن دارها وصلاتها فی صحن دارها افضل من صلاتها فی مسجد ها وبیوتهن خیر لهن الی قوله قال المصنف فی الکافی والفتویٰ الیوم علی الکراهیة فی الصلوٰة کلها لظهور الفساد و متی کره حضور المسجد للصلاة فلان یکره حضور مجالس الوعظ خصوصاً عند

(۱) ومتی کره حضور المسجد للصلوٰة فلان یکره حضور مجالس الوعظ خصوصاً عند هولاء الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء اولیٰ (البحر الرائق، باب الامامة، ۱/ ۳۸۰، بیروت)

(۲) ان الواعظ مهما فرغ کلام البدعة یجب منعه ولا یجوز حضور مجلسه الا علی قصد الرد علیه ان قدروا، وان لم یقدروا لا یحضر مجلسه. (مجالس الابرار (مترجم)، ص ۴۸۲، مکتبه حقانیة پشاور)

ھؤلاء الجھال الذین تحلوا بحلیۃ العلماء اولیٰ ذکرہ فخر الاسلام (بحر الرائق ص ۳۸۰ ج۱)(۱)

اور عورتیں جماعتوں میں نہ جائیں بوجہ ارشاد باری تعالیٰ وقرن فی بیوتکن کے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی نماز کوٹھڑی کے اندر اس نماز سے اچھی ہے جو گھر کے صحن میں ہو اور صحن کی نماز اس نماز سے اچھی ہے جو مسجد میں ہو اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ الی قولہ۔ مصنف یعنی صاحب کنز الدقائق نے کافی میں فرمایا کہ آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے بوجہ ظہور فساد کے اور جب کہ مسجد میں نماز کے لئے جانا مکروہ ہوا تو وعظ کی مجلسوں میں جانا اور بالخصوص ان جاہل واعظوں کی مجلسوں میں جنہوں نے علماء کی صورتیں بنا رکھی ہیں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔ یہ فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے۔ انتہی

اور علامہ بدرالدین عینی شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ولا یحضرن ای النساء سواء کن شواب او عجائز الجماعات لظھور الفساد و عند ابی حنیفۃ للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء و عندھما فی الکل وبہ قالت الثلاثۃ والفتوی الیوم علی المنع فی الکل فلذلک اطلق المصنف ویدخل فی قولہ الجماعات الجمع والاعیاد والاستسقاء ومجالس الوعظ ولا سیما عند الجھال الذین تحلوا بحلیۃ العلماء وقصدھم الشھوات وتحصیل الدنیا۔ (عینی شرح کنز ص ۳۹)(۲)

یعنی عورتیں خواہ جوان ہوں یا بوڑھیں جماعتوں میں نہ جائیں کیونکہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔ امام ابو حنیفہ سے بوڑھیوں کے لئے فجر اور مغرب اور عشا میں جانے کی اجازت مروی ہے۔ اور صاحبین سے تمام نمازوں میں جانے کی۔ اور اسی کے ائمہ ثلاثہ قائل ہیں۔ اور آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں جانا جوان عورتوں اور بوڑھیوں دونوں کو منع ہے۔ اور مصنف کے قول اجتماعات میں جمعہ اور عیدین اور استسقاء اور وعظ کی مجلسیں بھی داخل ہیں۔ بالخصوص ان جاہل واعظوں کی مجلسیں جو علماء جیسی صورتیں بنا لیتے ہیں اور مقصود ان کا اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنا اور دنیا کمانا ہے۔

اور در مختار میں ہے :۔

ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو الجمعۃ وعید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔ (در مختار ص ۳۹ ج۱)(۳)

یعنی عورتوں کا جماعت میں جانا خواہ جماعت جمعہ کی ہو یا عید کی یا وعظ کی۔ مکروہ ہے اور خواہ بوڑھی ہی عورت ہو اور رات کو جائے۔ مذہب مفتی بہ یہی ہے۔ اور یہ حکم بوجہ ظہور فساد زمانہ کے ہے۔ انتہی

(من المولف) بحر الرائق عینی شرح کنز الدقائق اور در مختار کی عبارتوں سے صراحۃً یہ بات ثابت ہو گئی کہ عورتوں کو مجالس وعظ میں جانا مکروہ و ناجائز ہے۔ اور بالخصوص ایسے واعظوں کی مجلسوں میں جن کا مقصود دنیا کمانا ہو۔ یعنی اس واعظ جاہل یا دنیا کمانے والا ہو تو اس کی مجالس میں تو قطعاً ناجائز ہے۔ اس میں تو کلام ہی نہیں۔ علاوہ بریں ایسے

(۱) البحر الرائق ، کتاب الصلوۃ ، باب الامامۃ ، ۱ / ۳۸۰ ، بیروت
(۲) عینی ، ص ۳۹ (۳) الدر المختار ، کتاب الصلوۃ ، باب الامامۃ ، سعید

واعظوں کی مجلس وعظ میں جانا بھی فساد زمانہ کی وجہ سے مکروہ اور ناجائز ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ویمکن حمل النھی علی عجائز متطیبات او متزینات او علی شواب ولو فی ثیاب بذلتھن لوجود الفتنۃ فی خروجھن علی قیاس کراھۃ خروجھن الی المساجد (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۴۷۰ ج ۱)(۱)

یعنی آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو زیارت قبور سے جو منع فرمایا ہے تو اس ممانعت کو ان بوڑھیوں پر جو خوشبو لگا کر نکلیں یا زینت کر کے نکلیں یا جوان عورتوں پر خواہ وہ معمولی لباس میں نکلیں محمول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے گھر سے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت ان کے مسجدوں میں جانے کی ممانعت پر قیاس کی جاتی ہے۔ انتہیٰ۔

(محمد کفایت اللہ) اس عبارت سے اور اسی طرح بہت سی عبارتوں سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا اور جماعتوں میں شریک ہونا موجب فتنہ ہے۔ اور ممانعت کا حکم اس فتنہ سے بچنے کے لئے ہے۔ زیارت قبور، جمعہ، عیدین، وعظ، استسقا سب اسی حکم میں داخل ہیں۔(۲)

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جوان عورتیں خواہ بناؤ سنگار کر کے نکلیں یا معمولی حالت میں بہر حال ان کا نکلنا ناجائز ہے۔ اور اگرچہ بعض روایتوں سے بوڑھیوں کے لئے نماز فجر، مغرب و عشاء میں جبکہ وہ کوئی زینت اور خوشبو استعمال نہ کریں جانا جائز معلوم ہوتا ہے لیکن قول مفتیٰ بہ یہ ہے کہ بوڑھیوں کو جانا بھی جائز نہیں جیسا کہ علامہ عینی کی شرح کنز اور در مختار کی عبارت سے بصراحت ثابت ہوتا ہے۔ اور جب کہ ان عوارض کا لحاظ بھی کیا جائے جو سوال میں مذکور ہیں کہ مجلس وعظ میں خوش الحانی سے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور مضامین عشقیہ کے اشعار سنائے جاتے ہیں تو ایسے وعظ میں عورتوں کے جانے کا حکم ایسا نہیں ہے جس میں کسی ذی علم کو کچھ بھی تردد اور تامل ہو سکے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حاد یقال لہ انجشۃ وکان حسن الصوت فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رویدک یا انجشۃ لا تکسر القواریر قال قتادۃ یعنی ضعفۃ النساء متفق علیہ (مشکوۃ ص ۴۱۰)(۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک حدی خواں تھا جس کا نام انجشہ تھا اور وہ خوش آواز تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے انجشہ ! ٹھہرو کہیں شیشیوں کو توڑ دینا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ شیشیوں سے آپ کی مراد عورتیں ہیں۔ انتہیٰ۔ اس پر مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انجشۃ ان یغض من صوتہ الحسن وخاف الفتنۃ علیھن لان یقع فی قلوبھن موقعا لضعف عزائمھن وسرعۃ تاثرھن

یعنی رسول اللہ ﷺ نے انجشہ کو حکم فرمایا کہ اپنی آواز کو پست کر دے۔ اور آپ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ

(۱) مرقات المفاتیح، ۲: ۴۷۰، امدادیہ
(۲) ویدخل فی قولہ "الجماعات" الجمعۃ والاعیاد والاستسقاء ومجالس الوعظ (عینی شرح الکنز ص ۳۹)
(۳) مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الاول، ۲: ۴۱۰، سعید

عورتوں کے دلوں میں کھب نہ جائے اور فتنہ واقع ہو۔ کیونکہ عورتوں کا استقلال کمزور ہوتا ہے اور ان کے دل میں ایسی باتوں کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ (لمعات کذافی حاشیۃ المشکوۃ) (۱)

(من المؤلف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خوش آواز شخص کو زور سے شعر پڑھنے سے صرف اس لئے منع فرمایا کہ عورتیں ساتھ تھیں اور اندیشہ تھا کہ اس کی خوش آوازی کی وجہ سے عورتوں کے دلوں میں کسی قسم کی بد خیالی پیدا ہو جائے اور اس کی خوش آواز سے متاثر ہو کر فتنہ میں پڑ جائیں۔

پس جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے زمانے کی عورتوں پر جو ہر طرح آنحضرت ﷺ کے فیض سے مشرف تھیں یہ اندیشہ ہوا کہ خوش آوازی سے وہ بگڑ جائیں تو پھر آج کل کی عورتوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔ پس جس طرح کہ مردوں کے لئے غیر محرم کا گانا سننا حرام ہے اسی طرح عورتوں کو مردوں کا گانا سننا حرام ہے۔ اور اسی طرح عورتوں کو ایسے وعظ میں جانا جائز نہیں جہاں خوش آوازی سے اشعار پڑھے جاتے ہوں اور گایا جاتا ہو۔

(۲) رہا یہ امر کہ مجالس وعظ میں اگر عورتوں کے لئے کسی خاص طرف پردے کا انتظام کر دیا جائے تو پھر عورتوں کو وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا ہی مکروہ ہے۔ (۲) اور اس نکلنے میں ہی چونکہ فتنہ کا احتمال ہے اس لئے اکثر فقہا نے خروج کو ہی ناجائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب عورتوں کے لئے جماعت نماز یا وعظ وغیرہ کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت ہو جائے اور وہ نکلنے لگیں تو اب ہر وقت اس کی تحقیقات کرنا بہت مشکل ہے کہ آیا وہ مسجد میں ہی گئی اور وعظ میں ہی حاضر ہوئی یا اور کہیں چلی گئی۔ اور گھر آکر نماز یا وعظ کا بہانہ کر دیا۔ نیز فقہا کا یہ حکم کہ عورتوں کو جماعات نماز و وعظ و جمعہ و عیدین میں جانا ناجائز ہے کیونکہ یہ باعث فساد ہے۔ صراحۃ ان روایات سے معلوم ہو چکا جو اوپر لکھی گئی ہیں۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ اسباب فتنہ کیا ہیں ؟ سو تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنے کے اسباب یہ ہیں :۔

(۱) عورت گھر سے نماز یا وعظ کے بہانے سے نکلے اور اپنی خباثت نفسانی سے کسی اور جگہ چلی جائے اور گھر والے یہ سمجھیں کہ نماز وعظ میں گئی ہے۔ (۲) جماعت نماز و مجلس وعظ میں جاکر مردوں کی نظریں اس پر پڑیں گی اور اس لئے اندیشہ ہے کہ کسی غیر مرد کا کسی عورت سے ناجائز تعلق ہو جائے۔ (۳) (۳) عورت کی نظر غیر مردوں پر پڑے گی اور اس لئے احتمال ہے کہ عورت کا کسی غیر مرد پر دل آجائے اور نتیجہ بد پیدا ہو۔

یہ تین احتمال ہیں۔ ان میں سے پہلا احتمال تو اس طرح رفع نہیں ہو سکتا کہ مجلس وعظ میں ان کے لئے پردے کا انتظام کر دیا جائے۔ کیونکہ فتنہ کا یہ احتمال تو نفس خروج عن الدار کو لازم ہے۔

(۱) حاشیۃ المشکوۃ للشیخ عبدالحق دهلوی ، کتاب الآداب ، ۲/ ۴۱۰ ، سعید

(۲) قال تعالیٰ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیۃ الاولیٰ الاحزاب ۳۳

(۳) وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن قال القرطبی فی تفسیره . وبداء بالغض لان البصر رائد للقلب کما ان الحمی رائد للموت و اخذ هذا المعنی بعض الشعراء فقال :

الم تر ان العین للقلب رائد فما تألف العینان فالقلب آلف

وفی الخبر : النظر سهم من سهام ابلیس مسموم ، فمن غض بصره اورثه الله تعالیٰ الحلاوة فی قلبه (تفسیر القرطبی ، ۱۲ / ۱۵۱ ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وفی روح المعانی : وبداء سبحانه بالارشاد الی غض البصر لما فی ذلک من سد باب الشر فان النظر باب الی کثیر من الشرور وهو برید الزنا و رائد الفجور (روح المعانی ، ۱۸ / ۲۰۴ ، دار الفکر بیروت)

بہرحال اس کا علاج اگر ہے تو یہ ہے کہ عورت کے گھر سے نکلنے کے وقت سے اس کی واپسی تک کوئی معتبر شخص جو اس کی حرکات و سکنات کو دیکھتا رہے اس کے ساتھ رہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی نہیں کرتا۔ اور نہ اس قدر نگہداشت ان تمام عورتوں کی ہو سکتی ہے جو بصورت اجازت نماز یا وعظ میں جانے لگیں گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ فقہا نے عورتوں کو جانے ہی سے منع کیا۔ ان کی نظر زیادہ تر اسی احتمال پر تھی۔ اور عورتوں کے حالات بھی اسی کے مقتضی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت کے یہ الفاظ مااحدث النساء بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بدتمیزی پیدا کرنے اور ٹی کی لوٹ شکار کھیلنے کی نسبت عورتوں کی جانب کی ہے۔ اور روایت یتخذنہ دغلا کا مفہوم بھی یہی ہے۔ یعنی اگر عورتوں کو اجازت خروج عن الدار کی دے دی جائے گی تو وہ اسے اچھا خاصا بہانہ بنالیں گی۔ اور اس کی آڑ میں اپنی خواہشیں پوری کریں گی۔ ورنہ اگر اس احتمال کی رعایت فقہا کو مد نظر نہ ہوتی تو یہ بات آسان تھی کہ مساجد میں عورتوں کی نماز کے لئے پردے کی جگہ بنادی جاتی اور عورتوں کو جماعت کی شرکت اور وعظ کی مجلس میں حاضری سے فقہا منع نہ کرتے لیکن کسی فقیہ نے کسی کتاب میں یہ ترکیب نہیں لکھی کہ مسجدوں میں عورتوں کے لئے ایک پردے کی جگہ بنادو اور ان کو جماعت میں آنے دو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے نفس خروج کو موجب فساد سمجھ کر گھر سے نکلنے ہی کو منع فرمادیا۔ اور اسی وجہ سے اکثر فقہا کی عبارت میں اس مقام پر خروج کے ہی لفظوں سے اس مسئلے کو ذکر بھی کیا گیا ہے نیز مندرجہ ذیل حدیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے :-

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان (رواہ الترمذی)(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ جہاں وہ گھر سے نکلی اور شیطان اس کی تاک میں لگا۔ انتہی

یہاں رسول خدا ﷺ نے عورت کے گھر سے نکلنے ہی کو محل فتنہ قرار دیا اور فرمایا کہ شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے کہ خود اسے بہکا کر کسی نامناسب جگہ لے جائے یا کسی مرد کو بھڑکا کر اس عورت کی طرف سے آنے اور فتنہ برپا کردے۔ اور اس روایت پر مکرر نظر ڈالئے جو بحر الرائق کی عبارت میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کی اس نماز کو جو کوٹھری کے اندر پڑھے صحن کی نماز سے بہتر اور اس نماز کو جو صحن مکان میں پڑھے مسجد کی نماز سے بہتر فرمایا ہے۔(۲) یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ عورت اپنے مکان اور اپنے خیر استتار و اطمینان سے جس قدر دور ہوتی جائے گی اسی قدر احتمال فتنہ قوی ہوتا جائے گا۔ اسی لئے اخیر میں آنحضرت ﷺ نے وبیوتھن خیر لھن فرمادیا۔ یعنی ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا ہی محل فتنہ ہے۔ اس لئے مجلس وعظ میں پردے کی جگہ مقرر کرنا کچھ مفید نہیں اور نہ اس کے جواز پر کچھ اثر ہے۔ ورنہ لازم ہے کہ مساجد میں پردے کی جگہ مقرر کرکے ان کو نمازوں میں حاضر ہونے اور جماعت میں شریک ہونے کی اجازت بھی دے دی جائے اور یہ کسی کتاب سے ثابت نہیں۔

(۱) الجامع الترمذی، ابواب الرضاع، ۱: ۲۲۲، سعید

(۲) وقال علیہ السلام صلاتھا فی قعر بیتھا افضل من صلاتھا فی صحن دارھا وصلاتھا فی صحن دارھا افضل من صلوتھا فی مسجدھا وبیوتھن خیر لھن (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ۱: ۳۸۰، بیروت)

اب دوسرے احتمال پر نظر ڈالیے کہ غیر مردوں کی نظریں عورتوں پر پڑیں گی۔ سو اگر چہ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ مجلس وعظ میں پردے کا انتظام کر دینے کی صورت میں یہ احتمال مرتفع ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت شناس خوب جانتے ہیں کہ مجلس وعظ کا پردہ اس احتمال کو بھی رفع نہیں کر سکتا۔ اکثر ایسی بے احتیاطیاں عمل میں آتی ہیں کہ غیر مردوں کی نظر عورتوں پر پڑ جاتی ہے۔ اور ایسے مجمعوں میں شریک ہونے والے حضرات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہم تسلیم بھی کر لیں کہ مجلس وعظ کا پردہ عورت پر غیر مردوں کی نظر پڑنے سے مانع ہوتا ہے۔ تاہم تیسرا احتمال کہ عورتوں کی نظر مردوں پر پڑے اس پردے سے کسی طرح مرتفع نہیں ہوتا۔ عورتیں پردے میں سے تمام مجلس کے لوگوں کو جھانکتی تاکتی ہیں اور آج کل کی عورتوں میں یہ مرض ایسا عام ہے کہ شاید فیصدی دو چار عورتیں اس سے مستثنیٰ ہوں تو ہوں ورنہ اتنی بھی نہیں۔ پس یہ احتمال تو اس پردے سے جو مجلس وعظ میں عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے کسی طرح مرتفع نہیں ہوتا بلکہ حقیقت پوچھئے تو یہ پردہ درحقیقت عورتوں کو غیر مردوں کے تاک اور جھانک کا موقع دینا ہے۔ اس بات سے کوئی شخص واقف کار ہو کے ایمان و انصاف انکار نہیں کر سکتا۔ اور یاد رہے کہ جس طرح مردوں کو غیر عورتوں پر نظر ڈالنا حرام ہے[1] اسی طرح عورتوں کو غیر مردوں کا دیکھنا حرام ہے۔ اس کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو:۔

عن ام سلمة رضی الله عنها انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم و ميمونة رضی الله تعالى عنها اذ اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يارسول الله اليس هوا عمى لا يبصر نافقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعمياوان انتما الستما تبصرانه (رواه احمد و الترمذی و ابوداؤد) كذافی المشكوة[2]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میمونہ اور ام سلمہ دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن ام مکتوم نے جو نابینا تھے آنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان دونوں بیبیوں سے فرمایا کہ پردہ کرو۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں تو نابینا نہیں ہو تم تو انہیں دیکھو گی۔

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہو گیا کہ عورت کو بھی غیر مرد پر نظر ڈالنا حرام ہے۔ جبھی تو آپ نے دونوں بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم دے دیا۔

وكان اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم يسدون الثقب والكوى فی الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته تطلع فی كوة فضربها فينبغی للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك (مجالس الابرار ص ۵۶۳)

اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام کا یہ طریقہ تھا کہ دیواروں کے سوراخ اور جھروکے بند کر دیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور حضرت معاذؓ نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ ایک جھروکے سے جھانک رہی تھیں تو

(۱) وقل للمؤمنت يغضضن من ابصارهن (النور ۳۱)
(۲) سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ۲/ ۲۱۴، امدادیة
(۳) مجالس الابرار مترجم، ص ۵۶۳، مكتبہ حقانیہ پشاور

ان کو مارے۔ پس مرد کو چاہئے کہ ایسا ہی کرے۔ اور اپنی بی بی کو ایسی باتوں سے روکے۔

پس واضح طور سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مجلس وعظ کا پردہ کچھ مفید نہیں اور اس پردے نامردمی پردے سے فتنہ کے احتمال مرتفع نہیں ہوتے۔ بالخصوص احتمال نمبر ایک کے رفع کرنے میں تو اس کو کچھ دخل نہیں۔ حالانکہ اصل الاصول وہی ہے۔ اور احتمال نمبر ۲ بھی بنظر بے احتیاطی اس پردہ سے مرتفع نہیں ہوتا۔ اور احتمال سوم عورتوں کے حالات اور عادات کو دیکھتے ہوئے قطعاً اس پردے سے مرتفع نہیں ہوتا۔ اور احتمال سوم عورتوں کے حالات اور عادات کو دیکھتے ہوئے قطعاً اس پردے سے مرتفع نہیں ہوتا۔ پس اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ اس پردے کا جواز پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟

یہاں پر یہ بات بھی ذرا قابل لحاظ ہے کہ آخر مجلس وعظ میں عورتوں کو بلانے اور ان کے لئے پردے کا انتظام کرنے کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟ وعظ کی مجلس میں عورتوں کے لئے اس قدر انتظام کرنا اور نماز کی جماعت اور جمعہ وعیدین کی شرکت کے لئے مساجد میں پردے کا اہتمام نہ کرنا کس طرح سے ہے؟ اور اگر اس میں وعظ کی نیت کو دخل نہ ہو تاہم یہ ترجیح مرجوح ہے جو باطل ہے۔ اور واعظ صاحب کی نیت کو دخل ہو کہ عورتوں سے ان کو زیادہ فائدہ پہنچنے کی امید ہے اور محفوظ رقمیں حاصل ہونے کی طمع۔(۱) تو یہ ایک اور وجہ عدم جواز کی وجوہ مذکورہ بالا پر مستزاد ہو جاتی ہے۔

(۳) مجلس واعظ میں جانے سے عورتوں کو منع کرنے کا حق خاوند کو ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مضامین سابقہ سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ واعظ کی مجلس میں عورتوں کو جانا ہی جائز نہیں پس ایسی مجلس سے روکنے کا حق خاوند کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گا۔ کیونکہ خاوند کو فقہائے کرام کی تصدیق کے بموجب یہ حق حاصل ہے کہ ضروری مسائل دریافت کرنے کے لئے بھی عورت کو باہر نہ جانے دے۔ بشرطیکہ خود علماء سے دریافت کر کے اسے بتادیا کرے اور اگر خاوند خود دریافت کر کے نہ بتائے تو عورت کو کسی خاص حادثہ کے وقت بضرورت اس حادثہ کا حکم دریافت کرنے کے لئے نکلنا جائز ہے بشرطیکہ وہ واقعہ بھی ضروری السوال ہو۔ فقہا کی عبارتیں ملاحظہ ہوں :۔

له منعها من مجلس العلم الا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها(۲)(درمختار ص ۶۸۳ ج ۲) فان لم تقع نازلة وارادت الخروج لتعلم مسائل الوضو والصلوة ان كان الزوج يحفظ ذلك ويعلمها له منعها۔(۳)(رد المحتار نقلا عن البحر ص ۶۸۳ ج ۲) ولا يسعها الخروج مالم يقع عليها نازلة وان خرجت من بيت زوجها بغير اذنه يلعنها كل ملك في السماء وكل شئ تمر عليه الا الانس والجن فخروجها من بيته بغير اذنه حرام عليها قال ابن الهمام حيث ابيح عليها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغير الهيئة الى مالا يكون داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم (مجالس الابرار ص ۵۶۳)(۴)

یعنی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ عورت کو مجلس علم میں سے روکے مگر ایسے وقت کہ اسے کوئی حادثہ پیش

(۱) ويدخل في قوله " الجماعات" الجمع والاعياد ومجالس الوعظ ولا سيما عند الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء وقصدهم الشهوات وتحصيل الدنيا (عيني شرح الكنز، ص ۳۹)
(۲) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳ / ۶۸۴، سعيد
(۳) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳ / ۶۸۴، سعيد
(۴) مجالس الابرار مترجم، ص ۵۶۳، مكتبه حقانيه پشاور

آئے اور خاوند اس حادثہ کا حکم علماء سے دریافت کر کے اسے نہ بتا سکتا ہو۔ اگر کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور عورت مسائل وضو و نماز سیکھنے کے لئے گھر سے نکلنا چاہے تو زوج یہ مسائل جانتا ہو اور اسے بتا سکے تو اسے یہ حکم حاصل ہے کہ عورت کو باہر جانے سے روکے۔ الخ۔ عورت پر جب تک کوئی حادثہ پیش نہ آئے جس کا حکم پوچھنا ضروری ہو گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر وہ خاوند کے گھر سے بغیر اس کی اجازت کے نکلی تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرتا ہے اور جن چیزوں پر اس کا گذر ہوتا ہے وہ سب لعنت کرتی ہیں سوائے جن و انس کے۔ علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ جن موقعوں پر عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت بھی ہے وہ بھی اس شرط سے ہے کہ زینت نہ کرے اور اپنی ہیئت ایسی بنا کر نکلے کہ مردوں کو اس کی طرف توجہ نہ ہو اور ان کے دل اس کی جانب مائل نہ ہوں۔ الخ۔

پس ان روایات سے بوضاحت یہ بات ثابت ہو گئی کہ خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو مجلس وعظ سے روکے۔ کیونکہ عورت کو مجلس وعظ میں جانا جائز نہیں اور ناجائز امور سے روکنا اس کے ذمے لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

تتمہ اولیٰ

چونکہ اس مضمون میں وعظ اور واعظین کا ذکر آگیا اس لئے مناسب ہوگا کہ وعظ اور واعظین کے آداب بھی مختصر طور پر ذکر کر دیئے جائیں اور اس کے لئے مجالس الابرار کی عبارت کافی تھی۔ اس لئے اسے مع ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں۔ وھو ھذا۔

الواعظ ینبغی له ان یکون عزمه و همته ان یدعوالناس من الدنیا الی الاخرة ومن المعصیة الی الطاعة ومن الحرص الی القناعة ویحبب الیهم الاخرة و یبغض علیهم الدنیا ویعلمهم العبادة والتقوی لان الغالب فی طباعهم الزیغ عن منهج الشرع والسعی فیما لا یرضی الله تعالیٰ فیلقی فی قلوبهم الرعب و یخوفهم عما یستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغیر ومعاملة ظاهرهم تتبدل ویظهر منهم الحرص الی الطاعة والرجوع عن المعصیة وهذا هو طریق الوعظ والنصیحة وکل واعظ لا یکون وعظه هکذا فوعظه وبال علی القائل والسامع بل قیل انه شیطان فی صورة الانسان یخرج الخلق عن طریق الحق ویهلکهم فیجب علیهم ان یفروا منه فرارهم من الا سد ومن کان له ید وقدرة یجب علیه ان ینزله من منا بر المسلمین ویمنعه عما باشره لا نه من جملة الا مربالمعروف والنهی عن المنکرو کذا الوعاظ الذین یشغلون بالقصص التی یتطرق الیها والزیادة والنقصان والکذب وا لبهتان وقد وردنهی السلف عن الجلوس فی مجلسهم لان القصص منها ماینفع سماعه ومنها ما یضر سماعه وان کان صدقا فمن فتح علی نفسه ذلك الباب یختلط علیه الصدق بالکذب والنافع بالضار قال احمد بن حنبل رحمة الله علیه القصة ان کانت من قصص الا نبیاء والصالحین فیما یتعلق بامور الدین وکانت صحیحة الروایة فلا اری به باساً فلیحذر الکذب (مجالس الابرار ص ۴۸۲)(۱)

واعظ کے لئے یہ لائق ہے کہ اس کا قصد اور ارادہ صرف یہی ہو کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف

(۱) مجالس الابرار مترجم، ص: ۴۶۳، مکتبہ حقانیہ پشاور

بلائے اور معصیت سے طاعت کی طرف اور حرص سے قناعت کی طرف لائے اور آخرت کی محبت ان کے دلوں میں اور دنیا سے نفرت پیدا کرے اور ان کو عبادت اور تقوے سکھائے کیونکہ لوگوں کی طبیعتوں میں شرع کی راہ سے کجی غالب ہے اور ایسی چیزوں میں کوشش کرتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ راضی نہیں۔ پس واعظ کو چاہئے کہ ان کے دلوں میں خوف ڈالے اور آنے والی خوفناک چیزوں سے ڈرائے تاکہ ان کی باطنی حالتیں بدل جائیں اور ان کو عبادت کی حرص پیدا ہو۔ اور گناہوں سے توبہ کریں۔ اور یہی طریقہ ہے وعظ و نصیحت کا۔ اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہ ہو تو اس کا وعظ خود واعظ اور سامعین دونوں کے حق میں وبال ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ انسانی صورت میں پوشیدہ ہے کہ مخلوق کو طریق حق سے نکالتا اور ہلاک کرتا ہے پس لوگوں پر واجب ہے کہ اس واعظ سے ایسا بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ اور جس شخص کو قدرت ہو وہ واعظ کو مسلمانوں کے منبر سے اتارے اور واعظ سے روکے یہ بھی منجملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہے۔ اور اسی طرح وہ واعظ ہیں جو قصے بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے قصے جن میں زیادتی کی اور جھوٹ بہتان شامل ہوتا ہے سناتے ہیں۔ اور سلف صالحین سے ایسے قصہ واعظوں کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے کہ بعضے قصے مفید ہوتے ہیں اور بعضے مضر۔ اگرچہ سچے بھی ہوں تو جو شخص قصے بیان کرنے کی عادت ڈال لیتا ہے اس پر سچے جھوٹے قصے مخلوط ہو جاتے ہیں اور نافع و مضر کی تمیز نہیں رہتی۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ قصہ اگر انبیاء و صالحین کا قصہ ہو اور دین سے تعلق رکھتا ہو اور اس کی روایت اور سند بھی صحیح ہو تو میں اس کے بیان میں مضائقہ نہیں سمجھتا۔ پس جھوٹے قصوں سے بچنا لازم ہے۔ انتہی

لکن یجب علیہ ان یحترز عن خلط کلامہ البدعۃ لماذکر فی الاحیاء ان الواعظ مھما فرج کلام البدعۃ یجب منعہ و لا یجوز حضور مجلسہ الا علی قصد الرد علیہ ان قدر وان لم یقدر و لا یحضر مجلسہ و کذا مھما کان کلامہ مائلا الی الا رجاء و تجرئہ الناس علی المعاصی وزاد بسبہ رجاء الخلق علی خوفھم فھو منکر یجب منعہ لکون فسادہ عظیماً (مجالس الابرار ص ۴۸۲)(۱)

لیکن واعظ پر واجب ہے کہ اپنے کلام کو بدعت کی آمیزش سے بچائے۔ کیونکہ امام غزالیؒ نے احیاء میں ذکر کیا ہے کہ واعظ جب اپنے کلام میں بدعت کی آمیزش کرے تو اسے وعظ سے روک دینا واجب ہے اور اس کی مجلس میں جانا جائز نہیں مگر رد کرنے کے قصد سے۔ اگر قدرت ہو رد کرنے کی تو جائے اور قدرت نہ ہو تو نہ جائے۔ اور اسی طرح جب واعظ کا کلام لوگوں کو امید دلانے کی طرف مائل ہو اور گناہوں پر جرات دلائے اور اس واعظ سے مخلوق کی امید بڑھ جائے اور خوف کم ہو جائے تو ایسا وعظ برا ہے۔ اس کا روکنا واجب ہے کیونکہ اس کا اثر بہت عظیم ہے۔ انتہی

وذکر فی موضع اخر من الا حیاء ان ھذا الزمان زمان لا ینبغی ان یذکر فیہ للخلق اسباب الرجاء وسعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ لان ذکر ھا یھلکھم بالکلیۃ لکنھا لما کانت اخف علی النفوس والذ فی القلوب ولم یکن غرض الوعاظ الا استمالۃ القلوب واستنطاق الخلق بالثناء علیھم کیف ما کانوا اما لوا الی الا رجاء حتی ازداد الفساق فساد او المنھمکون فی طغیانھم تما دیا (مجالس الا برار ص ۴۸۱) (۲)

---

(۱) مجالس الابرار مترجم، ص: ۴۸۲، مکتبہ حقانیہ پشاور

اور احیاء العلوم میں دوسری جگہ مذکور ہے کہ یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اس میں امید اور وسعت رحمت خداوندی کے اسباب بیان کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ ایسی چیزوں کا ذکر لوگوں کو بالکل ہلاک کر دے گا۔ مگر چونکہ یہ باتیں لوگوں پر ہلکی ہیں۔ اور اس میں مزہ آتا ہے اور واعظوں کی غرض بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کی تعریفیں کریں خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس لئے واعظوں نے صرف امید و ثواب کی باتیں بیان کرنا اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ فاسقوں کا فسق اور بڑھ گیا اور سرکشی زیادہ بڑھ گئی۔ انتہی

الا مام یجب علیه ان یقوم مصالح الرعیة ویرتب فی کل قریة وفی کل محلة عالما متدینا یعلم الناس دینهم فینظر فی العلماء فمن یری فیه علما و دیانة وحسن عقیدة یاذن له ان یعظ الناس ومن لایری فیه هذه الصفات لا یاذن له فی الوعظ لئلا یوقع الناس فی البدعة والضلالة کما هو واقع فی هذا الزمان (مجالس الابرار ص ۴۸۰)(۱)

اور یہ بیان کرتے کہ واعظ امیر یا مامور کا حق ہے لکھتے ہیں کہ شرط ماموریت اس لئے کہ امام پر واجب ہے کہ رعیت کی مصلحتوں کا انتظام کرے اور ہر بستی اور ہر محلہ میں ایک دیندار عالم مقرر کرے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دین کیا کرے۔ پس امام جس شخص میں علم اور دیانت یعنی پرہیزگاری اور اچھے عقیدے دیکھے اس کو واعظ کہنے کی اجازت دے اور جس میں یہ باتیں نہ ہوں اسے واعظ کی اجازت نہ دے تاکہ وہ لوگوں کو بدعات میں مبتلا نہ کر دے اور گمراہی میں نہ ڈالے جیسا کہ اس زمانہ میں واقع ہو رہا ہے۔ انتہی

ان تمام عبارتوں کا مطلب واضح ہے۔ کسی مزید شرح اور بیان کا محتاج نہیں۔ اس لئے خاکسار اسی قدر پر اکتفا کرتا ہے اور خدا تعالٰے سے ہدایت اور استقامت کی دعا کرتا ہے۔

تتمہ ثانیہ

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب عورتوں کو مجالس وعظ میں جانا جائز ہے تو ان کے لئے وعظ و پند کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نہیں وعظ و پند کا دروازہ اب بھی مفتوح ہے۔ بند نہیں ہوا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شرعی طریقے سے وہ اس پر کاربند ہوں۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں واعظ عالم متقی کو بلا کر وعظ سن لیا کریں۔ مگر اس میں یہ شرط لازمی ہے کہ عورتیں صرف اسی گھر کی ہوں یا اس کے آس پاس اتنے قریب مکانوں کی ہوں کہ ان کا مکان وعظ میں آنا گویا خروج عن الارکان ہی نہ ہو۔ اور یہ کہ مجلس وعظ میں سوائے واعظ یا گھر کے آدمیوں کے غیر مردوں کا مجمع نہ ہو اور واعظ کلیات بھی قرآن مجید و حدیث شریف و سیرت سلف صالحین کے موافق ہو۔ جھوٹے سچے قصے۔ موضوع روایتیں بیان نہ کرتا ہو۔ واعظ کا مقصود بھی تعلیم اور پند و نصائح ہو اور سننے والیوں کا مقصود بھی دین سیکھنا اور خدا رسول ﷺ کے ذکر سے برکت و نصیحت حاصل کرنا ہو تو ان صورتوں سے عورتوں کو وعظ سننا اور واعظ کو ایسی مجلس میں وعظ کہنا جائز ہے۔ مگر یاد رہے کہ آج کل گھروں پر وعظ کرانے کا ایک عام دستور ہے اور عورتیں رسمی طور پر گھروں میں وعظ کراتی ہیں۔ ان رسمی وعظوں میں اکثر ایسی بے احتیاطیاں ہوتی ہیں

(۱) مجالس الابرار مترجم، ص ۴۸۱، مکتبہ حقانیہ پشاور
(۲) مجالس الابرار مترجم، ص ۴۸۰، مکتبہ حقانیہ پشاور

جو شریعت میں ناجائز ہیں۔ اول تو واعظ سے مقصود ہی صرف رسم کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے دور دور سے عورتیں آکر جمع ہوتی ہیں۔ جن کے اتنے دور سے آنے کو حرمت خروج لازم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خروج کے مفاسد متحقق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے وعظوں کا حکم وہی ہے جو عورتوں کے مجالس وعظ میں جانے کے متعلق پہلے بیان ہو چکا۔ خاص عورتوں کے مجمع میں واعظ کا وعظ کرنا حدیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قالت النساء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیہ فوعظھن الحدیث (بخاری)(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کی مجالس وعظ و پند پر مرد ہم سے غالب ہیں یعنی وہ روز حاضر رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمیں حاضری کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے آپ ہمارے لئے اپنی جانب سے کوئی دن مقرر فرمائیں تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا اور اس روز آپ نے عورتوں کے پاس تشریف لے جاکر واعظ فرمایا۔

وفی روایۃ سہل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال موعدکن بیت فلانۃ الخ (فتح الباری)(۲)

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) اول یہ کہ باوجود یہ کہ جماعت نماز میں عورتیں مردوں کے ساتھ مساجد میں شریک ہوتی تھیں۔ مگر وعظ و پند کی مجالس میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھی مردوں کے مجمع میں حاضر نہیں ہوتی تھیں اور اپنے عدم حضور کے وجہ مردوں کا حاضر ہونا بیان کر کے ایک جداگانہ دن مقرر فرمانے کی درخواست کی۔ (۲) دوسرے یہ کہ عورتوں کے مجمع میں واعظ عالم متقی کو جانا اور وعظ کرنا جائز ہے اور یہ ضرورت شرعیہ ہے جس کا ثبوت خود آنحضرت ﷺ کے فعل سے ہو گیا۔ پس اگر عورتوں کا مجمع ان منکرات سے خالی ہو جو اوپر مذکور ہوئے اور وہ وعظ کی درخواست کریں تو عالم متدین کو وہاں جاکر وعظ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ العبد الراجی محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسۃ امینیہ الواقعہ بدہلی (سن ۱۳۳۴ھ)

صلوٰۃ الصالحات

مطبوعہ سن ۱۳۳۴ھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد شعبان سن ۱۳۳۴ھ میں ایک صاحب نے خاکسار کے سامنے ایک سوال پیش کیا۔ وہ یہ کہ عورتوں کا مجلس وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ سائل حنفی تھا اس لئے خاکسار نے حنفی مذہب کے موافق جواب تحریر کر دیا۔ اور سادات فقہائے حنفیہ کی عبارتیں نقل کر دینا کافی سمجھا۔ جواب کسی قدر طلب طویل ہو گیا۔ اس لئے اسے رسالہ کی شکل میں مرتب کر کے اس کا نام کف المؤمنات عن حضور الجماعات رکھا اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے اسے چھپوا کر شائع کر دیا۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل النساء یوم علی حدۃ، ۱/ ۲۰، قدیمی
(۲) فتح الباری، کتاب العلم، باب ھل یجعل النساء یوم علی حدۃ، ۱/ ۱۷۵، بولاق

مجھے اس وقت یہ بیان کرنا ہے کہ میں نے رسالہ کشف المومنات کس مخاصمت کی بناء پر لکھا تھا اور نہ مجھے اتنی فرصت ہے کہ میں ایسی باتوں میں پڑ کر اپنا وقت ضائع کروں۔ مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا تھا میں نے جو کچھ حق سمجھا ظاہر کر دیا۔ حنفی مذہب کے لحاظ سے تو اس میں حکم کراہت کا کافی ثبوت موجود ہے۔ اور فقہ حنفی کی معتبر کتابیں وہی حکم دیتی ہیں جو کشف المومنات میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی حنفی عالم اس سے اختلاف کرتا تو یقیناً اصول حنفیہ کو چھوڑ کر اس کو انداز تحریر اختیار کرنا پڑتا۔ اور ایسی حالت میں مجھے اس کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

لیکن آج ۱۱ ذی قعدہ سن ۱۳۴۴ھ کو ایک رسالہ مسمی عید احمدی میری نظر سے گزرا۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے مؤلف کوئی مولوی عبدالستار صاحب کلانوری ہیں۔ اور وہ نہ صرف مؤلف کشف المومنات کو بلکہ علامہ عینی کو صراحۃً اور ائمہ حنفیہ و دیگر بزرگان دین کو کنایۃً یہ الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے حدیث کے خلاف کیا۔ ارشاد نبوی کی مخالفت کی۔ حدیثوں کا مطلب نہیں سمجھے۔ حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھا وغیرہ۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ لیکن عید احمدی کو اول سے آخر تک دیکھئے تو ایک دو سطریں بھی ایسی نہیں ملیں گی جنہیں کشف المومنات کے کسی مضمون کا معقول جواب کہا جا سکے۔ اور باوجود دعوائے حدیث دانی احادیث کی خبر نہیں۔ حدیثوں کے معنی و مفہوم سے مس نہیں۔

اگر چہ عید احمدی کسی اہل علم و فہم کے نزدیک تو قابل التفات بھی نہیں۔ لیکن محض اس خیال سے کہ عوام کو کہیں یہ دھوکہ نہ ہو جائے کہ واقعی حنفیہ کا یہ کہنا کہ عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے بے دلیل بات ہے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آثار صحابہ کرام و اقوال سلف صالحین سے اس کا پورا ثبوت دے دیا جائے۔ میں نے نفس مسئلہ کو واضح کرنے کے خیال سے یہ تحریر لکھی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم و فہم اس سے نفع اٹھائیں گے اور مسئلے کی حقیقت سے واقف ہو کر بے راہی سے بچیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

واضح ہو کہ حضرات فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ اس کا انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں نماز پنجگانہ اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں۔ وہ اس کا نہایت بلند آواز سے اقرار کرتے ہیں۔ پس حنفیہ کے سامنے اور ان کے مقابلہ میں ایسی حدیثیں جن سے صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں عورتوں کا جماعت میں جانا ثابت ہوتا ہو پیش کرنا مفید نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ کیا اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ تو اس بحث اور اس کے متعلقات کو ہم متعدد فصلوں میں مفصل طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) آیا مردوں کی طرح عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید تھی یا نہیں؟

اس باب میں کوئی حدیث ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس سے عورتوں کے لئے جماعتوں کی حاضری مؤکد ثابت ہوتی ہو۔ ہم نے جہاں تک کتب حدیث کو دیکھا اور شروح حدیث کا مطالعہ کیا ہمیں کوئی روایت ایسی دستیاب نہیں ہوئی بلکہ چند احادیث سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔

حدیث (۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولا ما فی البیوت من النساء والذریۃ اقمت صلوٰۃ العشاء وامرت فتیانی یحرقون مافی البیوت بالنار (رواہ احمد

مشکوۃ (۱)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشا قائم کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم کرتا کہ گھروں میں آگ لگادیں۔

یہ وعید آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے لئے فرمائی تھی جو جماعت عشا میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس حدیث سے ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان مردوں کو جو جماعت عشا میں حاضر نہ ہوتے تھے آگ سے جلادینے کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا مگر عورتوں بچوں کا گھر میں ہونا اس کی تکمیل سے مانع آیا۔ عورتوں کا اس حدیث میں ذکر فرمانا اس کی دلیل ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے کی مکلف نہ تھیں اور جماعت ان کے ذمہ مؤکد نہ تھی۔ ورنہ وہ بھی اسی جرم کی مجرم اور اسی سزا کی مستوجب ہوتیں۔ اور ان کا گھروں میں ہونا مردوں کی سزا کے لئے مانع نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ اس غیر حاضری میں شریک مجرم نہ تھیں اس لئے ان کے جل جانے کا خیال مردوں کی سزا دینے میں بھی مانع ہوگیا۔ اسی طرح تمام وہ حدیثیں جو آگے آتی ہیں اس امر کی دلیل ہیں کہ عورتوں کے ذمہ جماعت میں شریک ہونا ضروری نہ تھا۔

(۲) آیا عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنا افضل تھا یا مسجد میں ؟

حدیث (۲) عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال خیر مساجد النساء قعر بیوتھن (رواہ الامام احمد والبیھقی کذافی کنز العمال)(۲)

ترجمہ :- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے لئے بہترین مسجد ان کی کوٹھریوں کا اندرونی حصہ ہے۔

حدیث (۳) عن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلوتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی حجرتھا خیر من صلوتھا فی دارھا وصلوتھا فی دارھا خیر من صلوتھا فی خارج (رواہ الطبرانی فی الاوسط کذافی کنز العمال) (۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی نماز جو اندرونی کمرہ میں ہو وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز گھر سے باہر کی نماز سے بہتر ہے۔

حدیث (٤) عن ام حمید امراۃ ابی حمید الساعدی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لھا قد علمت انک تحبین الصلوۃ معی وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک و صلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک

---

(۱) مجمع الزوائد ، کتاب الصلوۃ ، باب التشدید علی ترک الجماعۃ ، ۲ / ٤۲ ، بیروت وکذافی المسند لا مام احمد بن حنبل ۲/ ۳٦۷، میمنہ

(۲) کنز العمال ، کتاب الصلاۃ ، فصل فی حکم خروج النساء ، الی المساجد ، ۷/ ٦۷٦، (رقم الحدیث : ۲۰۸)، التراث الاسلامی بیروت.

(۳) کنز العمال ، کتاب الصلوۃ فصل فی حکم خروج النساء الی المساجد ، ۷/ ٦۸٦، (رقم الحدیث : ۲۰۸٦۹) التراث الاسلامی بیروت

في مسجد قومك خير من صلوتك في مسجدي (رواه الامام احمد و ابن حبان كذافي كنز العمال)(۱)

ابو حمید ساعدی کی بیوی ام حمید فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو حالانکہ تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھری میں ہو وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) کی نماز سے بہتر ہے۔

حديث (۵) واورده الهيثمي في مجمع الزوائد وزاد فامرت فبني لها مسجد في اقصى بيت في بيتها واظلمه فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عزوجل قال الهيثمي رجاله رجال الصحيح غير عبد الله ابن سويد الانصاري و وثقه ابن حبان.(۲)

اور اس حدیث کو ہیثمی مجمع الزوائد میں لائے ہیں اور اس میں اتنی زیادتی اور ہے کہ ام حمید نے آنحضرت ﷺ سے یہ سن کر اپنے گھر والوں کو حکم دیا اور ان کے لئے ان کے گھر کی ایک اندرونی کوٹھری میں جو نہایت تاریک تھی نماز کی جگہ بنادی گئی اور یہ اس میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا سے جا ملیں۔ حافظ ہیثمی نے کہا کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن سوید انصاری کے۔ تو ان کو ابن حبان نے ثقہ بتایا ہے۔

حديث (۶) عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرتها و صلوتها في مخدعها افضل من صلوتها في بيتها (رواه ابوداؤد)(۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی نماز کوٹھری میں بیرونی کمرے کی نماز سے بہتر ہے۔ اور کوٹھری کے اندر چور گھر کی نماز کوٹھری کی نماز سے بہتر ہے۔

(چور گھر سے مراد وہ چھوٹی سی کوٹھری ہے جو گھر کے بالکل اندرونی حصہ میں اشیائے نفیسہ روپیہ پیسہ رکھنے کے لئے بناتے ہیں)

حديث (۷) عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في حجرتها افضل من صلوتها في دارها وصلوتها في دارها افضل من صلاتها في ماسواها ثم قال ان المرأة اذا خرجت استشرفها الشيطان رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد)(۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ عورت کی کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے بہتر ہے۔ اور دالان کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اور جگہوں کی نماز سے بہتر ہے۔ پھر

(۱) كنز العمال، كتاب الصلاة، فصل في حكم خروج النساء الى المساجد، ۷/۶۷۶، رقم الحديث ۲۰۸۷۰، التراث الاسلامي بيروت

(۲) مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذلك، ۲/۳۴، بيروت

(۳) سنن ابي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك، ۱/۸۴، سعيد

(۴) مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذلك، ۲/۳۴، بيروت

کہ بے شک عورت جہاں نکلی اور شیطان اس کی تاک میں لگا۔ طبرانی نے اسے معجم کبیر سے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

حدیث (۸) وعنه انه كان يحلف فيبلغ في اليمين مامن مصلى للمرأة خير من بيتها الا في حج او عمرة الا امرأة قد يئست من البعولة وهي في منقليها قلت ما منقليها قال امرأة عجوز قد تقارب خطوها رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد)(۱)

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھاتے تھے اور سخت قسم کھاتے تھے کہ عورت کے لئے اس کی کوٹھری سے بہتر اور افضل کوئی مسجد نہیں مگر حج اور عمرہ میں سوائے اس عورت کے جو خاوند کی خواہش سے بے نیاز ہونے کی عمر تک پہنچ گئی ہو اور اپنے منقلین میں ہو۔ راوی نے پوچھا کہ منقلین میں ہونے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ بڑھیا کہ ضعف پیری کی وجہ سے اس کے قدم قریب قریب پڑنے لگیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

حدیث (۹) وعنه ماصلت امرأة من صلوة احب الى الله من اشد مكان في بيتها ظلمة رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد)(۲)

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ عورت کی کوئی نماز خدا کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو اس کی تاریک تر کوٹھری میں ہو۔

حدیث (۱۰) وعن عبدالله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال المرأة عورة وانها اذا خرجت استشرفها الشيطان وانها اقرب ماتكون الى الله وهي في قعر بيتها رواه الطبراني ورجاله موثقون (مجمع الزوائد)(۳)

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا کہ عورتیں سر تا پا پردہ کی چیز ہیں اور بے شک جہاں وہ گھر سے نکلی شیطان اس کی تاک میں لگا اور بے شک وہ خدا سے زیادہ قرب کی حالت میں ہوتی ہے جب کہ اپنی کوٹھری میں ہوتی ہے۔ اسے طبرانی نے ثقہ راویوں کے طریقے سے روایت کیا ہے۔

حدیث (۱۱) وعن عبدالله بن مسعودؓ قال انما النساء عورة وان المرأة لتخرج من بيتها وما بها من باس فيستشرفها الشيطان فيقول انك لا تمرين باحد الا اعجبتيه وان المرأة لتلبس ثيابها فيقال اين تريدين فتقول اعود مريضا او اشهد جنازة او اصلي في مسجد وما عبدت امرأة ربها مثل ان تعبده في بيتها رواه الطبراني ورجاله ثقات (مجمع الزوائد)(۴)

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا کہ عورتیں سر تا پا پردہ کی چیز ہیں اور بے شک عورت گھر سے ایسی حالت میں نکلتی ہے کہ اس کے اندر کوئی عیب نہیں ہوتا پھر شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے اور اس سے کہتا

(۱) مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذلك ۲/ ۳۴، بيروت
(۲) مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذلك ۲/ ۳۵، بيروت
(۳) ايضاً
(۴) ايضاً

ہے کہ تو جس کے سامنے سے گزرے گی اسے اچھی لگے گی۔ اور بے شک عورت لباس پہنتی ہے تو گھر والے پوچھتے ہیں کہ کہاں کا ارادہ ہے تو کہتی ہے کسی بیمار کو دیکھنے جاتی ہوں یا موتی میں جاتی ہوں یا مسجد میں نماز کو جاتی ہوں۔ حالانکہ عورت کی کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں کہ اپنی کوٹھری میں عبادت کرے۔ اسے طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا۔

ان تمام حدیثوں سے مفصلہ ذیل باتیں صراحۃً ثابت ہوتی ہیں :۔

(۱) عورتوں پر جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید نہیں بلکہ برخلاف اس کے ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (دیکھو تمام احادیث مذکورہ)

(۲) عورتوں کا آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جماعتوں میں حاضر ہونا محض رخصت واباحت کی بنا پر تھا نہ کہ تاکید یا فضیلت واستحباب کی بنا پر۔ (دیکھو حدیث نمبر ۴، ۵)

(۳) باوجود اس رخصت واباحت کے آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور تعلیم ان کے لئے یہی تھی کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ اور اسی کی ترغیب دیتے تھے اور فضیلت بیان فرماتے تھے۔ (دیکھو حدیث نمبر ۴ خصوصاً)

(۴) حدیث چہارم میں اس زیادتی سے جو حافظ ہیثمی نے نقل کی ہے صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ ام حمید رضی اللہ عنہا نے آپ کی تعلیم وترغیب پر عمل کر کے مدۃ العمر اپنی کوٹھری کے اندر نماز پڑھی۔ اور یہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا عین اتباع اور آپ کی خواہش کی تکمیل تھی۔

(۵) حدیث دہم سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ عورت کے گھر سے نکلنے کو محل فتنہ فرماتے ہیں اور اپنی کوٹھری میں رہنا اس کے لئے باعث تقرب الی اللہ۔ اور اسی لئے حدیث نمبر ۸، ۹ حضرت ابن مسعودؓ مبالغہ سے قسم کھا کر اس کی ہر نماز کو گھر کی کوٹھری میں افضل فرماتے ہیں۔

(۶) حدیث دوم سوم چہارم میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کی کوٹھری کے اندر کی نماز دالان کی نماز سے افضل اور دالان کی نماز صحن دار کی نماز سے افضل اور صحن کی نماز مسجد محلہ کی نماز سے افضل اور مسجد محلہ کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے افضل ہے۔ پس اس میں کیا شبہ رہا کہ عورتوں کو جماعت میں اور مسجد نبوی میں حاضر ہونا کسی استحباب وفضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ محض مباح تھا۔

پس کس قدر افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو عورتوں کو مسجد میں بلاتے اور جماعتوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی مرضی ومنشاء کے خلاف انہیں تعلیم دیتے اور غضب یہ ہے کہ اسے سنت بتاتے ہیں اور اپنے اس فعل کو احیائے سنت سمجھتے ہیں اگر عورتوں کے لئے جماعتوں میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی مسجد کی نماز سے مسجد محلہ کی نماز کو اور مسجد محلہ کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل کیوں فرماتے؟ کیونکہ اس صورت میں گھر میں تنہا نماز پڑھنا عورتوں کے لئے ترک سنت ہوتا تو کیا ترک سنت میں ثواب زیادہ تھا اور سنت پر عمل کرنے میں کم۔ اور کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دے کر گویا ترک سنت کی ترغیب دیتے تھے۔ شاید یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ بزرگ اور اپنی مسجدوں کو مسجد نبوی سے زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔

(۷) مسجد نبوی میں ایک نماز پر بروایت حضرت انسؓ پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

حدیث (۱۲) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الرجل فی بیتہ بصلوۃ الی قولہ علیہ السلام وصلوتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوۃ الحدیث رواہ ابن ماجہ (مشکوۃ)(۱)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز گھر میں تو ایک ہی نماز شمار ہوتی ہے (الی قولہ) اور اس کی نماز میری مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے۔

جب کہ مسجد نبوی کی اس فضیلت کے باوجود عورت کی مسجد محلہ کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے افضل فرمائی گئی اور گھر کی نماز مسجد محلہ کی نماز سے افضل بتائی گئی اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے افضل اور کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے افضل ہوئی تو اس سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ عورت جس قدر اپنے پردے اور تستر کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ جس قدر گھر سے دوری ہوتی جائے گی فتنہ کا احتمال قوی ہوتا جائے گا۔ ورنہ کمی ثواب کی کوئی وجہ نہیں۔ دیکھو مردوں کے دور جانے میں چونکہ یہ احتمال فتنہ نہیں ہے اس لئے دور جانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

حدیث (۱۳) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعظم الناس اجرا فی الصلوۃ ابعدھم فابعدھم ممشی (بخاری و مسلم)(۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ثواب میں وہ لوگ بڑھے ہوئے ہیں جو نماز کے لئے دور سے آتے ہیں اور ان سے زیادہ وہ جو ان سے زیادہ دور سے آتے ہیں۔

حدیث (۱۴) وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبنی سلمۃ حین ارادوا ان ینتقلوا قرب المسجد دیارکم تکتب اثارکم دیارکم تکتب اثارکم انتھی مختصرا (مسلم)(۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بنی سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب آجانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہو۔ دور سے آنے میں تمہارے قدموں کا ثواب لکھا جاتا ہے تاکید فرمائی۔

پھر یہ رخصت و اباحت بھی ان شرطوں کے ساتھ مشروط تھی کہ عورت خوشبو لگا کر نہ جائے۔ لباس فاخرہ پہن کر نہ نکلے۔ بجا ہوا زیور پہن کر نہ آئے۔ دیکھو حدیث ذیل :۔

حدیث (۱۵) عن زینب الثقفیۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرجت الی العشاء فلا تمس طیبا (رواہ ابن حبان کذا فی الکنز)(۴)

زینب ثقفیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب عشا کی نماز کے لئے نکلے تو ہرگز

(۱) سنن ابن ماجۃ، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ فی المسجد الجامع، ص: ۱۰۳، میر محمد
(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الرجل فی جماعۃ ۱/ ۹۰، قدیمی
(۳) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد ۱/ ۲۳۵، قدیمی
(۴) کنز العمال، کتاب الصلاۃ، فصل فی خروج النساء الی المساجد ۷/ ۶۷۸، رقم الحدیث ۲۰۸۷۶، التراث الاسلامی بیروت

خوشبو نہ لگائے۔

حدیث (۱۶) وعنها عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا شهدت احداکن العشاء فلا تطیب تلک اللیلۃ (رواہ مسلم) (۱)

اور انہیں زینب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں جانے کا ارادہ کرے تو اس رات خوشبو نہ لگائے۔

حدیث (۱۷) وعن زینب امرأۃ عبد اللہ قالت قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا شهدت احداکن المسجد فلا تمس طیبا (رواہ مسلم) (۲)

اور عبداللہ کی بیوی زینب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

حدیث (۱۸) وعن ابی هریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولکن لیخرجن وهن تفلات (رواہ ابو داؤد)(۳) قوله وهن تفلات ای غیر متطیبات یقال امرأۃ تفلۃ اذا کانت متغیرۃ الریح کذا قال ابن عبدالبر وغیرہ قاله الشوکانی وفی المعالم التفل سوء الرائحۃ یقال امرأۃ تفلۃ اذا لم تطیب (عون المعبود)(۴) ویلحق بالطیب مافی معناہ من المحرکات لداعی الشهوۃ کحسن الملبس والتحلی الذی یظهر اثرہ والزینۃ الفاخرۃ (عون المعبود)(۵)

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم خدا کی بندیوں کو خدا کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن وہ ایسی حالت میں جائیں کہ میلی کچیلی ہوں قوله وهن تفلات یعنی تفلات کے معنی یہ ہیں کہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہوں۔ امرأۃ تفلۃ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو متغیر الرائحہ ہو۔ اسی طرح ابن عبدالبر نے کہا ہے یہ شوکانی کا بیان ہے۔ اور معالم میں ہے کہ تفل کے معنی ناگوار بو کے ہیں۔ امرأۃ تفلۃ جب کہا جاتا ہے کہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو۔ اور خوشبو کے حکم میں تمام وہ چیزیں شامل ہیں۔ جو خواہشات نفسانی کو حرکت میں لانے والی ہیں جیسے عمدہ لباس اور وہ زیور جس کے آثار ظاہر ہوں اور پر تکلف زینت۔

ان حدیثوں سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی جو اجازت اور رخصت تھی وہ ان قیود اور شرائط کے ساتھ تھی۔ تو ظاہر ہے کہ ان شرطوں پر عمل نہ ہونے کی حالت میں ان کے لئے اجازت دینا گویا خلاف حکم آنحضرت ﷺ کے اجازت دینا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آج کل مساجد میں جانے والی اور عیدین میں حاضر ہونے والی عورتیں ان قیود و شروط پر عمل کرتی ہیں؟ کیا وہ عمدہ لباس زیب تن کر کے نہیں جاتیں؟ کیا بجتا ہوا زیور پہنے ہوئے نہیں ہوتیں؟ اور کیا وہ میلے کچیلے متغیر الرائحہ کپڑوں میں جانے کے حکم پر عمل کرتی ہیں؟ اگر کوئی شخص خواہ مخواہ زبردستی سے یہ دعویٰ کرے کہ ہاں ایسا ہی کرتی ہیں تو اس کے جواب کے لئے ناظرین

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، ۱/ ۱۸۳، قدیمی (۲) الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، ۱/ ۱۸۳، قدیمی
(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، ۱/ ۸۴، سعید
(۴) عون المعبود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، ۲/ ۲۷۳، دار الفکر بیروت
(۵) عون المعبود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، ۲/ ۲۷۴، دار الفکر بیروت

آگے آنے والی فصل سوم کو ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن منصف مزاج حضرات جو زمانہ حاضرہ کی حالت دیکھتے ہیں وہ یقیناً انہیں شرعاً خلاف دیکھ کر اور صریح احکام نبویہ کی مخالفت مشاہدہ کر کے یہیں سے سمجھ لیں گے۔ آج کل عورتوں کے لئے اباحت اس وجہ سے نہیں رہی کہ وہ شروط اباحت پر عمل نہیں کرتیں۔ اور ان سے عمل کرانا بھی مشکل ہے۔

تکملہ :- اگرچہ ان تمام حدیثوں کے دیکھنے کے بعد کسی سمجھدار شخص کو اس میں شبہ نہیں رہے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا محض رخصت واباحت کے طور پر تھا نہ کہ فضیلت واستحباب کے طور پر۔ لیکن آج کل کے مدعیان عمل بالحدیث لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ عورتوں کا جماعتوں میں جانا عیدین میں حاضر ہونا سنت ہے بلکہ سنت بھی مؤکدہ ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ سنت مؤکدہ وہ کہلاتی ہیں جس کے ترک پر ملامت ہوتی ہے اور ترک پر اصرار کرنے والا مستحق سزا ہوتا ہے۔ جیسے جماعت کہ مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت میں حاضر نہ ہو تو مستحق ملامت ہوگا اور ترک پر اصرار کرنے والا اور ترک کی عادت ڈالنے والا مستحق سزا ہوگا۔ رسول خدا ﷺ نے عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا۔ یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے جماعت عشاء میں حاضر نہ ہونے کی عادت کر لی تھی۔ پس اگر عورتوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہوتی تو ام حمید جنہوں نے مدۃ العمر گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھی مستحق سزا ہوتیں۔ بلکہ اگر جماعت عورتوں کے لئے مستحب اور افضل بھی ہوتی تو آنحضرت ﷺ ام حمید کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب نہ دیتے۔ حالانکہ وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی رغبت اور خواہش ظاہر کرتی تھیں۔

اس گروہ کی اس غلط بیانی کے طلسم کو توڑنے کے لئے ہم ان حدیثوں کو یہاں پر ذکر کرتے ہیں جنہیں یہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو سنا کر عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا سنت بتاتے ہیں اور ان حدیث نبویہ کے صحیح معنی پیش کرتے ہیں جن سے ناظرین انصاف پسند خود موازنہ کر لیں گے کہ ان مدعیان عمل بالحدیث کا دعویٰ ان حدیثوں سے کہاں تک ثابت ہوتا ہے۔

حدیث (۱۹) لا تمنعوا النساء حظوظهن من المساجد اذا استاذنکم۔ (۱)

عورتوں کے مساجد میں سے حصوں کو نہ روکو۔ جب وہ اجازت مانگیں۔

حدیث (۲۰) لا یمنع رجل اهله ان یاتوا المسجد (احمد) (۲)

کوئی شخص اپنے اہل کو مسجد میں جانے سے نہ روکے۔

حدیث (۲۱) لا تمنعوا النساء کم المساجد (ابوداؤد) (۳)

اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

حدیث (۲۲) اذا استاذنت امرأة احدکم الی المسجد فلا یمنعها (صحیح بخاری، صحیح مسلم) (۴)

جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اس کو اس سے منع نہ کیا جائے۔

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد، ۱ / ۱۸۳، قدیمی
(۲) مسند احمد بن حنبل، ۲ / ۳۶، بیروت، کذا فی معجم الکبیر للطبرانی، ۱۲ / ۴۰۸
(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد، ۱ / ۸۴، سعید
(۴) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب استئذان المرأۃ زوجها ...، ۱ / ۱۲۰، قدیمی

اس روایت سے بھی صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتوں کو عیدین میں جانے کی رخصت واباحت تھی اور آنحضرت ﷺ بھی اپنی صاحبزادیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔ لیکن صرف لے جانے کے ثبوت سے استحباب یا سنت ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس کی نظیر مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

حدیث (۲۶) عن عائشة رضی اللہ عنها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل بعض نسائه وهو صائم وکان املکلم لاربه (بخاری و مسلم کذا فی التلخیص)(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے اور آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔ اور ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس قدر قابو رکھتا ہے جس قدر نبی ﷺ رکھتے تھے۔

اس حدیث سے باوجود ثبوت فعل آنحضرت ﷺ کے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حالت روزہ بیوی کا بوسہ لینا سنت یا مستحب ہے۔ بلکہ حضرت عائشہؓ اشارۃً یہ بتاتی ہیں کہ لوگوں کو ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اپنے نفس پر قادر تھے اس لئے بوسہ سے تجاوز کرنے کے احتمالات تھے اور لوگوں میں چونکہ نفس پر قادر ہونے کی صلاحیت کم ہے اس لئے تجاوز کا احتمال قوی ہے۔ ان کو اس سے پرہیز کرنا افضل ہے۔

حدیث (۲۷) قالت ام عطیة امرنا ان نخرج فنخرج الحیض والعواتق وذوات الخدور فاما الحیض فیشهدن جماعة المسلمین و دعوتهم ویعتزلن مصلاهم (بخاری)(۲)

ام عطیہؓ فرماتی ہیں ہم کو حکم کیا گیا کہ خود بھی جائیں اور حائضہ اور جوان اور پردہ نشین عورتوں کو بھی عیدگاہ میں لے جائیں۔ لیکن حائضہ عورتیں صرف مجمع اور دعا میں شریک رہیں اور نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

حدیث (۲۸) عن ام عطیة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجوا العواتق وذوات الخدور لیشهدن العید ودعوة المسلمین ولیجتنبن الحیض مصلی الناس (رواہ ابن ماجۃ)(۳)

ام عطیہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوان عورتوں اور پردہ نشینوں کو نکالو (یا نکلنے دو) یہ سب عید اور دعا میں حاضر رہیں اور حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

یہ دونوں حدیثیں آج کل کے عاملان بالحدیث کی قوی سے قوی دلیلیں ہیں۔ کیونکہ ان میں امر کا صیغہ موجود ہے جس سے وہ تاکید یا کم از کم استحباب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ان حدیثوں کا اصل مفہوم سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ ہم اس کی پوری وضاحت بیان کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ امر کا صیغہ تین معنوں (۴) میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی اس سے وجوب مراد ہوتا ہے جیسے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب المباشرة للصائم، ۱/ ۲۵۸، قدیمی وفی الصحیح لمسلم، کتاب الصوم، باب بیان ان القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرک شهوته، ۱/ ۳۵۲، قدیمی
(۲) صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب خروج النساء والحیض الی المصلی، ۱/ ۱۳۳، قدیمی
(۳) سنن ابن ماجۃ، کتاب الصلوۃ، ما جاء فی خروج النساء فی العیدین، ص ۹۲، قدیمی
(۴) تین معنوں میں یا اس سے زیادہ معنوں میں ... صیغہ کا استعمال ... معنوں میں ہوتا ہے۔ کما فی نور الانوار: ان الامر یستعمل لستة عشر معنی کالوجوب والاباحة والندب (نور الانوار مبحث الامر ص ۳۱، میر محمد)

اقیموا الصلوٰۃ(۱) اور کبھی استحباب جیسے فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر (۲) اور کبھی اباحت جیسے اذا حللتم فاصطادوا (۳) اور کلوا واشربوا (۴) اگرچہ امر کی اصل وجوب ہے۔ لیکن جب قرائن سے ثابت ہو جائے کہ وجوب مراد نہیں تو استحباب یا اباحت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔(۵)

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ عیدین میں عورتوں کے جانے کے بارے میں جو امر کا صیغہ اختیار کیا گیا ہے اس میں اس سے کیا مراد ہے۔ تو یاد رہے کہ وجوب تو یقیناً مراد نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ عیدین میں عورتوں کا جانا فرض ہے۔ (وجوب سے مراد اس موقع پر فرضیت ہی ہے) عیدین کی نماز بھی اور عیدین میں جانا بھی مردوں پر تو فرض ہے(۶) نہیں پھر عورتوں پر فرض ہونے کے کیا معنی؟ اور چونکہ مدعیان عمل بالحدیث بھی فرضیت کے قائل نہیں اس لئے ہمیں اس کے متعلق مزید بیان کی حاجت نہیں۔ اب رہا دوسرا احتمال کہ مراد استحباب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی نہیں۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ صریح ارشادات جن میں آپ عورت کو کوٹھری کی نماز کو مسجد کی نماز سے افضل فرماتے ہیں۔ اور اسی فصل میں ہم مفصل طور پر نقل کر چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنی مسجد کی نماز سے (جس میں پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے) عورتوں کی کوٹھری کی نماز کو زیادہ افضل اور بہتر فرماتے ہیں اور اس کے سوا اس کی کوئی وجہ نہیں کہ عورت جس قدر اپنے حیز استتار اور پردہ کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے۔ (دیکھو حدیث نمبر ۳۔۴۔۵۔۶) پس یہ وجہ عید یہاں موجود ہے کہ مجمع میں جانا، مردوں پر نظر پڑنا، دن اور روشنی کا وقت ہونا یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ پس ان حدیثوں میں عید کی نماز کا استثنا موجود نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جمعہ اور نماز ہائے پنجگانہ فرض نمازیں ہیں اور ان کی جماعتوں میں حاضر ہونا عورت کے لئے بہتر اور افضل نہیں تو عید جو فرض نہیں اس میں حاضر ہونا کیونکر افضل و اولیٰ ہو سکتا ہے؟ سوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عیدین میں جانے والی عورتوں کے لئے کوئی ترغیب اور فضیلت بیان نہیں فرمائی جس سے ثابت ہو کہ ان کو عیدین میں جانا مستحب و مستحسن امر ہے۔

پس جب یہ امر وجوب کے لئے نہیں اور استحباب کے لئے بھی نہیں تو لامحالہ اب صرف رخصت و اباحت کے لئے ہوا اور آپ کے ارشاد کا یہ مفہوم ہوا کہ عورتوں کو عیدین میں جانے دو یا جانا چاہیں تو منع نہ کرو یہ تو ان کے لئے جانا مباح ہے اور اس کے ہم قائل ہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا جانا مباح تھا۔

(۴) عورتوں کو جماعتوں میں آنے کی رخصت و اباحت تھی وہ اب بھی ہے یا نہیں؟

واضح ہو کہ جناب سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو مساجد میں آنے کی اجازت تھی۔ لیکن آپ کے زمانے کے بعد ہی صحابہ کرام کے سامنے ہی حالت بدل گئی اور فتنہ و فساد و بد خلقی شروع ہو گئی۔

(۱) البقرۃ ۴۳
(۲) الحج ۳۶
(۳) المائدۃ ۲
(۴) الاعراف ۳۱
(۵) وعندنا الوجوب حقیقۃ الامر فیحمل علیہ مطلقہ مالم تقم قرینۃ خلافہ واذا کانت قرینۃ یحمل علیہ علی حسب لفظہ (نور الانوار، مبحث الامر ص ۲۷ سعید)
(۶) یجب صلوٰۃ العید علی کل من یجب علیہ الجمعۃ (الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ ۱/ ۱۷۲ شرکۃ علمیۃ)

خود صحابہ کرام نے ہی عورتوں کو منع کرنا شروع کردیا اور ان کی یہ ممانعت خدا اور رسول کے حکم سے ہی ماخوذ تھی جیسا کہ ناظرین عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔ پس علمائے حنفیہ رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ عورتوں کے لئے اب اجازت نہیں ہے کہ وہ جماعتوں میں حاضر ہوں بلکہ ان کو گھروں میں نماز پڑھنا آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی افضل اور بہتر تھا لیکن اب ضروری ہو گیا۔ اس حکم کے لئے حنفیہ کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں :

(الف)

حدیث (۲۹) عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل ۔الحدیث۔بخاری۔(۱)

حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ اگر آنحضرت ﷺ عورتوں کی یہ حرکات ملاحظہ فرماتے جو انہوں نے اب ایجاد کی ہیں تو ان کو مسجدوں سے روک دیتے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔

حدیث (۳۰) وقد ثبت ذلك من حديث عروة عن عائشة موقوفا اخرجه عبد الرزاق باسناد صحيح ولفظه قالت كن نساء بني اسرائيل يتخذن ارجلا من خشب يتشرفن للرجال في المساجد فحرم الله عليهن المساجد وسلطت عليهن الحيضة وهذا وان كان موقوفا لكن حكمه حكم الرفع لانه لايقال بالرأي

فتح الباری(۲)عون المعبود(۳)نیل الاوطار زرقانی(۴)

بنی اسرائیل کی عورتوں کا مسجدوں سے روکا جانا اس حدیث سے ثابت ہے جو عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ بواسطہ عروۃ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کے پاؤں بناتی تھیں تاکہ ان پر اونچی ہو کر مسجدوں میں مردوں کو جھانکیں تو اللہ نے ان پر مسجدیں حرام کردیں اور حیض ان پر مسلط کردیا گیا۔ اور یہ روایت اگرچہ حضرت عائشہ پر موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ ایسی بات محض رائے اور قیاس سے نہیں کہی جاتی۔

حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی، علامہ زرقانی شارح موطا امام مالک، صاحب عون المعبود۔ ان سب نے روایت نمبر ۳۰ کو حکماً مرفوع مانا ہے اور صحیح ہونا تسلیم کیا ہے۔ پس اس حدیث سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے آتی تھیں اور انہیں آنے کی اجازت تھی۔ جب انہوں نے یہ حرکت کی کہ لوگوں کو دیکھنے کے لئے لکڑی کے اونچے پاؤں بنا کر جھانکنا شروع کردیا اور بدنظمی ان میں پیدا ہوئی تو خدا نے ان پر مسجدوں میں آنا حرام کردیا۔ پس بنی اسرائیل کے لئے خدا کا حکم عورتوں کی بدنظمی اور فساد کے وقت یہ تھا کہ مسجدوں میں آنا ان پر حرام ہے۔ اور حضرت عائشہ کی حدیث نمبر ۲۹ سے صراحتاً ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد عورتوں نے ایسی حرکتیں ایجاد کی تھیں جو رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرماتے تو یقیناً منع فرما دیتے جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں سے روک دی گئی تھیں۔ پس بدنظمی اور فساد کا پیدا ہونا تو حضرت عائشہ کی حدیث سے

(۱) صحیح البخاری ، کتاب الاذان باب خروج النساء باللیل ۱ : ۱۲۰ ، قدیمی،الصحیح لمسلم ، کتاب الصلاۃ ، باب خروج النساء الی المساجد ، ۱ : ۱۸۳ ، قدیمی
(۲) فتح الباری ، ابواب صفة الصلوٰة ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ، ۲ : ۲۹۰ ، بولاق
(۳) عون المعبود، کتاب الصلوٰة باب التشدید فی ذلك ، ۳ : ۲۷۶
(۴) زرقانی ، کتاب الصلوٰة ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد ، ۲ : ۶

ثابت ہو گیا۔ اور بدچلنی اور فساد پیدا ہونے کے وقت عورتوں پر مسجدوں میں آنے کی حرمت خدا کے اس حکم سے ثابت ہوئی جو بنی اسرائیل کی عورتوں کو دیا گیا تھا۔ پس یقیناً امت محمدیہ کی عورتوں کو بوجہ بدچلنی اور فساد پیدا ہو جانے کے خدا کے حکم سے مسجدوں میں جانا حرام ہوا۔ یہ اس لئے کہ پہلی امتوں میں جو خداوندی احکام تھے اگر وہ منسوخ نہ ہوئے ہوں تو ان کی پیروی اور اتباع ہمارے لئے بھی اسی طرح ضروری اور لازم ہے جیسے کہ اپنی شریعت کی پیروی اور اتباع لازم ہے۔ قال اللہ تعالٰی فبھداھم اقتدہ(۱) حق اللہ تعالٰی نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ ان کی یعنی انبیائے سابقین کی ہدایت یعنی شریعت کی اقتدا کرو۔"

حدیث (۳۹) فقال ابن عباس رضی اللہ عنہ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم ممن امران یقتدی بھم (بخاری)(۲)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہارے نبی ان میں سے ہیں جن کو انبیائے سابقین کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے۔
مگر چونکہ پہلی شریعتوں کی کتابیں محفوظ نہیں۔ اس لئے ان کی موجودہ کتابوں کے احکام کی تعمیل ہمارے ذمہ اس لئے ضروری نہیں ہے کہ موجودہ احکام کا احکام خداوندی ہونا یقینی نہیں ہے۔ لیکن جب کسی حکم کو آنحضرت ﷺ بیان فرما دیں کہ یہ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت میں وہ حکم منسوخ نہ ہوا ہو تو یقیناً اس پر عمل کرنا ہمارے ذمہ اپنی شریعت کے حکم کی طرح ضروری اور لازمی ہے۔(۳) اور جب کہ اس حدیث صحیح سے یہ ثابت ہو گیا کہ فتنہ و فساد کے وقت بنی اسرائیل کی عورتوں پر خدا تعالٰی نے مسجدوں میں آنا حرام فرما دیا تھا تو یقیناً یہی حکم امت محمدیہ کی عورتوں کے لئے بھی واجب الاتباع اور خدا کا حکم ہے۔ اور ان پر مسجدوں میں آنا اسی حکم خداوندی کی بنا پر حرام ہے۔ یہ دلیل نہایت صاف اور واضح ہے اور کسی قسم کا اس میں شک و شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اجزا میں ایک دو صحیح حدیثیں اور ایک آیت قرآنی ہے جو اس مدعا پر نہایت واضح طور سے دلالت کرتی ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض لوگ اس پر یہ شبہ کریں جو ذیل میں مندرج ہے۔ اس لئے تتمہ فائدہ اسے مع جواب کے ذکر کیا جاتا ہے۔
شبہ نمبر (۱) پہلی شریعتوں کے احکام ہمارے لئے اس وقت واجب الاتباع ہوتے ہیں کہ ہماری شریعت میں ان احکام کے خلاف حکم نہ آیا ہو۔ اور صورت متنازعہ فیہا میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہماری شریعت نے اس حرمت کے حکم کے خلاف عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت دی تو پہلا حکم حرمت کا منسوخ ہو گیا اس لئے اس حکم سے اب حرمت خروج نساء پر استدلال کرنا گویا ایک حکم منسوخ سے استدلال کرنا ہے۔
(جواب) یہ خیال غلط ہے کیونکہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھتی تھیں اور ان کے لئے مسجدوں میں آنے کی اجازت تھی۔ لیکن جب انہوں نے بدچلنی اور فساد شروع کیا اس وقت ان پر مسجدیں حرام ہو گئیں تو شریعت بنی اسرائیل کا حکم یہ ہوا کہ وجود فتنہ و فساد کے وقت عورتوں کو

---

(۱) الانعام : ۹۰
(۲) صحیح البخاری ، کتاب التفسیر ، باب قولہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ ، ۲/ ٦٦٦، قدیمی
(۳) ومما یتصل بسنۃ نبینا علیہ السلام شرائع من قبلہ ، والقول الصحیح فیہ : ان ماقص اللہ تعالٰی او رسول منہا من غیر انکار یلزمنا علی انہ شریعۃ لرسولنا (الحسامی ، بحث السنۃ ، ص ۹۲ ، ۹۳، میر محمد)

مسجدوں میں آنا حرام ہے اور ہماری شریعت نے اس حکم کو منسوخ نہیں کیا۔ رہی عورتوں کے آنے کی اجازت تو وہ بوجہ فتنہ وفساد نہ ہونے کے تھی۔ یہ اجازت جو فتنہ وفساد نہ ہونے کے زمانے میں تھی اس حکم حرمت کی ناسخ نہیں ہو سکتی جو فتنہ وفساد کے وقت کا حکم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس بدبختی اور فساد کا نہ ہونا جو حکم حرمت و ممانعت کی علت ہے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث(۱) نمبر ۲۹ سے صراحۃً ثابت ہے۔ وہ امر میں صریح ہیں کہ آپ کے زمانے میں وہ حرکات فتنہ وفساد پیدا نہ ہوئی تھیں۔ پس اس وقت کی اجازت یقیناً اس حکم حرمت کے مخالف اور اس کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

شبہ نمبر (۲) یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فتنہ نہ تھا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بعض لوگ عورتوں کو تاکنے کے خیال سے پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے اور بعض متقی اگلی صفوں میں جانا چاہتے تھے تاکہ عورتوں پر ان کی نظر نہ پڑے۔ جن کے متعلق آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین۔ نازل ہوئی ہے۔ اور ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی نے ایک عورت سے جبراً زنا کیا اور دوسرا شخص شبہ میں پکڑا گیا۔ اور قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمادیں کہ اصل مجرم نے ایک بے گناہ کو پھنستا ہوا دیکھ کر خود اقرار کیا اور سنگسار کیا گیا۔ پس جب کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس قسم کے واقعات کا ہونا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ کے زمانے میں بوجہ امن عن الفتنہ کے اجازت تھی اور بعد میں فتنہ کی وجہ سے ممانعت ہوئی۔

(جواب) بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسجدوں کے حرام ہونے کا حکم عورتوں کی بدبختی کی وجہ سے تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے بھی اپنے قول میں نئی حرکات ایجاد کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف کی ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ جو فتنہ وفساد حکم ممانعت کی علت ہے وہ عورتوں کی نیت کا فساد ہے۔ اور اس آیت وحدیث سے جو شبہ میں ذکر کی گئی ہیں مردوں کی بدبختی ثابت ہوتی ہے نہ کہ عورتوں کی۔ اس لئے یہ واقعات منشائے حکم سے خارج ہیں۔ اور اصل یہ ہے کہ اگر عورت کی نیت پاک صاف ہو تو مردوں کی بدبختی سے اس قدر جرائم واقع نہیں ہو سکتے جس قدر عورتوں کی جانب سے بدبختی ہونے کی حالت میں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل کی عورتوں میں جب بدبختی ہوئی اس وقت حکم حرمت نازل ہوا تھا۔ اسی طرح امت محمدیہ میں حکم حرمت اس وقت ہوا جب عورتوں میں بدبختی پیدا ہوئی۔

(۱) عن عائشة قالت: لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل. قلت لعمرة: او منعن؟ قالت: نعم. (صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغلس، ۱: ۱۲۰، قديمي) (۲) الحجر ۲۴

(۳) وقال ابن جرير: حدثنا محمد بن عبد الاعلى ... انه قال: كان اناس يستاخرون في الصفوف من اجل النساء فانزل الله: "ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستاخرين" (تفسير ابن كثير ۲: ۵۴۹، سهيل اكيڈمي)

(۴) عن ابيه ان امراة خرجت على عهد النبي صلى الله عليه وسلم تريد الصلوة فتلقاها رجل فتجللها فقضى حاجته منها فصاحت، فانطلق ومر عليها رجل فقالت: ان ذلك الرجل فعل بي كذا وكذا ومرت بعصابة من المهاجرين فقالت: ان ذلك الرجل فعل بي كذا وكذا، فانطلقوا فاخذوا الرجل الذي ظنت انه وقع عليها واتوها فقالت: نعم هو هذا، فاتوا به رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما امر به ليرجم قام صاحبها الذي وقع عليها، فقال للرجل: قولا حسنا وقال للرجل الذي وقع عليها: ارجموه، وقال: لقد تاب توبة لو تابها اهل المدينة لقبل منهم (جامع الترمذي، ابواب الحدود، باب ما جاء في المراة اذا استكرهت على الزنا، ۱: ۲۶۹، سعيد)

اگر عورتوں مردوں کی بدنیتی کے تفاوت سے قطع نظر بھی کر لی جائے تاہم یہ واقعات موجب شبہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک دو واقعات کا ہو جانا آپ کے زمانے کو فتنہ و فساد کا زمانہ نہیں بنا سکتا۔ فتنہ و فساد کے زمانے سے مراد ایسا زمانہ ہے جس میں اس قسم کے واقعات بکثرت ہونے لگیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت آپ کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

(ب) حضرت عائشہؓ کی حدیث مذکور سے استدلال کا دوسرا طریق یہ ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

لو ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء بعدہ لمنعھن المساجد متفق علیہ (۱)

(التلخیص الحبیر) (۲)

اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی یہ حرکات پاتے جو انہوں نے آپ کے بعد ایجاد کی ہیں تو ضرور ان کو مسجدوں سے روک دیتے۔

اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں عورتوں کی حرکات ناشائستہ کا ظہور نہ ہوا تھا آپ کے بعد ہوا ہے تو حضرت عائشہؓ کے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ ان حرکات کے وجود و حکم ممانعت لازم ہے ورنہ اس لزوم کی تائید حدیث سے لازم تا تاکید ثابت کرکے انہوں نے تخمین فرمایا۔ کہ ضرور منع فرما دیتے۔ پس حضرت عائشہؓ کے اس کلام سے بوجود حرکات و حکم ممانعت میں لزوم ثابت ہو گیا اس لئے جب یہ ثابت ہو گیا کہ حرکات ناشائستہ کا وجود ہو گیا ہے تو حکم لزوم حکم ممانعت کو ثابت ہونے کا ورنہ تلازم صحیح نہیں رہے گا۔ اور خود اسی حدیث سے حرکات ناشائستہ کا وجود آنحضرت ﷺ کے زمانے کے بعد ثابت ہے۔ پس اس تلازم یعنی حکم ممانعت خود بخود حکم تلازم ثابت ہو گیا۔

شبہ نمبر (۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس دلیل پر شبہ کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اس قول سے عورتوں کے لئے مطلقاً ممانعت نہیں نکلتی۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حکم ممانعت کو ایک شرط پر معلق کیا ہے جس کا وجود نہ ہوا تو اس حکم ممانعت کا بھی وجود نہ ہوگا۔ کیونکہ انتفائے شرط کو انتفائے مشروط لازم ہے۔ اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ لم یر فلم یمنع فاستمر الحکم یعنی آنحضرت ﷺ نے ان حرکات کو نہیں دیکھا اس لئے عورتوں کو منع نہیں فرمایا۔ تو مسجدوں میں آنے کی اجازت ان کے لئے مستمر اور باقی رہی۔ (۳)

(جواب) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تو صحیح ہے کہ آپ نے ان حرکات کو نہیں دیکھا۔ پس منع نہیں فرمایا لیکن آگے یہ فرمانا فاستمر الحکم محل نظر ہے کیونکہ ہم بھی ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے اسی قول سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ وجود حرکات کو حکم ممانعت لازم ہے۔ پس حافظ ابن حجر کا یہ فرمانا کہ باوجود حرکات ناشائستہ پائے جانے کے اجازت کا حکم مستمر اور باقی ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر حافظ ابن حجر اس تلازم کو نہ مانیں یعنی یہ فرمائیں کہ وجود حرکات ناشائستہ کو ممانعت کا حکم لازم ہی نہیں جیسے کہ ان کے قول بناءً علی ظن ظنہ سے سمجھا جاتا ہے تو

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ۱ / ۱۲۰، قدیمی
(۲) التلخیص الحبیر، کتاب صلوٰۃ العیدین، ۲ / ۸۱
(۳) وقال فی فتح الباری: وتمسک بعضھم بقول عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا فی منع النساء مطلقا، وفیہ نظر اذ لا یترتب علی ذلک تغیر الحکم، لانھا علقتہ علی شرط لم یوجد بناء علی ظن ظنتہ، فقالت: لو رای لمنع فقال علیہ لم یر لم یمنع فاستمر الحکم (فتح الباری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ۲ / ۲۹۰، بولاق)

اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ ہمیں حضرت عائشہ کے قول سے استدلال کرنا مقصود ہے اور اس قول سے تلازم ثابت ہوتا ہے۔ یعنی حضرت عائشہؓ وجود حرکات ناشائستہ پر حکم ممانعت کو لازم قرار دیتی ہیں۔ اور حافظ ابن حجر اسے نہیں مانتے اور حضرت عائشہ کا خیال اور گمان بتاتے ہیں۔ ہم حضرت عائشہؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ حافظ ابن حجر کی رائے سے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ نے وجود حرکات ناشائستہ پر حکم ممانعت کو جو لازم بتایا ہے یہ صرف ان کا خیال اور گمان نہیں ہے بلکہ وہ اسے خدا کا حکم سمجھتی ہیں۔ اور ان کے پاس بنی اسرائیل کی عورتوں والی روایت اس کی زبردست دلیل موجود ہے۔ پس جب کہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ وجود حرکات ناشائستہ اور حکم ممانعت میں لزوم ہے تو حافظ ابن حجرؒ کا یہ کہنا کہ آپ نے وہ حرکات نہیں دیکھیں اور منع نہ فرمایا اس لئے حکم اجازت مستمر اور باقی ہے کسی طرح صحیح نہیں۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ شیرہ انگور جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہوا ہو اس کی متعلق یہ کہنا بالکل صحیح ہے لو کان مسکرا لحرم شربہ یعنی اگر یہ مسکر ہوتا تو اس کا پینا حرام ہوتا۔ لیکن اگر کوئی کہے لم یکن مسکرا فلم یحرم فاستمر الحکم تو یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ یعنی چونکہ وہ مسکر نہیں تھا اس لئے حرام نہیں تھا اور حکم حلت مستمر اور باقی ہے۔ یعنی وجود سکر (ملزوم) کے بعد بھی حکم حلت باقی ہے اور حکم حرمت (لازم) متحقق نہیں ہوا۔ یہ ہرگز صحیح نہیں۔

شبہ نمبر (۲) حافظ ابن حجرؒ نے اس دلیل پر یہ بھی شبہ کیا ہے کہ اگر وجود فتنہ کو حکم حرمت لازم ہوتا تو خدا کو تو معلوم تھا کہ فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس نے حکم حرمت کیوں نہیں بھیجا؟(۱)

(جواب) خدا کو بے شک معلوم تھا کہ فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ لیکن پیدا تو نہ ہوا تھا۔ اور پیدا ہونے سے پہلے اس کا حکم بھیج دینا لازم نہیں۔ ورنہ احکام وقتیہ میں سے کوئی حکم بھی حافظ ابن حجرؒ کے اس اعتراض سے نہیں بچ سکتا۔ مثلاً تیمم کا حکم اس سفر میں نازل ہوا جس میں حضرت عائشہؓ کی شکایت کی اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو برا بھلا بھی کہا اور تکلیف بھی پہنچائی۔ اس کے بعد حکم تیمم نازل ہوا۔(۲) تو اگر حافظ ابن حجرؒ سے کوئی کہے کہ خدا کو تو معلوم تھا کہ ایسی ضرورتیں پیش آئیں گی کہ پانی نہ ملے گا۔ اس نے پہلے سے حکم تیمم کیوں نازل نہ کر دیا تھا؟ اسی طرح ہزاروں احکام ہیں جو خاص خاص وقتوں میں اسباب خاصہ کے وجود کے بعد نازل ہوئے ہیں...... ان سب پر یہی شبہ ہو گا تو جو جواب حافظ ابن حجر ان کا دیں گے وہی ہم ان کے اس اعتراض کا دیں گے۔

دوسرے یہ کہ بیشک وجود فتنہ کا خدا تعالیٰ کو علم تھا۔ اور وہ حکم حرمت بھی نازل فرما چکا تھا۔ یعنی بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسجدوں کو حرام کر چکا تھا۔ اور وہی حکم ہمارے لئے بھی حکم تھا۔ اس لئے جداگانہ حکم نازل فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا اس حکم سابق کو ہمارے سامنے نقل کر دینا کافی تھا۔(۲)

---

(۱) وایضاً فقد علم اللہ سبحانہ ما سیحدثن فما اوحی الی نبیہ (فتح الباری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ۲ / ۲۹۰، بولاق)

(۲) عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش، انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ ولیسوا علی ماء فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالوا: الا تری ماصنعت عائشۃ، اقامت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس ولیسوا علی ماء ولیس معھم ماء فجاء ابو بکر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضع راسہ علی فخذی قد نام فقال: حبست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس ولیسوا علی ماء ولیس معھم ماء، فقالت عائشۃ: فعاتبنی ابو بکر وقال ما شاء اللہ ان یقول وجعل یطعننی بیدہ فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح علی غیر ماء، فانزل اللہ عز وجل آیۃ التیمم (صحیح البخاری، کتاب التیمم، ۱ / ۴۸، قدیمی)

(۲) ان ماقص اللہ تعالی اورسول منھامن غیر انکار یلزمنا انہ شریعۃ لرسولنا (الحسامی، بحث السنۃ، ص: ۹۲ ۹۳، میر محمد)

شبہ نمبر (۳) حافظ ابن حجر نے یہ بھی شبہ کیا ہے کہ اگر فتنہ کی وجہ سے حکم ممانعت لازم تھی تو جب تک انہیں عورتوں کے لئے ہونا چاہئے جو بدنیتی اور فتنہ کی مرتکب ہوں۔ تمام عورتوں کو منع کرنا صحیح نہیں۔(۱)

(جواب) جب کہ عورتوں میں بدنیتی اور فساد پیدا ہو جائے تو پھر اس کی تحقیق کرنا کہ کس میں بدنیتی اور فساد ہے مشکل بلکہ تقریباً محال ہے۔ اگر بعض عورتوں کے لئے اجازت رہی تو تمام عورتیں اسی حیلے سے آسکتی ہیں کہ ہمارے اندر بدنیتی نہیں۔ اگر مسجدوں کے دروازوں پر محتسب کوڑا لئے ہوئے بھی کھڑا رہے تاہم وہ نیک نیت اور بدنیت عورت میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بدنیتی اور بدخیالی ایک باطنی امر ہے۔ جس پر کسی کو سوائے عالم الغیب(۲) کے اطلاع نہیں ہو سکتی تو ایسی حالت میں خاص بدنیت عورتوں کو روکنے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس لئے سد اللباب تمام عورتیں تحکم کرادت میں شامل ہونی ضروری ہیں تاکہ اس فتنہ کا پورا دروازہ بند ہو جائے۔ اور اس کی نظیر شریعت میں یہ ہے کہ منافق اور یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر راعنا کہتے تھے اور خلاف ادب معنی مراد لیتے تھے اور مخلص مسلمان بھی راعنا کہتے تھے ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ ہماری طرف دیکھئے یہی معنی صحیح اور درست تھے۔ لیکن چونکہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں منافقین اور یہود کو بے ادبی اور گستاخی کا موقع ملتا تھا اور بظاہر کوئی صورت اس کی نہ تھی کہ صرف گستاخی کی نیت سے کہنے والوں کو روکا جائے اس لئے عموماً مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے خدا تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ یا ایھا الذین امنو الا تقولو راعنا وقولوا انظرنا۔(۳) پس اسی طرح یہاں بھی جب کہ بدنیت اور نیک نیت عورت میں امتیاز مشکل ہے اس لئے سد اللباب تمام عورتوں کو روکنا ضروری ہے۔ اور بنی اسرائیل کی عورتوں والی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عموماً عورتوں پر مسجدیں حرام کردی گئی تھیں اس لئے حافظ ابن حجر کا یہ شبہ بھی صحیح نہیں۔

(ج)

حدیث (۳۲) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان الرجال والنساء من بنی اسرائیل یصلون جمیعاً فکانت المرأۃ اذا کان لھا خلیل تلبس القالبین تطول بھما لخلیلھا فالقی اللہ علیھن الحیض فکان ابن مسعودؓ یقول اخرجوھن من حیث اخرجھن اللہ الحدیث (مجمع الزوائد(۴) وقال رجالہ رجال الصحیح)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں ساتھ ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جب کسی عورت کا کوئی یار ہوتا تو وہ لکڑی کے پاؤں پہن کر آتی تاکہ لونچی ہو جائے اور یار کو دیکھنے کا موقع ملے تو خدا نے ان عورتوں پر حیض ڈال دیا۔ پھر ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اور عورتوں کو مسجدوں سے نکالو جس طرح خدا نے انہیں نکالا ہے۔

حدیث (۳۳) وعن ابی عمرو الشیبانی انہ رای عبداللہ یخرج النساء من المسجد یوم الجمعۃ ویقول

(۱) وقال فی الفتح : وایضاً فالا حداث انما وقع من بعض النساء لا من جمیعھن فان تعین المنع فلیکن لمن احدث (فتح الباری ، کتاب الاذان ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ، ۲/ ۲۹۰ ، بولاق)

(۲) انہ علیم بذات الصدور (سورۃ ھود ۵) (۳) البقرۃ ۱۰۴

(۴) مجمع الزوائد ، کتاب الصلاۃ ، باب خروج النساء الی المساجد ، ۲/ ۳۵ ، بیروت

اخرجن الی بیوتکن خیر لکن مجمع الزوائد وقال رجاله موثقون(۱)
حافظ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ابو عمرو شیبانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے روز عورتوں کو مسجد سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے کہ نکلو اپنے گھروں کو جاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (حافظ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کے راوی معتبر ہیں)

ان روایتوں سے یہ باتیں صراحۃً معلوم ہوئیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عورتوں کو جماعت جمعہ میں مسجد سے نکالتے تھے۔ لوگوں کو فرماتے تھے کہ عورتوں کو مسجدوں سے نکالو۔ بنی اسرائیل کی عورتوں کا واقعہ بیان کرکے وجہ بدبختی اور فساد کے مسجدوں سے نکالی گئیں مسلمانوں کو بھی وہی حکم دیتے ہیں اور اس کو خدا تعالیٰ کا حکم قرار دیتے ہیں۔

پس چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت (۳۳) بھی حکماً مرفوع ہے اور حضرت عائشہ کی روایت کے قریب المعنی ہے اور اسناد بھی اس کی معتبر ہے۔ جیسا کہ حافظ ہیثمی نے اس کی تصریح فرمادی اس لئے ان دونوں حدیثوں سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوگئی کہ عورتوں میں بدبختی اور فساد پیدا ہونے کے وقت خدا تعالیٰ نے انہیں مسجدوں سے نکالنے کا حکم دیا ہے۔ پس ان کے لئے مساجد میں آنا مکروہ تحریمی ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد مساجد میں عورتوں کے آنے کو مکروہ سمجھنے والے صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء

اس کے بعد اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے زمانہ مبارک کے بعد مساجد میں عورتوں کے آنے کو مکروہ سمجھنے والے یا منع کرنے والے کون کون صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہاء و محدثین ہیں۔

حدیث (۳٤) عن ابن عمر رضی الله عنهما قال کانت امراة لعمر تشهد صلوة الصبح والعشاء فی الجماعة فی المسجد فقیل لها لم تخرجین وقد تعلمین ان عمر رضی الله تعالی عنه یکره ذلك ویغار قالت فما یمنعه ان ینهانی قالوا یمنعه قول رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله رواه البخاری و ابن ابی شیبه کذا فی الکنز۔(۲)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیوی عشا اور فجر کی نماز کے لئے مسجد میں جاتی تھیں تو ان سے کہا گیا کہ تم کیوں جاتی ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ تمہارے جانے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور انہیں غیرت آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا تو پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کر دیتے۔ لوگوں نے کہا کہ منع کرنے سے انہیں رسول خدا ﷺ کا یہ ارشاد مانع ہے کہ خدا کی باندیوں کو خدا کی مسجدوں سے نہ روکو۔

اس روایت سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ صبح کی اور عشاء کی نماز میں بھی عورتوں کے مسجد میں جانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور غیرت کرتے تھے۔ اور ان کی یہ غیرت یقیناً خوف فتنہ کی وجہ سے تھی جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ غیرت محمودہ فرماتے ہیں۔ موطا امام مالکؒ میں یہ روایت اس طرح ہے کہ جب عمرؓ کی بیوی

۱۔ بعد حاشیہ ۵ ص ۳۸۷۔
۲۔ کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس، ۸ ۳۲۵، رقم الحدیث ۲۳۱۲۹، دار التراث الاسلامی بیروت

بیوی ان سے مسجد میں جانے کی اجازت مانگتیں تو حضرت عمرؓ خاموش ہو جاتے تھے۔(۱) لیکن بخاری کی اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کی خاموشی رضامندی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ کراہت وناخوشی کی وجہ سے تھی۔ اسی طرح علامہ زرقانی شرح موطا میں سکوت کی وجہ حضرت عمرؓ کی ناخوشی ہی بیان فرماتے ہیں۔ **فیسکت لانہ کان یکرہ خروجھا للصبح والعشاء**۔(۲)

رہا یہ شبہ کہ حضرت عمرؓ اگر مکروہ سمجھتے تھے تو منع کیوں نہ فرماتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ بنت زید کا ہے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے نکاح کرتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ مجھے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے نہ روکیں۔(۳) اس لئے حضرت عمرؓ منع تو نہ فرماتے تھے کہ خلاف عہد نہ ہو مگر جانے سے ناخوش ضرور ہوتے تھے اور مکروہ سمجھتے تھے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ جب ان کے نزدیک جانا مکروہ تھا تو نکاح کے وقت اس شرط پر ہی کیوں راضی ہوئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے وقت عورتوں کی حالت فتنہ وفساد کے اس درجہ تک نہ پہنچی ہو کہ حضرت عمرؓ ان کے نکلنے کو مکروہ سمجھتے اس لئے شرط کرلی اس کے بعد یہ حالت فتنہ وفساد کی پیدا ہوئی تو وہ مکروہ سمجھنے کے باوجود ایفائے عہد کے خیال سے منع نہ فرماتے تھے۔ اور اس حدیث میں منع نہ کرنے کی جو وجہ مذکور ہے کہ وہ ارشاد نبوی **لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ**(۴) کی مخالفت کے ڈر سے منع نہ فرماتے تھے۔ اس میں اول تو اس کی تصریح نہیں کہ حضرت عمرؓ سے یہ وجہ منقول ہے۔ ممکن ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہو۔ دوسرے اس پر یہ شبہ ہے کہ اگر وہ ارشاد نبوی کی وجہ سے منع نہ فرماتے تھے تو مکروہ کیوں سمجھتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ ان کا مکروہ سمجھنا خوف فتنہ کی وجہ سے تھا۔ اور منع نہ کرنا ایفائے عہد کی وجہ سے۔ اور خوف فتنہ کی وجہ سے مکروہ سمجھنا ارشاد نبوی **لا تمنعوا الخ** کے مخالف نہیں ہے۔

والرابع انہ مکروہ وقد حکاہ الترمذی عن الثوری وابن المبارک وھو قول مالک و ابی یوسف وحکاہ ابن قدامۃ عن النخعی ویحیی ابن سعید الانصاری الخ (نیل الاوطار)(۵)

اور چوتھا قول یہ ہے کہ عورتوں کا عیدین میں جانا مکروہ ہے۔ اور اس قول کو ترمذی نے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے۔ اور ابن قدامہ نے ابراہیم نخعی اور یحیی بن سعید انصاری سے نقل کیا ہے۔

قال اصحابنا یستحب اخراج النساء غیر ذوات الھیئات والمستحسنات فی العیدین دون غیرھن واجابوا عن اخراج ذوات الخدور والمخباۃ بان المفسدۃ فی ذلک الزمن کانت مامونۃ بخلاف الیوم ولھذا صح عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا لورای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قال القاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ واختلف السلف فی خروجھن للعیدین فرای جماعۃ ذلک حقا علیھن منھم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلی

(۱) عن عاتکۃ بنت زید ... امرأۃ عمر بن الخطاب انھا کانت تستاذن عمر بن الخطاب الی المسجد فیسکت الخ (الموطا لامام مالک، باب خروج النساء الی المساجد، ۱/۱۸۴، میر محمد)
(۲) زرقانی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، ۲/۶۰
(۳) ذکر الحافظ فی الاصابۃ ان عمر لما خطبھا شرطت علیہ ان لا یضربھا ولا یمنعھا من الحق ولا من الصلاۃ فی المسجد النبوی (حاشیۃ الموطا لامام مالک، باب خروج النساء الی المساجد، ۱/۱۸۴، میر محمد)
(۴) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، ۱/۹۱، سعید
(۵) نیل الاوطار، کتاب العیدین، ۳/۳۲۷

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم و منہم من منعہن ذلک منہم عروۃ والقاسم ویحیی الانصاری ومالک وابو یوسف واجازہ ابو حنیفۃ مرۃ ومنعہ اخری (نووی[1] عون المعبود) [2]

ومنہا خوف فتنۃ کامراۃ اصابت بخورا اولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعہا و بین ماحکم بہ جمہور الصحابۃ من منعہن اذ المنہی عنہ الغیرۃ التی تنبعث من الانفۃ دون خوف الفتنۃ والجائز (من الغیرۃ) مافیہ خوف الفتنۃ وذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیرۃ غیرتان وحدیث عائشۃ ان النساء احدثن (حجۃ اللہ البالغۃ) [3]

ہمارے اصحاب شوافع کہتے ہیں کہ صرف ان عورتوں کو جو وضعدار اور حسین نہ ہوں عیدین میں لے جانا مستحب ہے نہ کہ وضعدار اور حسینوں کو اور حدیث میں جو پردہ نشینوں کو لے جانے کا ذکر ہے اس کا جواب ہمارے اصحاب نے یہ دیا ہے کہ اس زمانے میں فتنہ وفساد سے امن تھا بخلاف موجودہ زمانے کی اور اسی لئے حضرت عائشہؓ سے بسند صحیح یہ ثابت ہے انہوں نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی یہ نئی حرکات ملاحظہ فرماتے تو مسجدوں سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ عورتوں کے عیدین میں جانے کے بارے میں سلف صالحین میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت تو ان کے جانے کو حق سمجھتی ہے۔ ان میں سے ابو بکرؓ اور علیؓ اور ابن عمرؓ وغیرہم ہیں اور دوسری جماعت عورتوں کو عیدین میں جانے سے منع کرتی ہے۔ ان میں سے عروہؒ اور قاسمؒ اور یحییٰ انصاریؒ اور امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے ایک بار اجازت دی اور دوسری بار منع فرمادیا۔

اور ان عذروں میں سے جن کی وجہ سے جماعت میں نہ جانا جائز ہے خوف فتنہ ہے جیسے کوئی عورت خوشبو لگا کر جائے اور آنحضرت ﷺ کے اس قول میں کہ "جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے منع نہ کرو" اور جمہور صحابہ کے حکم ممانعت میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ حدیث میں جو منع کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صرف شیخی اور تکبر کی وجہ سے جو غیرت پیدا ہو کر روکنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ غیرت منع ہے اور صحابہ نے جس غیرت کی وجہ سے عورتوں کو روکا وہ غیرت خوف فتنہ کی وجہ سے ہے اور یہ غیرت جائز ہے اور یہی مطلب ہے نبی ﷺ کے ارشاد الغیرۃ غیرتان کا۔ اور یہی مطلب ہے حضرت عائشہؓ کی حدیث ان النساء احدثن کا۔

ان عبارتوں سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ کی جماعتوں اور عیدین سے روکنے والے یا ان کے جانے کو مکروہ کہنے والے مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حجۃ اللہ البالغۃ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حدیث نمبر ۲۹، ۳۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (حدیث نمبر ۳۲، ۳۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (حدیث نمبر ۳۴) سفیان ثوریؒ عبداللہ بن مبارکؒ (ترمذی) امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ ابراہیم نخعیؒ یحییٰ بن سعید الانصاریؒ (نیل الاوطار) حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروہ بن زبیرؒ قاسمؒ امام ابو حنیفہؒ (نووی، عون المعبود)

(۱) شرح المسلم للنووی، کتاب العیدین، ۱ / ۲۹۰، قدیمی

(۲) عون المعبود، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء فی العید، ۳ / ۴۸۸، دار الفکر بیروت

(۳) حجۃ اللہ البالغۃ، الجماعۃ، ۲ / ۲۶، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين
كتبه الراجي رحمة مولاه محمد كفاية الله اوصله الله غاية متمناه مدرسه امينيه دهلي يكم ذى الحجه سن ۱۳۳٤ھ

عورت کا پردے کے ساتھ تحصیل علم اور دیگر ضروریات کے لئے نکلنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اکتوبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال)(۱) کیا عورت اپنا تمام بدن باستثنائے وجہ و کفین و قدمین مستور کر کے ضرورۃ (مثل تحصیل علم، خانگی امورات اعزہ و اقارب سے ملنا وغیرہ) اپنے مکان سے باہر جا سکتی ہے؟ (۲) کیا عورت بہ ہیئت مذکورہ یا بایں قید لازمہ کہ اپنے شوہر کے ہمراہ بغرض تفریح باہر جا سکتی ہے؟ (۳) زید نے اپنی بی بی کو بہ ہیئت مذکورہ بالا ضرورۃ باہر نکلنے کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ بطیب خاطر جتنا پیدل چل سکتی ہے اس کو خواہ مخواہ ڈولی یا یکہ کا محتاج نہ ہونا چاہئے کیا یہ درست ہے؟

(جواب ۵۳۶) اگرچہ چہرہ اور کفین کا پردہ نماز میں ضروری نہیں (۱) اور شرعاً براہ راست ان کا چھپانا فرض نہیں مگر فساد زمانہ کی وجہ سے متاخرین نے چہرہ اور ہاتھوں کو بھی غیر محرموں کے سامنے کھولنے سے منع کیا ہے۔ (۲) اور یہی مرو جہ پردہ ہے۔ بوقت ضرورت امن عن الفتنہ کی حالت میں منہ ہاتھ کھولنا جائز ہوگا۔ (۳) برقع کے ساتھ باہر نکلنا اور اپنی ضروریات کے لئے باہر جانا جائز ہے۔ (۴) اپنے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ عورت بغرض سیر برقع کے ساتھ باہر جا سکتی ہے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

مسلمان عورتوں کو غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲ نومبر سن ۱۹۲۶ء)

(سوال) مسلمان عورتوں کو غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

(جواب ۵۳۷) غیر مسلم غیر معتمد علیہا عورتیں جن کے میل سے کوئی دینی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو ان سے پردہ اور یکسوئی کرنی چاہئے۔ (۶)

محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) انكشاف ربع القدم يمنع الصلوٰة، والكف والوجه ليس بعورة (الحاشية على هامش الهندية، كتاب الصلوٰة، فصل فيما يفسد الصلوٰة، ۱/ ۱۳٤، ماجدية)
(۲) والحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين على المعتمد وصوتها على الراجح وتمنع الشابة من كشف الوجه بين رجال، لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلاة ۱/ ٤۰٦، سعيد)
(۳) وينظر من الاجنبية الى وجهها وكفيها فقط، وعبدها كالاجنبي معها فينظر الى وجهها وكفيها فقط، فان خاف الشهوة او شك امتنع نظره الى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والا فحرام (الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر والمس ٦/ ۳۷۰، سعيد) (٤) قال تعالى: يدنين عليهن من جلابيبهن (الاحزاب: ۵۹)
(۵) قد اذن الله لكن ان تخرجن لحوائجكن (كنز العمال ١٦/ ٤۰۹، رقم الحديث ٤٥١٤٩)
(٦) ولا ينبغي للمرأة الصالحة ان تنظر الى المرأة الفاجرة، لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها ولا يحل ايضا لامرأة مؤمنة ان تنكشف عورتها عند امة مشركة او كتابية الا ان تكون امة لها (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن ۵/ ۳۲۷، ماجدية)

فاحشہ عورتوں سے عام مسلمان عورتوں کا پردہ

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ مارچ سن ۲۸ء)

(سوال) وہ عورتیں جو فاحشہ ہوں۔ بیباک آوارہ خراب چال چلن رکھنے والی، تھیٹر میں پارٹ کرنے والی اور مردوں کا رنگ اختیار کرنے والی جو زنانہ اسکولوں کا معائنہ کرتی پھرتی ہوں۔ نیز وہ عورتیں جن کا اصل مقصد تبلیغ عیسائیت ہے اور وہ علی العموم گھروں میں دستکاری سکھانے کے بہانے سے آتی جاتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے عام مسلمان عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے۔

(جواب ۵۳۸) ہاں ایسی عورتوں سے جن سے مضرت دینیہ یا اخلاقیہ پہنچنے کا ظن غالب ہو مسلمان عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے نہ اس حیثیت سے کہ عورت سے عورت پردہ کرے بلکہ اس مضرت کے خیال سے جس کے پہنچنے کا ظن غالب ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، (۱)

غیر محرموں سے سارے بدن کا پردہ کرنا لازمی ہے

(سوال) آزاد مومنہ کا پردہ اجنبیوں یعنی نامحرموں کے سامنے آنے میں کس قدر ہے ؟ کیا برقع اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کر نکلنا جائز ہے ؟ اگر جائز ہے تو اس شخص کی نسبت شرع کا کیا حکم ہے ؟ جو عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے پر مجبور کرے چار دیواری سے نکلنے نہ دے۔

(جواب ۵۳۹) پردے لور حجاب کے حکم کا مدار خوف فتنہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ چہرے پر نظر پڑنا فتنہ کے بارے میں زیادہ موثر ہے اس لئے فقہائے کرام نے مومنہ حرہ کے لئے اجانب کے سامنے کشف وجہ کو ناجائز قرار دیا ہے (۲) احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ (۳) قرآن پاک میں اگرچہ منہ چھپانے کا حکم موجود نہیں ہے۔ تو منہ کھولنے کی بھی صریح اجازت نہیں ہے۔ اشارات و دلالت نصوص سے پردہ یعنی مستروجہ کی ہی تائید ہے اور یہی احوط و اسلم ہے۔ پس برقع اوڑھ کر نکلنا اوفق بالشرع والحکمۃ ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

عورتوں کا تفریح کے لئے عید گاہ میں جانا کیسا ہے ؟

(سوال) ہر سال اکثر مسلمان عورتیں عید الفطر کے دوسرے روز عید گاہ میں بطور سیر و تفریح آتی ہیں۔ گزشتہ سال چند اشخاص نے عورتوں کو عید گاہ جانے سے روک دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عورتیں دیگر مقامات پر جھنڈے والا، قدم شریف، بھوری بھٹیاری کا محل وغیرہ چلی گئیں جہاں کہ ان کی بے پردگی وغیرہ کا احتمال زیادہ ہے۔ ایسی صورت میں

(۱) ولا ینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الی المرأة الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها (الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن، ۵/ ۳۲۷، ماجدیة)

(۲) وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین رجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (الدر المختار، کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، ۱/ ۴۰۶، سعید)

(۳) عن ام سلمة انها کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونة اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: احتجبا منه، فقلت یا رسول اللہ الیس هو اعمی، لا یبصرنا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: افعمیاوان انتما، الستما تبصرانه (سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن، ۲/ ۲۱۴، امدادیه)

(۴) عن عائشة قالت: لو ادرك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل، فقلت لعمرة: او منعن، قالت: نعم (صحیح البخاری کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ۱/ ۱۲۰، قدیمی)